

جدید فقہی تحقیقات

حج و عمرہ

موجودہ حالات کے پس منظر میں

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے دسویں فقہی سمینار منعقدہ
مؤرخہ ۲۲-۲۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو حج ہاؤس بمبئی میں
پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات و مناقشات کا مجموعہ]

ایفا پبلیکیشنز - نئی دہلی

آملہ صفوں بہن، ناشر محفوظ

نام کتاب	:	حج و عمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں
صفحات	:	۶۱۲
قیمت	:	۲۳۰ روپے
سن طباعت	:	۲۰۱۰ء
ISBN	:	

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱- ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublications@gmail.com

فون: 011 - 26981327

مجلس اولیٰ

- ۱- مولانا مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی
- ۲- مولانا محمد ہر بان الدین سنبھلی
- ۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
- ۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- ۵- مولانا عتیق احمد بستوی
- ۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست

۹	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ابتدائیہ
۲۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	پیش لفظ

باب اول: تسمیہ و امور

۳۱		سوالنامہ
۳۷		اکیڈمی کا فیصلہ
۴۱	منشی محمد نعیم اختر ندوی	تلخیص مقالات
۶۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	عرض مسئلہ سوال نمبر ۸، ۲، ۱
۷۸	منشی انور علی اعظمی	عرض مسئلہ سوال نمبر ۳، ۳، ۵، ۹
۹۴	مولانا زبیر احمد قاسمی	عرض مسئلہ سوال نمبر ۶، ۱۰
۱۰۲	منشی جمیل احمد زبیری	عرض مسئلہ سوال نمبر ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳

باب دوم: تفصیلی مقالات

۱۱۳	مولانا محمد ربیع الدین سنبھلی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۱۲۵	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	حج - نئے اور اہم مسائل
۱۴۵	منشی محمد عبید اللہ اسعدی	حج و عمرہ کے چند نئے مسائل
۱۶۷	مولانا زبیر احمد قاسمی	حج و عمرہ کے حل طلب مسائل
۱۸۲	منشی شبیر احمد قاسمی	حج و عمرہ کے اہم اور مشکل مسائل

۲۱۲	مولانا نور الحق رحمانی	حج و عمرہ سے متعلق چند اہم مسائل
۲۲۲	مولانا خورشید احمد اعظمی	مسائل حج و عمرہ
۲۷۰	مولانا اشتیاق احمد اعظمی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۲۹۶	مفتی جمیل احمد بزمیری	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۳۱۳	مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۳۲۹	مولانا خورشید انور اعظمی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۳۳۸	مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی	حج و عمرہ سے متعلق اہم مسائل
۳۶۳	مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی	حج و عمرہ کے چند مسائل
۳۸۳	مولانا انور علی اعظمی	حج و عمرہ سے متعلق کچھ نئے مسائل
۳۹۹	مولانا محمد ابو الحسن علی	حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۴۲۷	مولانا امیر ارخان ندوی	حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل
۴۴۷	مولانا امیر ایم فلاحی	حج و عمرہ سے متعلق مسائل

باب سوم: مختصر تحریریں

۴۶۵	مولانا محمد رفیع انور القاسمی	حج و عمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل
۴۷۱	مولانا عتیق احمد بستوی	حج و عمرہ کے حل طلب مسائل
۴۷۴	مولانا خمس پیرزادہ	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۴۸۳	مفتی محبوب علی وجیبی	حج و عمرہ کے متعلق اہم مسائل
۴۹۱	مفتی شیر علی سحرانی	حج و عمرہ کے حل طلب مسائل
۴۹۸	مولانا سید مصلح الدین قاسمی	حج و عمرہ سے متعلق حل طلب مسائل
۵۰۸	مولانا ابوسفیان مفتاحی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

۵۱۳	منشی حبیب اللہ نقاسی	مسائل حج و عمرہ
۵۲۰	منشی کلیل احمد سیتا پوری	حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل
۵۲۸	ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی	مسائل حج و عمرہ کا حل
۵۳۰	مولانا سلطان احمد اصلاحی	حج و عمرہ کے مسائل
۵۳۸	ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی	حج و عمرہ کے مسائل
۵۴۴	منشی عزیز الرحمن بجنوری	بعض مسائل حج و عمرہ
۵۵۳	مولانا راشد حسین مدوی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۵۶۰	مولانا عبدالقیوم پاپنپوری	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۵۷۰	مولانا عبداللطیف مظاہری	مسائل حج و عمرہ
۵۷۵	منشی عبدالرحیم نقاسی	حج اور عمرہ کے مسائل
۵۸۳	مولانا محمد ایوب مدوی ٹانفی	حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل
۵۸۵	مولانا اخلاق الرحمن نقاسی	حج و عمرہ کے چند اہم گوشے
۵۹۴	مولانا محمد ارمیا نقاسی	حج و عمرہ کے مسائل
۶۰۱		مناقشہ

ابتدائیہ

﴿لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ. لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ.
إِنَّ الْحَمْدَ وَالنُّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ﴾
(حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں۔
بیشک سبھی تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت بھی۔ تیرا کوئی
ساجھی نہیں)۔

یہ ہے توحید کا وہ نغمہ جو دل مومن سے نکلتا ہے تو اللہ کی رحمت کو پہنچ لاتا ہے۔ ایک ذلیل
بھاگا ہوا غلام، کائنات کے کسی گوشے میں راہزنار نہیں پاتا اور اپنی عاجزی کے گہرے احساس کے
ساتھ مالک الملک کی عنایتوں اور کرم فرمائیوں کے اعتراف کے ساتھ ہر دروازہ سے مایوس ہو کر،
ہر مادی قوت سے رشتہ توڑ کر، اپنا ہوش کھو کر، بے خودی اور عشق، کیف اور مستی کے والہانہ جذبات
کے ساتھ اپنے رب کے حضور اس شان کے ساتھ آتا ہے کہ اسے نہ اپنے کپڑوں کا ہوش ہے اور
نہ اپنے بالوں کا، گرد و غبار سے انا ہوا یہ چہرہ جو اپنی ساری حیثیتوں کو فراموش کر کے، محبوب کے
دروازہ پر پہنچ کر اپنی حاضری کا اعلان کرتا ہے، اپنے مالک کے گھر کے گرد چکر لگاتا ہے، روتا ہے
رلاتا ہے، کبھی عرفات میں حمد و ثنا کرتا ہوا اپنی کوتاہی کی معافی چاہتا ہے، مزدلفہ میں قرب الہی کا
خواہاں ہے، حمرات کو نہیں نفس کے شیطان کو کنکریاں مارتا ہے، جانور نہیں، حقیقتہً اپنے نفس کی
قربانی دیتا ہے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑ کر سنت عاشقان کو تازہ کرتا ہے اور اس یقین کے ساتھ
آتا ہے کہ اس در کے علاوہ کوئی در نہیں اور یہ رحمان کا دروازہ ہے، ہم ہزار برے ہوں لیکن

ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع اس کی رحمت کی چادر ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر عدل پر اتر آئے تو ہماری نجات ممکن نہیں ہے، اس لئے گھبرا کر کہتا ہے مالک! ہمیں آپ کا عدل نہیں، آپ کا فضل چاہئے، وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہماری کوتاہیوں کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ حساب شروع ہوا تو بہر حال پکڑے جائیں گے، اس لئے پکار کر کہتا ہے، مالک حساب نہ لیجئے ہم حساب دینے کی ہمت کہاں سے لائیں، ہم کو تو اپنے فضل و کرم سے حساب و کتاب کے بغیر معاف کر کے جنت دے دیجئے، بندہ جانتا ہے اللہ نے صحت دی، راستہ کو مامون بنایا، آنے جانے کے لائق دولت دی، مال بھی دیا اور جسم کی طاقت بھی۔ شکر مال کا بھی ضروری اور شکر جسم و جان کا بھی ضروری، اس لئے حج کو آیا ہے، اللہ کی عبادت میں اپنی جان بھی کھپاتا ہے اور اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے۔ انسر ہو، تاجر ہو، حکمراں ہو، عالم و فاضل ہو، فقیر بے نوا ہو، سب اپنی امتیازی حیثیت کو منا کر اپنی امانیت اور خودی کو قربان کر کے، ذلیل غلام کی طرح مالک کے دروازہ پر بھکاری بن کر آئے ہیں اور اس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ یہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے، ہم بھی بخشش کا پروانہ لے کر جائیں گے، فضل الہی اور رحمت باری کی بارش ہم پر بھی ضرور ہوگی۔ اپنی عاجزی کا احساس، اپنی کوتاہیوں کا اعتراف، اللہ کی رحمت پر اعتماد، اور اس سے کچھ نہ کچھ لے کر ہی جائیں گے، اس کا یقین، پھر کیف و مستی، خود فراموشی اور عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہونا، یہی وہ جذبات ہیں اور یہ وہ ادائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے، بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور حاجی دربار سے اس طرح لوٹتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہو، معصوم، صاف ستھرا، دھلا دھلایا، بڑی دولت لے کر لوٹتا ہے۔

نیت: سب سے اہم بات یہ ہے کہ حج کیوں کریں، شہرت اور ناموری کے لئے؟ دولت اور مال کے لئے؟ سیر اور تفریح کے لئے؟ سیاسی مقاصد کے لئے؟ اگر یہ مقاصد ہیں تو ابھی راستہ سے واپس چلے جائیں، نہ پیسہ برباد کیجئے نہ وقت اور نہ اپنی جسمانی قوت، سفر حج تو

محض اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہئے۔ اپنی مغفرت کے لئے، اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے، اس راہ کے مسافر کے لئے تو رضائے ربانی ہی اول و آخر منزل ہے، اس کو ان مادی مفادات کا کہاں ہوش، وادی عشق و محبت کے مسافر کے لئے تو پہلی شرط ہے ان سبھی مادی اغراض سے بالاتر ہونا۔

شرط اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

علامت آپ کے اخلاص کی یہ ہے کہ اگر آپ کی کیفیت یہ ہے کہ اگر آپ کو اس سفر سے دولت نہیں ملے، شہرت نہیں ملے، کوئی دوسرا ایسا ہی فائدہ حاصل نہ ہو تو بھی آپ اس سفر سے باز نہیں آئیں گے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ یہ مادی فائدے حاصل ہوں تو آپ جائیں گے، نہیں، تو نہیں جائیں گے، پھر آپ مخلص نہیں، فقیہ آپ کے حج کو ضابطہ کے کانتوں پر تول کر صحیح کہہ دے تو کہہ دے، لیکن مقبولیت کے تر ازو پر اس حج کا کوئی دام نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قیمت اعمال کی بندہ کی نیت پر متعین ہوتی ہے، پس اپنے دل کو جھانک کر دیکھ لیجئے۔ کہیں کوئی کھوٹ ہے تو اسے دور کر لیجئے اور اس سفر کا ارادہ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کیجئے ”فمن أتى بعبادة لغرض دنيوي بحيث لو فقد لتركها فليست بعبادة وإنما هي معصية“ (ملا علی تباری / ۳)۔

حج فرض ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا ومن كفر فإن الله

غني عن العالمين“ (سورہ آل عمران: ۹۷)۔

(لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اللہ کے گھر کا حج کریں، جس کو اس سفر کی استطاعت ہو

اور جو (حج سے) انکار کرے (تو کیا کرے) اللہ سارے جہانوں سے بے پروا ہے۔
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ حج کی فرضیت کا اعلان کریں، لوگ پیدل
اور طرح طرح کی سواریوں پر دور دور سے آئیں۔

”أذن في الناس بالحج ياتوك رجالا وعلى كل ضامر يأتين من كل
فج عميق“ (سورہ حج: ۲۷)۔

(اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔ لوگ پاؤں پیدل اور ہر قسم کی
سواریوں پر دور دور از علاقہ سے آئیں)۔

اور حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ کے تنہا معبود ہونے کی شہادت، نماز کا قائم
کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کا روزہ اور بیت اللہ کا حج جس میں استطاعت ہو“ (مشفق علیہ)۔

اور فرمایا:

”اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو، رمضان کا روزہ رکھو، اپنے رب
کے گھر کا حج کرو اور اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل
ہو جاؤ گے“ (مشکوٰۃ)۔

نیز ارشاد رسول ﷺ ہے:

”جو شخص حج فرض ادا کئے بغیر مر گیا، بغیر اس کے کہ اسے کوئی ظالم بادشاہ یا سخت مرض یا
غالب دشمن سفر سے روکے۔ پس وہ مرے یہودی ہو کر، یا نصرانی ہو کر، یا مجوسی ہو کر“ (اس
حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے، لیکن ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، (دیکھئے حاشیہ
ابن عثمی علی مناسک نووی)۔

پوری امت کا حج کے فرض ہونے پر اجماع ہے، اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ضروری ہے،

اس لئے حج کا ضروری ہونا عین عقل و قیاس کے مطابق ہے۔

حج کس پر فرض ہے؟

حج فرض عین ہے، عمر میں ایک بار ہر مسلمان عاقل و بالغ آزاد مرد و عورت پر، جس کے پاس اپنی ضروریات اصلیہ کے علاوہ اتنی دولت ہو کہ وہ آنے جانے کے اخراجات اور دوران سفر اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورے کر سکتا ہے بشرطیکہ تندرست ہو کہ سفر کر سکے اور راستہ مامون ہو، عورت ہو تو اس کے لئے شوہر یا کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

حج کی فرضیت کیسی ہے؟

یہ ایک اہم سول ہے کہ حج کی فرضیت علی الفور ہے یا علی التراخی، علی الفور فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس سال موسم حج میں اس پر حج فرض ہو گیا، اسی سال اس کو حج کے لئے نکل جانا ضروری ہوگا، اگر وہ اس سال حج کے لئے نہیں نکلا تو وہ گنہگار ہوگا، یہ مسلک امام ابو یوسف کا ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی یہی قول زیادہ صحیح طور پر منقول ہے، امام مالک کا مشہور قول، امام احمد بن حنبل سے معروف اور شوافع میں مازنی کی یہی رائے ہے۔

اور وجوب علی التراخی کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو ہو گیا، لیکن اسی سال ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ عمر میں کبھی بھی ادا کرے، مثلاً ظہر کا وقت دو گھنٹے ہے، وقت شروع ہوتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن آخر وقت تک نماز مؤخر کر سکتا ہے، اسی طرح حج دیر سویر، عمر میں کبھی بھی ادا کر لے، گنہگار نہیں ہوگا، امام محمد، امام شافعی اور ایک قول امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا یہی ہے۔ دونوں ہی رائے کے پیچھے دلائل ہیں لیکن اتنی بات طے ہے کہ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو گیا اور اس نے اس سال حج نہیں کیا، پھر آئندہ وہ مالی یا جسمانی معذوری کے باعث حج کرنے

کے لائق نہیں رہا تو وہ گنہگار مرے گا (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے) (تفصیل کے لئے دیکھئے: المسئلہ
المختصہ فی السنک المتوسط الملا علی قاری ص ۲۳، بدائع الصنائع للکامران فی ۲/ ۱۲۰)۔

”وقال الکرمانی علی هذا القول فلو لم یحج حتی مات فہل یأثم
بذلك، فیہ ثلاثہ أوجه: أحدها أنه لا یأثم بذلك لأننا إنما جوزنا التأخیر فلم
یکن مرتکبا محظورا بعد ذلك، والثانی أنه یأثم لأننا إنما جوزنا التأخیر بشرط
السلامة والأداء۔ وهذا أصح الأقوال“ (مغنی البحر شرح مجمع الانہار، ۱/ ۲۶۰)۔

واضح رہے کہ جن علماء نے مؤخر کرنے کو جائز بھی کہا ہے تو اسی شرط کے ساتھ کہ آئندہ
اس کا پختہ ارادہ حج ادا کرنے کا ہو، وہ لوگ جن پر حج فرض ہے، ڈھیر ساری دولت رکھتے ہیں،
ملک ملک کا سفر کرتے ہیں، لیکن حج نہیں کرتے ان کے لئے یہ اجازت نہیں ہے، وہ بہر حال
گنہگار ہوں گے۔

استطاعت کا مطلب

رہائشی مکان، فرنیچر، گھریلو سامان، پہننے کے کپڑے، سواری، آلات اور مشینری جس
سے وہ روزی کماتا ہے، اور اسی طرح کی دوسری ضروری چیزیں ہر انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں،
اسی طرح اہل و عیال کا خرچ اور امام ابو یوسفؒ کی روایت کے مطابق سفر حج سے واپسی کے بعد
ایک سال تک کے اس کے اور اس کے اہل و عیال کے ضروری اخراجات کے لائق روپے اس کی
بنیادی ضرورتوں میں شمار کئے جائیں گے، اسی طرح اس کے ذمہ واجب الادا دین، یہاں تک کہ
بیوی کا دین مہر بھی (مقفل یا موجل) ایک قول کے مطابق منہا کرنے کے بعد اس کے پاس اتنی
رقم ہو کہ اوسط معیار کے مطابق اس کے آنے جانے اور دوران سفر کے اخراجات پورے
ہو جائیں تو اس پر حج فرض ہوگا (سنک ملا علی قاری مع حاشیہ ارشاد الساری، ۲/ ۲۹)۔

اگر کسی شخص کے پاس اپنے اور اپنے متعلقین کی ضرورت کے لائق رہائشی مکان کے علاوہ اور مکانات بھی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر لگاتا ہے، یا اراضی ہیں جنہیں افتادہ چھوڑ رکھا ہے، یا ان کی سالانہ پیداوار اس کی سالانہ ضروریات سے زائد ہوتی ہے، یا باغات ہیں جن کے پھل اس کی ضرورت سے زائد ہیں، یا دکانیں یا دوسرے ذرائع آمدنی ہیں، جو اس کی بنیادی ضرورت سے زائد ہیں تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہوگا، اگر ان چیزوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی قیمت حج کے اخراجات پورا کرنے کے لائق ہو، اور اگر اس کے پاس نقد روپے نہ ہوں تو ان چیزوں کو فروخت کر کے اس پر حج کے لئے جانا واجب ہوگا (مسئد ملاحظی قاری، ۳۰)۔

اگر کسی کے پاس ایک ہی مکان ہے لیکن بہت وسیع یا بہت قیمتی کہ اسے فروخت کر کے ضرورت کے لائق مکان بھی خرید سکتا ہے اور حج بھی کر سکتا ہے تو اس پر حج کیلئے یہ اہلی و سبغ اور معیاری مکان اور سامان کو فروخت کرنا واجب نہیں ہوگا (مسئد ملاحظی قاری، ۳۰)۔

سال بھر کے اخراجات کے لائق غلہ اور اناج ہے تو اسے حج کے لئے فروخت کرنا واجب نہیں ہے، ہاں سال بھر کے اخراجات سے زائد غلہ ہو اور اس زائد مقدار کو فروخت کر کے وہ اتنے روپے حاصل کر سکتا ہے جس سے حج کر سکے تو اسے اس زائد غلہ کو فروخت کرنا ہوگا (مسئد ملاحظی قاری، ۳۰)۔

سواری اور دوران سفر اخراجات کے معیار کے سلسلہ میں ہر شخص کے معیار زندگی اور اس کی عادت و رہائش کا اعتبار ہوگا کہ لوگوں کے حالات قوت برداشت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، کچھ چیزیں ایک شخص کے لئے قییش ہوتی ہیں تو دوسروں کے لئے وہی چیزیں ضروریات میں داخل ہوتی ہیں (مسئد ملاحظی قاری، بحوالہ ابن ماجہ، ۳۱)۔

صحت و تندرستی

وہ شخص جو تندرست تھا اور مالی استطاعت بھی رکھتا تھا، لیکن اس نے غفلت برتی اور

وقت پرفریض حج ادا نہ کیا اور معذور ہو گیا، آنکھیں چلی گئیں، مفلوج ہو گیا، ہاتھ یا پاؤں کٹ گئے، تو ایسے شخص کو بالاتفاق اپنی طرف سے مال خرچ کر کے دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے بھیجنا ہوگا، اور اگر اتنا بھی موقع نہ ملا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے حج کرادیا جائے (مناسک ملا علی قاری ۳۵)۔

اور اگر جس وقت مالی استطاعت حاصل ہوئی اس وقت وہ اندھا ہے، مفلوج ہے، بہت بوڑھا اور مریض ہے کہ سفر نہیں کر سکتا، تو راجح قول کے مطابق اس شخص کو اگر ایسا رفیق سفر مل جائے جو اس کے سفر میں اس کا معاون و مددگار ہو سکے، تو اس پر خود حج کو جانا، ورنہ کسی کو اپنے بدلہ حج میں بھیجنا یا آخر میں اپنے مال سے حج کرادینے کی وصیت کرنا واجب ہوگا (مناسک ملا علی قاری ۳۵)۔

محرم کی شرط

حضور اقدس ﷺ نے عورت کو بغیر محرم سفر کرنے سے منع فرمادیا ہے، اس لئے کسی عورت کے لئے وہ جو ان ہو یا بوڑھی، شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لئے جانا جائز نہیں، اگر چلی گئی تو گنہگار اور نافرمان قرار پائے گی اگرچہ حج ہو جائے گا (مناسک ملا علی قاری ۳۷)۔

محرم مرد قائل اعتماد، عاقل و بالغ ہو جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، خاندانی رشتہ کی وجہ سے، دودھ کے رشتہ کی وجہ سے یا سرالی رشتہ کی وجہ سے، جیسے باپ، بھائی، حقیقی یا سوتیلے، چچا، ماموں، بھتیجہ، دود بھائی، سر، داماد (مناسک ملا علی قاری ۳۷)۔

ایسے فاسق شخص کے ساتھ سفر نہ کرے جو حرام و حلال کی تمیز نہیں کرنا اور عزت آبرو کے معاملہ میں بے پرواہ ہے، چاہے وہ رشتہ میں محرم ہی کیوں نہ ہو (مناسک ملا علی قاری ۳۷)۔

چند نیک خواتین کا ساتھ ہو تو بھی عورت کو حج میں نہیں جانا چاہئے، اگرچہ امام مالک

اور امام شافعی کہتے ہیں کہ قابل بھروسہ خواتین کا ساتھ مل جائے تو عورت بغیر محرم کے جاسکتی ہے
(مناسک ملائکہ تالیف ۱۳۸۸ء)۔

سفر حج کی نزاکتوں اور آج کے روز بروز بگڑتے ہوئے اخلاقی حالات کے پیش نظر
امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کیا جانا چاہئے اور بغیر محرم عورت کو ہرگز حج کو نہیں جانا چاہئے، اگر
شوہر یا محرم اپنے خرچ پر عورت کے ساتھ حج پر جانے کو آمادہ نہیں ہو اور عورت کے پاس مالی
صلاحیت ہو تو اس پر شوہر یا محرم کا خرچ بھی دینا واجب ہوگا (مناسک ملائکہ تالیف ۱۳۸۸ء)۔

سفر حج

حج کا ارادہ ہو تو چاہئے کہ تاریخ کے تعیین اور دوسرے متعلق امور کے بارے میں
استخارہ کرے اور استخارہ کا طریقہ معروف ہے۔

ماں، باپ، بیوی اور دوسرے وہ رشتہ دار جن کے ساتھ حسن سلوک اس پر ضروری ہے
انہیں راضی کر کے سفر کرے، عورت اپنے شوہر کو راضی کرے، شوہر کے لئے مستحب ہے کہ بیوی کے
ساتھ حج کرے، حج اگر فرض ہو تو ماں باپ منع کریں جب بھی حج کرے (مناسک نووی ۲۵-۲۶)۔

اپنے اہل و عیال کے لئے واپسی تک کے اخراجات کا انتظام کر جائے (مناسک ملائکہ
تالیف ۱۳۸۸ء)۔

حج کے لئے خالص حلال آمدنی خرچ کرے، مال مشتبہہ اور مال حرام ہرگز خرچ نہیں
کرے، اگر مال حرام سے حج کرے گا تو یہ حج مقبول و ہرور نہیں، امام احمد بن حنبلؒ تو فرماتے ہیں
کہ حج ہوگا ہی نہیں (مناسک نووی ۲۷)۔

سفر حج میں ممکن حد تک زیادہ روپے ساتھ رکھے تاکہ کشادہ دلی کے ساتھ دوسرے
ضرورت مندوں کی مدد کر سکے (مناسک نووی ص ۳۱)۔

سامان سفر حج کی خریداری میں بھاؤ تاؤ نہ کرے اور نہ بخل سے کام لے خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے کہ یہ عبادت ہے (مناسک نووی ص ۳۱)۔

سفر حج میں اپنا اپنا خرچہ علیحدہ رکھنا بہتر ہے، رفقاء حج ایک ساتھ کھانی سکتے ہیں مگر یہ دیکھ لے کہ سبھی وسیع القلب اور فراخ حوصلہ لوگ ہوں کہ کسی کے زیادہ کھالینے پر دوسرے کے دل میں تکدر نہ پیدا ہو (نووی ص ۳۲)۔

اگر کوئی سواری کرایہ پر لیں تو چھوٹا بڑا جو بھی سامان ہو، دکھادیں، دھوکہ دے کر زیادہ سامان نہ لادیں، ریل کے سفر میں قانوناً جتنا سامان لے جانا درست ہے اتنا ہی لے جائیں زیادہ سامان ہو تو وزن کر کر زائد محصول ادا کر دیں (مناسک نووی ص ۳۵)۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

جوج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ حج کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لے اور یہ فرض عین ہے اس لئے کہ عبادت اس کی صحیح نہیں ہوگی جو عبادت کا طریقہ نہیں جانتا ہو اور مستحب ہے کہ کوئی ایسی واضح کتاب اپنے پاس رکھے جو مسائل و احکام و مقاصد حج کے لئے جامع ہو، اسے ہمیشہ پڑھتا رہے اور پورے سفر میں بار بار پڑھتا رہے تاکہ پوری طرح مسائل پر اس کی تحقیقی نگاہ ہو جائے، جو ایسا نہیں کرے گا ہمیں ڈر ہے کہ وہ بغیر حج کے لوٹے گا کہ کہیں کسی شرط میں اور کبھی کسی رکن میں خلل پیدا کر دے گا اور بسا اوقات لوگ مکہ والوں کی تہلیل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ مسائل حج جانتے ہیں، اور اس طرح وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں، یہ سخت غلطی ہے (مناسک نووی ص ۳۷)۔

سفر حج میں ایسا ساتھی تلاش کریں جس کے ساتھ مزاج ہم آہنگ ہو، خیر کا طالب ہو، برائی سے دور رہنے والا ہو، آپ کچھ بھول جائیں تو وہ یاد دلائے، غلطی کریں تو اس پر ٹوکے، کسی عالم کا ساتھ ہو تو سب سے بہتر کہ وہ آپ کو اپنے علم و عمل سے فائدہ پہنچاتا رہے (مناسک نووی ص ۳۸)۔

دوران سفر ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عزت و اکرام اور ایثار کا برتاؤ کریں، ہر آرام و راحت کے موقع پر دوسروں کو آگے اور اپنے کو پیچھے رکھیں، کوئی ناگواری بات کسی ساتھی سے ہو جائے تو اسے برداشت کریں، اگر بات ناقابل برداشت ہو اور اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ علیحدہ ہو جائیں (مناسک نووی، ۳۸، ۳۹)۔ خبردار خیردار بغض و عناد اور لڑائی فساد سے آپس میں بچتے رہیں کہ اس سے آپ کی عبادت خراب ہو جائے گی۔

روانگی

اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں پورے خلوص کے ساتھ، جن گناہوں میں مبتلا ہوں انہیں فوراً چھوڑ دیں۔ جو گزر گیا اس پر شرمندہ ہوں۔ آئندہ کے لئے پھر نہ دہرانے کا عزم ہو۔ نماز چھوٹی رہی ہے تو اس کی قضاء شروع کر دیں، اگر کسی کو دکھ پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لیں اور اسے منالیں۔ کسی کا کچھ باقی ہو تو اسے ادا کر دیں یا اس سے خوشی خوشی معاف کر لیں، جس کا حق تھا وہ مر گیا یا لاپتہ ہے تو اس کی طرف سے فقیروں کو صدقہ کر دیں اور نیت پختہ کر لیں کہ اگر کبھی اس کا وارث مل گیا یا غائب ہونے کی صورت میں وہ خود مل گیا تو اسے اس کا دین ادا کر دیں گے۔

سامان سفر میں ضرورت کے لائق کپڑے، بستر، لوٹا، گلاس، جانماز، نارچ، چاقو، سوئی، دھاگہ، قینچی، استرہ، آئینہ، کنگھی، ہرمہ دانی، حج کی کتاب، کھانے کے لئے ضروری برتن ساتھ رکھ لیں۔

مستحب ہے کہ روانگی کے وقت اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ”قل یا ایہا الکافرون“، اور دوسری رکعت میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھیں۔ سلام کے بعد آیتہ الکرسی اور لایلف پڑھ لیں۔ پھر اللہ سے خوب جی لگا کر دعائیں:

اے اللہ تو ہی میرے سفر کا ساتھی اور میرے غائبانہ میں میرے اہل و عیال اور میرے مال و دولت کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! اس سفر میں نیکی، پرہیزگاری اور اپنے پسند کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے لئے سفر کو آسان اور مختصر کر دیجئے اور اس سفر میں ہمیں سلامتی عقل کی، دین کی، بدن کی، مال و اولاد کی عطا فرما۔ اپنے گھر کا حج اور اپنے نبی کی زیارت کا موقع عطا فرما، اے اللہ! اس سفر میں اکڑ اور تکبر کے ساتھ نہیں نکلا ہوں، نہ دکھانے اور شہرت کے لئے، میں تو آپ کی مراضی سے بچنے کے لئے، آپ کو راضی کرنے کیلئے فرض ادا کرنے کے لئے، آپ کے نبی کی سنت کی پیروی میں اور آپ سے ملاقات کے شوق میں نکلا ہوں، پس اے اللہ! مجھ سے اس سفر کو قبول فرما لیجئے اور اشرف العباد سیدنا محمد ﷺ اور ان کی اولاد اور ان کے صحابہ پر رحمت نازل فرما۔

عربی کے الفاظ یوں ہیں۔

اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل والمال، اللهم إنا نسئلك في مسيرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما تحب وترضى. اللهم إنا نسئلك أن تطوى لنا الأرض وتهون علينا السفر وارزقنا في سفرنا هذا السلامة في العقل والدين والبدن والمال والولد و تبلغنا حج بيتك الحرام و زيارة نبيك عليه أفضل الصلاة والسلام. اللهم إني لم أخرج اشراً ولا بطراً ولا رياءً ولا سمعة بل خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك وقضاء لفرضك واتباعاً لسنة نبيك محمد ﷺ وشوقاً إلى لقائك، اللهم فتقبل ذلك مني وصل على أشرف عبادك سيدنا محمد وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين أجمعين۔

حج کے موضوع پر اردو میں بہت ساری اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں خصوصیت

کے ساتھ مفتی سعید احمد صاحب کی ”معلم الحجاج“، حضرت گنگوہیؒ کی ”زبدۃ المناسک“ اور مولانا شیر محمد جالندھری کی ”شرح زبدہ“، مولانا منظور نعمانی کی ”آپ حج کیسے کریں؟“ مستند اور معتبر ہیں لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ حج کے باب میں کئی نئے مسائل پیدا ہوئے۔

دور حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے حج اور عمرہ کے مختلف مسائل کو علماء اور فقہاء کے لئے غور طلب بنا دیا ہے، کیونکہ ان مسائل کے تعلق سے حج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ وغیرہ میں تجارت یا ملازمت کی غرض سے رہنے والے، دشواریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض مسائل میں بعض فقہی مسائل پر عمل موجودہ حالات میں انتہائی دشوار ہے، جبکہ دوسرے فقہی مسائل میں یسر و سہولت کا پہلو پایا جاتا ہے، اس طرح کے چند مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم کی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟ اس سلسلے میں فقہاء مجتہدین کے مسائل اور دلائل کی تفصیل اور ترجیح کیا ہے۔

۲- آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمدورفت کی کثرت و سہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ، مدینہ کے درمیان آمدورفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے، لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمدورفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی

ادا کی وقت طلب اور وقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم کی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم کی کے اندر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج (حج کے مہینے) شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں، یعنی مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۴- جو حضرات ائمہ کی کے لئے تمتع و قرآن کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں میقات کے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اور اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ سے دم جنائیت لازم ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی اور دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اور اہل مکہ اپنی مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا شرعی حل کیا

ہے؟

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

۶- تہاج کی غیر معمولی کثرت اور رمی جمرات کی جگہ انتہائی محدود ہونے کی وجہ سے رمی جمرات کا عمل خصوصاً بوڑھوں اور معذوروں کے لئے خاصا دشوار ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے رمی جمرات میں نیابت کا رواج ہونا جا رہا ہے، بعض لوگ مریض و معذور نہ ہونے کے باوجود محض کسٹل اور آرام پسندی کی وجہ سے کسی دوسرے کو رمی کے لئے بھیج دیتے ہیں، اس سلسلے میں درج ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف- عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ب- رمی میں اگر نیابت ہو سکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے، یا ہر شخص کے لئے، اس معذوری کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے نائب بننا درست ہے؟

۷- سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکیتوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

۸- تمتع اور تہاج کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون؟ اس سلسلے میں ائمہ کے مسالک کی کیا تفصیل ہے۔

احناف کے مفتی بقول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہونے پر دم لازمتر اردیا گیا ہے۔ دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ تہاج

کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے تہاج کے لئے (خصوصاً ضعیف و معذور تہاج کے لئے) خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے، اس لئے تہاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو تہاج کی طرف سے نیا تہاج قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں، قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو دم لازم ہو گیا نہیں؟ مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کیا اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے، اگر ادا یا قرآن شاذ و نادر ہے، کیا اس صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفات حج تمتع تصور کیا جائے گا؟

حج بدل کرنے والے کے بارے میں درج ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

الف- کیا حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے؟

ب- حج بدل کرنے والا امر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج- امر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے

کہ امر اس کی اجازت دے دیتا ہے تو تمتع کر سکتا ہے؟

د- باذن لاء مر یا بدون اذن لاء تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع امر کے مال میں

لازم ہو گیا حج بدل کرنے والے کے مال میں؟

ھ- اگر حج بدل کرنے والے کے لئے امر کی اجازت سے بھی تمتع کی گنجائش نہ ہو تو وہ

حج بدل کرنے والا کیا کرے جسے حکومت کے نظم و قانون کے تحت ایام حج سے بہت پہلے حج کا سفر

کرنا پڑے، اس کے لئے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، کیا اس

کی دشواری کا کوئی شرعی حل ہے؟

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار ناقابل عمل ہے، کیونکہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پا رہی ہے یا نفقہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، ایسی عورت اگر طواف زیارت کئے بغیر واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہتا ہے، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آ کر طواف زیارت کرنا قابل عمل ہے، مثلاً اس میں دوبارہ آنے کی استطاعت نہیں ہے یا قانونی رکاوٹیں اس کے واپس آنے میں حائل ہیں، ایسی عورت کیا کرے؟

الف- کیا اس کے لئے اجازت ہے کہ ماپا کی کی حالت میں طواف زیارت کرے؟

ب- اس نے اگر ماپا کی کی حالت میں طواف زیارت کیا تو رکن ادا ہو گیا یا نہیں؟ دم لازم ہو گیا یا نہیں؟

ج- اگر دم لازم ہوگا تو بد مذبح کرنا ہوگا یا بکرا کافی ہوگا؟

د- اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر بھی ادا کیا جاسکتا ہے؟

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج، یعنی ۷، ۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منی چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہو گیا یا نہیں؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلنے ہوئے منی کی

آبادی کے متصل ہو گیا ہے۔

۱۳۔ رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے، تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کا حل پیش کرنا علماء و فقہاء کی ذمہ داری تھی اور ہے، اس لئے یہ سارے سوالات دسویں فقہی سمینار منعقدہ بمبئی میں پیش کئے گئے، اس سلسلہ میں علماء نے تحقیق کے بعد جو بحث لکھیں، مباحثے اور مینٹنگ کے بعد جو فیصلے ہوئے وہ ہم اس جلد میں شائع کر رہے ہیں، میں اپنے رفقاء اکیڈمی کی غیر معمولی جدوجہد کے لئے شکر گزار بھی ہوں اور دعا کو بھی۔

میں دل کی گہرائی سے جناب ظفر شمیم صاحب کانپوری مقیم جدہ کے لئے دعا کو ہوں جن کے مالی تعاون سے یہ کتاب شائع ہونے جا رہی ہے۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

سابق سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۲۳ مارچ ۱۹۹۹ء مطابق ۵ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

پیش لفظ

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک حج بیت اللہ ہے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کا حج فرمایا، اس روایت کے مطابق گویا انسانی تاریخ جتنی قدیم ہے، حج بیت اللہ کا عمل بھی اتنا ہی قدیم ہے، اس سے اس عبادت کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حج سے نہ صرف آخرت کا بے نہایت اجر و ثواب متعلق ہے اور یہ ایک عبادت کتنے ہی عبادتوں کو شامل ہے بلکہ اس میں تزکیہ و تربیت کی بھی غیر معمولی صلاحیت ہے؛ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا: ”الاسلام یہدم ما کان قبلہ والحج ینہدم ما کان قبلہ“ یعنی اسلام بھی پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور حج بھی ہٹا دیتا ہے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے اسلام قبول کر کے انسان دائرہ ایمان میں آتا ہے، اسی طرح حج سے ایمان کی تجدید ہوتی ہے اور خدا پر اس کا یقین بڑھتا ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے، جو عمر میں ایک ہی بار فرض ہوتی ہے، انسان بار بار فرض حج کی ادائیگی کے تجربہ سے نہیں گزرتا ہے، اس لئے حج سے پہلے اچھی طرح حج سے متعلق معلومات کا حاصل کر لینا ضروری ہے، دوسری طرف حج میں کثیر مالی اخراجات بھی ہوتے ہیں اور عملی مشقت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حج کو جہاد قرار دیا ہے، ”الحج جہاد“ زبان کی اجنبیت اور جگہ کا نیا پن بھی بہت سی دشواریوں کا سبب بنتا ہے، اسی لئے حج سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل میں غور کرتے ہوئے ایک طرف احتیاط کی بھی ضرورت ہے کہ جو عبادت زندگی میں ایک ہی بار بحیثیت فرض کے ادا کی جائے، وہ تن آسانی اور سہولت پسندی کی وجہ سے عند اللہ نامقبول نہ ہو جائے، اور سہولت بھی مطلوب ہے؛ تاکہ لوگ ناقابل برداشت مشقت سے دوچار نہ ہوں۔

اسی منظر میں اسلامک فکھ اکیڈمی انڈیا نے اپنے دسویں فقہی سمینار منعقدہ بیت الحج بمبئی میں مورخہ ۲۳-۲۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء حج سے متعلق اہم اور جدید مسائل پر سمینار منعقد کیا، یہ بڑا اہم اور نمائندہ سمینار تھا، جس میں ہندوستان کے طول و عرض کے علاوہ عالم عرب سے بہت سے اہل علم نے شرکت کی، بانی اکیڈمی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ خود بھی بہ نفس نفیس جلوہ فرز تھے، اور پہلی بار حج سے متعلق ان اہم موضوعات پر اجتماعی غور و فکر کیا جا رہا تھا؛ چنانچہ سمینار میں ایسی تجاویز منظور ہوئیں جو احتیاط اور اعتدال کا نمونہ تھیں نیز موجودہ مشکلات کو دیکھتے ہوئے بعض مسائل میں صاحبین کے نقطہ نظر کو اختیار کیا گیا اور اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ احتیاط کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور حقیقی مشکلات کا حل بھی نکل آئے۔

چنانچہ اس سمینار کے مقالات، تجاویز، مناقشات اور آراء کی تلخیص کا مجموعہ اس وقت تارنم کی خدمت میں پیش ہے، یہ مجموعہ بانی اکیڈمی کی زندگی میں بھی طبع ہو چکا ہے اور ملک میں بھی اور بیرون ملک بھی اہل علم اور اصحاب ذوق نے اس کی بڑی پذیرائی کی ہے، بہت عرصہ پہلے اس کے نسخے ختم ہو گئے تھے اور طبع جدید کے لئے لوگوں کا تقاضا تھا، ”ایفا پہلی کیشنز“ کے قیام کے بعد اکیڈمی کی نئی کتابوں کو بھی اور جو پہلے سے شائع شدہ ہیں اور ان کے نسخے ختم ہو چکے ہیں، ان کو بھی شائع کیا جا رہا ہے، اکیڈمی نے اپنے مجلات کی ترتیب میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے مجلس ادارت بھی قائم کی ہے اور ترتیب کے لئے لائحہ عمل تیار کیا ہے، اسی کے مطابق محبت عزیز مولوی امتیاز احمد قاسمی (رفیق شعبہ علمی) نے مجلس ادارت کے زیر نگرانی اس کی ترتیب نو کی خدمت انجام دی ہے، امید ہے کہ اس مجموعہ کا یہ نیا پیکر زیادہ پسند کیا جائے گا اور عوام و خواص کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، نیز یہ اور اس طرح کی خدمات کو بانی اکیڈمی کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکرٹری)

۲۱ شوال ۱۴۳۱ھ
کچم اکتوبر ۲۰۱۰ء

جدید فقیہی تحقیقات

پہلا باب

تمہیدی امور

سوالنامہ:

حج و عمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، علماء اسلام نے حج اور عمرہ کے مسائل کو خصوصی اہمیت دی ہے، اس موضوع پر مستقل کتابیں اور رسائل بھی تصنیف کئے ہیں۔ دور حاضر میں تجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے حج اور عمرہ کے مختلف مسائل کو علماء اور فقہاء کے لئے غور طلب بنا دیا ہے، کیونکہ ان مسائل کے تعلق سے حج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ وغیرہ میں تجارت یا ملازمت کی غرض سے رہنے والے، دشواریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض مسائل میں بعض فقہی مسائل پر عمل موجودہ حالات میں انتہائی دشوار ہے، جب کہ دوسرے فقہی مسائل میں یسر و سہولت کا پہلو پایا جاتا ہے، اس طرح کے چند حل طلب مسائل میں بحث و تحقیق کے لئے اصحاب علم و تقہ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ آپ ان مسائل کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے اپنے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ اور اپنی واضح رائے پیش فرمائیں گے:

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم کی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کے مسائل اور دلائل کی تفصیل اور ترجیح تحریر فرمائیں۔

۲- آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمد و رفت کی کثرت و سہولت کی وجہ

سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ، مدینہ کے درمیان آمد و رفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے، لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور وقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم کی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم کی کے اندر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج (حج کے مہینے) شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ یعنی مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟

۴- جو حضرات امر کی کے لئے تمتع اور قرآن کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں، ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں میقات کے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اور اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ

سے دم جنایت لازم ہوگا، اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی اور دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اور اہل مکہ اپنی مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا کیا شرعی حل ہے؟

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

۶- حجاج کی غیر معمولی کثرت اور رمی جمرات کی جگہ انتہائی محدود ہونے کی وجہ سے رمی جمرات کا عمل خصوصاً بوڑھوں اور معذوروں کے لئے خاصا دشوار ہو گیا ہے، اس کی وجہ سے رمی جمرات میں نیابت کا رواج ہوتا جا رہا ہے، بعض لوگ مریض و معذور نہ ہونے کے باوجود محض کسٹل اور آرام پسندی کی وجہ سے کسی دوسرے کو رمی کے لئے بھیج دیتے ہیں، اس سلسلہ میں درج ذیل امور دریافت طلب ہیں:

الف- عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

ب- رمی میں اگر نیابت ہو سکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے، یا ہر شخص کے لئے اس معذوری کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہے؟

۷- سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

۸- تمتع اور تارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون؟

اس سلسلہ میں ائمہ کے مسالک کی کیا تفصیل ہے؟

احناف کے مفتی بہ قول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہونے پر دم لازم قرار دیا گیا ہے۔ دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہیں ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے (خصوصاً ضعیف و معذور حجاج کے لئے) خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے، اس لئے حجاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں، جو حجاج کی طرف سے نیابتاً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں۔ قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو دم لازم ہو گا یا نہیں؟ مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کیا اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے اور ایسا ان شاذ و نادر ہے، کیا اس صورت میں

حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفہ حج تمتع تصور کیا جائے گا؟

حج بدل کرنے والے کے بارے میں درج ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

الف- کیا بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے؟

ب- حج بدل کرنے والا آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے

کہ آمر اس کی اجازت دے دیتا ہے تو تمتع کر سکتا ہے؟

د- باذن الامر یا بدون الامر تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع آمر کے مال میں لازم

ہو گا یا حج بدل کرنے والے کے مال میں، تمام شقوں کی تفصیل کی جائے۔

ہ- اگر حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت سے بھی تمتع کی گنجائش نہ ہو تو وہ

حج بدل کرنے والا کیا کرے جسے حکومت کے نظم و قانون کے تحت ایام حج سے بہت پہلے حج کا سفر کرنا پڑے، اس کے لئے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، کیا اس کی دشواری کا کوئی شرعی حل ہے؟

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی تفصیل ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی، اس کے لئے پاکی کا انتظارنا قابل عمل ہے، کیونکہ اس کا وزا نہیں بڑھ پارہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پارہی ہے یا نفقہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، ایسی عورت اگر طواف زیارت کئے بغیر واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہتا ہے، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آ کر طواف زیارت کرنا ناقابل عمل ہے، مثلاً اس میں دوبارہ آنے کی استطاعت نہیں ہے یا قانونی رکاوٹیں اس کے واپس آنے میں حائل ہیں، ایسی عورت کیا کرے؟

الف- کیا اس کے لئے اجازت ہے کہ ماپا کی کی حالت میں طواف زیارت کرے۔
ب- اس نے اگر ماپا کی کی حالت میں طواف زیارت کیا تو رکن ادا ہو گیا یا نہیں؟ دم لازم ہوگا یا نہیں۔

ج- اگر دم لازم ہوگا تو بدنذبح کرنا ہوگا یا بکرا کافی ہوگا؟

د- اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر بھی ادا کیا جاسکتا ہے؟

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام ہجرت میں عمرہ و حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

۱۲- حج کا سفر کرنے والا، ایام حج، یعنی ۷-۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا

ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہوگا یا نہیں؟ جب کہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہو گیا ہے۔

۱۳- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلا و عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورت ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے۔ تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

امکیت کا فیصلہ :

حج و عمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

۱- حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جو عمر بھر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے، عام طور پر حجاج کو اس کے لئے طویل سفر کی مشقت بھی اٹھانی پڑتی ہے اور کثیر اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر و ثواب بھی بے حد رکھا ہے اور آپ ﷺ نے اس عبادت کو ایک طرح کا جہاد قرار دیا ہے، پس حجاج کو چاہئے کہ وہ اس راہ کی مشقتوں کو ایک سعادت سمجھ کر برداشت کریں، انفعال حج میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھیں اور جن مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے اور ایک میں توسع اور دوسرے میں احتیاط کا پہلو ہے تو ایسی صورت حتی الوسع اختیار کرنے کی کوشش کریں کہ اس کا عمل دونوں ہی آراء کے مطابق درست قرار پائے اور اس عظیم عبادت کی انجام دہی میں تن آسانی اور سہل انگاری سے بچا جائے۔

۲- حدود و میقات سے باہر رہنے والے ہوں یا مکہ اور حبل میں رہنے والے، اگر حدود میقات کے باہر سے مکہ کی نیت کر کے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، خواہ وہ حج اور عمرہ کی نیت سے جائیں یا کسی اور مقصد سے۔

موجودہ حالات میں جبکہ تجارت، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ وارانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے، تیسرے دن اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداء عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی۔

۳- جو لوگ مکہ کے اصلاً رہنے والے ہیں یا وہاں مقیم ہیں، اصلاً ان کے لئے تمتع نہیں ہے، اس لئے انہیں اشہر حج میں عمرہ نہیں کرنا ہے، وہ شخص جس پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں میقات کے باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر وہ تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ وارانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہے تو وہ تجویز (۲) پر عمل کرتے ہوئے میقات سے اندر داخل ہوتے ہوئے احرام نہ باندھے اور عمرہ نہیں کرے۔

مکہ میں مقیم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشہر حج کے شروع ہونے سے قبل صحیح طریقہ سے مکہ میں آ کر مقیم ہو گئے یا کم از کم ایک سال سے وہاں اقامت پذیر ہوں۔

۴- تمتع کرنے والے آفاقی حجاج حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتے ہیں۔

۵- رمی جمرات کے سلسلہ میں عام طور پر آج کے زمانہ میں حجاج میں جو بات رواج پاری ہے کہ وہ معمولی اعذار بلکہ بغیر عذر بھی خود رمی کو نہیں جاتے اور دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، جملہ علماء اس پر متفق ہیں کہ اس صورت میں حج کا ایک واجب ترک ہو جاتا ہے، یہ نیا بت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسا کرنے والے پر دم واجب ہے، ہاں وہ لوگ جو جمرات تک چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے یا بہت مریض اور کمزور ہیں ایسے لوگوں کے لئے نائب بنانا جائز ہے۔

۶- محض ازدحام عذر نہیں ہے، اس کا بہتر حل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس ازدحام میں جا کر رمی کرنے کا متحمل نہیں تو وہ وقت مسنون کے بعد وقت جواز بلکہ زیادہ دشواری میں وقت کراہت میں بھی رمی کر سکتا ہے، اس کے لئے یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔

۷- حنفیہ کے قول رانج کے مطابق ۱۰ ارذی الحج کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے اور صاحبین اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے، جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں، حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ

رکھیں تاہم ازدحام اور موسم کی شدت، اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، لہذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہیں ہوگا۔

۸- دنیا بھر سے لاکھوں تہاجر موسم حج میں مکہ پہنچتے ہیں اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ الف- حج کے جملہ انتظامات کی ذمہ داری حکومت سعودیہ پر ہے، حج ایک اجتماعی عبادت ہے، اس کو نظم و ضبط کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے، لاکھوں انسانوں کے قیام و سفر، ان کی صحت، جان و مال کا تحفظ بغیر نظم و ضبط کے ممکن نہیں ہے، ایسے حالات میں حکومت سعودیہ بہت سی انتظامی پابندیاں عائد کرتی ہے جس سے حاجیوں کی تعداد اتنی رکھی جاسکے جس کا انتظام بہتر طور پر ہو سکے، حکومت سعودیہ کے انتظامی احکامات کی پابندی تمام ہی لوگوں پر ضروری ہے، یہ امر بالمعروف ہے جس کی اطاعت لازم ہے لہذا حکومت سعودیہ کے احکام و ضوابط کے مطابق سعودیہ میں مقیم مسلمانوں کو اگر ہر سال حج کرنے سے منع کیا جائے تو اس کی پابندی شرعاً ضروری ہے۔

ب- اگر کوئی شخص ان پابندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے بھی احرام حج باندھ کر میقات سے آگے بڑھ جائے اور پھر پکڑا جائے اور اسے انتظامیہ واپس کر دے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو شرعاً محصر عن الحج کا ہے یعنی اسے حرم میں ایک دم دینا واجب ہوگا اور جس تاریخ اور جس وقت پر حرم میں اس کی طرف سے دم احصار ادا کیا جائیگا اس وقت وہ احرام کی پابندیوں سے باہر آسکے گا۔

۹- اگر اصطلاح شرع کے مطابق واقعی حج بدل ہو تو اس صورت میں عام اصول کے مطابق حج فزاد ادا کیا جانا چاہئے، لیکن حج بدل کرنے والے کو چاہئے کہ حج بدل کرانے والے کو مسئلہ سمجھا کر اس سے حج تمتع یا مطلق حج کی اجازت حاصل کر لے، اگر کسی وجہ سے اس نے اس کے لئے اجازت نہیں لی تو چونکہ عام طور سے حج تمتع کیا جاتا ہے، خود حج کرانے والا اگر حج کرتا تو سہولت کی بنیاد پر حج تمتع کرتا، لہذا عرف و عادت کے پیش نظر مامور کے لئے حج تمتع کی اجازت ہوگی، اس صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام بھی آمر کی طرف سے کرنا ہوگا اور اس صورت میں

دم شکر بھی آمر کے خرچ سے ادا کیا جائے گا۔

۱۰- اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو کر طواف زیارت کر سکے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے تاکہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جاسکے، لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہو جائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ طواف زیارت ادا کر سکتی ہے، یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائیگی، لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دم جنابت حد و حرم میں لازم ہوگی۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس نے ابھی احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے لئے وطن واپسی ممکن ہے تو وہ اپنے وطن واپس جا کر عدت گزارے اور اگر احرام باندھ چکی ہے یا واپسی کا سفر دشوار ہے تو وہ ایام عدت میں حج و عمرہ ادا کر لے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنا پہلے مکہ مکرمہ پہنچ رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے پہلے ہی حج شروع ہو جاتا ہے اور منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مسافر ہوگا، اسے چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرنا ہوگا۔

۱۳- بلاد عرب میں عموماً وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کی جاتی ہیں، احناف کے لئے بھی ایسے امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرنے کی گنجائش ہے، اگر امام وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے اور امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔

تلخیص مقالات:

حج و عمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

مفتی محمد نعیم اختر ندوی ☆

۱- اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم کی میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات، یا اس طرح کے دیگر اغراض و مقاصد سے حرم کی میں داخل ہونے والے اشخاص کے لئے بھی کیا احرام ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں کی دو رائیں ہیں، بیشتر حضرات نے ضرورت، حاجت شدیدہ اور مشقت کی وجہ سے جمہور ائمہ کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہوئے بغیر احرام میقات کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی ہے، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیبی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد ابرار الحق قاسمی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی۔

ان حضرات نے عام طور پر حرج و مشقت سے متعلق آیات اور قواعد شرع اور فقہاء کی ملی جلی عبارتیں پیش کی ہیں، مثلاً:

۱- "لا ینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان" (الاشیاء الخافئ)۔

۲- "ما جعل علیکم فی الدین من حرج" (سورۃ حج: ۷۸)۔

۳- "إن الله یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (سورۃ بقرہ: ۱۸۵)۔

۴- "رخص رسول الله ﷺ للضعفة من أهله فی ترک الوقوف

بمزدلفة" (اعلاء السنن ۱۰/۱۳۲)۔

۵- "من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه

يكثر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين" (فتح القدير ۳/۲۲۵)۔

۶- "لو أوجبنا الإحرام على من يتكرر دخوله أفضى إلى أن يكون

جميع زمانه محرماً فسقط للحرج" (المغنی ۳/۲۶۸)۔

اور مولانا شمس پیرزادہ، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سیلی، مولانا

محمد رئیس ندوی، مولانا شکیل احمد، مولانا قمر ازماں ندوی، مولانا راشد حسین ندوی وغیرہم نے

بلا احرام دخول کی اجازت کے لئے مندرجہ ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

۱- "عن جابر أن النبي ﷺ دخل يوم فتح مكة و عليه عمامة سوداء

بغير إحرام" (مسلم، نائی ۱/۲۳۹)۔

۲- "عن أنس أن النبي ﷺ دخل مكة عام الفتح و على رأسه المغفر،

قال مالك ولم يكن رسول الله ﷺ يومئذ محرماً" (احی، بخاری)۔

۳- "يجوز دخول مكة بغير إحرام لمن لم يرد حجا ولا عمرة سواء

أكان دخوله لحاجة تتكرر كالخطاب والحشاش والسقاء والصيد وغيرهم أم

لم يتكرر كالتاجر والزائر وغيرهما سواء أكان آمناً أم خائفاً" (نقد النبی ۵/۱۳۰)۔

”سواء كان دخوله لحاجة تتكرر أم لم يتكرر“ (مسلم مع النووی ۱/ ۳۷۳)۔
 اور مولانا ظفر الاسلام، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا فضل الرحمن قاسمی اور مفتی عبد الرحیم صاحبان نے جواز کے لئے حیلہ کی تجویز پیش کی ہے۔
 دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی احرام کی پابندی ضروری ہے، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی اور مولانا ابوسفیان مفتاحی نے تاجر اور مواقع ضرورت کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔

دلائل

۱- قاعدہ ہے: قول و فعل میں تعارض کے وقت قول کو اور باحت و حرمت میں حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

۲- ”عن خصيف بن سعيد بن جبير أن النبي ﷺ قال: لا يجاوز أحد الوقت إلا المحرم“ (مصنف ابن أبي شيبة ۵۲/۳)۔

۳- ”عن ابن عباس قال: إذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع إلى الوقت فأحرم وإن خشي إن رجع إلى الوقت فإنه يحرم ويهريق لذلك دما“ (مسند اسحاق بن راہویہ)۔

۴- ”عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال: هذه مكة حرمها الله عز وجل يوم خلق السموات والأرض لم تحل لأحد قبلي ولا لأحد بعدي وإنما أحلت لي ساعة من نهار“ (نہائی ۵/ ۲۱۱)۔

۵- ”لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن

شاء اللہ آمینین محلقین رؤوسکم ومقصرین“ (سورہ فتح: ۲۷)۔

سوال نمبر ۲:

تاجروں، کمپنیوں کے ایجنٹوں، گاڑیوں کے ڈرائیوروں اور وہ حضرات جن کو روزمرہ حدود حرم عبور کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے ایسے لوگوں کے لئے ہر بار احرام باندھنا اور ارکان عمرہ ادا کرنا وقت طلب اور وقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حج و عمرہ کی نیت نہ رکھنے والے کے لئے بھی احرام باندھ کر حرم میں داخل ہونے کی پابندی ہے ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟

اس بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے ایسے لوگوں کے لئے احرام کو واجب قرار نہیں دیا ہے، ان کے نزدیک عدم وجوب کی اصل بنیاد حرج و تنگی ہے کہ ان لوگوں کو اگر ہر وقت احرام کا پابند قرار دیا جائے تو بہت بڑی تنگی اور مشقت و حرج کو دعوت دینا ہوگا جبکہ شریعت نے ”الحرج مرفوع“ اور ”إذا ضاق الأمر اتسع“ کہا ہے، مزید دلائل جو اب نمبر ۱ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا ابراہیم فلاحی اور سعید الرحمن قاسمی صاحبان کی رائے عدم جواز کی ہے، جن میں مولانا عبد اللطیف مظاہری نے صرف اہل مکہ کو تجارتی یا دیگر کسی مقاصد سے بغیر احرام آنے جانے کی ضرورت اجازت دی ہے اور اس پر حکم اباحت کو محدود کیا ہے۔

مولانا محمد برہان الدین اور ابراہیم فلاحی صاحبان کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ محض قیاسی ہوتا تو اس کی گنجائش تھی اور واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ بلا احرام دخول حرم کی ممانعت منصوص ہے، نیز شعائر اللہ اور اس سرزمین کے تقدس و عظمت اور لوگوں میں عبادتوں کے رجحان کی کمی کا تقاضا یہ ہے کہ مزید اس کی تاکید کی جائے۔

”المشقة والخرج انما يعتبر ان عند عدم النص“ -
 ”المشاق علی قسمین مشقة لا تنفک عنها العبادة غالباً..... فلا أثر
 لها فی إسقاط العبادات“ -

سوال نمبر ۳:

مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟
 اس مسئلہ پر مقالہ نگار حضرات کے قدر مشترک چار نقاط نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر

اکثر کی رائے عدم جواز کی ہے کہ مکی اگر حج تمتع یا قرآن کرنا چاہے تو شرعاً اس کی گنجائش
 نہیں ہوگی، ان حضرات نے زیادہ تر درج ذیل آیت، احادیث اور عبارات فقہاء سے اپنی رائے
 مدلل کی ہے، جن میں مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا
 عبید اللہ اسعدی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا ثناء الہدی قاسمی،
 مولانا شکیل احمد، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا عزیز
 اختر قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی صاحبان کے نام شامل ہیں۔

دلائل

۱- ”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد
 فصيام ثلاثة أيام في الحج و سبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم
 يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ (سورہ بقرہ ۱۹۶)۔

۲- ”قال قتادة ذكر لنا ان ابن عباس كان يقول يا أهل مكة لا تمتعوا لكم
 أحلت لأهل الآفاق و حرمت عليكم إنما يقطع أحدكم و ادبوا أو قال جعل بينه

وبین الحرم وادیا یہل بعمرة“ (ابن کثیر ۱/۱۳۳۵-۱۳۳۶)۔

۳- ”وبعد إجماع جميعهم على أهل الحرم معينون به وانهم لا متعة

لهم“ (ابن کثیر ۱/۳۰۷)۔

۴- ”ولیس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الأفراد خاصة ومن

كان داخل المواقيت فهو بمنزلة المكي حتى لا يكون له متعة ولا قران“ (ہدایہ

۱/۲۳۳)۔

دوسرا نقطہ نظر

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا محمد ایوب ندوی، مولانا

ارشاد الحق قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا ابرار

الحق قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی وغیرہم نے مختلف وجوہ سے کئی کے

لئے حج تمتع یا قران کی اجازت دی ہے اور گنجائش کے رجحانات ظاہر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل

تائیدات پیش کی ہیں:

دلائل

”منہینا ان المکی لا یکرہ له التمتع والقران وإن تمتع لم یلزمہ

دم“ (المجموع ۲/۱۶۹)۔

”قال ابن قاسمی و قال مالک فمن تمتع من أهل مكة في أشهر الحج

أو القران فلا هدی إليه“ (المدویر ۱/۳۰۰)۔

”لان العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا

فرق في ذلك بين المکی والآفاقی“ (ایضاح المناہک ۱/۱۷۷)۔

”وقد صرح صاحب النهاية بأن المکی لا یکرہ له أن یعتبر فی أشهر

الحج فمن أين هؤلاء منع العمرة المفردة للمكي وقد أطلق الله سبحانه حيث قال أنموا الحج والعمرة لله والعمرة للعموم اللفظ لا بخصوص السبب لورود الآية في العمرة الآفاقية..... قد بينا أن المكي إذا خرج من الميقات ثم قرن حجة و عمرة كان قارنا“ (اداء السارى ص ۱۸۵)۔

تیسرا نقطہ نظر

جواز مع الکرہتہ کا ہے، جسے درج ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:
مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی عبدالرحیم، مولانا منظور احمد قاسمی،
مولانا فضل الرحمن افضل قاسمی اور مولانا سید اسرار الحق سیلی۔

چوتھا نقطہ نظر

کسی مکی کے لئے تمتع اور قرآن کرنا درست تو نہیں ہے، البتہ کر لے تو حج ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا، اسے درج ذیل حضرات نے اپنایا ہے۔
مفتی محبوب علی وجیبی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا تنویر عالم
قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی اور مولانا راشد حسین ندوی۔

سوال نمبر ۴

جو حضرات امر مکی کے لئے تمتع یا قرآن کو جائز نہیں کہتے اور میقات کے اندر احرام باندھ کر داخل ہونے کو لازم قرار دیتے ہیں اور بلا احرام تجاوز کی صورت میں ان کے نزدیک دم لازم ہوتا ہے اور حلال ہونے کے لئے عمرہ کے ارکان ادا کرنا ضروری اور تمتع کی صورت میں دم جنایت، اسی سال حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو اشہر حج میں پابند کرنا کہ وہ میقات سے باہر نہ جائیں، جبکہ مختلف ضروریات سے وہ باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، اہل مکہ کی اس مشکل کا

کیا حل ہے؟

اس بابت مقالہ نگار حضرات کی تین رائیں ہیں:

پہلی رائے

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا سعید الرحمن قاسمی وغیرہم نے قدر مشترک اس مسئلہ کا حل یہ پیش کیا ہے کہ اگر مکہ کے باشندوں کو اشہر حج میں اپنی ضروریات سے باہر جانا گزیر ہو تو جاسکتے ہیں، اور واپسی میں عمرہ کا احرام باندھ کر مناسک عمرہ مکمل کریں اور احرام کھول دیں اور پھر حج کا احرام باندھیں، اس صورت میں ”المام“ صحیح کی وجہ سے حج ہو جائے گا، کوئی حرج بھی نہ ہوگا اور دم جنایت بھی لازم نہیں آئے گا، ان حضرات نے مندرجہ ذیل فقہی جزیات پیش کئے ہیں:

☆ ”ولا احرم مکى بعمرة أو بهما و طاف للعمرة في أشهر الحج من عامه لا يكون متمتعاً ولا قارناً“ (بخ القدير ۱۱/۳)۔

☆ ”ولو خرج إلى الكوفة وأهل بالعمرة في الحج ثم حج لم يكن متمتعاً“ (ہندیہ ۲۳۹/۱)۔

☆ ”قال الطحاوی فوقنا من قول أبي حنيفة وأصحاب علي أن المكي لا متعة ولا شيء عليه لها“۔

☆ ”لو اعتمر هذا المكي في أشهر الحج من عامه لا يكون متمتعاً لأنه ملزم بأهله بين النسكين“ (رد المحتار ۲/۲۱۳)۔

☆ ”ان المكي اذا خرج الى بعض الافاق لحاجة ثم رجع واحرم

بالعمرة في اشهر الحج من عامه لم يلزمه الدم باتفاق الأربعة“ (شرح لباب
رم ۱۵۳)۔

دوسری رائے

سوالنامہ میں مذکورہ فتوؤں کے حل کے لئے مندرجہ ذیل مقالہ نگار حضرات نے رفع
حرج، دفع مشقت کے پیش نظر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھنے والے کی کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ
قرار دیا ہے۔

مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا شکیل احمد سینٹا پوری، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر قدرت
اللہ باقوی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد ایوب ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، حکیم ظل الرحمن،
مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا راشد حسین
ندوی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا عبدالفتاح
عادل، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا امیر الحق قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا صدر عالم
قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا
فضل الرحمن قاسمی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا محمد امیر ارخان ندوی، محمد
جنید احمد فلاحی۔

مولانا خورشید احمد اعظمی نے مکی کے لئے ایسا نہ کرنے کو بہتر سمجھا ہے اور مولانا ظفر
الاسلام نے حیلہ اپنانے کا مشورہ دیا ہے۔

تیسری رائے

(مولانا مصلح الدین بروڈوی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی جمیل احمد ندیری،
مولانا منظور احمد قاسمی) کی ہے، مولانا مصلح الدین اور مفتی جمیل احمد ندیری صاحب کے نزدیک مکی
کے لئے تمتع اور قرآن نہیں ہے، اور مولانا منظور احمد، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحبان نے

بغیر احرام دخول حرم کو ممنوع قرار دیا ہے۔

دلائل

☆ "فليس للمكى أن يدخل مكة من غير إحرام لأنه صار آفاقيا" (بخاری)

المراۃ ۳/۳۱۹۔

☆ "وقد روى عن ابن عمر أنه قال إنما التمتع رخصة لمن لم يكن له أهله حاضري المسجد الحرام..... والمراد المتعة ولو كان المراد الهدى لقال وذلك على من لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام أيضا فإن التمتع لأهل سائر الآفاق إنما هو تخفيف من الله وإزالة المشقة عنهم في إنشاء سفر لكل واحد منهما وأباح لهم الاقتصار على سفر واحد في جمعتهما جميعا إذ لو منعوا عن ذلك لأدى ذلك إلى مشقة و ضرر وهلما لا مشقة عليهم ولا ضرر في فعل العمرة في غير أشهر الحج" (احکام القرآن للجصاص ۱/۲۸۸)۔

سوال نمبر ۵

تمتع کرنے والے آفاقی، ظاہر ہے پہلے عمرہ ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد حج کا احرام، تو درمیان میں جو وقت بچتا ہے اس میں مزید عمرے کر سکتے ہیں یا نہیں؟
اس کا جواب بیشتر مقالہ نگار حضرات نے اثبات میں دیا ہے کہ شرعا اس کی اجازت ہے، اس دوران مزید عمرے کر سکتے ہیں اور بہت سے مؤیدات و دلائل اس کے جواز پر پیش کئے ہیں، بطور نمونہ چند ذکر کئے جا رہے ہیں:

دلائل

☆ "أتوموا الحج والعمرة لله مطلقا عن الوقت" (بواۃ ۲/۲۲۷)۔

☆ "عن ابن عباس قال سمعت عمر يقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت حججت لمتعت" (احکام القرآن للرازی ۱/۲۸۵)۔

☆ "وتصح في كل السنة ولكن يكره تحريما إنشائها بالإحرام في خمسة أيام بعد يوم عرفة ويوم النحر و أيام التشريق للمنهى عنها فيها"۔
☆ "أفاد أنه يفعل ما يفعل الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له ويعتمر قبل الحج" (رد المحتار ۲/۲۶۸)۔

☆ "عن علي قال في كل شهر عمرة" (رواه الثاقبي)۔

☆ "قال النبي ﷺ: تابعوا بين الحج والعمرة"۔

☆ "ويستحب الإكثار من الاعتمار" (الإيضاح ۱/۲۶۳)۔

البتہ مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد ہان الدین سنبھلی، مولانا عزیز اختر قاسمی اور مفتی عبدالرحیم صاحبان کی رائے یہ ہے کہ مزید عمرہ نہ کرے تو بہتر اور احوط ہے، اور مولانا منظور احمد قاسمی کی رائے میں عمرہ میں اولی کثرت طواف ہے۔

"و صرح في الباب بأنه لا يعتمر اى بناء انه صار في حكم المكي ان المكي ممنوع من العمرة في أشهر الحج وإن لم يحج وهو الذي حط عليه كلام الفتح و خالفه في البحر و غيره بأنه ممنوع من العمرة إن حج من عامه" (رد المحتار ۲/۲۱۲)۔

سوال نمبر ۶ (الف-ب)

رمی جمرات ارکان حج میں سے ایک رکن ہے؟ تو کیا اس کے لئے دوسرے شخص کو نائب بنانا درست ہے؟ نیز عذر کی کیا حد ہے؟

اس بابت تمام ہی مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ مجبوری اور معذوری کے وقت رمی

جمرات کے لئے دوسرے اشخاص کو نائب بنانا درست ہے، اور عذر کی حد بندی کرتے ہوئے بیشتر حضرات نے صراحت کی ہے کہ عذر کی حد یہ ہے کہ معذور شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو اور مقام رمی تک از خود جانے کی صلاحیت و طاقت نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں معذور تصور کیا جائے گا، اسی طرح تمام ہی حضرات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ محض ازدحام جو از نیابت کے لئے عذر قرار نہیں پائے گا، نیز اس حکم میں مرد و خواتین سب برابر ہیں۔

جبکہ مولانا شمس پیرزادہ، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد ایوب ندوی، اور مولانا مصلح الدین صاحبان کی رائے میں خواتین کے لئے اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی، حکیم ظل الرحمن صاحبان کے نزدیک سن رسیدہ اور کمزور و ناتواں اشخاص جنہیں بھیڑ میں دب کر جان کی ہلاکت کا خدشہ ہو، کے لئے ازدحام بھی عذر قرار پائے گا اور ان کے لئے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا۔

دلائل

- ☆ "عن جابر أنه قال حججنا مع رسول الله و معنا النساء و الصبيان فلبينا عن الصبيان و رمينا عنهم" (رواه احمد ابن ماجه بحوالہ فقہ السنہ ۱/۶۳۳)۔
- ☆ "والرجل والمرأة في الرمي سواء إن رميها في الليل أفضل فلا تجوز النيابة عن المرأة بغير عذر" (بخية المناسك ص ۱۰۰)۔
- ☆ "قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذر المرأة و ظن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيرها إلى الليل لا في جواز النيابة فيهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم خوف الزحام تلزمهم الفدية" (حوالہ سابق)۔
- ☆ "و كذلك من عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو نحوه فإنه تستيب من يرمي عنه ولا شيء عليه" (تاوی ابن تیمیہ ۶/۲۳۰)۔

سوال نمبر ۷

حج کو جانے والے حضرات جو تانوانا گرفتار ہو جائیں وہ محصر کے حکم میں ہوں گے یا نہیں؟

اس بابت تمام حضرات ہم خیال ہیں کہ ایسے لوگ بھی حکماً محصر ہوں گے اور ان پر محصر ہی کے احکام جاری ہوں گے، اس کے ثبوت پر مقالہ نگار حضرات نے جو مواد و دلائل جمع کئے ہیں ان میں سے چند بطور نظیر پیش ہیں:

دلائل

☆ ”فقال قوم یكون الحصر بكل حابس من مرض أو عذر أو كسر و ذهاب نفقة ونحوها مما يحصره و يمنعہ عن المضی إلى البیت وهو قول أبی حنیفة و أصحابہ و روی ذلك عن ابن عباس و ابن مسعود و زید بن ثابت و قال آخرون وهم اللیث بن سعد و مالک و أحمد و إسحاق لا يكون الإحصار إلا بالعدو فقط ولا يكون بالمرض“ (عینی حاشیہ ابوداؤد ۱/۲۵۷)۔

☆ ”السلطان إذا منعه من مقصده فهو محصر“ (فتح القدير ۲/۱۲۵)۔

☆ ”عن ابن عباسؓ إنما البدل علی من نفض حجه بالتلذذ فاما من جسسه عذر أو غير ذلك فانه يحل ولا يرجع وإن كان معه هدی وهو محصر نحو إن كان لا يستطيع أن يبعث وإن استطاع أن يبعث به لم يحل حتى يبلغ الهدى محله“ (صحیح بخاری ۱/۲۲۳)۔

البتہ مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی رائے میں ایسے لوگ محصر کے حکم میں نہیں آئیں گے، اور مفتی محبوب علی وجیہی نے ایسے محصوروں پر حلال ہونے کے لئے ہدی کو لازم قرار نہیں دیا ہے، اور مفتی عبدالرحیم نے ہدی کے حل میں بھی ذبح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

سوال نمبر ۸

رمی، ذبح، حلق میں احناف کے یہاں ترتیب برقرار رکھنا ضروری ہے، آج کے مشکل ترین حالات میں ترتیب برقرار رکھنا انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے مشکل ہو گیا ہے، تو کیا اس کے حل کے لئے عدم وجوب کے تاکلین اور حنفیہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اس مسئلہ میں مقالہ نویسوں کی جملہ دورائیں ہیں:

پہلی رائے: ان میں زیادہ تر حضرات نے صاحب اور ائمہ ثلاثہ کے مسلک پر حالات و زمان کے پیش نظر فتویٰ دینے کا عندیہ دیا ہے اور کچھ نے ترتیب کو واجب ہی نہیں قرار دیا ہے، جن میں چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی جمیل احمد ندیری، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محمد رئیس ندوی، مولانا نور الحق رحمانی۔

دلائل

☆ "عن عبد الله عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع عني للناس يسئلونه فجاءه رجل فقال لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح فقال: اذبح ولا حرج فجاءه آخر فقال لم أشعر فنحوت قبل أن أرمي فقال: ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شيء قدم ولا آخر إلا قال: افعل ولا حرج" (متفق عليه)۔

☆ "عن ابن عباس أن النبي ﷺ قيل له في الذبح والحلق والرمي

والتقديم والتاخير فقال لا حرج“ (بخاری مع الفتح ۳/۳۲۵)۔

☆ قال محمد: وبالحدیث الذی روى عن النبی ﷺ فاخذ أنه قال لا حرج فی شیء من ذلك وقال أبو حنیفة لا حرج فی شیء من ذلك ولم یرفی شیء من ذلك كفارة إلا فی خصلة واحدة: المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن ینذبح قال علیه دم و أما نحن فلا نرى علیه شیئا“ (درس ترمذی ۳/۱۵۲)۔

دوسری رائے: مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محبوب علی وجیبی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ظفر الاسلام، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا منظور احمد قاسمی صاحبان کی ہے، ان میں مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مولانا ابراہیم فلاحی نے ترتیب کو واجب قرار دیا ہے، اور مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محبوب علی وجیبی اور مجملہ ان حضرات نے انتظامی امور کی اصلاح پر زور دینے کی رائے دی ہے۔

دلائل

”قال السرخسی: إذا وافى منى یرى جمرة العقبة ثم باذبح إن كان قارنا أو متقائم بالحلق لحدیث عائشة أن النبی ﷺ قال إن أول نسكنا فی هذا الیوم أن نرى ثم نذبح ثم نحلق ولأن الذبح والحلق من أسباب التحلل ألا..... إن تحلل المحصر بالذبح فیقدم الرمی علیهما ثم الذبح فی معنى التحلل دون الحق فإن الحلق محظور الإحرار..... والذبح لا فكان الذبح فعل ما علی الحلق“ (بسوط ۳/۶۲)۔

”اعلم أن فی یوم النحر أربعة نسك، رمی و نحر و طواف علی ترتیب ما ذكر والترتیب فی الثلاثة الا واجب“ (العرفاء ترمذی لا نور ۱۰/۱۸۲)۔

سوال نمبر ۹

الف- کیا حج بدل کرنے والا حج تمتع کر سکتا ہے؟

تمام مقالہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آمر کی اجازت سے حج بدل کرنے والا حج تمتع کر سکتا ہے۔

ب- آمر کی صریح اجازت کے بغیر مامور حج تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس بارے میں مقالہ نگار حضرات میں دو طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں، جن حضرات نے صراحتاً اجازت آمر کو ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ دلالت اور عرف و رواج کی وجہ سے مامور کے لئے حج تمتع کی گنجائش نقل کی ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی وجہی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ابو بکر قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا اوسفیان مفتاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شکیل احمد قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا رئیس ندوی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا اسعد اللہ قاسمی، حکیم ظل الرحمن، مفتی عبدالرحیم قاسمی۔

جن حضرات نے تمتع کے لئے آمر کی طرف سے صریح اجازت کو ضروری قرار دیا ہے،

ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا اسرار الحق سہیلی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد برہان الدین سنہلی، مولانا محمد ایوب ندوی، مفتی انور علی اعظمی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد امیر الحق قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا

فضل الرحمن افضل قاسمی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا ظفر الاسلام اعظمی۔

☆ مولانا اشتیاق احمد اعظمی اور مولانا قمر الزماں ندوی صاحبان کی رائے میں اجازت کے باوجود تمتع نہ کرنا اخوط اور بہتر ہے۔

ج۔ مامور کو اگر ظن غالب ہو کہ آمر سے وہ اجازت لیتا یا لے تو اسے تمتع کی اجازت مل جاتی یا دے دے گا تو اسے تمتع کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

اس بابت بیشتر حضرات نے چونکہ شریعت نے بہت مسائل میں ظن غالب کا اعتبار کیا ہے اس لئے مامور کے لئے تمتع کی گنجائش ہوگی، البتہ مندرجہ ذیل علماء کی رائے یہ ہے کہ مامور سے حج جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کا معاملہ متعلق ہے اس لئے صراحتاً اجازت ضروری ہوگی، محض ظن غالب کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد جنید احمد فلاحی۔

د۔ دم تمتع حج بدل کرنے والے مامور کے ذمہ ہوگا یا آمر کے؟

اس بارے میں بھی فاضل مقالہ نگاروں کی اکثریت مامور (حج بدل کرنے والے) کے ذمہ دم کے وجوب کی قائل ہے، دوسری رائے رکھنے والے علماء نے اس میں تفصیل کی ہے کہ اگر آمر کی اجازت سے تمتع کر رہا ہے تو دم اسی کے ذمہ لازم ہوگا اور بغیر اجازت یا کسی مجبوری کی وجہ سے ہے تو مامور اپنے مال سے دم ادا کرے گا جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ارشاد الحق قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شکیل احمد، مولانا فضل الرحمن افضل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

جبکہ مفتی انور علی اعظمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا محمد

رہیں ندوی اور سید قدرت اللہ باقوی صاحبان نے دم آمر کے ذمہ لازم قرار دیا ہے۔
(ھ) آمر کی طرف سے تمتع کی اجازت بھی ہو اور قانونی دشواری کی وجہ سے وہاں پہلے جانا پڑتا ہے، اور حج کی تاریخ آنے تک احرام میں رہنا بھی ایک مشکل مسئلہ ہے، اس پریشانی کا کیا حل ہوگا؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں نے عام طور پر اس کے لئے تمتع کی گنجائش نقل کی ہے، جن میں ذیل کے اسماء شامل ہیں:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ارشاد الحق تاقی، مولانا عبدالرشید تاقی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا زبیر احمد تاقی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی عزیز اختر تاقی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی۔

اور مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا نور الحق رحمانی کی رائے یہ ہے کہ عمرہ کے بعد طوالت و اکتاہٹ سے بچنے کے لئے مدینہ چلا جائے اور حج کے قریب احرام باندھ کر حج کرے، مولانا اشتیاق احمد اعظمی کی رائے میں تمتع نہ کرنا اولیٰ ہے اور مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب کی رائے میں تمتع کی گنجائش ہوگی۔

و- میت کی طرف سے حج بدل میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگار کے دو نقاط نظر ہیں:

پہلا نقطہ نظر

اگر میت نے زندگی میں اجازت دی ہو یا ورنہ جو ان کی طرف سے حج کر رہے ہوں ان کی طرف سے اجازت ہو تو تمتع کی گنجائش ہے ورنہ نہیں، اس نقطہ نظر کو اپنانے والوں میں:
مفتی حبیب اللہ تاقی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا عبدالرشید تاقی، مولانا ارشاد الحق تاقی، مولانا زبیر احمد تاقی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا

عزیر اختر قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا تنویر عالم قاسمی وغیرہ حضرات کے نام شامل ہیں۔

دوسرا نقطہ نظر

میت کی طرف سے حج بدل کی بھی گنجائش اور تمتع کی بھی گنجائش ہے اور عرف و رواج اور مشقت کے پیش نظر اس کی اجازت ہوگی، اس نقطہ نظر کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شمس پیرزادہ، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا ثکیل احمد قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا راشد حسین ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی اور مولانا محمد رئیس ندوی۔

فریق اول کے دلائل

”إن الميت لو أمره بالتمتع المأمور صحح ولا يكون مخالفاً بلا خلاف
بين الأئمة الأسلاف“ (اثر دار الساری ص ۳۰۳)۔

”وبقی صورتان يكون بالقران فیہا مخالفاً أحدهما ما لم یأذنا له
بالقران فقرون عنہما ضمن نفقتہما“ (بحر الرائق ص ۷۰۳)۔

”ولکن ما زاد فی اللباب یوافقہ ما فی البحر وغیرہ من جواز التمتع
عن الأمر إذا كان بأمره كما سیأتی عن قریب قیل و علیہ فله أن یأذن للمأمور
بالإفراد العمرة أو امنه ثم یاتیان الصحیح عنه“ (تذیو المناسک ص ۱۸۵)۔

فریق ثانی کے دلائل

”وإلا فجعل ثوابه له بعد الأداء إذ بدون الأداء به يقع الحج عن القائل بالاتفاق فهو ليس حاجاعنه بل هو فاعل ثواب حجه له والثواب إنما يحصل بعد الأداء فبطلت نيته له في الإحرام فلا يحصل له ثواب إلا إذا جعل له بعد الأداء كما قالوا في مسائل الحج عن إيضاح بل لا بد من جعل ثوابه له بعد الأداء لما في العبادة البدنية“ (تختیور ص ۶۲)۔

”المعروف عرفا كالمشروط شرعا“۔

”وادم القران والتمتع والجنایة على الجاج إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن“ (الدر المختار ۲/۲۳۷)۔

سوال نمبر ۱۰

الف- حائضہ عورت ماپا کی کی حالت میں طواف کر سکتی ہے یا نہیں؟

ب- اگر کر لیا تو رکن ادا ہوگا یا نہیں؟

ج- دم میں کی واجب ہوگا۔

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ ہی میں ضروری ہے یا باہر بھی اس کی گنجائش ہے؟

اس سوال کی تینوں شکوں ب، ج، د، میں تمام مقالہ نگار کا اتفاق ہے کہ اگر ماپا کی کی حالت میں مجبوری حائضہ عورت طواف کر لے تو رکن کی ادائیگی ہو جائے گی اور حج صحیح ہوگا، اور اس جنایت کی وجہ سے دم دینا ضروری ہوگا اور دم میں چھوٹے جانور کافی نہیں ہوں گے بلکہ بڑے جانور، اونٹ، گائے، بھینس کا بدنہ دینا ہوگا، اور قربانی کا مکہ مکرمہ میں ہونا شرط ہے۔

جبکہ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی کی رائے میں اس حالت میں طواف کرنے سے رکن ادا نہیں ہوگا، مجوزین نے قاعدہ شرعیہ ”الضرورات تبیح المحظورات“ سے بھی اس کے

جواز پر استدلال کیا ہے (مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی)۔
تاہم سوال کی پہلی شق (الف) میں مقالہ نگار حضرات کی دورائیں ہیں، مجوزین اور
مانعین۔

مجوزین: کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ اضطرار اور ضرورت کے درجہ کی چیز ہے اس لئے خواتین
کو مجبوراً شرعاً اجازت ہوگی کہ وہ اسی حالت میں طواف کر کے دم دے دے، اس رائے کے
حاملین میں مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبید اللہ سعیدی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی،
مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی جمیل احمد ندیری،
مفتی محبوب علی ذبیہی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا عتیق احمد قاسمی،
مولانا شکیل احمد، مولانا محمد رئیس ندوی اور مولانا شبیر احمد قاسمی۔

دلائل

”الضرورات تبيح المحظورات“ (الاشباہ والنظائر)۔

”ومن المعلوم أن الصلوات هي أكبر الواجبات على الإطلاق وتجب
في اليوم واللييلة خمس مرات وأجمع العلماء على اشتراط الطهارة لها وتباح
بل تجب للحاجة لعدم الطهورين فيصلى بغير وضوء ولا تيسم ويصلى غير
القبلة للضرورة ويصلى العريان عند عدم ما يستر به عورته ونحو ذلك مما
أجمع العلماء على جواز فعل للضرورة وطواف الحائض أولى من هذا كله“
(القول بجواز طواف الخائض لابن تيمية ۳۵)۔

مانعین: کا خیال ہے کہ ناپاکی کی حالت میں طواف معصیت ہے اگر عورت کرے گی تو
ادوات ہو جائے گا لیکن گنہگار بھی ہوگی، اس لئے عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے پیام

ممنوعہ میں طواف بیت اللہ کریں، اس نقطہ نظر کے حاملین میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں:

مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا شمس پیرزادہ، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری۔

دلائل

”افعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطہری“ (رواہ

مسلم)۔

”عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال: الحائض والنفساء إذا أتتا علی

الوقت تغتسلان تحرمان و تقضیان المناسک کلہا وغیر الطواف بالبیت قال

أبو معمر فی حدیثہ حتی تطہر“ (ابوداؤد - ترمذی)۔

سوال نمبر ۱۱

ایام عدت میں خواتین حج یا عمرہ کر سکتی ہیں یا نہیں؟

اس سلسلہ میں مقالہ نگار میں دو طرح کے رجحانات پائے جاتے ہیں:

رجحان اول: یہ ہے کہ کسی معتدہ عورت کو اپنی عفت و عصمت کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو،

دوبارہ حج کے لئے سفر کے اخراجات مہیا ہونے کی مستقبل میں امید نہ ہو، آفاق سے نکل کر حرم

کے قریبی علاقہ میں داخل ہو چکی ہو جہاں سے مکہ کی مسافت سفر یا اس سے کم ہو اور وہاں سے گھر

واپسی بھی دقت آمیز ہو، وہاں کسی خاص مقام پر عدت کے ایام گزارنا بھی آسان نہ ہو، غرض

مختلف طرح کی مجبوریاں دانگیر ہوں تو خاتون تمام احتیاطی تدابیر کے ساتھ اپنے فریضہ حج و عمرہ

ادا کر سکتی ہے، یہ رجحان مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد برہان الدین سنہجلی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی،

مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا محفوظ الرحمن شاپین جمالی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی محمد انور علی اعظمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی وجیبی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، حکیم ظل الرحمن، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا محمد ایوب ندوی، مولانا ثناء الہدی قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا شکیل احمد سیتا پوری، مولانا شمس پیرزادہ اور مولانا محمد رئیس ندوی۔

دلائل

”وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ“ (سورہ بقرہ ۱۹۶)۔

”وإن حججت وهي في العدة جاز حجها وكانت بينها وبين مكة مسيرة سفر و بلدها أقل منه أو أكثر لكن يمكنها المقام في موضعها أو قريب منه وإلا فلا إحصار“ (بخية المناسك، ۱۶۷)۔

”وقال أبو يوسف و محمد إذا كان معها ذو محرم فلا بأس أن تخرج في عمتها“ (مختصر الطحاوی، ص ۲۱۹)۔

”إذا مات المحرم والمرأة في الطريق فقال أحمد إذا تباعدت مضت فقضت الحج، قيل له قدمت من خراسان فمات وليها ببغداد فقال تمضي إلى الحج وإذا كان الفرض خاصة فهو كد..... وهذا لأنها لا بدلها من السفر بغير محرم فمضيها إلى قضاء حجها أولى“ (الغنى، ۲۳۰-۲۳۱)۔

رجحان ثانی: یہ ہے کہ وہ محصر کے حکم میں ہوگی اور اس پر محصر کے احکام جاری ہوں گے حج و عمرہ نہیں کرے گی بلکہ عدت کے ایام پورے کرے گی، اس کے اپنانے والوں میں یہ حضرات ہیں:

مولانا ظفر الاسلام، مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مفتی جمیل احمد
نذیری، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی حبیب اللہ
قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی اور مولانا صدر عالم قاسمی۔

دلائل

”قال ابن الہمام یتحقق الإحصار عندنا بالعلم وغيره كالمرض
وهلاك النفقة وموت محرم المرأة و زوجها“ (المراۃ ۶۸/۲)۔
”فان كانت فی مصر قرت فیہ إلى أن تنقض عدتها ولا تخرج وإن
وجدت محرما خلافا لهما وإن كانت فی قرية أو مفازة لا تأمن علی نفسها فلها
أن تمضی إلى موضع أمن ولا تخرج منه حتی تمضی عدتها
الخ“ (رد المحتار ۱۳۶/۲)۔

سوال نمبر ۱۲

۷-۸ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچنے والے حجاج کو پندرہ دن جو کم از کم مقیم ہونے کے لئے
ضروری ہے، پورے ہونے سے قبل ہی یام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ کا سفر کر لیتے ہیں،
منیٰ اور مکہ کی آبادی بھی ایک دوسرے سے مل گئی ہے تو کیا ایسے حجاج پندرہ دن منجملہ پورے
ہونے پر مقیم ہوں گے یا مسافر ہی رہیں گے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ شہروں کا اتصال اور عدم اتصال بلدیہ
عرف اور کارپوریشن کی حد بندی پر مبنی ہے اور وہاں کی بلدیہ نے ابھی تک دونوں کو متصل اور ایک
شہر قرار نہیں دیا ہے اس لئے دونوں مقامات پر قصر ہی ہوگا اگرچہ مکہ میں پندرہ دن کا عرصہ گذر
جائے لیکن منیٰ جانے پر قصر لازم ہوگا، نیز مکہ میں مدت اقامت مکمل ہونے پر اتمام ہوگا، لیکن منیٰ
میں چونکہ پندرہ دن رہنا نہیں ہوتا اس لئے وہاں قصر ضروری ہوگی، البتہ کچھ حضرات دونوں کو

متصل مانتے ہوئے پندرہ یوم پورے ہونے پر دونوں شہروں میں اتمام صلوٰۃ یعنی مقیم ہونے کے قائل ہیں، جن کے اسمائے گرامی ہیں:

مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سید اسرار الحق سنہیلی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا اوسفیان مفتاحی اور ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی۔ جبکہ مولانا عتیق احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیبی، مولانا عبد اقیوم پالنپوری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی صاحبان کے نزدیک اگر ایسا ہو گیا ہے اور دونوں شہر مل گئے ہیں، حکومت نے بھی دونوں کو ملا دیا ہے تو ایسے لوگ مقیم ہوں گے ورنہ مسافر ہی رہیں گے، اور مولانا خورشید احمد اعظمی کی رائے میں اگر مسافر پوری ہوگی تو مقیم ورنہ مسافر۔

سوال نمبر ۱۳

نماز وتر رمضان المبارک میں باجماعت مشروع ہے اور ادائیگی میں ائمہ مجتہدین و متبوعین کے نزدیک بظہر نوعیت میں خاص فرق واقع ہوا ہے تو کیا ایک امام متبوعین کی دوسرے امام کی اقتداء وتر میں جائز ہے؟

اول: بیشتر یا اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اپنی جماعت میسر نہ ہونے، تنہا ادا کرنے میں ثواب کم ہونے اور انتشار سے بچتے ہوئے مجمع اور جماعت کی رعایت کے پیش نظر وتر میں امام حرم کی اقتداء جائز ہوگی، اور وہ دو رکعت پر سلام نہ پھیر کر اپنی ایک رکعت پوری کر لے گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

دلائل

☆ 'وإن اقتداء الحنفی بمن یسلم علی رأس الرکعتین فی الوتر یجوز ویصلی معہ بقیتہ لأن إمامہ لم یخرجه بسلام عنہ لانه مجتهد فیہ' (فتح القدیر ۱/۲۳۷)۔

”وقال العلامة أنور شاه الكشميري: وبالجملة فمذهب الحنيفة أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم نعم لو اقتدى حنفي بشافعي في الوتر و سلم ذلك الشافعي الإمام علي الشفع الأول علي وفق مذهبه ثم الوتر صح وتر الحنفي عند أبي بكر الرازي وابن وهبان“ (سارف السنن ۳/ ۱۷۰)۔

”وعلى قول الهندواني يصح الاقتداء وإن لم يحتط وظاهره الجواز وإن ترك بعض الشروط عندنا“ (کتاب ۸/ ۲)۔

البتہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مفتی حبیب اللہ تاقی، مولانا منظور احمد تاقی، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا تنویر عالم تاقی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد ابراہیم نلاحی اور مولانا عبد الرشید تاقی صاحبان کی رائے اقتداء میں عدم جواز کی ہے ان حضرات کے نزدیک حنفی اپنی وتر علاحدہ ادا کرے اور مولانا اسعد اللہ تاقی کی رائے میں صرف حرم میں اس کی اجازت ہوگی دوسری مسجدوں میں نہیں۔

دلائل

”هنا الاقتداء إذا كان يحتاط في مواضع الاختلاف كان يحدد الوضوء بخروج نحو دم إلى قوله وأن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح“ (طحاوی ص ۳۱۳)۔

”واستكله في الفتح بأنه اقتداء المفترض بالمتنفل وإن لم يخطر عند النية صفة النية أو غيرها بل مجرد الوتر كما هو ظاهر إطلاق التعيين لتقرر النفلية في اعتقاده وردة في البحر بما صرح به في التعيين أيضا من أن الامام إن نوى الوتر وهو يراه سنة جاز الاقتداء، كمن صلى الظهر خلف من يرى أن الركوع سنة وإن نوى بنية التطوع لا يصح الاقتداء، لأنه يصير اقتداء المفترض بالمتنفل“ (کتاب ۱/ ۳۹۳)۔

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۱، ۲، ۸)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ✽

حج و عمرہ سے متعلق جو مسائل زیر بحث ہیں، ان میں سوال نمبر ۱، ۲ اور ۸ کی بابت عرض مسئلہ کی ذمہ داری اس حقیر کو سونپی گئی ہے، ان مسائل سے متعلق اکیڈمی کوکل ۴۵ جوابات موصول ہوئے ہیں، جن میں انتالیس جوابات حضرات علماء و ارباب افتاء کے ہیں اور چھ دارالعلوم سہیل السلام حیدرآباد کے طلبہ تخصص فی الفقہ کے، فسوس کہ بعض مقالہ نگاروں کی رائے واضح نہیں ہے، چونکہ ان تمام حضرات کا فرد انفراداً تذکرہ موجب طوالت ہوگا، نیز چونکہ عام طور پر آراء میں ہم آہنگی اور موافقت پائی جاتی ہے، اس لئے ہر رائے کے ساتھ اس رائے کے تاملین کا ذکر بھی دراز نفسی سے خالی نہیں، اس لئے صرف ان حضرات کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا جن کا نقطہ نظر عمومی رائے سے مختلف ہو۔

سوال نمبر ۱ اور ۲ کا حاصل قریب قریب ایک ہی ہے کہ اگر آفاقی یا خود کی کو بار بار حدود میقات سے تجاوز کر کے حرم کی طرف آنا پڑتا ہو، تو کیا ایسے شخص کے لئے ہر بار نیا احرام باندھ کر میقات کے اندر آنا اور عمرہ کرنا ضروری ہوگا؟

اس سلسلہ میں عام رائے جو ہے اور ازراہ حاجت ائمہ ثلاثہ کے قول پر فتویٰ دینے کی ہے، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا امجد علی فلاحی (کجرات) اور

مولانا برہان الدین سنبھلی نے آفاقی اور کی دونوں ہی کے حق میں احرام کو ضروری قرار دیا ہے، البتہ بوقت حاجت اس حیلہ کے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے جو فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں موجود ہے، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے آفاقی اور کی میں فرق کیا ہے کہ آفاقی کے لئے تو احرام باندھ کر ہی آنا ضروری ہوگا، مکہ کے ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ پر احرام باندھنا واجب نہ ہوگا۔

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص حج و عمرہ کے مقصد سے مکہ مکرمہ آئے، اس کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اس پر بھی قریب قریب اتفاق ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو ایندھن لاتے اور فریضت کرتے ہوں بلا احرام حرم میں واپس آنا جائز ہے، امام بخاری نے اس سلسلہ میں تعلیقاً روایت نقل کی ہے (بخاری: ارباب دخول الحرم ومکة بغیر احرام) اور علامہ عینی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خود امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے (عمدة القاری)، ان دونوں صورتوں کے علاوہ دوسرے لوگ جو میقات سے گذر کر حرم میں آئیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اگر بلا احرام میقات سے آگے بڑھ گیا تو واجب ہے کہ میقات تک واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے یا دم جنایت ادا کرے۔ دوسرے فقہاء کی آراء کے نقل کرنے میں اہل علم کے یہاں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے اور یہ باعث تعجب نہیں، کیونکہ ائمہ ثلاثہ اور بالخصوص امام شافعی اور امام احمد کے یہاں کثرت قول ایک معروف بات ہے، اس لئے ضروری ہے کہ خود ان فقہاء کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، اور دیکھا جائے کہ ان حضرات کے یہاں معتبر اور صحیح تر قول کیا ہے، فقہ مالکی کا مستند ترین ماخذ مدونہ ہے، اور ”مدونہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے مکہ آئے، اس کے لئے احرام باندھ کر مکہ آنا مستحب ہے، ”قال مالک: لا أحب لأحد من الناس أن يقدم من بلده إلى مكة فيدخلها بغیر إحرام“ (المدونہ اکبری ۱/ ۳۰۳)، فقہاء شوافع میں نووی کی کتاب ”الایضاح“ خاص مناسک ہی سے متعلق ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں تین اقوال نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ صحیح تر قول ایسے شخص کے لئے احرام کا مستحب ہونا ہے، ”فیہ

خلاف منتشر یجمعہا ثلاثہ اقوال: أصحہا أنه مستحب“ (کتاب الايضاح ۱۹۷) البتہ فقہاء شوافع کے یہاں اپنے عمل کو فقہاء کے اختلاف سے بچاتے ہوئے بلا احرام آنے کی صورت میں دم ادا کر دینا مسنون ہے، ”ویسن بترکہ دم“ (الانصاح علی مسائل الايضاح ۱۲۱)۔ حنبلی دبستان فقہ کے مستند ترین ترجمان ابن قدامہ نے امام احمد کا دو قول نقل کیا ہے: ایک یہ کہ جو شخص حاجت متکررہ کے لئے داخل نہ ہو، اس کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا: ”المكلف الذى يدخل لغير قتال ولا حاجة متكررة فلا يجوز له تجاوز الميقات غير محرم به“ (المغنی ۱۱۶/۳)، گویا حاجت متکررہ کی بنا پر جسے مکہ آمد و رفت کرنا پڑے اس کے لئے بلا احرام دخول مکہ کی اجازت ہے، دوسرا قول امام احمد کا حج و عمرہ کے علاوہ صورت میں مطلق بلا احرام جواز کا ہے (حوالہ سابق)۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن شارحین حدیث اور مسالک فقہیہ کے مقلبین نے بلا احرام حرم میں داخلہ کے عدم جواز والے قول کو جمہور کا قول قرار دیا ہے، انہوں نے مختلف مکاتب فقہ کے ان اقوال کی بنا پر کہا ہے جو خود اصحاب مذہب کے نزدیک قول مرجوح ہے، جمہور کا نقطہ نظر یہی ہے کہ جو لوگ حج و عمرہ کے ارادہ سے حرم نہ آئے ہوں ان کے لئے احرام باندھ کر آنا مستحب اور مسنون ہے، نہ کہ واجب اور موجب دم۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں ہی نقاط نظر پر وقیع منصوص اور معقول دلائل موجود ہیں، اور ائمہ مجتہدین کا کسی رائے کو قبول کرنا دراصل بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رائے دلائل سے عاری اور علمی وزن سے خالی نہیں ہے، لیکن فریقین کے دلائل کی طرف محض اس لئے اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ مسئلہ استدلالی اعتبار سے بھی مجتہد فیہ ہے، نہ کہ قطعی۔

جو حضرات میقات کے باہر سے حرم آنے والوں کے لئے احرام کو ضروری قرار دیتے ہیں ان کی دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سعید بن جبیر نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”لا یجاوز

أحمد الوقت إلا المحرم“ (مصنف ابن ابی شیبہ ۵۲/۳) کو یہ روایت سعید بن جبیرؓ نے مرسل ذکر کی ہے، لیکن حافظ زیلعی نے مصنف ابن ابی شیبہ ہی کے حوالہ سے عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ نقل کیا ہے، لیکن مصنف کے موجودہ نسخوں میں موجود نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ مصنف کے بعض نسخوں میں یہ روایت مسنداً بھی نقل کی گئی ہو، کیونکہ بظاہر حافظ زیلعی جیسے مستثبت اور متقن محدث پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

۲- خود امام شافعی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا کرتے تھے (مسند امام شافعی ۱۱۶)۔

۳- حنفیہ کا خیال ہے کہ احرام کا مقصد حرم کی مبارک و میمون سرزمین کا احترام بھی ہے نہ کہ صرف حج و عمرہ، اور ظاہر ہے کہ یہ احترام ہر وارد حرم پر واجب ہے۔

جو حضرات احرام کو ضروری قرار نہیں دیتے ان کے پیش نظر یہ ہے کہ:

۱- حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ نے میقات سے گزرنے والے لوگوں پر اس وقت احرام لازم قرار دیا جبکہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔

”إن النبی ﷺ وقت لأهل المدينة ذا الحليفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يللمن هن لهن ولكل آت أتى عليهن من غيرهن من أراد الحج والعمرة“ (عمدة القاری ۲۰۵/۱۰)۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب عمرہ کر کے مدینہ تشریف لائے اور ثدیدی میں معلوم ہوا کہ مدینہ پر فوج کشی ہو چکی ہے تو مکہ واپس گئے اور بلا احرام داخل ہوئے، اس روایت کو امام مالک اور امام محمدؒ متصل اور امام بخاریؒ نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔

۳- حضرت ابو قتادہؓ کا واقعہ صحاح ستہ میں تفصیل موجود ہے، جو مکہ حج سے متعلق دوسری ضروریات کے لئے بھیجے گئے تھے، انہوں نے میقات سے احرام نہیں باندھا تھا اور اسی لئے شکار بھی فرمایا تھا (نیل الاوطار ۳۰۰/۲)۔

۴- غزوہ خیبر کے بعد آپ ﷺ نے حجاج بن علاط کو مکہ بھیجا ہے اور وہ بھی بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے (نیل الاوطار ۲/۳۰۱)۔

۵- احرام کا تعلق اصل میں حج و عمرہ کی عبادت سے ہے نہ کہ حرم شریف کے احترام سے، یہی وجہ ہے کہ احرام حج و عمرہ کی تکمیل ہی پر کھولا جاتا ہے، اگر احترام حرم کی بنا پر احرام ہوتا تو حل میں رہنے والوں کے لئے احرام ضروری ہوتا، ان دونوں نفاظ نظر کے سلسلہ میں اہم منصوص اور معقول دلائل ہیں، اور کفر یقین نے ایک دوسرے کے دلائل کے جوہات بھی دیئے ہیں، لیکن یہاں تقابل اور ترجیح مقصود نہیں، بلکہ اس قدر عرض کرنا ہے کہ یہ دونوں ہی رائیں مناسب دلائل و براہین پر مبنی ہیں، اور نفس مسئلہ پر نہیں بلکہ موجودہ حالات کی روشنی میں ہمیں اس پر غور کرنا ہے۔

غور طلب نکات دو ہیں: اول یہ کہ جو حضرات احرام کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں (حطائین) کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، تو ان کا یہ استثناء کسی نص پر مبنی ہے اور وہ نص تعبدی ہے یا یہ استثناء معلول بالعلتہ ہے اور علت دفع حرج ہے؟ دوسرے کیا موجودہ حالات میں ڈرائیوروں اور تاجروں کو احرام باندھ کر جانے کا پابند کرنے میں حرج محسوس کیا جاتا ہے، کیا وہ واقعی معتبر بھی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں کے لئے استثناء کوئی تعبدی حکم نہیں، بلکہ علت حرج ہی سے متعلق ہے، غور فرمائیے کہ حرم شریف کا احترام تو ان لوگوں کے لئے بھی ہے، جو حد و حرم کے اندر رہتے ہوں، بلکہ اگر میقات کے مفہوم کو آپ عام قرآنی تو اہل حل کے لئے وہ حصہ بھی گویا میقات ہی ہے جہاں حرم کی ابتداء ہوتی ہے، جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ جو شخص حل کے اندر ہو ”فوقته للحج والعمرة الحل“ (المباب فی شرح الکتاب ۱/۱۸۰)۔

پس جن حدیثوں میں ”لا تجاوز الوقت إلا باحرام“ (نصب الرأیہ ۱۵۳) کا لفظ آیا ہے، وہ گویا آفاقی اور حل دونوں ہی کو شامل ہے، اس سے بھی زیادہ صریح روایت بیہقی کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے: ”لا يدخل أحد مكة إلا محرماً“، حافظ ابن حجر نے اس

کی سند کو جیٹر اردیا ہے (نیل الاوطار ۲/۳۰۰)، اس میں توہر اس شخص کے لئے احرام کو ضروری قرار دیا گیا ہے جو مکہ میں داخل ہونا چاہے وہ حدود میقات کے باہر سے آئے یا اندر سے، اب ظاہر ہے کہ جن فقہاء نے اہل حل کا اور ایندھن فروشوں کا اس سے استثناء کیا ہے وہ دفع حرج ہی کے تحت ہے، اسی لئے ابن ہمام کہتے ہیں:

”من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخول مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين“ (فتح القدير ۳/۲۲۵)۔
لہذا اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ یہ استثناء و تخصیص معلول بالعلتہ ہے، اور اہل حل اور ایندھن فروشوں کو مستثنیٰ کرنا دفع حرج کی علت پر مبنی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ آج کل ڈرائیور اور تجارتی بار بار حرم میں آمد و رفت ایسا حرج ہے یا نہیں جو معتبر ہو؟ اس سلسلہ میں علامہ عینی کی یہ عبارت چشم کشا ہے:

”وقال أبو عمر: لا أعلم خلافا بين فقهاء الأمصار في الحطابين ومن يلمن الاختلاف إلى مكة ويكثره في اليوم والليله أنهم لا يأمرؤن بذلك لما عليهم فيه من المشقة“ (عمدة القاری ۱۰/۲۰۵)۔

نیز مولانا عبدالحی مکھنوی قنطر از ہیں:

”ورخصوا للحطابين ومن يكثر دخولهم ولمن خرج منها يريد بلده ثم بدا له أن يرجع كما صنع ابن عمر“ (العلیق المجہد ۲۱۹)۔

اس لئے جن لوگوں کو روزانہ ایک یا اس سے زیادہ دفعہ میقات سے گذر کر مکہ میں داخل ہونا پڑتا ہے، اس کے لئے واقعہ یہ حرج ہے اور اس حرج کا معتبر ہونا خود فقہاء حنفیہ کی عبارت سے واضح ہے، اس لئے اس کا اعتبار کیا جانا چاہئے۔

ایک فقہی مذہب سے دوسرے فقہی مذہب کی طرف جزوی عدول کے لئے علماء اصول نے جن شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے، ان میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، اول یہ کہ وہ دوسری

رائے بھی قوی دلیل پر مبنی ہو بقول علامہ علانی: ”إذا رأى القول المخالف لمذهب إمامه دليلاً قوياً راجحاً“ (تیسرا تحریر ۲۵۵/۳)، اور دوسرے یہ کہ کوئی ضرورت اس عدول کی متقاضی ہو، علامہ شامی کا بیان ہے:

”والحاصل أنه إذا اتفق أبو حنيفة وصاحباہ علی جواب لم یجز العدول عنه إلا لضرورة“ (زم الممتی ۷۰)۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ فقہاء جہاں مسائل فقہیہ میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف عدول کی بات کرتے ہیں وہاں ضرورت سے اضطراب یا اصطلاحی ضرورت مراد نہیں ہوتی، علامہ حاکمی نے سفر میں جمع بین اصلاًتین کی اجازت پر بنائے ضرورت دی ہے، اور شامی نے اس ضرورت کی تشریح ایک کونہ مشقت سے کی ہے، ”وما فیہ نوع مشقة“ (رد المحتار ۳۵۶/۳)۔ پس نصوص شارع میں تخصیص کے لئے جس درجہ کا حرج مطلوب ہوتا ہے، فقہاء کے اجتہادات میں ایک رائے سے دوسری رائے کی طرف عدول کے لئے اس درجہ کی ضرورت مطلوب نہیں، اور زیر بحث مسئلہ میں حرج کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ اس عدول کے جائز ہونے کے لئے کافی ہے، اور جہاں تک حیلہ کی بات ہے تو اس حیلہ میں جو تکلف ہے وہ تو ظاہر ہی ہے، علاوہ اس کے خیال ہوتا ہے کہ فقہاء نے جہاں کہیں حیلوں کی رہنمائی کی ہے، وہاں کسی سخت ضرورت کی وجہ سے عارضی طور پر اس عمل کی گنجائش فراہم کرنا مقصود ہے، اب روز بروز آنے والے تاجروں کو مشورہ دینا کہ وہ ہمیشہ اسی حیلہ سے کام لیا کریں اور حیلہ کو ایک مستقل عمل بنا لیں درست نظر نہیں آتا، اس طرح دین کے بازیچہ اطفال بن جانے اور شریعت کے اوامرو نواہی کی بابت بے حسی و بے احتیاطی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

لہذا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- حرم میں عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد سے داخلہ کے لئے احرام کا واجب ہونا یا نہ ہونا ایک اجتہادی مسئلہ ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک احرام واجب نہیں، اور وہ بھی اپنی اس رائے

کے لئے قوی دلائل رکھتے ہیں۔

۲- حل میں رہنے والوں اور ایندھن فروشوں کے لئے بلا احرام داخل ہونے کی اجازت علت حرج پر مبنی ہے۔

۳- ایسے لوگ جن کو وزمیقات سے گذر کر حرم میں داخل ہونا پڑتا ہو، ان کا حرج اس درجہ کا ہے جو ایک فقہی مسلک سے دوسرے فقہی مسلک کی طرف جزوی انتقال کے لئے کافی ہے اور عدول اختلاف برہان پر مبنی نہیں، بلکہ اختلاف زمان پر مبنی ہے۔

لہذا فی زمانہ ان لوگوں کے لئے جن کو بار بار اور روزانہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے بلا احرام داخل ہونا جائز ہونا چاہئے، ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۸ دس ذی الحجہ کے انفعال میں ترتیب سے متعلق ہے، اس سوال سے متعلق بھی انہیں پینتالیس حضرات کے جواب آئے ہیں، ان میں مولانا برہان الدین سنہجلی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا ظفر الاسلام اعظمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا حبیب اللہ قاسمی اور مولانا امیر ایم فلاحی کی رائے ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق ان انفعال میں ترتیب واجب ہے، دوسرے مقالہ نگاروں کے نزدیک موجودہ حالات میں مذبح کی دوری، ازدحام کی کثرت اور لوگوں کی جہالت و ناواقفیت کے باعث دیگر فقہاء اور صاحبین کے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، جس کے مطابق انفعال میں ترتیب واجب نہیں۔

اس سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ طواف زیارت اور باقی تین انفعال رمی قربانی اور حلق کے درمیان بالاتفاق ترتیب واجب نہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ حج و عمرہ ادا کرنے والے کے لئے چونکہ قربانی واجب نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں قربانی میں بھی ترتیب ضروری نہیں، تمتع اور قرآن کرنے والے کے لئے ان تینوں انفعال میں ترتیب کی رعایت مسنون ہے نہ کہ واجب، اور اسی بنا پر اگر ترتیب کی رعایت نہ کی گئی ہو تو دم واجب نہیں (المندوب)

۱/ ۳۳۳، تجزیۃ الحاج ۱/ ۲۲، الاقناع ۱/ ۱۹۱، البتہ امام مالک نے رمی سے پہلے بال منڈانے والے پر
فدیہ واجب قرار دیا ہے۔

”فما يقول مالک فيمن حلق قبل أن يرمى الجمره؟ قال مالک عليه
الفدية“ (المدونة الکبریٰ ۱/ ۲۳)۔

اور حنابلہ نے جانتے بوجھتے ترتیب کی خلاف ورزی کو باعث کراہت کہا ہے (الاقناع
۱/ ۳۹۱)، فقہاء احناف میں بھی صاحبین کے نزدیک ترتیب سنت ہے واجب نہیں، اس لئے اگر
ان افعال میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوتا۔

”أما عندهما فعدم التأخير سنة حتى لو ذبح بعد التحلل بالحلق لا
شيء عليه“ (رد المحتار ۲/ ۲۵۰)۔

ان حضرات کا استدلال ان مشہور روایات سے ہے جو صحاح میں منقول ہیں، اور جن
میں حلق قبل الذبح اور ذبح قبل الرمی کے بارے میں آپ ﷺ نے ”لا حرج“ فرمایا، حرج سے
یہ حضرات حرج دنیوی اور حرج اخروی دونوں ہی مراد لیتے ہیں، یعنی نہ ایسے شخص پر دم جنایت
واجب ہوگی اور نہ وہ آخرت میں گنہگار ہوگا۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے اور اس ترتیب کی خلاف ورزی کی صورت
میں دم جنایت بھی واجب ہوگا (دیکھئے بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۳، الوسوط ۲/ ۶۵)۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے:

”من قدم شيئا من حجه أو آخره فليهرق للملك دما“۔

علامہ ترکمانی نے اس کو امام مسلم کی سند پر صحیح قرار دیا ہے (المجموع المئی ۱/ ۳۷)۔

اس کے علاوہ جیسے نماز کے افعال جس ترتیب سے آپ سے ثابت ہیں یہی ترتیب ان
کی ادائیگی میں ملحوظ ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ حج کے افعال آپ ﷺ سے جس ترتیب
سے ثابت ہوں اسی ترتیب سے ان کی انجام دہی ضروری ہو۔

لیکن امام ابو حنیفہ کے نقطہ نظر کی بابت دو باتیں ضرور ملحوظ رہنی چاہئیں، اول یہ کہ اگر کوئی شخص ترتیب کے مسئلہ سے واقف نہ ہو، اور عدم واقفیت کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کر دے تو خود امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی اس پر کچھ واجب نہیں، فقہ کی متداول کتابوں میں اس بابت موجود نہیں لیکن خود امام محمد نے ”کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ“ میں پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے فرماتے ہیں:

أخبرنا محمد عن أبي حنيفة في الرجل يجهل وهو حاج فيحلق رأسه قبل أن يرمى الجمره أنه لا شيء عليه وقال أهل المدينة إذا جهل الرجل فحلق رأسه قبل أن يرمى الجمره افتدى (كتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/۳۷۱، ۳۷۲)۔

گویا امام ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں عالم اور جاہل کے درمیان فرق کیا ہے، امام محمد کا استدلال اس پر بڑا لطیف اور نفیس ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت میں ہے:

جاء رجل فقال يا رسول الله لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج، قال آخريا رسول الله لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي قال أرم ولا حرج۔

تو یہاں استفسار کرنے والے شخص نے عدم شعور یعنی عدم علم کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کی تھی، لہذا ”لا حرج“ کا حکم بھی ایسے ہی شخص کے ساتھ مخصوص ہوگا جو عدم علم کی بنا پر اس کا مرتکب ہوگا، گویا لم أشعر، لم أكن عالما بحکم الترتیب کے معنی میں ہے، امام بخاری کا ایک ترجمہ الباب بھی امام محمد کے اس استدلال کو تقویت پہنچاتا ہے، بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس والی روایت پر یوں عنوان قائم کیا ہے: ”باب إذا رمى بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسيا أو جاهلا“۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ حنیفہ کے نزدیک بھی واجبات حج کا ترک اس وقت موجب دم ہوتا ہے جب بلا عذر واجب کو ترک کیا گیا ہو، گو اس سلسلہ میں مشائخ کے یہاں ایک کونہ

اختلاف ہے لیکن کاسانی نے اسی کو ترجیح دیا ہے کہ عذر کی بنا پر ترک واجب موجب دم نہیں، کاسانی نے سعی بین الصفا والمرۃ کو واجب بتاتے ہوئے لکھا ہے:

إذا كان واجبا فإن تركه لعذر فلاشئ عليه وإن تركه لغیر عذر لزمه دم لأن هذا حکم ترک الواجب فی هذا الباب (بدائع الصنائع ۲/ ۱۳۳)۔

علامہ شامی نے بھی جنایات کے باب میں شروع ہی میں بطور اصول اس کا ذکر فرمایا ہے (رد المحتار ۲/ ۲۰۰) جس سے خیال ہوتا ہے کہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے، اس طرح اگر کوئی شخص یا واقفیت یا عذر کی وجہ سے ان افعال میں ترتیب قائم نہیں رکھ سکے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بھی اس پر دم واجب نہیں ہوگا، نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ چونکہ خاص کر قربانی میں مطلقاً نایابت جائز ہے، اس لئے مذبح کی دوری چنداں مضر نہیں۔

پس جمہور اور صاحبین کی رائے بھی قوی دلیل پر مبنی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن مسائل میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہو ان میں صاحبین کی رائے کو ترجیح دینا اصحاب افتاء کے یہاں کوئی نا در اور قلیل القوع امر نہیں، نیز مشائخ نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ صاحبین کا قول بھی دراصل امام ابوحنیفہ ہی کے ایک قول کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ان سب کے باوجود بظاہر اس مسئلہ میں صاحبین کی رائے کی طرف عدول کی حاجت محسوس نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

- ۱- اس مسئلہ میں بھی فریقین کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔
- ۲- اگر جہالت یا ناواقفیت کی وجہ سے ترتیب کی خلاف ورزی ہو تو امام ابوحنیفہ کے یہاں بھی یہ موجب دم نہیں۔
- ۳- عذر کی بنا پر ترتیب کی خلاف ورزی کرنی پڑے تب بھی اس سے دم واجب نہیں ہوگا۔
- ۴- جو لوگ ترتیب کے مسئلہ سے واقف بھی ہوں اور کوئی عذر ان کے لئے اس ترتیب پر عمل کرنے سے مانع نہ ہو ان کے لئے ترتیب واجب ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۳، ۴، ۵، ۹)

مفتی انور علی اعظمی ☆

سوال نمبر ۳

مکہ مکرمہ میں مقیم اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اشہر حج کے شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں یعنی مکہ کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کل تینتالیس رائیں مرسلہ مقالات سے حاصل ہوئیں، ان میں سات حضرات مکہ میں مقیم شخص کے لئے تمتع اور قرآن کی گنجائش سمجھتے ہیں، اور بقیہ چھتیس مقالہ نگار اس حق میں ہیں کہ ایسے شخص کے لئے تمتع اور قرآن کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرات مجوزین کے اسماء یہ ہیں:

مولانا اخلاق الرحمن، مولانا ایوب ندوی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا عبد اللطیف
کاوسی، مولانا عتیق احمد بستوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ارشاد احمد۔

حضرات مانعین کے اسماء یہ ہیں:

مولانا خورشید انور بنارس، مولانا خورشید احمد منو، مولانا اشتیاق احمد منو، مولانا انور علی
منو، مولانا ابوسفیان منو، مولانا برہان الدین سنہجلی، جناب شمس پیر زاوہ، مولانا زبیر احمد قاسمی،
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی محبوب علی، مفتی جمیل احمد ندیری، مفتی مصلح الدین بڑوہ، مولانا

شاپین جمالی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا سراج الدین، مولانا تنویر عالم قاسمی، حکیم ظل الرحمن دہلی، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا قمر الزماں ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا عبدالعظیم اصلاحی، مولانا شکیل احمد بستوی، مولانا عبدالسلام ابوہریرہ سلفی، مولانا رئیس احمد ندوی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا محمد جنید احمد قاسمی، مولانا ابرار الحق، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا فضل الرحمن افضل قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا عبدالرشید کورینی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی منو۔

جن حضرات نے اس مسئلہ میں جواز کا قول نقل کیا ہے، ان میں سے متعدد حضرات کا استدلال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم شخص کے اہل و عیال بھی مکہ ہی میں رہتے ہیں وہ تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرنے کے بعد اپنے بال بچوں میں یعنی اپنے گھر میں رہے گا، لہذا اس کی جانب سے تمتع متحقق ہی نہیں ہوگا بلکہ امام صحیح ہو جانے کی بنا پر اس کا حج مفرد ہی ہوگا، ان لوگوں نے شامی کی ایک عبارت سے استدلال کیا ہے:

”أما التمتع فإنه لا يتصور للإمام الذي يوجد منه بينهما“ (شامی ۲/۱۹۸)۔

اس مسئلہ میں علامہ شامی نے ایک طویل بحث کے بعد اسی رائے کو ترجیح دی ہے کہ مکہ سے قرآن کا تصور تو ہو سکتا ہے، تمتع کا تصور نہیں ہو سکتا۔

صحیح بخاری میں ”باب قول الله عزو جل ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ کے تحت ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں: ”فإن الله أنزله في كتابه وسنة نبيه ﷺ وأباحه للناس غير أهل مكة قال الله تعالى ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ (صحیح بخاری مع الفتح ۳/۳۲۶)۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں مجاہد، عروہ، طاؤس، میمون اور امام زہری جیسے بڑے بڑے تابعین کے آثار منقول ہیں جو اہل مکہ کے لئے حج تمتع کے عدم جواز پر دل ہیں، ہذا یہ اور فقہ حنفی کی

دیگر کتب میں منقول ہے:

”لیس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة“ (ہدایۃ مع النسخ ۱۰۳)۔
 مذکورہ جملہ عبارات اس بات پر صراحت کر رہی ہیں کہ مکی کے لئے تمتع اور قران درست نہیں ہیں، نیز یہ کہ مکی کے لئے تمتع متصور ہے، امام صحیح کو بنیاد بنا کر مکی سے تمتع کی نفی کرنا درست نہیں ہے، مزید وضاحت کی خاطر ملا علی القاری کی عبارت لباب سے نقل کی جاتی ہے، ملا علی القاری نے پہلے فقہاء احناف کے دونوں قسم کے قول نقل کئے ہیں یعنی تحقق تمتع کا قول اور بطلان تمتع کا قول، اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وفیه أن الجمع بین کلام أئمة المذاهب وقول المشائخ هو الأولیٰ بالاعتبار بأن نقول قولهم تمتعهم مرادهم بطل تمتعهم المسنون لا تمتعهم اللغوی بلا مرية عندهم وكذا تصریحهم فی الشرط بأن الشرط إنما هو فی التمتع المسنون لا لمطلق التمتع وإلا فلا معنی لوجوب الدم واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم“، پھر ملا علی القاری نے امام صحیح کا بھی جواب دیا ہے:

و أما الجواب عن الإلمام فهو أن إمام أهل مكة ليس يضرهم لما وقع اتفاق علماء الأعلام من أن الآفاقی إذا كان معه أهل صح له التمتع وإنما يضره الإلمام إذا كان بعد فراغه من عمرته سافر إلى بلده أو قريته من نحو كوفة أو بصرة ونزل بأهله كما هو مقرر فی محله وهذا غاية التحقيق واللہ ولی التوفیق (شرح لباب علی القاری ۱۵۳)۔

ان دلائل کی بنا پر رقم اسطور کی رائے یہی ہے کہ اہل مکہ کے لئے قران اور تمتع مکہ میں رہتے ہوئے درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴

جو حضرات ائمہ مکی کے لئے تمتع اور قران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ

میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم قرار دیتے ہیں، ان کے مسلک کے اعتبار سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حج میں میقات کے باہر گئے پھر مکہ مکرمہ واپسی پر اگر بغیر احرام باندھے میقات کے اندر داخل ہوں تو انہیں دم دینا پڑے گا، اور اگر عمرہ کے احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوں پھر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے بعد اسی سال حج بھی کریں تو ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا اور دم جنایت لازم ہوگا، اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ اشہر حج شروع ہونے کے بعد میقات کے باہر نہ جائیں، تنگی و دشواری کی بات ہے، کیونکہ اشہر حج کا عرصہ خاصا طویل ہے، اہل مکہ کی اس مشکل کا حل تلاش کرنے کے لئے مقالہ نگاروں کی رائیں مختلف ہیں، اس موضوع پر تقریباً چونتیس جو بات موصول ہوئے۔

حضرات مجتہدین کو ان کی آراء کی روشنی میں چار حصوں میں تقسیم کی جاسکتا ہے:

۱۔ بعض حضرات نے اس مشکل کا یہ حل پیش کیا ہے کہ ایسا شخص احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہے، احرام کی پابندی اس شخص کے لئے ہے جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے میقات تجاوز کرنا چاہتا ہو، اس رائے کے قائلین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا عبدالسلام ابوہریرہ سلمی، مولانا رئیس احمد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا شخص عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوگا اور عمرہ بھی کرے گا اور اسی سال حج بھی کرے گا اور اس پر دم جنایت بھی لازم نہیں ہوگا، کیونکہ مکہ کی جانب سے تمتع متحقق ہی نہیں ہوگا، اس کے قائلین مندرجہ ذیل علماء کرام ہیں:

مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور مولانا عتیق احمد بستوی۔

۳۔ تیسری رائے یہ ہے کہ مکہ کے لئے تمتع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر اس کے اوپر حج

فرض ہے تو اشہر حج میں میقات سے باہر نہ جائے اور اخروی نفع کے سامنے دنیوی خسارہ کو قبول کرے، اور اگر حج کی فرضیت سے سبکدوش ہو چکا ہے تو اس سال عمرہ پر اکتفا کرے اور حج نفل سے احتراز کرے، اس رائے کے قائل ہیں:

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی منو۔

اس رائے کے قائلین میں مولانا شاہین جمالی اور قاری ظفر الاسلام کا خیال یہ ہے کہ ایسا شخص حیلہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو۔

۴- چوتھی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص عمرہ کے احرام کے ساتھ حدود حرم میں داخل ہو اور عمرہ بھی کرے پھر حلال ہونے کے بعد اس سال حج بھی کرے اور خلاف مسنون امر کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے دم جنایت ادا کرے، اس کے قائلین ہیں:

مولانا اشتیاق احمد، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا انور علی اعظمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا خورشید انور اعظمی مظہر العلوم بنارس، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ارشاد احمد قاسمی، مولانا محمد نور القاسمی، حکیم ظل الرحمن۔

اس مشکل کے حل کے لئے احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا ابن عباس کے اس اثر کے خلاف ہے جس کو ابو الششاء نے روایت کیا ہے: "أنه رأى ابن عباس رضى الله عنهما يرد من جاوز الميقات غير محرم" (مسند ثانی، ۱۶۱)۔

نیز علامہ شوکانی نے بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو جید کہا ہے، وہ یہ ہے: "لا يدخل أحد مكة إلا محرماً" (نیل الاوطار ۵/۲۸)۔ اسی طرح یہ کہنا کہ یہ لوگ عمرہ بھی کریں اور حج بھی کریں ان کی جانب سے تمتع کا وجود متصور ہی نہیں ہے، اگرچہ علامہ شامی نے اس قول کی حمایت کی ہے مگر دوسرے فقہاء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کی صراحت کی ہے کہ اہل مکہ کا اپنے اہل و عیال میں جانا امام صحیح نہیں ہوگا، لہذا

ان سے بھی تمتع کا تصور ہے بلکہ اشہر حج میں دونوں کو جمع کرنے سے اس کا تحقق بھی ہوگا، لیکن ان کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اس کے تفصیلی دلائل سوال نمبر (۳) کے عرض مسئلہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

ان کا اہل و عیال میں جانا امام صحیح نہیں ہوگا، ملا علی قاری اہل مکہ کے امام پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”و أما الجواب عن الإلمام فهو أن إلمام أهل مكة ليس يضرهم لما وقع اتفاق علماء الأعلام من أن الآفاقي إذا كان معه أهل صح له التمتع وإنما يضره الإلمام إذا كان بعد فراغه من عمرته سافر إلى بلد أو قرية من نحو كوفة أو بصرة ونزل بأهله كما هو مقرر في محله وهذا غاية التحقيق والله ولي التوفيق (شرح الملباب لملائي القاري، ۱۵۳)۔“

ان دونوں اقوال کے بعد مذکورہ مشکل کے حل کا ایک راستہ احتیاط کا ہے کہ اہل مکہ یا تو اشہر حج کے شروع ہونے کے بعد سفر سے پرہیز کریں جبکہ انہیں فرض حج ادا کرنا ہو یا اس سال صرف عمرہ پر اکتفا کریں، اگر فرضیت حج سے سبکدوش ہو چکے ہوں اس کے باوجود اگر وہ نفل حج کرنا ہی چاہتے ہیں اور حج کی فضیلت اور ثواب سے اپنے کو محروم نہیں رکھنا چاہتے تو ان کے لئے ایک راستہ یہ نکل جاتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر جائز عمرہ کریں پھر عمرہ کے احرام سے حائل ہو کر حج بھی کریں اور دم دیں، اگرچہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں، البتہ اگر حج کا زمانہ قریب ہو تو حج کے احرام کے ساتھ داخل ہوں اور صرف حج کر لیں جب بھی ان کے لئے کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی۔

سوال نمبر ۵

تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں کل تینتالیس رائیں موصول ہوئیں۔

ان میں چونتیس مقالہ نگاروں کے نزدیک متمتع حج کا احرام باندھنے سے مزید عمرے کر سکتا ہے، پانچ حضرات نے اس کو خلاف اولیٰ کہا ہے، چار مقالہ نگاروں نے ممنوع قرار دیا ہے، مانعین میں جناب شمس پیرزادہ، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی اور مولانا فضل الرحمن افضل قاسمی ہیں۔

خلاف اولیٰ کہنے والوں میں مولانا بربان الدین سنبھلی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا ابرار الحق دارالعلوم سمیل السلام، مولانا عبید اللہ اسعدی اور مولانا عتیق احمد بستوی ہیں۔

اسماء مجوزین

مولانا خورشید احمد منو، مولانا اشتیاق احمد دارالعلوم منو، مفتی انور علی دارالعلوم منو، مولانا ابوسفیان مفتاحی منو، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا نور القاسمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی بنارس، مفتی محبوب علی رامپوری، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، قاری ظفر الاسلام، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا عبدالقیوم پاملن پوری، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا شکیل احمد دارالعلوم اسلامیہ بستہ، مولانا عبداللطیف مظاہری، حکیم ظل الرحمن، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی میرٹھ، مولانا راشد حسین ندوی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا جنید احمد فلاحی، مولانا رئیس احمد ندوی اور مولانا عبدالسلام ابوہریرہ سلفی۔

مانعین میں شمس پیرزادہ صاحب نے یہ دلیل دی ہے کہ اس کی کوئی مثال دور رسالت میں نہیں ملتی، خلاف اولیٰ کہنے والوں میں اکثر حضرات نے اختلاف سے بچنے کے لئے عمرہ کے ترک کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ طواف اور دوسری عبادات میں اپنے کو مشغول رکھے۔

وہ مجوزین جو مزید عمرے کو اولیٰ بتاتے ہیں، انہوں نے ابن قدامہ، امام نووی اور متعدد حنفی فقہاء کی عبارات سے استدلال کیا ہے مثلاً الباب کی یہ عبارت اس مسئلہ میں بہت واضح ہے (ولا یکرہ الا کثار منها) ای من العمرة فی جمیع السنة خلافاً لمالک (بل یستحب) ای الا کثار منها علی ما علیہ الجمهور (ص ۲۶۵)۔

شرح مہذب میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں: ”فی مذاہبہم فی تکرار العمرة فی السنة مذہبنا انہ لا یکرہ ذلك بل یستحب و به قال أبو حنیفة و أحمد و جمهور العلماء من السلف و الخلف الخ (کتاب المجموع شرح مہذب ۱/۱۳۳)۔ اور حافظ ابن حزم نے بھی اہل حجاز میں اکثر عمرہ کو مستحب قرار دیتے ہوئے مانعین پر انتہائی بیخ رو کیا ہے: ”والحج لا یجوز إلا مرة فی السنة و أما العمرة فیجب الإکثار منها لما ذکرنا من فضلها و احتج من کره ذلك بأن رسول الله ﷺ لم یعتمر فی عام إلا مرة و احدة قلنا: لا حجة فی هذا لأنه إنما یکره ما حض علی ترکہ و هو علیہ السلام لم یحج مذہاجر إلا حجة و احدة و لا اعتمر مذہاجر إلا ثلاث عمر فیلزمکم أن تکرهوا الحج إلا مرة فی العمر و أن تکرهوا العمرة إلا ثلاث مرات فی الدهر و هذا خلاف قولکم و قد صح أنه کان علیہ السلام یترک العمل و یحب أن یعمل به مخافة أن یشق علی أمته أن یفرض علیہم (مکلی لابن حزم ۴/۶۸، ۶۹)۔“

حاشیہ (البحر الرائق ۲/۳۶۶) پر ہے: هذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لأنها عبادة مستقلة أيضا كالطواف۔
در مختار کی عبارت کے ذیل میں علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: ”أقام بمكة حلالا (ای المتمتع) أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بداله ويعتمر قبل الحج (۲/۲۶۸)۔“

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار و اقوال تکرارِ عمرہ کے انتخاب پر دال ہیں، معنی لابن قدامہ میں ہے: "ولا بأس أن يعتمر في السنة مراراً أي ذلك عن علي وابن عمر وابن عباس وأنس و عائشة وعطاء و طاؤس و عكرمة والشافعي رحمهم الله (معنی ۲۲۶، ۳)۔"

ان سارے دلائل اور آثار کی روشنی میں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمتع اگر مزید عمرے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

سوال نمبر ۹

(الف) کیا حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً پینتالیس جوابات موصول ہوئے، ان میں سبھی پینتالیس مقالہ نگاروں نے اجازت کی صورت میں تمتع کے جواز کا قول نقل کیا ہے۔ ایک مقالہ نگار مولانا اشتیاق احمد اعظمی نے اجازت کے باوجود تمتع نہ کرنے کو احوط کہا ہے، نفس جواز سے ان کو بھی اختلاف نہیں تو گویا امر کی اجازت کی صورت میں تمتع کا جواز سبھی مقالہ نگار حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

مولانا اشتیاق احمد صاحب نے اس مسئلہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی رائے کو ترجیح دی ہے، مولانا خلیل احمد صاحب مولانا ظفر احمد تھانوی کے فتوے کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: بروئے مذہب حج عن التیمر ادا ہونے کے لئے حج میقتاتی ہونا شرط ہے تو پھر جواز تمتع کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی عبارت سے تمتع کا عدم جواز مترشح ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں زمانہ حال کی نزاکت اور فقہاء کرام کی صراحتوں کا تقاضہ یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے پر تمتع کی روک نہ لگائی جائے، نیز او کی پابندی بعض حالات میں حج بدل کرنے والے کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے، اور جب اجازت کی صورت میں اکثر و

بیشتر فقہاء اور زمانہ حال کے مفتیان کرام اس کی اجازت دیتے ہیں اور عوام الناس کا تعامل بھی یہی ہے تو اس میں کسی قسم کا تردد بھی نہیں ہونا چاہئے، غنیۃ الناسک میں صراحت ہے: ”إن الأمر بالحج تضمن الأمر بالحج بنفسه ومن بلدہ وبمالہ وبرکوب أكثر الطرق ويجعل السفر له وبافراد السفر له وباحرامه من الميقات وكذا لو أمره بالعمرة فلو أحل بواحد فهو مخالف إلا إذا وجد الإذن (غنیۃ الناسک، ۱۷۹)۔“

ملا علی القاری نے بھی شرح لباب میں صریح اجازت کی صورت میں تمتع کو درست کہا ہے تحریر فرماتے ہیں: ”(فلو أمره بالافراد ففقرن أو تمتع) أي بأن نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه فإنه يصير مخالفاً“ آگے لکھتے ہیں: إلا أنه يشكل إذا أمر بإفراد العمرة ثم إتيان الحج بعده أو صرح بالتمتع في سفره أو بتفويض الأمر إليه (غنیۃ، ۲۵۳)۔“

زمانہ حال کے علماء میں مفتی کفایت اللہ، ابوالثنا مولانا حبیب الرحمن الاعظمی، مفتی عبد الرحیم لاچپوری وغیرہم نے امر کی اجازت سے تمتع کو درست کہا ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی اپنی کتاب رہبر حجاج میں تحریر فرماتے ہیں: حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے قرآن یا تمتع کا احرام بھی باندھ سکتا ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف کتابوں میں مذکور ہے، اور چند اکابر نے تمتع کو اجازت کے بعد بھی ناجائز قرار دیا ہے، مگر اس صحیح یہ ہے کہ حج بدل کرنے والے کا تمتع کرنا امر کی اجازت سے جائز ہے، پھر حضرت مولانا نے غنیۃ اور در مختار کی دو عبارتیں نقل کی ہیں (نمبر حجاج، ۳۸)۔“

حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی نے عمدۃ الناسک مصنفہ مولانا شیر محمد صاحب سے نقل کیا ہے کہ امر کو چاہئے کہ وہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دے دے کہ تمہاری مرضی پر ہے چاہے افراد یا حج کر دیا قرآن یا تمتع، پھر حاشیہ میں اس کی تائید میں چند عبارتیں لکھی ہیں (ملاحظہ ہو: عمدۃ، ۲۳۱-۲۳۲)، اس لئے امر کی صریح اجازت کی صورت میں تمتع کے جواز میں کوئی تردد نہیں رہ جاتا۔“

ب۔ حج بدل کرنے والا امر کی صریح اجازت کے بغیر تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟
 حج بدل کرنے والا امر کی صریح اجازت کے بغیر جبکہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ اجازت
 نہیں دے گا محض عرف اور تعامل کو بنیاد بنا کر یا دلائلہ اجازت کو کافی سمجھ کر حج تمتع کر سکتا ہے یا
 نہیں، اس سلسلہ میں تقریباً چھتیس (۳۶) رائیں دستیاب ہوئیں، ان میں تینچیس (۲۳) مقالہ
 نگاروں کی رائے یہ ہے کہ نہیں کر سکتا جبکہ تیرہ (۱۳) مقالہ نگار مذکورہ صورت میں تمتع کی گنجائش
 دیتے ہیں۔

اسماء مجوزین

مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی
 جمیل احمد ندیری، مفتی مصلح الدین بڑوہ، مولانا زبیر احمد، مولانا عبد السلام ابو ہریرہ، مولانا رئیس
 احمد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا عبد الرحیم
 بھوپالی، مولانا محبوب علی رامپوری۔

اسماء مانعین

مولانا انور علی دارالعلوم منو، مولانا اشتیاق احمد منو، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا
 فضل الرحمن افضل، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد نور القاسمی، مولانا خورشید احمد منو، مولانا تنویر
 عالم، مولانا محمد جنید احمد فلاحی، مولانا شاپین جمالی، مولانا محمد امیر ایم فلاحی، مولانا عبد الرشید، مولانا
 ابرار الحق صدیقی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا محمد عمر فلاحی، قاری ظفر الاسلام منو، مولانا عبد
 القیوم پالن پوری، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا عبد الفتاح عادل، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی،
 مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی اور ابوسفیان مفتاحی اور مولانا محمد ایوب۔

حضرات مجوزین نے اپنی دلیل میں عام طور پر تعامل ”المعروف کالمشروط“ یا
 اجازت بوجہ دلالت حال کو پیش کیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مبسوطہ حسنی سے ایک

جملہ نقل کیا ہے: ”إذ يثبت الإذن دلالة“ اور اسے صاحبین کی رائے قرار دیا ہے، لیکن مسئلہ مذکورہ میں جز (الف) میں گذری بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی نزاکت ہے، صریح اجازت کے باوجود بھی بعض اکابر نے منع کیا ہے، فقہاء احناف کی کتب معتبرہ میں عام طور پر تمتع کا جواز باذن الامرعی مصرح ہے، لہذا اجازت لیما حج بدل کرنے والے کی ذمہ داری تھی، اجازت نہ لینے کی صورت میں وہی طریقہ اپنانا چاہئے جو اختلاف سے دور ہو، اگر آمر نے صرف حج کا حکم دیا ہے تو صرف حج کا احرام باندھے، ملا علی القاری لکھتے ہیں: (فلو أمره بالفراد) أي للحج أو العمرة (فقرون) أي عن الأمر فهو مخالف ضامن عند أبي حنيفة وعندهما يجوز ذلك عن الأمر استحساناً... (أو تمتع) أي بان نوى العمرة عن الميت ثم حج عنه فإنه يصير مخالفاً إجماعاً على ما في البحر الزاخر ولعل وجهه أنه مأمور بتجريد السفر للحج عن الميت فإنه الفرض عليه (۲۵۳)۔

موجودہ زمانہ کے علماء اور اصحاب افتاء میں سے جن حضرات نے تمتع کی اجازت دی ہے مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی صاحب، مولانا ظفر احمد تھانوی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاچپوری صاحب، ان سب لوگوں نے اجازت صریحہ کی صورت میں اس کو جائز کہا ہے، اس لئے بندہ کی رائے یہی ہے کہ غلبہ ظن اور اجازت صریحہ نہ ہونے کی صورت میں حج بدل کرنے والا تمتع نہ کرے اس کی گنجائش نہیں ہے، مفتی کفایت اللہ تحریر فرماتے ہیں: جبکہ آمر نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب امر خارج میقات کا رہنے والا ہو تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو، اور اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کیا ہے۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دے دیتا تو تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں چوالیس (۴۴) رائیں موصول ہوئیں، ان میں چھتیس (۳۶) حضرات ظن غالب کی بنا پر تمتع کے قائل ہیں اور چھ (۶) حضرات ظن غالب کے باوجود تمتع کی گنجائش کے حق میں نہیں ہیں۔

حضرات مجوزین

مولانا انور علی منو، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا زبیر احمد قاسمی کہواں، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا فضل الرحمن فضل حیدر آباد، مولانا خورشید احمد اعظمی منو، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا شکیل احمد بستی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا مصلح الدین بڑودوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابراہیم فلاحی بارڈولی، مولانا اوسفیان مفتاحی منو، مولانا جمیل احمد ندیری، مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا عبد الرحیم بھوپالی، حکیم ظل الرحمن دلی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا اسرار الحق سہیلی، مولانا منظور احمد قاسمی شیخوپورہ، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا محمد امجد ارخان ندوی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا عبد اللطیف مظاہری، مولانا محبوب علی رامپوری، مولانا سراج الدین قاسمی مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا عبد السلام بوہریہ، مولانا ارشاد الحق کورینی۔

حضرات مانعین

مولانا بربان الدین سنبھلی، مولانا محمد جنید احمد سہیلی السلام حیدر آباد، مولانا قاری ظفر الاسلام دارالعلوم منو، مولانا اشتیاق احمد دارالعلوم منو، مولانا خورشید انور مظہر العلوم بنارس، مولانا محمد نور القاسمی جے پور۔

حضرات مانعین نے اپنے جواب میں بطور دلیل کے کوئی صریح جزئیہ خاص اس شق کے لئے ذکر نہیں کیا بلکہ زیادہ تر الف میں بیان کئے ہوئے دلائل کا حوالہ دیا ہے، لیکن اس سے

اس جز پر استدلال غیر واضح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت مطہرہ نے غلبہ ظن کو بیشتر مسائل میں یقین کا درجہ دیا ہے، مثلاً استقبال قبلہ کے معاملہ میں، اور تیمم کے مسئلہ میں پاکی کے پاک اور ناپاک ہونے میں، اور بھی بہت سے مسائل میں، لہذا اگر مامور کو گمان غالب ہے کہ امر تمتع کی اجازت دے دیتا تو بندہ کے نزدیک غلبہ ظن کو جواز تمتع کی بنیاد بنا کر درست ہے۔

د- یاذن الامر یا بدون اذن الامر تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع امر کے مال میں لازم ہوگا یا حج بدل کرنے والے کے مال میں؟ تمام شقوں کی تفصیل کی جائے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں چند شقیں ہیں:

- ۱- امر اپنی خوشی سے مامور کو دم تمتع کی رقم الگ سے دیدے یا اس کی صریح اجازت دیدے، اس صورت میں دم تمتع بالاتفاق امر کے مال سے دینا جائز اور درست ہے۔
- ۲- امر کی طرف سے اس مد میں رقم خرچ کرنے کی صریح اجازت نہ ہو تو اس صورت میں دم تمتع کس پر واجب ہوگا، اس سلسلہ میں کل تقریباً چالیس (۴۰) رائے موصول ہوئیں، دو حضرات مولانا عبدالسلام ابوہریرہ اور مولانا رئیس احمد ندوی کی رائے ہے کہ دم تمتع ہر حال میں امر پر ہوگا۔

پانچ اصحاب (مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، مولانا شکیل احمد، مولانا فضل الرحمن فضل قاسمی) کی رائے یہ ہے کہ اگر تمتع امر کی اجازت سے کیا ہے تو دم تمتع امر کے مال سے دے گا اور اگر بدون اذن الامر کیا ہے تو دم تمتع اپنے مال سے دیگا، ان کے علاوہ تینتیس (۳۳) مقالہ نگاروں نے یہ رائے دی ہے کہ دم تمتع دونوں صورتوں میں مامور کے ذمہ ہے، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی منو، مولانا خورشید انور بنارس، مولانا ارشاد کورینی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا نور القاسمی، مفتی حبیب اللہ، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی محبوب علی

وجیبی، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا اشتیاق احمد، مولانا مصلح الدین بڑوہ، مولانا عبید اللہ سعیدی، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا عتیق احمد بستوی، مفتی جمیل احمد ندیری، قاری ظفر الاسلام، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا ابراہیم کجرات، مولانا مفتی انور علی، مولانا عبدالرشید کورینی، مولانا خورشید احمد منو، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد جنید احمد، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا سراج الدین قاسمی۔

دم تمتع آمر پر لازم سمجھنے والے مقالہ نگاروں نے عام طور پر عقلی دلیل سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، ایک مقالہ نگار آخر ضیاء قاسمی نے فتاویٰ تارخانہ کی ایک عبارت نقل کی ہے لیکن ان کے حق میں نہیں جاتی بلکہ ان کے خلاف جاری ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

”دم القران و التمتع و الجنایات علی الحاج ان اذن له الامر بالقران و التمتع و إلا فیصیر مخالفاً فیضمن“ (۵۳۸/۲)۔

اس عبارت سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ آمر کی اجازت کی صورت میں دمقران اور دم تمتع و جنایات سب حاجی پر ہے نہ کہ آمر پر، اگر آمر نے اجازت تمتع کرنے کی دی ہے، ورنہ حاجی آمر کا مخالف ہوگا اور کل حرج کا ضامن ہوگا، لہذا مذکورہ عبارت ان لوگوں کی دلیل ہے جو دم تمتع حاجی کے ذمہ مانتے ہیں، اسی مفہوم کی عبارت درمختار علی الشامی ۸/۲ پر مذکور ہے، اور اکثر کتب فقہ حنفی میں اس کی صراحت موجود ہے۔

عقلاً بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ دم تمتع حاجی پر ہونا چاہئے کیونکہ وجوب دم کی وجہ ایک سفر میں دو عبادتوں کی ادائیگی سے نفع اٹھانا ہے اور یہ نفع مامور اٹھا رہا ہے نہ کہ آمر، لہذا دم کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوگی۔

و- حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی تفصیل ہوتو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

اس سوال کے جواب میں کل اکتالیس (۴۱) رائے دستیاب ہوئیں، ان میں سے ایک صاحب مولانا عبدالفتاح عادل کے نزدیک اس کی گنجائش نہیں ہے، ایک دوسرے مقالہ نگار مولانا اشتیاق احمد دارالعلوم منو کی رائے میں تمتع نہ کرنا احوط ہے، بقیہ انتالیس (۳۹) مقالہ نگار حضرات کے نزدیک حج عن المیت کی صورت میں تمتع کرنے کی گنجائش ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا محبوب علی رامپوری، مولانا خورشید احمد منو، مولانا انور علی منو، مولانا عبدالرحیم بھوپالی، مولانا خورشید انور بنارس، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا عبد السلام ابوہریرہ، مولانا عبد اللطیف مظاہری، حکیم ظل الرحمن، مولانا جمیل احمد نذیری، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا اسعد اللہ تاقی، مولانا ابراہیم بان الدین سنبھلی، مولانا عبدالعظیم اصلاہی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا ابراہیم صدیقی، مولانا ابراہیم ارخان ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا شاہین جمالی، مولانا منظور احمد تاقی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا تنویر عالم، مولانا زبیر احمد، مولانا قمر ازماں ندوی، مولانا ثناء الہدیٰ تاقی، مولانا مصلح الدین، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا محمد جنید احمد، مولانا خورشید احمد منو، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابوسفیان مفتاحی منو، مولانا رئیس احمد ندوی۔

جواز کا قول نقل کرنے والے حضرات کے نزدیک تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے:

۱۔ اگر میت نے تمتع کی وصیت کی ہو اور ترکہ کے ٹٹ سے اس کی گنجائش بھی ہو تو جواز تمتع پر یہ سارے حضرات بلا کسی شرط کے متفق ہیں۔

۲۔ اگر میت نے حج کی وصیت نہ کی ہو اور مال بھی نہ چھوڑا ہو، ورنہ اپنی خوشی سے تبرعاً حج کروا رہے ہوں یا خود کر رہے ہوں تو بھی جواز تمتع میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس صورت میں ورثہ امر میں ان کی اجازت ضروری ہوگی۔

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۶، ۱۰)

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

مناسک حج میں سے رمی جمرہ میں نیابت کا مسئلہ اور حیض و نفاس کی حالت میں طواف زیارت کا مسئلہ، انہیں دونوں مسئلہ کے عارض کی حیثیت سے میں آپ کے سامنے آیا ہوں۔ ان مسئلوں کے سوالوں کی ساری جزئیات و تفصیلات آپ حضرات کے علم میں ہیں ہی، اس لئے نفس جواب ہی کے متعلق مختصر عرض ہے۔

پہلا مسئلہ: رمی جمرہ میں نیابت کے جواز و عدم جواز کا ہے، اس سلسلہ میں تقریباً چھیالیس مقالہ نگاروں کے مقالات ہمیں موصول ہوئے، مطالعہ کے بعد اس مسئلہ سے متعلق ایک نکتہ تو بالکلہ اتفاق نظر آیا، ہاں دوسرا نکتہ اختلافی رہا۔

اتفاق نکتہ: بوجہ عذر رمی جمرہ میں نیابت جائز ہے، بلا عذر جائز نہیں، محض آرام پسندی، کسل مندی کے تحت صرف سہولت و آسانی کی خاطر رمی میں نیابت کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ جز چونکہ اتفاق ہے اس لئے نہ تو اس کے متعلق دلائل کے نقل ہی کی کوئی ضرورت و اہمیت ہماری سمجھ میں آتی ہے اور نہ ان چھیالیس علماء مقالہ نگاروں کے اسماء کی فہرست پیش کرنے میں ہی کوئی فائدہ محسوس ہوتا ہے، اس لئے یہ بساط تو لپیٹ دیا جائے۔

اختلافی نکتہ: عذر کی تحدید و تعیین اور از دحام کے عذر قرار دیئے جانے اور نہ دیئے جانے میں مقالہ نگاروں کی چند رائیں سامنے آتی ہیں، مختصراً تفصیل درج ذیل ہے:

☆ ناظم اشرف العلوم کہوڑا سیتا مڑھی بہار۔

(۱) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی سمیل السلام حیدرآباد کا خیال ہے کہ عذر کی حتمی و قطعی تحدید و تعیین مشکل ہے، لوگوں کے حالات و عادات پھر مواقع و مقامات کے مختلف ہونے کے سبب ہر ایک کے حق میں الگ الگ عذر کے درجات ہو سکتے ہیں۔

(۲) مولانا عبد السلام ابو ہریرہ سلمی بنارس فرماتے ہیں کہ اسے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے وہ خود فیصلہ کرے گا کہ بنفس خود رمی جمرہ کی استطاعت اس کو ہے یا نہیں اور اسی کے مطابق وہ عمل کرے گا۔

(۳) ان دونوں حضرات کے سوا تقریباً بائیس حضرات مقالہ نگار کا خیال عذر کی تحدید و تعیین کے متعلق یہ ہے کہ جب وہ ایسا مریض و ضعیف ہو کہ اس کے لئے قیام کے بدلے بیٹھ کر نماز پجگانہ درست ہو جائے تو ایسے لوگوں کو معذور کہہ کر رمی جمرہ میں بھی نیابت کی اجازت دی جائے گی ورنہ نہیں، اس مسئلہ میں ان حضرات کا استدلال درج ذیل جیسی عبارتوں سے ہے:

”وحد المرض أن يصير بحيث يصلي جالساً لأنه لا يستطيع الرمي ركباً ولا محمولاً، أما لأنه تعذر عليه الرمي أو يلحقه الضرر“ (بخية المناسك ۳۳۶/۱)۔

”عن محمد إذا كان يصلي المريض جالساً رمى عنه ولا شئ عليه“

(ارشاد الساری لملائی قاری ۱۶۶)۔

اس نمبر تین میں مذکورہ رائے و خیال والے حضرات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مولانا برہان الدین سنہلی، لکھنؤ
- ۲۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی، مہذب پورا عظیم گڈھ
- ۳۔ مولانا ارشاد قاسمی، ریاض العلوم جوپور
- ۴۔ مولانا خورشید انور اعظمی، مظہر العلوم بنارس
- ۵۔ مولانا عبداللطیف کاکوسی کجرات
- ۶۔ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، میرٹھ
- ۷۔ مولانا عبدالقیوم پالنپوری، کاکوسی کجرات
- ۸۔ مولانا خورشید احمد اعظمی، رکھواتھ پورہ منو
- ۹۔ مولانا ظفر الاسلام، دارالعلوم منو
- ۱۰۔ مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتاح العلوم منو
- ۱۱۔ مولانا راشد حسین ندوی، رائے بریلی
- ۱۲۔ مولانا منظور احمد القاسمی، شیخوپورہ عظیم گڈھ
- ۱۳۔ مولانا عبید اللہ اسعدی، ہتھورا، بانده

- ۱۵۔ مولانا قمر الدین ندوی، پرتاپ گڑھ ۱۶۔ مولانا عتیق احمد بستوی، ندوۃ العلماء لکھنؤ
 ۱۷۔ مولانا امیر انیم فلاحی، کجرات ۱۸۔ مولانا سید مصلح الدین، بڑوہ کجرات
 ۱۹۔ مولانا نور قاسمی، جامعہ ہدایہ جے پور ۲۰۔ مولانا اسعد اللہ قاسمی، روضۃ العلوم نانڈہ
 ۲۱۔ مولانا محمد ایوب ندوی، بھٹکل ۲۲۔ مفتی عبدالرحیم، جامعہ حسینہ خیر العلوم بھوپال
- ہمارا خیال ہے کہ اگر کوئی مرض وضعف کے اس درجہ میں ہو کہ وہ قیام کی طاقت بھی نہ رکھے اور نماز تک بیٹھ کر ادا کر رہا ہو تو یہ ظاہر ہے کہ رمی پر بھی تاؤرنہ ہوگا اور اس کے حق میں نیابت فی الرمی یقیناً جائز ہو جائے گی اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہو سکتا، یہ صورت حال تو سب کے نزدیک یقیناً عذر کی مسلمہ ہی ہوگی۔

مگر جب سوال یہ ہوگا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی دوسری صورت حال عذر کی ممکن و متصور ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہوگا، مذکورہ بالا سارے حضرات علماء کرام چونکہ نیابت فی الرمی کے حق میں ازدحام کو مطلقاً عذر نہیں مانتے تو اس کا لازمی مطلب یہی نکل سکتا ہے کہ ان حضرات کے یہاں ازدحام سے پیدا شدہ صورت حال بھی ایسا عذر نہیں ہوگا جس سے رمی میں نیابت جائز ہو جائے، اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ عذر جو میثاق نیابت فی الرمی ہے وہ منحصر اور مخصوص ہے بس اسی عدم استطاعت علی الرمی کے ساتھ۔

چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ رمی جمرہ کی جگہ کو محدود ہے مگر وقت میں وسعت ہے، اس لئے وقت کی وسعت سے فائدہ اٹھا کر ازدحام کی اذیت سے بچا سکتا ہے، اگر وقت مستحب و جواز کی رعایت نہ ممکن ہو سکے تو ضعیفوں اور عورتوں کے لئے طلوع شمس کے قبل یا غروب شمس کے بعد رات میں رمی کرنے کی اجازت ہوگی، گویا ان حضرات کے یہاں ازدحام اس حد تک عذر ہے کہ وقت مکروہ میں رمی بلا کراہت صحیح ہو جائے گی مگر نیابت کی گنجائش بہر حال نہ ہوگی۔

اس مسئلہ میں ان حضرات کا استدلال مندرجہ ذیل عبارت سے ہے:

”قد تبین لما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة وللمن به عذر أو ضعف فی تقدیم الرمی قبل طلوع الشمس أو تاخیرہ إلى اللیل لأ فی

جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية“ (نعيه المناسك، ۱۰۰)۔

مسئلہ بالا میں تقریباً اکیس مقالہ نگار حضرات کا خیال ہے کہ وہ عذر جس سے رمی میں نیابت جائز ہو سکتی ہے صرف ایسا مرض وضعف ہی نہیں جس سے نماز پٹگانہ میں قیام کے بدلے بیٹھنے کی اجازت ہو جاتی ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ عذر بھی میثح نیابت ہو سکتا ہے کہ جب ازدحام سے ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ اس ازدحام کے اندر کسی بھی مرض کے مریض یا بوڑھے کمزور مرد و عورت کے لئے اپنی کمزوری کے سبب قوت مدافعت کی کمی کے بنا پر کچل جانے، یا اگر کسی عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے، یا دب جانے سے ایسی اذیت شدیدہ کا ظن غالب ہو جائے جو عادتاً ناقابل برداشت ہو تو ایسا ازدحام بھی ایک عذر ہوگا اور ان کے لئے رمی میں نائب بنانا جائز ہوگا، ان حضرات علماء کرام کے انا عودرج ذیل ہیں:

- ۱۔ جناب شمس پیرزادہ صاحب، ممبئی
- ۲۔ مولانا سراج الدین قاسمی سلیم پور مراد آباد
- ۳۔ مولانا تنویر عالم قاسمی، کہنو اں سینٹامڑھی
- ۴۔ مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، جامعہ اکل کوامہار اشٹر
- ۵۔ مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، بابا بکر پور ویشالی
- ۶۔ مولانا جمیل احمد ندیری، مبارک پور، اعظم گڈھ
- ۷۔ جناب حکیم ظل الرحمن، دہلی
- ۸۔ مولانا عبدالرشید قاسمی، کورینی جونپور
- ۹۔ مولانا عمر فلاحی، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۰۔ مولانا ابرار خاں ندوی، جامعہ ہدایہ جے پور
- ۱۱۔ مولانا شکیل احمد، دارالعلوم بستی
- ۱۲۔ مفتی محبوب علی وجیہی، رامپور
- ۱۳۔ مولانا اشتیاق احمد اعظمی، دارالعلوم منو
- ۱۴۔ مولانا فضل الرحمن، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۵۔ اختر ضیاء قاسمی، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۶۔ عبدالفتاح عادل، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۷۔ جنید احمد فلاحی، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۸۔ ابرار الحق صدیقی، سہیل السلام حیدرآباد
- ۱۹۔ ڈاکٹر اسرار الحق سہیلی، حیدرآباد
- ۲۰۔ ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
- ۲۱۔ مولانا زبیر احمد، اشرف العلوم سینٹامڑھی (عارض مسئلہ)۔

ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی صاحب نے سوال ۶ کا جواب ہی نہیں لکھا ہے اس لئے ان کی رائے واضح نہ ہو سکی۔

ان مذکورہ بالا آئیس حضرات کا استدلال غنیۃ المناسک ۱۳۸ کی اس عبارت سے ہے:
(۱) ”أما ترک الواجب بعذر فلا شیء علیہ ثم مرادہم بالعذر ما یکون من اللہ تعالیٰ فلو كانت من العباد فلیس بعذر بخلاف ما إذا منعه خوف الزحام فیانہ من اللہ تعالیٰ فلا شیء علیہ“۔

(۲) ”قد رخص رسول اللہ ﷺ للضعفة من أهلہ فی ترک الوقوف بمزدلفة“ (اعلاء السنن ۱۰/۱۳۶)۔

(۳) ”عند الحنفیة يجب بترک الوقوف بها دم لمن لیس له عذر ومن جملة الأعدار عندهم الزحام قاله الحافظ فی ”الفتح“ (ایضاً)۔
میں اب آخر میں چند باتیں عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں امید ہے کہ غور و بحث کر کے کسی فیصلہ تک پہنچنے میں ان نکات سے ضرور مدد ملے گی۔

الف۔ جن حضرات نے ازدحام کو عذر نہ مانتے ہوئے غنیۃ المناسک کی عبارت سے استدلال کیا ہے، اس میں ”خوف زحام“ کا لفظ ہے، گویا محض خوف ازدحام عذر نہیں یہ بالکل صحیح کہا جاسکتا ہے۔

ب۔ غنیۃ المناسک کی ہی دوسری عبارت جسے دوسرے حضرات نے اپنا مستدل بنایا ہے اس میں ”خوف زحام“ ہی سے ترک واجب پر لاشی علیہ کہا گیا ہے۔

ج۔ مگر اعلاء السنن میں جو فتح الباری سے حافظ کی عبارت نقل کی گئی ہے جو دوسری رائے والے حضرات کا مستدل ہے اس میں ”من جملة“ ”الأعدار الزحام“ کا لفظ ہے، گویا محض خوف زحام نہیں بلکہ وقوع ازدحام۔

د۔ جب نماز جیسے فرائض میں قیام کا فریضہ بدل کر قعود ہو سکتا ہے ”من تعذر علیہ

القیام لمرض حقیقی“ کی صورت میں، یا ”مرض حکمی بأن خاف زیادته أو بطوء برئه بقیامه أو دوران رأسه أو وجد لقیامه ألماً شديماً“ (در مختار ۱/۵۰۸) کی صورت میں، تو کیاری جمرات جیسے واجبات میں غایت ازدحام کے سبب کچل جانے کا ظن غالب، عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے کا خطرہ ہو، دب دبا کر افیت شدیدہ سے دوچار ہونا متوقع ہو تو بھی بنفس خود رمی کے بدلے مائتب بنانا شرعاً ممنوع ہی رہے گا۔

میرا خیال تو عورتوں کے حق میں یہاں تک ہے کہ ازدحام میں صرف دبنے دبانے اور مردوں سے دھکا کھائے بغیر اگر وہ رمی نہ کر سکے تو عورت کو اپنا مائتب بنانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

سوال نمبر ۱۰

اگر کوئی عورت حالت حیض یا نفاس میں ہے، اور پاکی کا انتظار ناقابل عمل ہے تو کیا ناپاکی ہی کی حالت میں طواف زیارت کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ اگر اجازت ہے تو دم میں کیا واجب ہوگا اور کیا دم کی ادائیگی کے لئے حد و حرم ضروری ہے؟

اس سلسلہ میں موصولہ چھیالیس مقالوں میں سوائے تین مقالہ نگار کے تمام ارباب افتاء اس بات پر متفق ہیں کہ بشکل مجبوری حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت کرنے کی اجازت ملے گی اور رکن ادا ہو جائے گا لیکن دم جنائیت کے بطور ذمہ میں بدنہ لازم ہوگا، اور اس دم کی ادائیگی حد و حرم میں ضروری ہوگی۔

ان حضرات نے مندرجہ ذیل عبارتوں سے استدلال کیا ہے:

۱- ”ولو حاضت قبل طواف الزيارة ولم تطهر وأراد الرفقة العود تهجم وتطوف حائضاً وتذبح بدنة“ (صحیح الحدیثی ہاشم البحر ۳/۵۷۳)۔

۲- ”أی يجب بدنة لو طاف الركن جنباً كذا روى عن ابن عباس، ولأن الجنابة أغلظ فيجب جبر نقصانها في البدنة إظهاراً للتفاوت بينهما والحیض والنفاس كالجنابة“ (البحر الرائق ۳/۱۸۳)۔

۳- ”حدثنا هنا، ثنا ابن أبي عروبة عن أبي معشر عن إبراهيم قال ما كان من دم فبمكة وما كان من صدقة أو صوم حيث شاء، أخرجه الإمام الطبرای فی تفسیره (۳۶/۷) وسنده حسن صحیح، قال الجصاص فی أحكام القرآن له: لا خلاف بین الفقهاء أن الهدی لا یجزئ إلا بمكة و أن بلوغه الكعبة أن یذبحه هناك فی الحرم“ (اعلاء السنن ۱۰/۳۳۵)۔

اس رائے سے اتفاق رکھنے والے حضرات یہ ہیں:

- | | |
|-----------------------------------|------------------------------------|
| ۱۔ مفتی عبید اللہ اسعدی | ۲۔ مولانا عتیق احمد قاسمی |
| ۳۔ مولانا قمر الزماں ندوی | ۴۔ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی |
| ۵۔ مولانا محمد ارشاد قاسمی | ۶۔ مولانا عبدالرشید قاسمی |
| ۷۔ مولانا سید اسرار الحق سبیلی | ۸۔ مولانا عبدالسلام ابو ہریرہ سلفی |
| ۹۔ مولانا بربان الدین سنبھلی | ۱۰۔ مولانا اشتیاق احمد اعظمی |
| ۱۲۔ مولانا سراج الدین قاسمی | ۱۳۔ مولانا اخلاق الرحمن قاسمی |
| ۱۴۔ مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی | ۱۵۔ مولانا جمیل احمد ندیری |
| ۱۶۔ حکیم ظل الرحمن | ۱۷۔ مولانا محبوب علی وجیہی |
| ۱۸۔ مولانا عبدالفتاح عادل | ۱۹۔ مولانا تنویر عالم قاسمی |
| ۲۰۔ مولانا ابرار الحق صدیقی | ۲۱۔ مولانا محمد جنید احمد فلاحی |
| ۲۲۔ مولانا اختر ضیا قاسمی | ۲۳۔ مولانا فضل الرحمن افضل قاسمی |
| ۲۴۔ مولانا محمد عمر فلاحی | ۲۵۔ مولانا ابرار خاں ندوی |
| ۲۶۔ مولانا محمد نور القاسمی | ۲۷۔ مولانا سید مصلح الدین قاسمی |
| ۲۸۔ مولانا ظفر الاسلام | ۲۹۔ مولانا خورشید احمد اعظمی |
| ۳۰۔ مولانا منظور احمد قاسمی | ۳۱۔ مولانا خورشید انور اعظمی |

۳۳۳۔ مولانا محمد امیر اہم فلاحی	۳۳۲۔ مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی
۳۳۵۔ مولانا انور علی اعظمی	۳۳۴۔ مولانا عبدالقیوم پالنپوری
۳۳۷۔ مولانا راشد حسین ندوی	۳۳۶۔ مولانا عبداللطیف مظاہری
۳۳۹۔ مولانا اوسفیان مفتاحی	۳۳۸۔ مولانا حبیب اللہ قاسمی
۳۴۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۳۴۰۔ مولانا شکیل احمد بیتا پوری
۳۴۳۔ مفتی عبدالرحیم قاسمی	۳۴۲۔ ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی

اختلاف رائے رکھنے والے والے حضرات یہ ہیں:

۱۔ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی ۲۔ مولانا محمد ایوب صاحب ندوی شافعی۔

(یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ طواف زیارت کے لئے پاکی شرط ہے لہذا حیض و نفاس کی حالت میں طواف کسی طرح درست نہیں)۔

۳۔ جناب شمس پیرزادہ صاحب۔

ان کے نزدیک حائضہ عورت کے لئے مکہ میں رک کر طواف زیارت کر لینا قابل عمل ہے، انہیں قانونی دشواریاں تسلیم نہیں، بصورت دیگر طواف زیارت کے لئے وہ کسی کو نائب بنا سکتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مناسک میں مجبوری کی صورت میں نیابت کی گنجائش ہے، موصوف نے بدائع جلد ۲ کا مجمل حوالہ تحریر فرمایا ہے، لیکن احقر کوتاہی کے باوجود ایسی کوئی عبارت نمل سکی۔

ہمارا خیال ہے اس مسئلہ میں جن تین حضرات نے اختلاف رائے ظاہر کیا ہے، یہ اختلاف دراصل وہی قدیمی اختلاف ہے جو مشہور روایتان فقہ میں ائمہ احناف اور حضرات شوافع کے درمیان معروف و متداول ہے، اور فقہ و اصول فقہ میں ”الطواف کا اصلو“ وغیرہ عنوانوں سے استدلال اور پھر جواب استدلال کے مباحث ملتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عرض مسئلہ:

(سوال نمبر ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳)

مفتی جمیل احمد ذیری ☆

اس موضوع سے متعلق میرے سامنے ۳۶ مقالے ہیں، سول نمبر ۷ یہ تھا: سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکیوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، کیا ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور انہیں کیا کرنا ہوگا؟

ایسے شخص کو تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے محصر قرار دیا ہے اور وہی شرطیں ذکر کی ہیں جو محصر کی ہیں، صرف شمس پیر زادہ صاحب اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ”احصار تو اس صورت میں ہے جبکہ اس کا سفر حج یا سفر عمرہ صحیح ہو اور پھر دشمن یا مرض وغیرہ کی طرف سے رکاوٹ کھڑی ہو جائے۔“ ان کے نزدیک حکومت کی اجازت کے بغیر ایسے شخص کا احرام باندھنا صحیح تھا ہی نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ احرام کے صحیح اور قائل ہونے کے لئے کسی دوسرے شخص کی اجازت شرط نہیں، عورت شوہر کی اجازت کے بغیر، غلام آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھ لے، اس احرام کو بھی احرام کہا جائے گا، اور اس پر احرام کی پابندیاں بھی عائد ہوں گی، اگر شوہر یا آقا روک دے تو احصار ہوگا، اسی طرح حکومت کی پابندی کے باوجود، خواہ مصالح کے تحت ہی یہ

پابندی ہو، اگر کوئی بلا اجازت احرام باندھ لے، حج کا ہو یا عمرہ کا، اس کے احرام کو بھی احرام ہی کہا جائے گا، اس پر احرام کے احکام نافذ ہوں گے، روک دیئے جانے پر محصر قرار دیا جائیگا۔

ارکان حج و عمرہ ادا کرنے سے جو رکاوٹ بھی پیدا ہو جائے وہ احصار ہے، خواہ مرض، دشمن، بادشاہ، یا کسی مانع تلہر کی طرف سے پیش آئے، مقالہ نگاروں نے مدلل انداز میں اس کی وضاحت کر دی ہے، ساتھ ہی مقالہ نگاروں نے صراحت کر دی ہے کہ یہ شخص محصر اس وقت قرار پائے گا جب رکن کی ادائیگی سے قبل گرفتار ہو گیا ہو، یعنی حج کے احرام میں ذوق عرفہ اور طواف زیارت سے قبل اور عمرہ کے احرام میں طواف سے قبل، اگر گرفتاری ان ارکان کی ادائیگی کے بعد ہوئی ہو تو محصر نہ ہوگا، ”وفی الشریعة هو منع الوقوف والطواف“ (البحر الرائق ۳/ ۵۳)۔

اگر احصار زائل نہ ہو تو اس شخص کا احرام کیسے ختم ہوگا؟ اکثر مقالہ نگاروں نے اس کے جواب میں درج ذیل احکام لکھے ہیں:

۱- اگر صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا تو ایک قربانی (بکری، خسی، دنبہ وغیرہ) کی قیمت حرم میں بھیج دے، اگر تارن ہو تو دفتر بانیاں یا ان کی قیمت بھیجے، اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور خرید لیا جائے اور حد و حرم میں کسی جگہ ذبح کر دیا جائے، گرچہ ۱۰ ذی الحجہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، ذبح کا وقت اور دن پہلے سے مقرر کر لیا جائے تاکہ اسی دن اسی وقت سے یہ اپنے کو احرام سے باہر سمجھے، خواہ بال کٹوائے یا نہ کٹوائے۔

۲- جس نے حج کا احرام باندھا تھا وہ ایک حج اور عمرہ کی قضا کرے گا، جس نے قرآن کا احرام باندھا تھا وہ دو عمرہ اور ایک حج کی قضا کرے گا، جس نے عمرہ کا احرام باندھا وہ صرف ایک عمرہ کی قضا کرے گا۔

حرم میں قربانی کی قیمت بھیجنے کے متعلق مولانا عبید اللہ اسعدی اور مولانا ارشاد قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نہ ملے تو حرم میں قربانی کرانے کے بجائے ضرورتاً جہاں ہے وہیں قربانی کر دے، اس گنجائش کے لئے ان حضرات نے عمدہ وزبدہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔

قربانی کرنے کے بجائے امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق ہدی کی قیمت کا نلہ بھی دے سکتا ہے، ہر مسکین کو نصف صاع دے (عمدة القدر ۶۱۳) (مولانا ابراہیم نلاجی)۔
 نلہ بھی نہ دے سکتا ہو تو ہر نصف صاع کے بدلے روزہ رکھے (محمد اسعد اللہ قاسمی)
 یہ محصر بحق العبد ہے، بغیر ہدی کے احرام کھول دے، دم احصار کبھی بھی دیدے
 (مولانا سراج الدین ندوی)۔

ایسے شخص کو شرط احرام باندھنا چاہئے، یعنی احرام کے وقت یہ نیت کر لے کہ اگر پکڑ گیا تو حلال ہو جاؤں گا، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ حلال ہونے کے لئے قربانی کی ضرورت نہ ہوگی۔
 ”إن اشترط الإحلال عند الإحرام إذا حصر جاز له التحلل بغير
 ہدی“ (ثانی ۵۹۱/۲)۔

”عن أبي حنيفة أن الاشتراط يفيد سقوط الدم“ (المغنی لابن قدامة
 ۱۳۳۳)۔

ایسے افراد کو یہ مشورہ دیا ہے مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محمد عبدالرحیم اور مولانا محمد نور
 القاسمی صاحبان نے، احقر بھی اس مشورہ پر صا د کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ یام عدت میں عمرہ وحج
 ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں مقالہ نگاروں نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں:

۱- محصر ہے، دم دے کر حلال ہو جائے، ”زاد فی اللباب مما یکون محصراً
 أمور آخر منها العدة“ (رد المحتار ۲/۲۵۳) مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا
 نور القاسمی، مولانا صدر عالم قاسمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، جمیل احمد
 نذیری۔

۲- محصر ہے لیکن اگر اسی حالت میں حج و عمرہ کرے تو حج و عمرہ ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگی، ”فان حجت وہی فی العدة جازت بالاتفاق و كانت عاصیة“ (مولانا ظفر الاسلام مولانا عبداللطیف مظاہری)۔

۳- حج و عمرہ کر سکتی ہے، مولانا امیر خاں ندوی، مولانا محمد ایوب ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، حکیم ظل الرحمن، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی محمد عبدالرحیم، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا محمد رئیس ندوی۔

۴- قانونی مجبوریوں اور سفر حج و عمرہ کی موجودہ مشکلات کے پیش نظر حج و عمرہ کر سکتی ہے۔

مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مولانا محمد ابراہیم فلاحی، مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی، مولانا محمد عمر فلاحی، شمس پیرزادہ، مفتی محبوب علی، مولانا عبید اللہ اسعدی۔
۵- موجودہ حالات کے تحت ملک سے نکلنے کے بعد گنجائش ہے (مولانا محمد ارشاد القاسمی)۔

۶- مکہ پہنچنے سے قبل محصر کے حکم میں ہے، مکہ پہنچ کر دن میں حج کر سکتی ہے، رات میں اسی مقام پر عدت گزارے، مولانا قمر الزماں ندوی۔

۷- اگر گھر کے قریب ہے تو واپس آ جائے، مکہ مکرمہ کے قریب ہے تو پہلے حج کرے، پھر عدت گزارے (مفتی شکیل احمد)۔

۸- امام شافعی کے قول میں عورت مطلقاً حالت عدت میں حج یا عمرہ کر سکتی ہے (المجموع ۳۳۵) (مولانا فضل الرحمن فضل قاسمی)۔

۹- شوائع و حنابلہ کے یہاں گنجائش ہے، احناف کے یہاں بھی سفر شرعی نہ ہو تو گنجائش ہے (مولانا زبیر احمد قاسمی)۔

۱۰- جس جگہ شوہر کا انتقال ہوا ہے، مجبوری کی صورتوں میں جب وہاں سے منتقل

ہونے کی شرعاً اجازت ہو، حج و عمرہ کی گنجائش ہے اگر رفتائے سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی ہوں جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے: ”يجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة“ (فتح القدیر ۴/۲۱۹) (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

۱۱- ملک سے نکلنے کے بعد سفر حج و عمرہ کی گنجائش ہے، اگر رفتاء سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی ہوں جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے: ”يجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة“ (فتح القدیر ۴/۲۱۹) (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)۔

۱۲- مکہ کی دوری مسافت شرعی سے کم ہو تو حج و عمرہ کی گنجائش ہے، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا سید مصلح الدین قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ابرار الحق صدیقی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی۔

۱۳- اگر سفر شرعی سے آگے بڑھ چکی ہے تو گنجائش ہے (مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا محمد جنید احمد فلاحی)۔

مذکورہ بالا آراء کی روشنی میں سفر حج کی موجودہ مشکلات کو دیکھتے ہوئے احقر کے نزدیک قابل ترجیح رائے یہی ہے کہ ملک سے نکلنے کے بعد اگر شوہر کی وفات کا واقعہ پیش آتا ہے تو عورت کے لئے حج و عمرہ کی گنجائش ہونی چاہئے، اس لئے کہ ملک سے باہر نکل جانے کے بعد کسی بھی شخص کا نہ ہر جگہ قیام ممکن ہے نہ اپنی مرضی سے واپسی ممکن ہے، جب وہاں رہنا ہی ہے تو حج و عمرہ ادا کرنے کی بھی اجازت ہونی چاہئے، پھر یہ کہ حج و عمرہ کی تضا بھی آسان نہیں، کیونکہ اسفار بھی دو ملکوں کے قوانین کے پابند بنا دیئے گئے ہیں، ایک وہ جہاں سے سفر ہوا ہے، دوسرا سعودی عرب، ظاہر ہے کہ حج و عمرہ کے سفر میں بھی کوئی شخص اپنی مرضی کا مالک نہیں رہا، ان دشواریوں کے پیش نظر ملک کی سرحد پار کرنے کے بعد عورت کو حج و عمرہ کی اجازت ہونی چاہئے، جیسا کہ زبدۃ الناسک ۳۶، العرف الخدی علی الترمذی ۲۲۱/۱، فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۳۸ وغیرہ

میں ہے۔

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے وہ وہی ہے جو محصر کا ہے مگر گنجائش و اجازت موجودہ حالات کے مد نظر ضرورت و حاجت کی بنا پر دی جانی چاہئے۔

سوال نمبر ۱۲

حج کا سفر کرنے والا یام حج یعنی ۷-۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی یام حج شروع ہو جاتے ہیں، اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، تو وہ مقیم ہو گا یا نہیں؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہو گیا ہے۔

اس کے جواب میں بھی مختلف رائیں سامنے آئی ہیں، مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نے مکہ مکرمہ اور منیٰ کی آبادیوں کے اتصال کو تسلیم نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں: ”آبادیوں کا فصل اب بھی موجود ہے، اگرچہ کم ہو گیا ہے“۔ لہذا مکہ اور منیٰ دونوں جگہ کا قیام مل کر ۱۵ دن کا ہو جائے تو یہ شخص مقیم نہ ہوگا، یہی رائے درج ذیل حضرات کی بھی ہے:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مفتی محمد عبدالرحیم، مولانا ابراہیم فلاحی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ایوب ندوی، حکیم ظل الرحمن، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا جمیل احمد ندیری، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا محمد ابرار خاں ندوی، مولانا انور علی اعظمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ظفر الاسلام، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا جنید احمد فلاحی، مولانا نور القاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اگر مکہ مکرمہ کی بلدیہ (کارپوریشن، میونسپلٹی) نے منیٰ کو مکہ کے ساتھ ملا دیا ہے تو منیٰ مکہ مکرمہ کا ایک محلہ شمار ہوگا اور منیٰ کا قیام مکہ کا قیام سمجھا جائے گا، یہ رائے ہے مولانا عتیق احمد قاسمی، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا عبدالقیوم پالمن پوری اور مولانا محبوب علی کی،

مولانا عبید اللہ اسعدی نے لکھا ہے کہ مکہ اور منیٰ انتظاماً ایک ہی کارپوریشن کے تحت ہیں، ان کا رجحان مقیم تسلیم کرنے کی طرف ہے۔

مولانا سراج الدین قاسمی اور مولانا محمد عمر فلاحی کی رائے ہے کہ اگر مکہ اور منیٰ کے مابین مقدار نفلوہ یعنی ۷۱۳، ۱۶ میٹر سے فاصلہ کم ہو تو مقیم ہوگا ورنہ مسافر۔

کچھ حضرات کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے سوال میں درج دونوں آبادیوں کے اتصال کو تسلیم کر لیا ہے اور اس اتصال سے دونوں آبادیوں کا ایک حکم لگا کر مقیم ہونے کی رائے دی ہے، مثلاً یہ حضرات شمس پیرزادہ، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبدالفتاح عادل، مولانا اختر ضیاء قاسمی، مولانا فضل الرحمن فضل قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا صدر عالم۔

مولانا رئیس ندوی لکھتے ہیں کہ مقیم نہ ہوگا لیکن حاجی ہونے کی وجہ سے قصر کرے گا۔ احقر کی رائے یہ ہے کہ اولاً حکومت سعودیہ نے منیٰ کو مکہ میں داخل کر کے دونوں آبادیوں کو مکہ کا نام دے کر منیٰ کو مکہ کا محلہ نہیں بنادیا، دوم دونوں آبادیاں نصاً الگ الگ ہیں، لہذا اتصال آبادی کے باوجود دونوں آبادیاں الگ الگ مانی جائیں گی اور دونوں جگہ ملا کر مدت اقامت ۱۵ دن ہو جائے تو بھی مقیم نہ ہوگا۔

سوال نمبر ۱۳

رمضان المبارک میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم احناف کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعت پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد و حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب معلوم نہیں ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں وتر کو ادا کرے تو مذکورہ خرابی

لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرنا ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و مجمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

اس کے جواب میں اکثر لوگوں نے جماعت اور مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی اقتداء کی رائے دی ہے۔

درج ذیل حضرات نے الگ پڑھنے کی رائے دی ہے:

مولانا بربان الدین سنبھلی، مولانا سید مصلح الدین قاسمی، مولانا ارشاد القاسمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عبدالقیوم پالن پوری، مولانا عبداللطیف مظاہری، مولانا محبوب علی، مولانا منظور احمد قاسمی۔

اس کے برعکس مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا سراج الدین قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا صدر عالم قاسمی اور جمیل احمد ندیری نے امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرنے کی اجازت اس تدبیر کے ساتھ دی ہے کہ جب دو رکعت پر امام سلام پھیر دے تو یہ نہ پھیرے بلکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، جب امام تیسری رکعت پڑھے تو اس کے ساتھ یہ بھی سلام پھیرے۔

ان حضرات کا استدلال ابو بکر جصاص رازی کی درج ذیل عبارت سے ہے:

”وجوزه أبو بکر الرازی و یصلیٰ معہ بقیة الوتر لأن إمامہ لم یخرج بسلامہ عنده وهو مجتہد فیہ“ (البحر الرائق ۳/۳۹۲)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ”و معنی کونہ لم یخرج بسلامہ أن سلامہ لم یفسد وترہ لأن ما بعده یحسب من الوتر فکأنہ لم یخرج منه“ (رد المحتار ۱/۳۹۳)۔

مولانا محمد ابراہیم فلاحی نے نظام الفتاویٰ ۱/۷۲ کے حوالہ سے دوسری تدبیر یہ لکھی ہے کہ دو رکعت نفل کی نیت کرے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ملا کر دو رکعت مکمل کرے۔

لیکن خیال رہے کہ اس صورت میں وتر اس کے ذمہ باقی رہے گی جو بعد میں پڑھنی ہوگی۔

احقر کا رجحان امام ابو بکر رازی کے قول کی طرف ہے اور پہلی تدبیر کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

جدید فتنہ تحقیقات

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ✽

۱- احناف کے تمام ائمہ، جمہور فقہاء اور امام شافعی کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک بھی (بلکہ امام شافعی کا پہلا قول) یہی ہے کہ باہر سے آ کر مکہ مکرمہ کے اندر بغیر احرام باندھے داخل ہونا ممنوع ہے جیسا کہ (بدائع الصنائع ۲/۱۶۳، طبع بول) میں حضرت عباسؓ کی یہ روایت: ”فانی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً“ (میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میقات سے بغیر احرام کے کوئی شخص تجاوز نہ کرے) نقل کرنے کے بعد صاحب بدائع لکھتے ہیں:

”اگر کسی نے ان موامیت کو پار کر کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا خواہ حج کے ارادہ سے ہو یا تجارت یا کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے، ہمارے نزدیک بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر کوئی مکہ میں حج کے ارادہ سے داخل ہو تو اس پر احرام واجب ہے اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا ہے تو بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، جواز کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں بغیر احرام کے سکنی جائز ہے، تو دخول بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ وہ سکنی سے کمتر ہے۔ ہماری دلیل جو آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ مکہ اس دن سے قائل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں اور نہ میرے بعد..... (الحديث) اور تین طریقے پر اس حدیث سے

استدلال کیا ہے:

۱- ”ألا إن مكة حرام“۔

۲- ”لا تحل لأحد بعدى“ (کسی کے لئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز

نہیں)۔

۳- ”ثم عادت حراما إلى يوم القيامة“ (قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت

باقی رہے گی)۔ اور حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے مکہ میں دخول حلال نہیں، اور اس لئے کہ یہ زمین کا وہ مقدس ٹکڑا ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف و عزت اور قدر و منزلت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت عبادت کا التزام ہو، تا کہ دیگر تمام حصہ زمین سے اس کا شرف مقام ممتاز رہے“ (بدائع المنافع ۲/۱۶۳، نیز دیکھئے: ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

اور نیل الاوطار (۲۸/۵) میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

”اور بغیر کسی عذر کے میقات سے آگے جانے کے جواز میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک میقات سے آگے بڑھنا ممنوع ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے، خواہ حج و عمرہ کی غرض سے جانا ہو، یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور غرض سے، اور جو بغیر احرام کے جائے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر دم لازم ہوگا، اور عبد اللہ ابن عمر اور اسی طرح الناصر سے مروی ہے، اور امام شافعی کا آخری قول یہی ہے اور ابن عباس کا بھی ایک قول یہی ہے کہ احرام اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو حج و عمرہ میں سے کسی کے ارادہ سے داخل ہوا ہو، صرف داخل ہونے سے واجب نہیں ہوتا ہے، جمہور فقہاء نے اللہ تعالیٰ کے قول ”اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو“ سے استدلال کیا ہے“ (نیل الاوطار ۲۸/۵، طبع بیروت)۔

اس دلیل پر نقد کرنے کے بعد علامہ شوکانی نے دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے:

”جمہور کی دوسری دلیل ابن عباس کی وہ حدیث ہے جس کو تینہتی نے لفظ ”لا یدخل“

أحمد مكة إلا محرماً“ (کہ مکہ میں حرم ہی داخل ہوگا) سے روایت کیا ہے، اس روایت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کی اسناد جید ہے، اور ابن عدی نے اس کو دوسری سندوں سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اور امام شافعی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرے گا اس کو لوٹا دیا جائے گا۔“

علاوہ ازیں فتح القدر مع الکفایہ (طبع کوئٹہ پاکستان) میں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اور اس سلسلہ کی روایات مع ما خذ نقل کی گئی ہیں، ان میں ایک روایت یہ بھی ہے:

”عن ابن عباس قال إذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع إلى الوقت فأحرم وإن خشي إن رجع إلى الوقت فإنه يحرم و يهرق لذلك دماً“ (۳۳۵/۲)۔

اس پر علامہ ابن ہمام نے نیوٹ لکھا ہے:

”اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ آپ ﷺ کے کلام میں سے ہے راوی کا کلام نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ کے اس قول ”ممن أراد الحج والعمرة“ میں منظومات مراد لیا مفہوم مخالف سے بہتر ہے“ (حوالہ سابق)۔

۲۔ جن فقہاء کے نزدیک بغیر احرام کے مکہ معظمہ یعنی حدود حرم میں داخل ہونا مطلقاً ممنوع ہے، ان کے نزدیک ان اعدار کی بنا پر بھی جو سوانامہ میں مذکور ہیں، بغیر احرام کے مکہ جانا ممنوع ہوگا، البتہ اس کے لئے بعض حیلے اختیار کرنے کی اجازت حنفی کتب فقہ مثلاً عنایہ، کنایہ اور شامی ۲/۱۵۴-۱۵۵ وغیرہ میں مذکور ہیں، ایک یہ کہ حل کی نیت کرنا پھر وہاں سے مکہ معظمہ جانا وغیرہ، لیکن کتب فقہ میں (حل) سے مکہ معظمہ بغیر احرام کے جانے کی جو عقلی وجوہ اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً بدائع میں مذکور یہ وجہ:

”اس لئے کہ اہل بستان (یعنی حل) کے مصالح مکہ سے متعلق ہیں، کیونکہ ان لوگوں کو ہمہ وقت وہاں جانے کی ضرورت پڑتی ہے، اگر انہیں بغیر احرام کے داخل ہونے سے روکا جائے

تو وہ حرج میں پڑ جائیں گے اور شریعت نے حرج کو دور کیا ہے۔ اور اگر کوئی حرم سے حمل کی طرف نکلتا ہے اور میقات پار کئے بغیر مکہ لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ بغیر احرام کے مکہ لوٹ سکتا ہے، اس لئے کہ اہل مکہ کو لکڑیاں اور گھاس کے لئے حمل کی جانب نکلنے اور پھر مکہ لوٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہذا اگر ہم ان کے لئے ہر خروج پر احرام لازم کر دیں گے تو وہ حرج میں پڑ جائیں گے۔“

ان سے تو یہ نکلتا ہے کہ اگر حمل کے باہر مکہ والوں کو آنے جانے کی ایسی ہی شدید ضرورت پیش آجائے جیسا کہ حمل میں پیش آتی ہے تو انہیں حمل کے باہر آفاق سے بھی بغیر احرام کے مکہ آنے جانے کی اجازت ہو، اگر مسئلہ صرف قیاسی ہوتا تو ایسا قول اختیار کر لینے کی گنجائش ہوتی، خاص طور سے اس اصول کی موجودگی میں جو بدائع الصنائع ۱۵۹ میں بایں الفاظ بتایا گیا ہے ”لأن الضرورة سبب لتخفيف الحكم وتيسيره“۔

لیکن مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے علامہ شوکانی کی اس دلیل: ”وقد كان المسلمون في عصره ﷺ يختلفون إلى مكة لحوانجهم ولم ينقل أنه أمر أحد منهم بإحرامه“ (اور مسلمان آپ ﷺ کے زمانہ میں مختلف ضرورتوں کے پیش نظر مکہ جایا کرتے تھے، لیکن یہ منقول نہیں ہے کہ ان میں سے کسی کو احرام کا حکم دیا گیا ہو) کا جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”میرا خیال ہے کہ اگر مکہ جانے سے مراد وہ شخص ہے جو میقات میں داخل ہو تو ہم پر اعتراض نہیں ہوگا، اور اگر اس شخص کا جانا مراد ہو جو میقات سے خارج ہے تو یہ تسلیم نہیں ہے، کیونکہ موافقت مکہ سے بہت دور ہیں، اور انسانی اور شہری ضروریات شہر سے قریب ہی ہوا کرتی ہیں، اور شہر سے دور بہت ہی نادریں ہیں“ (اعلاء السنن ۱۸/۱۰)۔

اس صورت حال پر غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بقعہ مبارک میں قیام کرنے، وہاں کاروبار یا دوسرے ذرائع کسب معاش اختیار کرنے کا موقع دیا ہے،

تو اس کے انعام کا تقاضہ یا حق ہے کہ اس بقعہ سے متعلق دو خاص عبادتوں (حج، عمرہ) میں سے ایک ادا کرے، عموماً عمرہ میں بمشکل دو گھنٹے خرچ ہوتے ہیں، تو کیا ایک مسلمان تاجر، یا ٹیکسی ڈرائیور کے لئے دو گھنٹے نکال لینا مشکل کام ہے؟ جب کہ قبوہ خانوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں روزانہ اس سے کہیں زیادہ عام طور سے وقت گزارتے ہیں یا گنوا دیتے ہیں، دراصل احساس بیدار کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ سہولت پسند بلکہ سہل انگار طبیعتوں کے لئے حیلے اور فرار کے راستے بچھانے کی۔

علامہ شوکانی نے حجاج بن علاط کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا جواز ثابت کیا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا ظفر احمد تھانوی نے کیا خوب لکھا ہے:

”احتمال یہ ہے کہ حجاج والا واقعہ موافقت کی تعیین سے پہلے کا ہو، اس لئے کہ فتح خیبر کے بعد ان کا مکہ آنا اپنے اسلام کو چھپا کر اپنا مال جمع کرنے کے لئے تھا، بعض نے کہا کہ حج کی فرضیت سن نو میں ہوئی اور بعض نے سن چھ کہا ہے۔ اور جنہوں نے حج کی فرضیت کو سن چھ میں کہا ہے انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں دی کہ فرضیت حج فتح خیبر سے پہلے ہوئی یا بعد میں“
(اعلاء السنن ۱۰/۱۸۱)۔

۳- مکہ میں مستقل (مکی) کے لئے عند الاحناف جائز نہیں ہے۔

۴- مکی یعنی جو مکہ کا مستقل باشندہ ہو، یا اشہر حرم شروع ہونے سے قبل صحیح طریقہ سے مکہ مکرمہ آ کر مقیم ہو گیا ہو (زبدہ ۳۰۵) یا کم از کم ایک سال وہاں مقیم رہنے والا ہو (بدائع ۲/۱۶۵)، سے مستفاد ہوتا ہے کہ اقامت مکہ پر ایک سال گزرنے سے مکی کے مخصوص احکام متعلق ہو جاتے ہیں، جس سال حج کرنے کا ارادہ کرے اس سال اشہر حج میں عمرہ نہ کرے، ظاہر ہے کہ حج و عمرہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی کئے جاتے ہیں اس کی رضا اسی میں ہے کہ مکی دونوں کو جمع نہ کرے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت: ”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر

من الہدی..... ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام“ میں صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ تمتع (اور قرآن) ان لوگوں کے لئے مشروع ہیں جو مسجد حرام (مکہ) کے باشندے نہ ہوں۔

جبکہ مکہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمع بین السنکین کی اجازت نہیں ہے، لہذا ایسا کرنے سے وہ گنہگار ہوگا، ظاہر ہے کہ یہ عبادتیں ”اجر“ کے لئے کی جاتی ہیں نہ کہ ”وزر“ کے لئے، اور یہ بھی بدیہی سا ہے کہ ایسے کسی نے حج ضرور کر لیا ہوگا، اور جو جمع بین الحج والعمرة کا شائق ہے (اگر حج نہ کیا ہو تو وہ ایک سال صرف حج کرے اور عمرہ نہ کرے) تو پھر اسے عمرہ کے ساتھ حج کر کے گنہگار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس حکم میں تو اس کے لئے آسانی ہے نہ کہ مشقت، پھر مسلک سے عدول کی کیا ضرورت اس لئے سوال میں مذکور عبارت ”اہل مکہ کو پابند کرنا..... تنگی اور دشواری کی بات ہے“ بے محل اور غیر ضروری معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ترک حج میں کوئی تنگی و دشواری نہیں کیونکہ ایسا کرنا صرف ایک سال ضروری ہوگا نہ کہ ہمیشہ، اور اگر اس نے ابھی حج فرض نہیں کیا ہے تو پہلے حج فرض ادا کرے اور حد و حرم کے باہر اشہر حج میں نہ جائے، جب حج فرض کے لئے دنیا بھر سے لوگ بے پناہ مشقتیں اٹھا کر اور کثیر رقم خرچ کر کے آتے ہیں، تو مکہ میں مقیم حج فرض ادا کرنے والے کے لئے صرف اتنی پابندی برداشت کر لینا کہ وہ صرف دو مہینہ دس روز تک حدود میقات سے باہر نہ جائے کیا دشوار ہے؟ اور یہ ”مشقت“ کے ذیل میں کیسے آ سکتا ہے، ورنہ تو ایسی مشقت ہر شرعی حکم کی بجا آوری میں ہوتی ہے تو پھر سرے سے (تکلیف) ہی مرتفع کر دی جائے۔

۵- اس مسئلہ میں فقہائے حنفیہ کے درمیان بھی خاصا اختلاف نظر آتا ہے، علمائے دیوبند کی رائیں بھی مختلف ہیں، مولانا مفتی سعید احمد صاحب مظاہری (سابق صدر مفتی مظاہر علوم) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب معلم الحجاج صفحہ ۲۲۱ پر دونوں قول نقل کر کے جواز کو ترجیح دی ہے، لیکن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے جواہر الفقہ (۱/۴۹۲) میں صرف عدم جواز کا

قول نقل کیا ہے، جس سے ان کا رجحان عدم جواز ہی متبادر ہے، اپنے اکابر میں مناسک کے ایک بہت بڑے عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی نے ”زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک“ میں اس مسئلہ پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے، اس میں جواز کی گنجائش تو ذکر کی ہے لیکن بہتر نہ ہونے کا عندیہ دیا ہے (دیکھئے صفحہ ۳۰۶-۳۱۶) بحث کا خلاصہ کرتے ہوئے اس میں لکھا ہے: ”پس بہتر یہی ہے کہ معتبر کو بعد عمرہ، تمتع کے حج سے پہلے، دوسرا عمرہ نہ کرنا چاہئے (صفحہ ۳۱۶)۔“

۶: الف، ب۔ صرف ایسے معذور کے لئے رمی میں اپنا نائب بنانے کی اجازت ہے جو نماز کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر نہ ہو بلکہ اس کے لئے بیٹھ کر فرض پڑھنے کا جواز ہو (زبدۃ، ۸۸)، محض ازدحام کے خوف سے غیر معذور کو رمی کے لئے اپنا نائب بنانے کی اجازت نہیں ہے، البتہ دن کے بجائے رات کو رمی کرنے کی اجازت بعض مخصوص حالات میں مردوں کو بھی ہو سکتی ہے۔
۷۔ یہ لوگ بھی ”مُحْصَر“ سمجھے جائیں گے، ان کے لئے بھی وہ تمام احکام ہوں گے جو ”مُحْصَر“ کے لئے عام کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۸۔ اس سلسلہ میں راقم کا ایک تفصیلی مضمون ”البعث الاسلامی“ (عربی) میں چھپ چکا ہے، اس کا خلاصہ اردو کے ماہنامہ ”انفرنقان“ وغیرہ میں بھی چھپا ہے۔

۹۔ بغیر آمر کی اجازت کے نہیں کر سکتا، کیونکہ حج بدل کرنے والا اصلاً تمتع نہیں کر سکتا، اس لئے بغیر اجازت کے تمتع نہ کرے یعنی آج کل کے محض نام نہاد عرف کی بنا پر (اگرچہ عرف بھی محل نظر ہے، کیونکہ ہمیشہ سے تمتع کا رواج زیادہ رہا ہے) تمتع کی اجازت نہ ہوگی۔

الف۔ کر سکتا ہے

ب۔ نہیں

ج۔ نہیں

د۔ حج بدل کرنے والے ہی پر دم تمتع آئے گا الا یہ کہ آمر صراحتہ دم کے لئے رقم ہدیہ کر دے، لیکن حج بدل کرنے والا دم تمتع کے لئے آمر سے مطالبہ نہیں کر سکتا (فتاویٰ رحیمیہ، ۸/۳۲۳)۔

ھ۔ جو شخص طویل احرام کی پابندیاں جھیلنے کا متحمل نہ ہو وہ حج بدل کے لئے نہ جائے، اس کے علاوہ دوسرے بہت سے اللہ کے بندے طویل احرام کی پابندیاں بخوشی برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، ایسے ہی لوگوں کو بھیجا جائے جو اس کے لئے آمادہ ہوں، حج بدل کی پیشکش قبول کرنا ضروری نہیں ہے، جو تحمل نہ کر سکتا ہو وہ حج بدل کے لئے نہ جائے، پھر آج کل توجہ کمیٹی کے توسط سے جو لوگ حج کے واسطے جاتے ہیں وہ بہت سے بہت حج سے بیس پچیس روز پہلے ہی جاسکتے ہیں، ان کے لئے شرعی طور پر گنجائش ہے کہ وہ پہلے سیدھے جدہ سے مدینہ منورہ چلے جائیں، وہاں سے یام حج کے قریب، حج کا احرام باندھ کر آئیں، اس طرح بمشکل آٹھ دس روز احرام کا پابند رہنا پڑے گا، ابھی چند سال قبل جب کہ بحری جہازوں سے لوگ حج کے لئے جاتے تھے بالعموم ہر حاجی کو دس پندرہ روز تک بلکہ اس سے بھی زیادہ احرام کی حالت میں رہنا پڑتا تھا، اور بہت پہلے تو مہینہ بھر یا اس سے زیادہ مدت تک، اور لوگ اسے بخوشی کو ارا کرتے تھے، تو آج کل ہفتہ عشرہ کی پابندی کیونکر ناقابل برداشت مشقت قرار دی جاسکتی ہے۔

و۔ ورنہ کی اجازت سے بظاہر جائز ہونا چاہئے، ورنہ کی اجازت حج بدل میں تمتع کے جواز کے بارے میں بھی کافی ہونا علامہ شامی کی حسب ذیل عبارت سے مستفاد ہوتا ہے: ”لأن الوارث خلیفة المورث“ (۲۳۹/۲) (اس لئے کہ وارث مورث کا خلیفہ ہے)۔

۱۰: الف، ب، ج، د۔ ناپا کی یعنی حیض و نفاس وغیرہ کی حالت میں اگر طواف ناگزیر ہو تو حد و حرم کے اندر سے دم (بدنہ) دینا ضروری ہوگا، یہ گنجائش بھی صرف فقہ حنفی میں ہی ہے، بقیہ مکاتب فقہ میں تو طواف ہی کرنا ضروری ہے اس کے بغیر صحبت حرام رہے گی اور حج نامکمل، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ کو جب ایک زوجہ مطہرہ (حضرت صفیہؓ) کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے حیض آنے کی وجہ سے طواف نہیں کیا ہے (اور آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ انہوں نے طواف افاضہ نہیں کیا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لعلھا حابست“ (ابوداؤد ۲۴۳/۲ طبع بحیدری کانپور، باب الخائف من خروج بعد الافاضہ)، اس سے معلوم ہوا کہ طواف افاضہ کے لئے حاضہ کو مکہ

مکرمہ میں ٹھہرنا ضروری ہے تاکہ پاک ہو کر طواف کرے، پھر وطن روانہ ہو۔

الف- اجازت ہے بدرجہ مجبوری۔

ب- رکن ادا ہو جائے گا اور دم (بدنہ) دینا لازم ہوگا (۲۰۵/۲)۔

ج- بدنہ (گائے یا اونٹ) ذبح کرنا ہوگا، بکرا نہیں (ایضا)۔

د- حدود حرم میں ادائیگی ضروری ہوگی اس کے باہر نہیں، ورنہ واجب ادا نہ ہوگا، جیسا کہ حج کی جنایات کے ”دم“ کا حکم ہے (جو تمام قائل ذکر کتابوں میں ملتا ہے)، حیض و نفاس وغیرہ کی حالت میں بھی طواف کرنے سے فریضہ ادا ہو جانے کا ذکر ”بدائع الصنائع“ میں یوں آیا ہے: ”فأما الطهارة عن الحدث والجنابة والحیض والنفاس فلیست بشرط لجواز الطواف ولیست بفرض عندنا بل واجبة حتی یجوز الطواف بملونہا (بدائع ۱۲۹/۲) (رہا حدث، جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونا تو یہ ہمارے نزدیک جواز طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ کوئی فرض ہے بلکہ واجب ہے، اس کے بغیر بھی طواف جائز ہو جاتا ہے)۔“

احناف کے نزدیک طواف کر لینے کے بعد، چاہے بحالت جنابت ہی کیا ہو، دم دینے سے قبل بھی جماع حلال ہو جائے گا، ردالمحتار میں ہے: ”حل فی حق النساء بطواف الزیارة جنباً“ (۲۰۵/۲) (طواف زیارت عورتوں کے حق میں جنابت کی حالت میں بھی حلال ہے)۔

۱۱- اصل حکم شرعی تو یہی ہے کہ عورت کو جس جگہ اپنے شوہر کی وفات کی اطلاع ملے، اگر وہ جگہ اتنا مت کے لائق ہو یعنی وہاں قیام میں کوئی مانع طبعی، عقلی، شرعی نہ ہو، تو وہیں ٹھہر کر عدت گزارے، لیکن مجبوری کی صورتوں میں یعنی جب وہاں سے منتقل ہونے کی شرعاً اجازت ہو تو حج و عمرہ کی ادائیگی کے جواز کی گنجائش مستبعد نہیں، اگر معتدہ بحالت عدت عمرہ و حج ادا کر لے تو بہر حال حج و عمرہ صحیح ہو جاتا ہے۔

۱۲- تقریباً تمام کتب فقہ میں مکہ و منیٰ کو الگ الگ شہر قرار دیا گیا ہے، اور یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ ان دونوں جگہ مشترک طور پر پندرہ دن و رات قیام کرنے کی نیت سے ٹھہر نے والا مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ ہوگا، آج بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اب بھی مکہ و منیٰ کی آبادیوں کے درمیان فصل موجود ہے، اگرچہ وہ پہلے کے مقابلہ میں کم ہو گیا ہے، دونوں کے درمیان فصل کا مشاہدہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو وہاں جائے۔

۱۳- یہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں جو ”فقہ اکیڈمی“ میں موضوع بحث بنایا جائے، اس میں مذہب حنفی کی رعایت بہت ضروری ہے کیونکہ فقہ حنفی میں ایک رکعت مشروع ہی نہیں، اگر کوئی پڑھتا ہے تو وہ نامشروع کام کرتا ہے، پھر وتر کی جماعت (رمضان میں) صرف مستحب ہے، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، بلکہ تراویح کی جماعت سے بھی کم درجہ ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

”والصحيح أن الجماعة فيها (في الوتر) أفضل إلا أن سنيتها ليست

كسنية جماعة التراويح“ (۱/۳۷۷)۔

(اور صحیح یہ ہے کہ وتر میں جماعت افضل ہے مگر اس کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کی طرح نہیں ہے)۔ اور علامہ شامی نے تو یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ شافعی (غیر حنفی) امام کے پیچھے اقتداء کی صحت مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ امام وتر کی تینوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھے (۱/۳۹۷)۔

چنانچہ ماضی میں (چاروں مصلی ختم ہونے کے بہت بعد بھی) حرم شریف میں وتر کی جماعت حنفی علیحدہ کرتے تھے، اور اس میں اکثریت یعنی کل حاضرین میں سے زیادہ تعداد، شریک ہوتی تھی جیسا کہ مولانا قاری حمید الدین صاحب سنبھلی (جو علامہ کشمیری کے شاگرد تھے) نے اپنے سفرنامہ میں نقل کیا ہے، یہ سفرنامہ ”نصف صدی قبل کا سفرنامہ حج“ کے عنوان سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے اس کے صفحہ ۵۰ پر ہے: تمام حنفی اس (وتر کی) جماعت سے

علیحدہ ہو کر ”باب امرۃ“ کے قریب جمع ہو گئے اور وتر کی اپنی علیحدہ جماعت (ان کی جماعت ہو جانے کے بعد) کی، کیونکہ وہ جنبلی کہلاتے ہیں، وہ وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے پڑھتے ہیں، اس لئے حنفی وتر کی جماعت علیحدہ کرتے ہیں، جب حنفیہ وتر کی جماعت کے لئے علیحدہ ہوتے تھے تب معلوم ہوتا تھا کہ ماشاء اللہ حنفیہ کس قدر ہیں، نصف سے زیادہ لوگ الگ ہو جاتے تھے (نصف صدی قبل کا سفر ماہِ صفر ۵۰ مطبوعہ لکھنؤ)۔

علاوہ ازیں کتب فقہ حنفی میں صراحت ہے کہ اگر امام ایسی کوئی بات کرتا ہے جو موجب بطلان ہو یا ترک واجب و فرض لازم آتا ہو تو اس کی اقتداء جائز نہیں (دیکھئے ثامی ۳۸۷-۳۸۹)۔

مزید قابل غور یہ ہے کہ متعدد معتبر کتب فقہ میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک زمانہ میں عرفات کے میدان میں امامت کی امام کرتا تھا، اور وہ (باوجود ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقیم ہونے کے) قصر پڑھتا تھا، تو تمام مسالک کے علماء نے اس کی اقتداء کرنے سے منع کیا، حالانکہ وہاں جماعت و مجمع کی رعایت زیادہ اہم ہے۔

اس جماعت میں شریک ہونے کے بارے میں امام نسبی نے فرمایا:

”العجب من أهل الموقف يتابعون إمام مكة في القصر فأتى يستجاب لهم أو يرجى لهم الخير و صلواتهم غير جائزة“۔
اور ائمہ فرماتے ہیں:

”كنت مع أهل الموقف فاعتزلت و صليت كل صلوة في وقتها و أوصيت بذلك أصحابي“۔

(میں موقف والوں کے ساتھ تھا لیکن میں ہر نماز کو اس کے وقت میں الگ ہو کر پڑھتا اور اسی کی اپنے اصحاب کو وصیت کی)۔

(یہ تمام تفصیلات علامہ ثامی نے ”مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین

بعرفة“ کے ذیل میں ذکر کی ہیں، جنہیں فتاویٰ ریمیہ ۳۲۱/۸ میں نقل کر دیا گیا ہے۔

اس صورت حال کا تقاضہ تو یہ ہونا چاہئے کہ فقہی اکیڈمی ایک تجویز منظور کرے جس میں حکومت سعودیہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ سابق کی طرح حنفی نمازیوں کو رمضان میں وتر کی جماعت علیحدہ کرنے کی اجازت دے، یا امام حرم دو سلام کے بجائے ایک سلام سے تینوں رکعات پڑھائیں، جو ان کے مذہب (حنبلی) میں بھی بہر حال جائز ہے، چاہے خلاف اولیٰ ہو، مگر فقہ حنفی میں تو دو سلام سے تین رکعت جائز و مشروع ہی نہیں۔

حج — نئے اور اہم مسائل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ✽

”حج“ ارکان اسلام میں سے ایک ہے، جس سے ایمان کی تجدید ہوتی ہے اور دل و نگاہ کو نیا یقین حاصل ہوتا ہے، شاید اسی لئے آپ ﷺ نے اسلام کو بھی پچھلی زندگی کے گناہوں کے لئے کفارہ قرار دیا اور حج کو بھی ”الاسلام یہدم ما کان قبلہ والحج یہدم ما کان قبلہ“۔

عمر بھر میں ایک ہی بار صاحب استطاعت مسلمانوں سے یہ فریضہ متعلق ہے، اور اصل میں پانچ دن ہی اس عبادت میں صرف ہوتے ہیں، لیکن مسافرت، زبان و ماحول کی اجنبیت، موسم کی ناموافقت اور سب سے بڑھ کر لاعلمی اور ناتجربکاری اور ان سب سے مستزاد مانوس اور خیال و امید سے بھی بڑھ کر ازدحام، ایسی باتیں ہیں، جو ترقی کے اس دور میں بھی حاجی کو مشقت سے دوچار کرتی ہیں اور قدم قدم پر ارشاد نبوی ”الحج جہاد“ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

حج فرض ہونے اور کعبہ مطہرہ کے کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ایک ہی بار حج فرمایا ہے، یہی اول و آخر حج تھا، جس میں قریب ایک لاکھ جانثار آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اشارہ نبوی سے آپ ﷺ کو اندازہ ہو چکا تھا کہ شاید پھر اس عظیم مجمع سے آپ کی ملاقات نہ ہوگی، اس لئے آپ ﷺ نصیحت بھی فرماتے جاتے تھے: ”خذوا عني مناسككم“۔ صحابہ نے حسب معمول بلکہ معمول سے بڑھ کر آپ کے ایک ایک

عمل کا پے نظر غائر مشاہدہ کیا، اور علم کی اس امانت کو امت تک پہنچایا، اس لئے ”حج“ کے مسائل میں بہ مقابلہ دوسری عبادت کے فقہاء کے درمیان اختلاف کم ہے اتنا کم کہ جسے انگلیوں پر شمار کیا جاسکے۔

چونکہ یہ عبادت عمر میں ایک ہی بار فرض ہے، اور اس کی ادائیگی کے لئے جسمانی مشقت اور مالی قربانی دونوں ہی کا حصہ کثیر ہوتا ہے، شاید اسی لئے امام ابوحنیفہ نے خاص طور پر حج کے مسائل میں احتیاط کی روش کو قدم قدم پر ملحوظ رکھا ہے تاکہ یہ عبادت غیر مشکوک طریقہ پر انجام پاسکے، حج کے افضل ترین طریقہ کی بحث ہو، انعال حج میں ترتیب کا مسئلہ ہو، یا م قربانی کا مسئلہ ہو، مکہ میں کسی ضرورت سے آفاقی کا ورود ہو وغیرہ، ”احتیاط“ ہمیشہ آبلہ پائی کے راستہ پر لے جاتی ہے اور طبع و شواری پسند ہی کو راس آتی ہے، اس لئے موجودہ حالات میں حجاج کی کثرت اور مسائل حج سے عام حجاج کی ناواقفیت وغیرہ کی وجہ سے فقہ حنفی کے بعض مسائل میں مشکلات کا سامنا ہے، انہی کو مد نظر رکھتے ہوئے حج سے متعلق سوالات نہایت اہم اور فکر انگیز ہیں۔

۲،۱- حجاج کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کا مسئلہ

اگر حرم محترم کا سفر حج یا عمرہ کے ارادہ سے کیا جائے تو میقات سے بلا احرام آگے بڑھنا جائز نہیں، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ اگر سفر کا مقصد تجارت، اہل مکہ سے ملاقات وغیرہ ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے: حنفیہ کے نزدیک بلا احرام میقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا (فتح القدیر ۴۲۶/۲) اور اگر بلا احرام آگے بڑھ گیا تو یا میقات تک واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے، یا دم جنایت ادا کرے۔

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک احرام باندھنا مسنون تو ہے واجب نہیں، مناسک حج پر مشہور محدث امام نووی کی کتاب الايضاح میں مذکور ہے:

”ينبغي لمن يأتى من غير الحرم أن لا يدخل مكة إلا محرماً لحج أو

عمرة و هل يلزمه ذلك أم هو مستحب؟ فيه خلاف منتشر يجمعه ثلاثة أقوال
أصحها أنه مستحب“ (كتاب الايضاح، ۱۹۷)۔

(جو شخص غیر حرم سے آ رہا ہو اس کو مناسب ہے کہ مکہ میں حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ
داخل ہو، اور یہ کہ یہ حکم وجوبی یا انتخابی ہے اس میں کافی اختلاف ہے جو سمٹ کر تین اقوال میں
آ جاتا ہے جن میں صحیح ترین یہ ہے کہ مستحب ہے)۔

امام مالک سے بھی یہی انتخاب نقل کیا گیا ہے (المندوبہ الکبریٰ، ۳۰۳)، ابن قدامہ نے
اسی طرف امام احمد کار حجان نقل کیا ہے (المغنی، ۱۱۶)، البتہ اگر کسی شخص کو بار بار حرم میں آنا پڑتا ہو
جب بھی فقہاء شوافع کے یہاں احرام باندھ کر آنا مسنون ہے، ترک احرام مکروہ ہے، اور ترک
احرام کی وجہ سے دم ادا کرنا سنت ہے، تاکہ اپنے عمل کو فقہاء کے اختلاف سے بچایا جاسکے۔

”اس کے لئے احرام مسنون اور اس کا ترک مکروہ ہے، اور اس کے ترک کی وجہ سے
دم دینا مسنون ہے، اگرچہ بار بار اس کو داخل ہونا پڑے، یہ اس لئے تاکہ ان لوگوں کے اختلاف
سے نکل سکے جو اس کو واجب کہتے ہیں، جیسے حضرت ابن عباس اور امام ابو حنیفہ“ (الانفصاح علی
مسائل الايضاح، ۱۳۱)۔

احرام کے واجب نہ ہونے کے باوجود اسی وضاحت و تاکید کے ساتھ احرام کی اور نہ
باندھنے کی صورت میں دم کی تاکید مجھے مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں نہ مل سکی۔

حنفیہ نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو پیش نظر رکھا ہے جو عبد اللہ ابن عباس
سے منقول ہے کہ بلا احرام میقات سے آگے نہ بڑھا جائے، خود امام شافعی نے اپنی مسند میں
عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا
کرتے تھے (مسند امام شافعی، ۱۱۶)، دوسرے فقہاء نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کی حدیث مرفوع
”لا یجاوز الوقت إلا یا حرام“ کو حج و عمرہ کے سفر پر محمول کیا ہے۔

دلائل سے قطع نظر اس میں شبہ نہیں کہ حنفیہ کی رائے زیادہ احتیاط پر مبنی ہے، لیکن یہ بھی

ایک حقیقت ہے کہ گذشتہ ادوار میں آفاقی کا ایک دن دو دن میں مکہ آنا ممکن نہیں تھا، اور نہ تجارتی روابط آج کی طرح تھے، موجودہ دور میں تیز رفتار سوار یوں اور تجارتی روابط میں اضافہ نے ہفتہ عشرہ کے سفر کو چند گھنٹوں کا سفر بنا دیا ہے، تو اس صورت حال میں جو لوگ بار بار تجارت یا ملازمت کی غرض سے مکہ آئیں ان کو احرام و عمرہ کا مکلف قرار دینے میں حرج کا پایا جانا ایک امر واقعہ ہے، اور خود اس مسئلہ میں فقہاء حنفیہ نے حرج کو حکم کی بنیاد بنایا ہے۔

غور فرمائیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد مطلق ہے کہ میقات سے آگے نہ بڑھا جائے ”لا یجاوز الوقت“ اور جیسے آفاقی کے لئے مقررہ مقامات میقات ہیں، اسی طرح جو لوگ میقات سے اندر رہتے ہیں ان کے لئے حل کا آخری علاقہ میقات ہی کے حکم میں ہے کہ اگر حج یا عمرہ کا قصد ہو تو اس سے پہلے احرام باندھ لینا ضروری ہے، اور قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ ان مقامات کے لوگوں کے لئے بھی بلا احرام مکہ جانے کی گنجائش نہ ہو، لیکن فقہاء نے اس حرج و مشقت کی رعایت کرتے ہوئے ان کو بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی، ابن ہمام کی گفتگو ملاحظہ فرمائیے:

”من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثُر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين“ (فتح القدیر ۳/۲۲۵)۔
(جو لوگ میقات کی حدود کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ وہ مکہ کے اندر اپنی ضرورتوں سے بغیر احرام داخل ہوں، اس لئے کہ ان کا بار بار آنا جانا ہوتا ہے اور ہر مرتبہ احرام کو لازم کرنے میں کھلی ہوئی تنگی ہے)۔

ان حضرات کے زمانے میں آفاقی کو مکہ میں عبادت کے علاوہ دوسری اغراض سے بار بار آنے کی نوبت کم آتی تھی، اس لئے نہ قابل لحاظ حرج تھا اور نہ اس کو دور کرنے کی ضرورت، پھر بھی فقہاء نے ان لوگوں کے لئے جو احرام کے ساتھ داخل ہونے میں مشقت محسوس کرتے ہوں، جواز کی ایک بالواسطہ صورت یعنی حیلہ کی رہنمائی کر دی، جو فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں موجود ہے

(دیکھئے: عنایہ علی ہاشم فتح القدر ۳/۳۲۶)۔

حیلہ میں جو تکلف ہے وہ تو ظاہری ہے، علاوہ اس کے خیال ہوتا ہے کہ فقہاء نے جہاں کہیں حیلوں کی رہنمائی کی ہے وہاں کسی سخت ضرورت کی وجہ سے عارضی طور پر اس عمل کی گنجائش فراہم کرنا مقصود ہے، اب روز بروز آنے والے تاجروں کو مشورہ دینا کہ وہ ہمیشہ اس حیلہ سے کام لیا کرے اور حیلہ کو ایک مستقل عمل بنا لے، درست نظر نہیں آتا، کہ اس طرح دین کے بازیچہ اطفال بن جانے اور شریعت کے اوامرو نواہی کی بابت بے حسی و بے احترامی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

اس لئے اس حقیر کا خیال ہے کہ اس مسئلے میں ائمہ ثلاثہ کی رائے پر فتویٰ دیا جانا چاہئے، اور میرا تو خیال ہے کہ یہ ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول نہیں ہے، کہ عدول تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ دلیل و برہان کا اختلاف ہو، یہ اختلاف زمان کی بنا پر اختلاف احکام ہے، ”ولا ینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان“۔

۳- اہل مکہ کا حج تمتع

حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اہل مکہ کے لئے تمتع اور قرآن نہیں ہے، ان کو حج فردی کرنا چاہئے: ”لیس لأهل مكة تمتع ولا قرآن وإنما لهم الأفراد خاصة“ (ہدایہ مع الفتح ۳/۱۰) جو حکم اہل مکہ کا ہے وہی حکم ان لوگوں کا ہے جو حد و میقات کے اندر رہنے والے ہوں (عنایہ مع الفتح ۳/۱۰)، حنفیہ نے اس سلسلے میں حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس کے آثار کو پیش نظر رکھا ہے (عنایہ مع الفتح ۳/۱۰)۔

تاہم حنفیہ کے مسلک کی تفصیل دیکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کی تین قسمیں کی ہیں:

اول: جو مکہ میں مقیم ہیں۔

دوم: جو حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے ہی میقات سے باہر کے سفر پر جا چکے

ہیں۔

سوم: مکہ میں مقیم ہو اور ماہ حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر سفر پر گیا ہو۔ پہلی قسم کے لوگوں کے لئے نہ تمتع کی گنجائش ہے اور نہ قرآن کی، اور اگر تمتع یا قرآن کر لے تو گنہگار ہوگا، اور تلافی کے لئے دم بھی واجب ہوگا، اور دم بھی اس شان سے واجب ہوگا کہ اگر تنگی اور عسرت کی وجہ سے ان کے بدلہ روزہ رکھنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش نہ ہوگی (فتح القدیر ۱۱/۱۱)، لیکن یہ ان مشائخ حنفیہ کے قول پر ہے جن کے نزدیک امام (بال بچوں کے ساتھ اپنے وطن میں بود و باش) حج تمتع کے لئے مانع نہیں ہے۔ دوسری صورت میں یعنی جب ماہ حج سے پہلے ہی میقات سے باہر کے سفر پر جا چکا ہو تو قرآن کی گنجائش ہے، تمتع کی نہیں۔

”فإذا خرج إلى الكوفة وقرن صبح بلا كراهة... قال المحبوبي هذا

إذا خرج إلى الكوفة قبل أشهر الحج“ (رد المحتار ۲/۱۹۷)۔

(اگر کوفہ کا سفر کرے اور قرآن کرے تو بغیر کراہت درست ہے، اور محبوبی کا کہنا ہے کہ

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اشہر حج سے پہلے کوفہ کا سفر کرے)۔

تیسری صورت میں جبکہ ماہ حج شروع ہونے کے بعد سفر پر گیا ہو تو قرآن بھی درست

نہیں: ”و أما إذا خرج بعد ما فقد منع من القران“ (رد المحتار ۲/۱۹۷)، یہ امام محمد سے منقول

ہے، لیکن فقہاء حنفیہ کا اس پر اتفاق نہیں، بعض حضرات کا رجحان اس صورت میں بھی قرآن کے

جائز ہونے کا ہے، چنانچہ ابن ہمام ناقل ہیں:

”اور کہا جاتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس کے ساتھ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جب تک مکہ کے

اندر رہے، لہذا اگر نکل کر آفاق میں چلا جائے تو وہ آفاقوں میں ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ

معروف ہے کہ جو جہاں پہنچا وہاں کے لوگوں کے حکم میں ہوتا ہے، جیسے کہ آفاق اگر بستان بنی

عامر کا ارادہ کرے تو اس کے لئے بغیر احرام مکہ کے اندر جانا درست ہے“ (فتح القدیر ۳/۱۳-۱۵)۔

اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مشائخ حنفیہ نے ان اہل مکہ میں جو مکہ میں مقیم ہوں اور ان میں جو میقات سے باہر سفر پر گئے ہوں فرق کیا ہے، پہلی صورت میں قرآن اور تمتع کو منع کیا ہے، اور دوسری صورت میں اہل مکہ کو آفاقی کے حکم میں رکھا ہے، اور ان کے لئے تمتع اور قرآن کو جائز سمجھا ہے، ان حضرات نے ایک اجماعی مسئلہ کو اپنے قیاس کی بنیاد بنایا ہے، اسی لئے ابن ہمام کہتے ہیں: ”و اصل هذه الكلية الإجماع“ (فتح القدير ۱۵/۳)۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکی کے لئے بھی تمتع اور قرآن کی گنجائش ہے، البتہ اگر مکی نے تمتع کیا تو اس پر دم تمتع واجب نہیں ہوگا، نووی رقمطراز ہیں:

”إن المكي لا يكره له التمتع والقران وإن تمتع لم يلزمه دم“ (شرح

المہذب ۱۶۹/۷)۔

مکی کے لئے تمتع قرآن مکروہ نہیں ہے، اور اگر تمتع کرے تو اس پر دم لازم نہیں ہوگا۔ ابن ہمام نے امام مالک سے نقل کیا ہے:

”والذين لا دم عليهم إن قرنوا أو تمتعوا في أشهر الحج إنما هم أهل مكة و ذى طوى لا غيرهم“ (المدویر الکبریٰ ۳۰۰/۱)۔

(جن لوگوں پر اگر وہ قرآن کریں یا تمتع کریں، دم نہیں ہوتا وہ مکہ اور وادی ذی طوی کے رہنے والے ہیں دوسرے نہیں)۔

اور یہی نقطہ نظر حنابلہ کا ہے (الروض المربع ۱۷۶)۔

خیال ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کے مہینوں میں حدود میقات سے باہر کا سفر کرنے پر مجبور ہوں، ان کو سعادت حج کی محرومی سے بچانے کے لئے ائمہ ثلاثہ اور بعض مشائخ حنفیہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، واللہ اعلم۔

۴- اہل مکہ کی مشکلات کا حل

اگر حنفیہ کے مسلک کی تفصیل پیش نظر رکھی جائے تو اس مشکل کا حل آسان ہے، حنفیہ کا

تقطعی نظر یہ ہے کہ اگر کوئی مکی حج کے مہینوں میں حدود میقات کے باہر جا کر مکہ واپس آئے اور عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج کرے تو اس کا تمتع ہوگا ہی نہیں، کیوں کہ اہل مکہ کا مکہ آنا ”المقام صحیح“ ہے، اور جب حج و عمرہ کے درمیان ”المقام صحیح“ کی نوبت آجائے تو پھر وہ تمتع باقی نہیں رہتا، چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

”لو أحرم مكى بعمره أو بهما و طاف للعمرة في أشهر الحج ثم حج

من عامه لا يكون متمتعا ولا قارنا“ (فتح القدیر ۳/۱۱، فتاویٰ ہندیہ ۲۳۹/۱)۔

(اگر کوئی مکی عمرہ کا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی حج میں عمرہ کر لے پھر اسی

سال حج کرے تو وہ تمتع اور قارن نہیں ہوگا)۔

اسی لئے قاضی ابوزید دہلوی نے لکھا ہے کہ مکی کے لئے تمتع ناقابل تصور ہے، اس لئے جہاں کہیں مکی کے لئے تمتع کی نفی کی گئی ہے، وہاں صرف یہ مراد ہے کہ اس پر دم تمتع واجب نہ ہوگا (رد المحتار ۲/۱۹۸)، حنفیہ کے یہاں یہی قول راجح ہے، کول بعض مشائخ حنفیہ کا خیال ہے کہ تمتع کے درست ہونے کے لئے ”المقام کا نہ ہونا“ شرط نہیں ہے، ان حضرات کی رائے پر مکی کا حج تمتع ہو جائے گا، لیکن وہ گنہگار ہوگا اور اس پر دم جنایت واجب ہوگا، جن حضرات نے اہل مکہ کے تمتع پر دم واجب قرار دیا ہے وہ اسی قول پر مبنی ہے۔

۵- حاجی تمتع کے لئے حج سے پہلے مزید عمرے

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد مکہ آیا اور عمرہ کر لیا تو یہ عمرہ حج تمتع کے لئے کافی ہے، اگر اس کے بعد حج سے پہلے مزید نفل عمرہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے، غالباً حدیث سے کہیں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اگر آفاقی دوبارہ حج سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے تو اس کا حج تمتع نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک فقہاء کی صراحتیں ہیں، تو دوسرے دبستان فقہ میں تو اس کے جواز کی صراحت موجود ہے، امام نووی فرماتے ہیں:

”ثم المعتمر إن كان متمتعا أقام بمكة حلالا يفعل ما أراد من الجماع وغيره ما كان عليه حراما بالإحرام، فإذا أراد أن يعتمر تطوعا كان له ذلك ويستحب الإكثار من الاعتمار“ (كتاب الإيضاح في مناسك الحج والعمرة ۲۶۳)۔

(پھر عمرہ کرنے والا اگر متمتع ہے تو مکہ کے اندر حلال ہو کر رہے اور جو چاہے (جماع وغیرہ) کرے یعنی وہ کام جو اس پر احرام کی وجہ سے حرام تھے، اگر وہ نفل عمرہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور مستحب ہے کہ کثرت سے عمرہ کرے)۔

حنفیہ کی بعض عبارتوں سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آفاقی کو دوبارہ عمرہ نہیں کرنا چاہئے، جیسے علامہ شامی کی یہ عبارت:

”والحيلة لمن دخل مكة محرما بعمرة قبل أشهر الحج يريد التمتع أن لا يطوف بل يصير إلى أن تدخل أشهر الحج ثم يطوف فإنه متى طاف وقع عن العمرة ثم لو أحرم بأخرى بعد دخول أشهر الحج و حج من عامه لم يكن متمتعا في قول الكل لأنه صار في حكم المكي بدليل أن ميقاته ميقاتهم“ (رد المحتار مع الدرر ۲۱۱/۲)۔

(اور جو شخص مکہ کے اندر اشہر حج سے قبل عمرہ کے احرام کے ساتھ داخل ہو اور وہ متمتع کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ طواف نہ کرے بلکہ صبر کرے رکا ہے حتیٰ کہ اشہر حج آجائیں پھر طواف کرے، اس لئے کہ جب طواف کر لے گا تو عمرہ ہو جائے گا پھر اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھے (اشہر حج کے آنے کے بعد) اور اسی سال حج کرے تو سب کے نزدیک وہ متمتع نہیں ہوگا، اس لئے کہ اب وہ مکی ہو گیا کیونکہ اس کی میقات ان کی میقات ہے)۔

لیکن اس عبارت کا تعلق حج متمتع کرنے والے کے عمرہ کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ہے بلکہ اس بات سے ہے کہ جو شخص حج کے مبینوں سے پہلے مکہ آ گیا ہو اس کے لئے حج متمتع کرنے کی کیا صورت ہے؟ کیوں کہ حج متمتع میں ضروری ہے کہ عمرہ اشہر حج میں ہو، اور اس صورت میں حاجی

اشہرج سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتا ہے، اسی طرح ایک اور مقام پر علامہ شامی رقمطراز ہیں:

”پانچ دنوں پر، لباب وغیرہ کی تصریح کے مطابق، یہ اضافہ کیا جائے کہ اشہرج میں عمرہ مکروہ ہے اہل مکہ کے لئے نیز ان لوگوں کے لئے جو ان کے حکم میں ہیں یعنی مکہ کے مستقل مقیم اور میقات کے اندر رہنے والے، اس لئے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج اس سال کریں گے تو تمتع ہو جائیں گے جبکہ تمتع سے ان کو روکا گیا ہے“ (رد المحتار مع الدرر ۲/۱۶۵)۔

اس عبارت کا ما حاصل یہ ہے کہ جن حضرات نے اشہرج میں پہلے سے عمرہ نہ کیا ہو اور مکہ میں مقیم ہوں ان کو اب عمرہ نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ وہ اہل مکہ کے حکم میں ہیں، اور اہل مکہ کے لئے تمتع مناسب نہیں، غرض عمرہ سے روکنا مقصود نہیں، بلکہ جو لوگ پہلے سے مکہ میں مقیم ہوں ان کو تمتع سے روکنا مقصود ہے، اسی لئے شامی نے لکھا ہے:

”وإلا فلا منع للمكي عن العمرة المفردة في أشهر الحج إذا لم يحج في تلك السنة“ (رد المحتار مع الدرر ۲/۱۶۵)۔ آفاقی چونکہ پہلے ہی حج تمتع کے لئے عمرہ کر چکا ہے اس لئے مزید نفل عمرے اس کے لئے جائز ہوں گے، کیوں کہ وہ ان عمروں کی وجہ سے تمتع حاجی نہیں ہوگا، بلکہ پہلے سے حاجی تمتع ہے، واللہ اعلم۔

۶- رمی میں نیابت

(الف) حج ایک ایسی عبادت ہے کہ شریعت نے عجز و مجبوری کے وقت پوری عبادت ہی میں نیابت کی گنجائش رکھی ہے، رمی، اس عبادت کا ایک حصہ ہے، اسی لئے عذر اور عجز کی بناء پر رمی میں نیابت بدرجہ اولیٰ درست ہوگی، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے (دیکھئے: فتح القدير ۲/۳۱۸، المدونة اکلبری ۱/۳۲۶، شرح مہذب ۸/۲۳۵، المغنی ۳/۲۵۶)۔

ب- نیابت صرف مریض اور معذور ہی کے لئے درست ہے، امام محمد فرماتے ہیں:

”والمريض الذي لا يستطيع رمي الجمار يوضع الحصى في كفه حتى

یومی بہ و إن رمی عنہ أجزأہ“ (کتاب الاصل ۲۹۲/۲)۔

(اور جو بیمار خود رمی نہ کر سکتا ہو وہ اپنی ہتھیلی میں کنکری کورکھے اور پھر پھینکے اور اگر کوئی دوسرا اس کی طرف سے کرے تو کافی ہے)۔

یہ عذر کس درجہ کا ہو؟ اس کی صراحت نہیں، کاسانی نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ایسا مریض ہو جو رمی کرنے پر قادر نہ ہو ”کالمریض الذی لا یستطیع الرمی“ (بائع ۱۳۷/۲، اہوسوط للسرہنی ۶۹/۳) اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اس عذر کی تعیین و تحدید دشوار ہے، کیوں کہ مختلف لوگوں میں مشقتیں برداشت کرنے اور تکلیف کو انگیز کرنے کی صلاحیت بھی مختلف ہوتی ہے، نیز موسموں کے فرق سے بھی اس صلاحیت میں فرق واقع ہوتا ہے۔

بعض فقہاء نے تحدید کی کوشش کی ہے، خاص کر مالکیہ نے، امام مالک کی صراحت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کنکری پھینکنے پر قادر نہ ہو، یا قادر ہو لیکن وہاں تک چل نہ جا سکتا ہو، اور سواری میسر نہ ہو، یا سواری بھی میسر ہو لیکن سواری پر بھی بیٹھنے کی قدرت نہ ہو (المدوینۃ الکبریٰ ۳۲۶/۱)، میرے خیال میں مالکیہ نے عذر کی حد بندی کی ہے، اس میں انضباط پایا جاتا ہے مگر دشواری یہ ہے کہ امام مالک کے یہاں اس صورت میں اس کی طرف سے نیابت رمی تو ادا ہو جائے گی لیکن دم دینا ہوگا۔

” قال مالک و علیہ الہدی لأنه لم یوم وإنما رمی عنہ“ (المدوینۃ الکبریٰ

۳۲۶/۱)۔

شوائف نے نیابت کے لئے شرط لگائی ہے کہ مایوس کن مرض ہو، اگر ایام رمی ہی میں صحت یاب ہو جانے کی امید ہو تو پھر نیابت کی گنجائش نہیں (شرح المہذب ۲۳۳/۸)، پھر شوائف کے یہاں بہتر طریقہ یہ ہے کہ حلال شخص کو یا ایسے شخص کو نائب بنائے جو اپنی رمی کر چکا ہو، اور اگر اپنی رمی نہ کیا ہو تو پہلے اپنی رمی کرے پھر اس دوسرے شخص کی طرف سے رمی کرنی چاہئے (شرح المہذب ۲۳۵/۸)۔

فقہاء حنابلہ کے یہاں اس مسئلہ میں کسی قدر وسعت معلوم ہوتی ہے، ابن قدامہ نے بیماری، قید اور دوسرے اعذار کی بناء پر رمی کی اجازت دی ہے۔

”إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنيب من يرمى عنه“ (المغنی ۳/۲۵۶)۔

محض ازدحام کی وجہ سے رمی میں نیابت درست نہیں، حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے رمی کے اوقات میں جو وسعت رکھی ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے رمی کے لئے صحیح وقت کا انتخاب کیا جائے تو ازدحام سے بچا جاسکتا ہے، اور تجربہ ہے کہ وقت کے صحیح انتخاب کے ذریعے ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو بھی رمی کرائی جاسکتی ہے، بنیادی طور پر تین صورتیں ہیں کہ جن میں رمی میں نیابت کی گنجائش ہے۔

اول: یہ کہ کنگری پھینکنے کی بھی قوت نہ ہو۔

دوم: کنگری پھینک سکتا ہو لیکن بیس پچیس قدم بھی پیدل چلنا دشوار ہو، کیوں کہ آج کل جمرات کے حصہ میں پیدل چلے بغیر چارہ نہیں، اور وہ بھی خاصے فاصلہ تک پیدل چلنا پڑتا ہے۔ سوم: اپنے خیمے سے جمرات تک کا طویل فاصلہ پیدل طے کرنا دشوار ہو اور سواری دستیاب نہ ہو، کتھوڑا بہت پیدل چلنے پر قادر ہو۔

بہر حال ضرورت اس بات کی ہے کہ حجاج کو ساہل اور تن آسانی سے بچنے کی تلقین کی جائے اور رمی کے اوقات کے سلسلے میں شریعت میں جو گنجائش اور آسانیاں ہیں ان سے واقف کرایا جائے۔

۷۔ جن کو حج سے روک دیا جائے؟

حجاج کی تعداد کو محدود کرنے کے لئے ان لوگوں کو ہر سال حج سے روکنا اور قانونی اجازت کا مکلف بنانا، جو پہلے حج کر چکے ہیں، جائز ہے اور ایک انتظامی مسئلہ ہے، شریعت نے جو

اہل مکہ کو متع اور قرآن سے منع کیا ہے، اس کے پیچھے شاید یہ مصلحت بھی کارفرما ہے کہ اس طرح باہر سے آنے والے تہجد کو عبادت کے زیادہ مواقع مل سکیں گے، اور سہولت بہم پہنچے گی۔
ایسا شخص محصر کے حکم میں ہے، ابن ہمام نے صراحت کی ہے کہ جس شخص کو سلطان روک دے وہ بھی محصر ہے: "السلطان إذا منعه من مقصدہ فهو محصر" (فتح القدیر ۱۲۵/۲)، فقہاء شوافع میں امام نووی نے بھی سلطان کی طرف سے رکاوٹ کو احصار قرآن دیا ہے (شرح امہدوب ۳۰۵/۸)، بلکہ امام شافعی نے بنفس نفیس اس بابت گفتگو فرمائی ہے (مصابہ لام ۱۶۳/۳)۔

دوسرے فقہاء کے قول پر بھی وہ محصر ہی ہوگا، اس لئے کہ مرض کے مانع سفر ہونے کی صورت میں احصار کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اس میں کو اختلاف ہے، لیکن اگر کوئی شخص سفر میں رکاوٹ بن گیا ہو تو تمام فقہاء متفق ہیں کہ اس کے لئے احصار کا حکم ہوگا۔
حنفیہ کے یہاں احصار کا حکم یہ ہے کہ اس کی جانب سے حرم میں قربانی ہو جائے قربانی کے بعد ہی وہ حلال ہو سکے گا قربانی یوم النحر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے، صاحبین کے نزدیک قربانی، یوم النحر کو کی جائے گی (فتح القدیر ۱۲۹/۲) اور آج کل سعودی حکومت کی طرف سے یہ سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے کہ جن لوگوں کو روک دیا جاتا ہے ان سے قربانی کے پیسے لے لئے جاتے ہیں اور ان کی طرف سے قربانی کا نظم کر دیا جاتا ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک جہاں سفر سے روکا گیا ہے وہیں قربانی کر لے، نہ قربانی کے لئے کسی وقت کی قید ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ حرم میں قربانی ہو (دیکھئے شرح امہدوب ۳۰۲/۸)۔

ایسے لوگوں کے لئے جو روک دیئے جانے کے خطرہ سے دوچار ہوں، بہتر صورت یہ ہے کہ احرام کا کپڑا پہننے کے بعد جب تک اس چوکی سے نہ گذر جائیں جہاں پولیس متعین ہوتی ہے اور خلاف قانون سفر کرنے والوں کو واپس کرتی ہے اس وقت تک تلبیہ پڑھنے سے اجتناب کریں، کیوں کہ جب تک تلبیہ نہ پڑھے، احرام شروع نہیں ہوتا، اگر واپس کر دیا جائے تو واپس

ہو جائے، صاحب ہدایہ کا بیان ہے:

”ولا يُعد شارعا في الإحرام بمجرد النية ما لم يأت بالتلبية“ (بدائع الصغرى

۲/۲۳۷)۔

(اور جب تک کہ تلبیہ نہ کہے تو محض نیت کی وجہ سے احرام کو شروع کرنے والا نہیں کہا

جائے گا)۔

۸- دس ذی الحجہ کے افعال میں ترتیب

دس ذی الحجہ سے متعلق چار افعال ہیں: رمی، قربانی، بال منڈانا اور طواف زیارت۔

طواف زیارت کو چھوڑ کر ان تینوں افعال کے درمیان امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے، اور اگر اس میں تقدیم و تاخیر ہوگی تو دم جنایت بھی واجب ہوگا (بدائع الصغرى ۲/۳۳۳،

الموسم ۳/۶۵)۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان تینوں افعال میں ترتیب کی رعایت مسنون ہے

نہ کہ واجب، اور اسی بنیاد پر اگر ترتیب کی رعایت نہ کی گئی ہو تو دم واجب نہیں (المدونة ۱/۳۲۳، تحت:

لحناج ۳/۱۲۲، الاقناع ۱/۳۹۱)، البتہ امام مالک نے رمی سے پہلے بال منڈانے والے پرند یہ

واجب قرار دیا ہے، اور حنابلہ نے جانتے بوجھتے ترتیب کی خلاف ورزی کو باعث کراہت کہا ہے

(الاقناع ۱/۳۹۱)۔

فقہاء حنفیہ میں بھی صاحبین کے نزدیک ترتیب سنت ہی ہے واجب نہیں، اگر ان

افعال میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوتا (رد المحتار ۲/۲۵۰، نیز دیکھئے بدائع الصغرى

۲/۱۳۱)۔

صاحبین کے نزدیک تاخیر نہ کرنا سنت ہے، لہذا اگر بال منڈانے کے بعد قربانی کر دی

تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

جمہور اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حجۃ الوداع کے واقعہ کا بیان ہے کہ مختلف حضرات سے دسویں تاریخ کے انعقاد حج میں ترتیب کی رعایت نہ ہو سکی اور انہوں نے آپ سے اس بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کوئی حرج نہیں ”افعل ولا حرج“، یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے، اور بظاہر اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ترتیب کی خلاف ورزی کی وجہ سے حکم دنیا کے اعتبار سے بھی کوئی حرج نہیں یعنی دم واجب نہیں، اور حکم اخروی کے اعتبار سے بھی حرج نہیں یعنی گناہ نہیں، جمہور نے یہی معنی مراد لیا ہے، حنفیہ کا خیال ہے کہ اس میں صرف گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دس ذی الحجہ کے انعقاد میں ترتیب کی رعایت قربانی گاہ کے فاصلہ کی وجہ سے بھی اور حجاج کی اکثریت کے مسائل حج سے ناواقفیت کے باعث بھی دشوار ہوتی ہے، اور جمہور کی رائے اس مشقت سے بچنے اور بچانے میں معاون ہے، اور یہ رائے بھی ایک قوی دلیل پر مبنی ہے، نیز صاحبین بھی اس رائے کے موافق ہیں اور صاحبین کا قول بھی درحقیقت امام ابوحنیفہ ہی کا ایک قول ہوتا ہے، بلکہ جہاں صاحبین کی رائے ایک طرف اور امام صاحب کی رائے ایک طرف ہے وہاں بعض اہل علم کے نزدیک دونوں قول میں سے ایک پر فتویٰ دینے کی گنجائش ہوتی ہے، اس لئے فی زمانہ صاحبین کی رائے پر فتویٰ دینا اور اس پر عمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

عام طور پر فقہاء حنفیہ کے یہاں یہ بات معروف و متداول ہے کہ حج بدل میں تمتع کی گنجائش نہیں، لیکن فقہاء کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں بھی تمتع کی گنجائش ہے، چنانچہ علاء الدین حصکھی کا بیان ہے:

”وَدَمُ الْقُرْآنِ وَالتَّمْتَعِ وَالْجَنَابَةِ عَلَى الْحَاجِّ إِنْ أذِنَ لَهُ الْأَمْرُ بِالْقُرْآنِ“

والتمتع وإلا فیصیر مخالفا فیضمن“ (الدر المختار علی ہاشم المراد ۲/۲۳۷، نیز دیکھئے: ۲۲۸/۲ خانہ
- (۵۳۸/۲)

اور قرآن تمتع و جنایت کا دم حج کرنے والے پر ہوتا ہے، اگر حج کرانے والے نے
تمتع و قرآن کی اجازت دی ہو ورنہ تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا اور اس کی وجہ سے اس کو ضمان
دینا پڑے گا۔

الف۔ پس معلوم ہوا کہ اگر آمر کی اجازت سے حج تمتع کیا جائے تو ایسا کرنا درست
ہے۔

ب، ج۔ علامہ سرحسی کے بقول آمر کی طرف سے اگر قرآن کے لئے صراحتاً اجازت
حاصل نہ ہو، جب بھی قرآن کی صورت میں حج بدل کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ کبھی دلالت بھی اجازت
ہوتی ہے: ”إذ يثبت الإذن دلالة“ (المبسوط ۲/۵۵۳، نیز دیکھئے: فتح القدير ۳/۱۵۳)، اس سے معلوم
ہوا کہ اجازت حج میں صراحتاً ضروری نہیں، صاحبین کی رائے پر دلالت بھی اجازت کافی ہے۔
ہمارے فقہاء کے زمانہ میں حج کی تینوں صورتیں: ہجر اور قرآن اور تمتع بکثرت مروج تھیں، آمد
ورفت کا نظام بھی اپنے قابو کا تھا، اور مشقت برداشت کرنے کا مزاج بھی زیادہ تھا اور اس کی
صلاحیت بھی، ہمارے زمانہ میں حج تمتع عام ہے، اور عام طور پر جب کوئی شخص حج کے لئے جاتا
ہے تو ذہن میں یہی بات ہوتی ہے کہ حج تمتع کا قصد ہوگا، آفاقی حضرات میں دس فیصد شاید ہی
ہجر اور یا قرآن کرتے ہوں، اس لئے مطلق حج کی اجازت دلالت تمتع کی اجازت متصور ہوگی، اور حج
بدل کرنے والوں کے لئے تمتع کر لینا درست ہوگا۔

د۔ تمتع اجازت سے کیا ہو یا بلا اجازت، دم تمتع مامور کے ذمہ ہوگا، کیوں کہ آمر پر عمرہ
واجب نہیں ہے، اس لئے اس کا حقیقی ثواب حج بدل کرنے والے کو حاصل ہوگا (الدر المختار علی
المراد ۲/۲۳۷)۔

ھ، و۔ موجودہ زمانے میں چونکہ حجاج کی آمد و رفت اس کی مرضی سے متعلق نہیں ہے

اور طویل عرصہ تک حالت احرام میں رہنا باعث مشقت ہے اس لئے میت کی طرف سے بھی حج تمتع کیا جاسکتا ہے، فقہاء نے میت کی طرف سے تمتع کو اس لئے ماحرمت قرار دیا ہے کہ متوفی نے اس کا حکم نہیں دیا تھا: "لأنه لم يأمره بذلك" (الموسم ۱۵۵، ۱۵۶)، فقہاء کی اس تعلیل و توجیہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر خود متوفی نے حج تمتع کی اجازت دی ہو تو پھر اس کی جانب سے حج بدل میں تمتع درست ہوگا۔

اور اگر متوفی نے مطلق حج کی وصیت کی تھی تب بھی یہ دلالت اس کی طرف سے تمتع کی اجازت متصور ہوگی، غور کیا جائے کہ حج مطلق ہے، اور اس میں ہنر اور تمتع اور قرآن تینوں صورتیں شامل ہیں، توجب مطلق لفظ بولا جائے تو اس کی دلالت اپنے تمام ہنر اور ہونگی یا نہیں ہوگی؟ ہاں اگر متوفی نے یہ کہا ہوتا کہ میقات ہی سے حج کا احرام باندھنے کی وصیت کرتا ہوں تو ضرور ہے کہ ہنر اور تمتع اور قرآن کی صورتوں کو شامل نہیں ہوتا۔

۱۰- ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت

الف- ایسی عورت کے لئے مجبوری کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں طواف کر لینے کی گنجائش ہے، کیوں کہ دوبارہ اس کا وطن سے واپس آ کر طواف کرنا دشوار ہے، اور جب تک طواف نہ کرے وہ اپنے شوہر کے لئے حرام ہے، اور فقہاء حنفیہ کے یہاں ناپاکی کی حالت میں طواف کیا جائے تب بھی طواف ہو جاتا ہے (۲۲۲/۲، ۵۱۶-۵۱۷)۔

ب، ج- البتہ دم واجب ہوگا اور دم میں بدنہ واجب ہوگا (۲۲۲/۲، ۵۱۶، ۵۱۷)۔

د- نیز دم حرم میں ادا کرنا ہوگا (حوالہ سابق)۔

احناف کے علاوہ امام احمد سے بھی ایک قول اسی طرح کا منقول ہے، اور فقہاء شوافع نے بھی شافعی خواتین کو ابتلاء کی صورت میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے (فتح العلوم ۳۱۹، ۳۲۰)۔

۱۱- سفر حج میں شوہر کا انتقال

عدت کی حالت عبادت اور انفعال حج میں مانع نہیں ہے بلکہ سفر کے لئے مانع ہے، اسی پس منظر میں فقہاء حنفیہ نے ایسی عورت کے لئے درج ذیل احکام دیئے ہیں:

الف- اگر اس کا گھر مسافت سفر سے کم دوری پر ہو تو گھر لوٹ آئے۔

ب- اگر مکہ مسافت سفر سے کم دوری پر ہو تو سفر حج جاری رکھے۔

ج- اگر دونوں ہی طرف مسافت سفر کا فاصلہ ہو اور شہر میں ورود پذیر ہو یعنی ایسی جگہ اس کی عدت شروع ہوگئی جہاں اس کا ٹھہرنا اور قیام کرنا ممکن ہو اور محرم ساتھ نہ ہو تو وہیں عدت گزارے، اور سلسلہ سفر منقطع کر دے۔

د- اگر محرم ساتھ ہو، تو صاحبین کے نزدیک محرم کے ساتھ سفر حج جاری رکھے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلسلہ سفر ختم کر دے (۲۵: ۵۷۲، فتح القدیر ۲/۳۱۹)۔

موجودہ زمانہ میں اپنے ملک کی حدوں سے نکلنے کے بعد، مکہ سے پہلے قانونی مشکلات کی وجہ سے نہ قیام ممکن ہوتا ہے اور نہ سفر سے واپسی آسان ہوتی ہے، پھر قافلہ حج میں بڑی تعداد میں خواتین ہوتی ہیں، ان کے ساتھ کسی خاتون کے رہنے میں فتنہ کے مواقع کم ہو جاتے ہیں، اس لئے اگر ہندوستان سے نکلنے کے بعد شوہر کی وفات ہوگئی تو سفر حج مکمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہئے، اور امام شافعی کی اس رائے کو اختیار کرنا چاہئے کہ اگر رفقائے سفر میں کچھ ثقہ خواتین بھی موجود ہوں تو عورت محرم کے بغیر بھی ان کے ساتھ سفر حج کر سکتی ہے۔

”يجوز لها الحج إذا خرجت في رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة“ (بدرایع الصحیح ۲/۳۲۰)۔

۱۲- حاجی مقیم ہے یا مسافر؟

اس حقیر کا خیال یہ ہے کہ دو شہروں کا اتصال ان کو ”ایک شہر“ نہیں بناتا، بلکہ وہ دو الگ

الگ شہروں ہی کے حکم میں ہے، شہر کی تحدید بنیادی طور پر عرف پر موقوف ہے، اور اس زمانہ کا عرف یہ ہے کہ بلد یہ شہر کے جو حدود متعین کرتی ہے اس کو شہر کی حد سمجھا جاتا ہے، تو جب تک بلد یہ مکہ اور منی کو دو علیحدہ شہر تصور کرے ان کا حکم دو شہروں کا ہوگا۔ فقہاء کی ان جزئیات سے غلط فہمی میں نہ پڑنا چاہئے جن میں شہر سے متصل دیہات کو شہر کے حکم میں رکھا گیا ہے، کیوں کہ دیہات کی حیثیت شہر کے تابع کی ہے، اور دو شہروں کی حیثیت مستقل شہر کی ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص ۸ روزی الحجہ سے پندرہ دنوں قبل مکہ نہیں پہنچے تو وہ مسافر ہی شمار ہوگا اور قصر کرے گا، علامہ شامی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

”إنه إذا نوى الإقامة بمكة شهراً ومن نيته أن يخرج إلى عرفات و منى قبل أن يمكث بمكة خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً لأنه لا يكون ناوياً لإقامة مستقلة فلا تعتبر“ (مجموع الفتاوى ج ۲۲ ص ۱۳۳)۔

(جب مکہ کے اندر ایک ماہ قیام کا ارادہ کرے اور اس کی نیت یہ ہے کہ عرفات و منی کے لئے مکہ میں پندرہ دن کے قیام سے پہلے ہی جانا ہے تو مقیم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ مستقل اقامت کی نیت نہیں کر رہا ہے لہذا نیت معتبر نہ ہوگی)۔

۱۳ - مخالف مذہب امام کی اقتداء

فقہاء کا اختلاف دراصل مسائل کے مجتہد فیہ ہونے کی علامت ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اختلاف صواب و خطا کا ہے نہ کہ حق و ضلال کا، اس لئے ایسے مسائل میں توسع اختیار کرنا چاہئے، فقہاء حنفیہ میں ابو بکر جصاص رازی بڑے پائے کے فقہیہ ہیں، امام کرخی کے شاگرد ہیں، اور دو واسطوں سے امام محمد کے تلامذہ ہیں، ابو بکر جصاص رازی نے اس کی اجازت دی ہے کہ حنفی ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز وتر پڑھ سکتا ہے جو فصل کے ساتھ نماز ادا کرتا ہو، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

”ہر میں دو رکعات پر سلام پھیرنے والے کی اقتداء اگر حنفی کرے تو جائز ہے، اور بقیہ کو اس کے ساتھ پورا کرے، اس لئے کہ اس کا امام سلام کی وجہ سے نماز سے باہر نہیں نکلتا کیونکہ یہ ایک مجتہد فیہ معاملہ ہے“ (فتح القدیر ۱/۲۳۷، نیز دیکھئے البحر الرائق ۳/۳۹۷)۔

علامہ ابن ہمام نے اپنے شیخ سراج الدین کا بھی یہ نقطہ نظر نقل کیا ہے، اور خود ابن ہمام کا جھکاؤ بھی اسی طرف محسوس ہوتا ہے (حوالہ سابق) اس پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ امام ہی کی نماز اصل کی حیثیت رکھتی ہے، ”الإمام ضامن“۔ کو یا امام کی نماز اس کے مسلک کے مطابق صحیح ہو جائے تو مقتدی کی نماز بھی کافی ہو جائے گی، حنفی نے اس اصول کو اقتداء کے اکثر مسائل میں برتنے کی کوشش کی ہے، تو جب دیگر مسائل میں امام کی نماز کو اصل مانا گیا ہے تو اس مسئلہ میں بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

حج اور عمرہ کے چند نئے مسائل

مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی ✽

۱- حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے حرم میں داخل ہونے والے کا حکم اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت سے جو شخص حرم کے حدود میں داخل ہوگا بلکہ میقات کے حدود میں، تو اس کو احرام باندھ کر داخل ہونا چاہئے۔

لیکن جو لوگ کسی دوسری نیت سے حرم و مکہ کا قصد کرتے ہیں خواہ تجارت ہو یا زیارت و عبادت یا ملازمت وغیرہ، تو ان کے حق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس میں وسعت ہے، اگرچہ کچھ تفصیل کے ساتھ ہو جیسا کہ الفقہ الاسلامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، مگر حنفیہ کے یہاں اس صورت میں بھی احرام کی پابندی ہے، اس کے بغیر حرم میں داخلہ منع ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات و آثار میں اس کا حکم اطلاقاً بغیر کسی قید و تفصیل کے آیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس کو مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح روایت کیا گیا ہے، مرفوع روایت مصنف ابن ابی شیبہ ظہرائی کی ہے، اور موقوف بھی مصنف نیز امام شافعی وغیرہ کی ہے۔ مرفوع کے لئے حافظ نے کہا ہے ”اسنادہ جید“ اور موقوف کے لئے ”اسنادہ صحیح“ (ملاحظہ ہو: نصب الراية ۳/۱۵، اعلاء السنن ۱۰/۱۷۱-۱۸، فتح القدیر ۲/۳۳۵)۔

بقیہ سب فعلی روایات ہیں جو ظاہر ہے کہ محتملی ہیں، اسی لئے ابن ہمام نے کہا ہے:

”هذه المنطوقات أولى من المفهوم المخالف في قوله ”ممن أراد الحج“

✽ سکسٹری ہائے مہینہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ منصورہ، باندہ یوپی۔

والعمرة "إن ثبت أنه من كلامه عليه السلام دون كلام الراوى" (فتح القدیر ۳۳۵/۲)۔

(یہ ارشادات ممن أراد الحج والعمرة کے مفہوم مخالف سے اولیٰ ہیں جبکہ اس کا قول رسول ہونا قطعی نہیں بلکہ امکان ہے کہ راوی کا قول ہو)۔
واقعہ یہ ہے کہ دوسرے حضرات کے پاس وسعت کی بابت کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔ اور مسئلہ نبی اور محرم و میح، نیز قول و فعل کے تعارض کا ہے۔ محرم اور قول کو بمقابلہ میح و فعل ترجیح دی جاتی ہے۔

۲- بار بار اور بکثرت آنے جانے والوں کے لئے رخصت

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اب حرم کی آمد و رفت بہت بڑھ گئی ہے، حرم والے اپنی ضرورتوں سے بار بار باہر جا کر واپس آتے ہیں اور باہر والے بھی آتے ہیں، کوئی ڈرائیور ہے، کوئی ملازم ہے، کوئی تاجر ہے اور روزانہ صبح و شام ان کی آمد و رفت بلکہ دن میں بار بار ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار احرام و عمرہ یقیناً وقت طلب ہے، تو ان کے لئے رخصت و گنجائش کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

اس مسئلہ میں سب سے زیادہ تنگی فقہ حنفی میں ہے، اور فقہ حنفی کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے کسی طرح کی گنجائش نہیں، چنانچہ ارباب افتاء اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔
لیکن اس فتویٰ و حکم کے معنی برزحمت و حرج ہونے سے، بالخصوص روز آنے والوں اور بار بار آنے والوں کے لئے انکار نہیں کیا جاسکتا، غور کرنے سے دو جہتیں رخصت کی سمجھ میں آتی ہیں:

ایک تو یہ کہ حدود میقات و محل کے باشندوں کی آمد و رفت اور وسعت کی جو بنیاد فقہاء حنفی نے ذکر کی ہے وہ ان لوگوں کے حق میں پورے طور پر بلکہ ماضی سے زیادہ متحقق ہے کہ پہلے

حد و میقات و محل کے لوگ بھی اس کثرت سے، کہ روز آئیں اور دن میں بار بار آئیں، نہ آتے ہوں گے، اور آج وسائل کی کثرت و ترقی نے دور کے لوگوں کی آمد و رفت بڑھادی ہے، تو اشتراک ملت کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لئے بھی رخصت ہونی چاہئے۔ ہدایہ میں ہے:

”من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثُر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين فصار كأهل مكة حيث يباح لهم الخروج منها ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم بخلاف ما إذا قصد أداء النسك لأنه يتحقق أحيانا فلا حرج“ (ہدایہ مع الفتح ۳۳۵/۲)۔

(جو آدمی میقات کے اندر رہتا ہو اس کو اجازت ہے کہ مکہ میں بغیر احرام داخل ہو اپنی ضرورت کے لئے، اس لئے کہ اس کا مکہ میں داخلہ کثرت سے ہوتا ہے تو ہر مرتبہ احرام کا تکلف بنانے میں کھلا ہوا حرج (مشقت) ہے، لہذا اس کا حکم اہل مکہ کی طرح ہوگا کہ ان کے لئے مکہ سے نکلنا اور پھر بغیر احرام واپس ہونا ان کی ضرورتوں کی وجہ سے درست ہے، لیکن اگر حج یا عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام باندھنا ہوگا کہ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج و پریشانی نہیں)۔

اور اس گنجائش کا معنی وہ رخصت ہے جو لکڑیاں جمع کرنے والوں کے حق میں مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ”لا يدخل أحد مكة إلا محرما و رخص للخطأ بين“ (رواہ ابن ابی شیبہ، نصب الرایۃ ۱۵۳/۳، الفقہ الاسلامی ۴۳/۳، عنایہ ۳۳۵/۲)۔

دوسری جہت یہ کہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس مسئلہ میں جو وسعت اور اجازت و رخصت ہے عموم کے ساتھ، اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور مذہب غیر پر عمل و افتاء کی بنیاد پر اس کو گوارہ کیا جائے، اور یہ اس وجہ سے کہ عموم بلوی و عام ابتلاء کی وجہ سے ہی ایسی چیزوں کو بنیاد بنا کر رخصت دی جاتی ہے، اور آج اس مسئلہ میں (ابتلاء عام) اور پابند بنانے میں حرج و مشقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فقہاء اور علماء محققین نے ایسے مسائل اور عبادات کے باب میں بھی ابتلاء کا اعتبار

کرتے ہوئے قول ضعیف یا قول غیر پر فتویٰ دیا ہے۔

مثلاً علماء دیوبند میں مولانا ظفر احمد نے حج کے مسائل میں ایک مسئلہ کے اندر حضرات صاحبین کے قول پر فتویٰ کو ذکر کیا ہے اور دوسرے میں شافعیہ کا قول ذکر کیا ہے، اور بنیاداً ابتلاء عام کو بتایا ہے، اور یہ فتاویٰ انہوں نے تھانہ بھون میں حضرت تھانوی کی حیات میں لکھے ہیں۔

صاحبین کے قول پر فتویٰ قول مرجوح و ضعیف پر عمل کے باب سے اس لئے ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں فتاویٰ امام صاحب کے قول پر ہے، اور وہ مسئلہ ہے آفاقی کا تمتع کے عمرہ سے حلال ہونے کے بعد مدینہ طیبہ وغیرہ چلا جانا جو اس کا وطن نہیں ہے، امام صاحب کے نزدیک اس سفر سے تمتع باطل نہیں ہوتا، اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے، اور کثرت سے لوگ بعد عمرہ تمتع مدینہ طیبہ جایا کرتے ہیں، تو امام صاحب کے قول پر واپسی میں عمرہ قباحت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ مکہ کے لئے اشہر حج میں حج کے ساتھ عمرہ، اور تمتع کا مسئلہ بنتا ہے، لیکن صاحبین کے قول پر نہیں کہ سفر سے سابق عمرہ کا تعلق حج سے ختم ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں: جب ابتلاء عام ہے تو اس مسئلہ میں قول صاحبین پر فتویٰ دینا چاہئے (امداد الاحکام ۲/۱۸۲) اور حج بدل میں تمتع کی بابت شافعیہ کے قول پر جواز کو ذکر کیا ہے (امداد الاحکام ۲/۱۸۶)۔

مولانا شیر محمد صاحب نے دم احصار کے سلسلہ میں امام شافعی کے قول کی بنیاد پر توسع کو ذکر کیا ہے (عمدہ وزبدہ) نیز اس مسئلہ کے بیان میں بھی خصوصیت سے ڈرائیوروں کا اور ان کے لئے گنجائش کے طور پر حیلہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی شوافع کا مذہب بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک دم لازم نہیں ہوگا، بعض حضرات نے حیلہ کے قبیل کی بعض چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس سے کہیں بہتر امام شافعی وغیرہ کے قول کا اپنا سمجھ میں آتا ہے جیسا کہ انہیں حضرات کے کلام میں اس کا اشارہ موجود ہے (عمدہ وزبدہ ص ۲۲۱)۔

۳- مکی کاقران و تمتع

مکی جس سے مراد وہ شخص ہے جس کا مکہ وطن ہے یا جو مکہ میں قبل از اشہر حج مقیم ہے

خواہ قیام کی جتنی مدت ہو، اس کے لئے حنیفہ کے نزدیک قرآن تمتع کو منع کیا گیا ہے۔
لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلسل مکہ میں قیام ہے حتیٰ کہ حج کا زمانہ آ گیا تو اب
قرآن نہیں کر سکتا اور اگر اشہر حج سے قبل سفر کر کے کہیں جائے اور واپسی میں ارادہ کر لے اور پھر
قرآن کا احرام باندھے تو قرآن درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر کسی شخص عین قیام حج میں حج کا احرام
باندھنے کے موقع پر قرآن کا ارادہ کرے تو اس کو قرآن کی اجازت نہیں ہے۔

اور تمتع کا معاملہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج دونوں کا احرام الگ الگ باندھا جاتا ہے، اور اگر
قربانی کا جانور ساتھ میں موجود نہ ہو تو عمرہ کے بعد آدمی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے کسی طرح کی
کوئی پابندی نہیں رہ جاتی، البتہ گھر و وطن کی واپسی منع ہوتی ہے۔ اگر گھر چلا گیا اور پھر آیا تو سابق
عمرہ کا تعلق حج سے منقطع ہو جائے گا اور اب جو حج کرے گا وہ تمتع کا نہیں ہوگا۔ جو شخص مکہ مکرمہ
میں ہی مقیم ہے، وہیں اس کے اہل و عیال رہتے ہیں، وہ اگر تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرے تو حلال
ہونے کے بعد وہ اپنے گھر و وطن میں رہے گا، لہذا اس کا حج تمتع کا نہیں ہوگا بلکہ حج فرائد ہوگا
(۵۳۱-۵۳۹/۲) اور ایک قول یہ ہے کہ ہو تو جائے گا لیکن غلط ہے اور مکروہ ہے، اسی لئے
جبراً واجب ہوگا۔

اشہر حج میں مکی کا عمرہ

مکی شخص اگر اشہر حج میں عمرہ کرنا چاہے تو صرف عمرہ بہر حال قول راجح میں مکروہ نہیں
ہے (۵۳۱/۲، ۵۳۳/۵، ۵۳۳/۵، ۵۳۳/۵، ۵۳۳/۵)۔

۴- اشہر حج میں سفر کرنے والے اہل مکہ کیا کریں؟

حنیفہ جو حرم کے داخلے میں خواہ کسی وجہ و جہت سے ہو احرام کا پابند بناتے ہیں، اور جن
کے مذہب پر اشہر حج میں سفر کرنے والے حضرات کے لئے جبکہ وہ حج کا ارادہ رکھتے ہوں زحمت
ہے کہ بغیر احرام حرم میں واپس نہیں آ سکتے اس خیال سے کہ حج کرنا ہے تو عمرہ نہ کریں کہ تمتع کا

ارتکاب لازم آئے گا اور کسی کے لئے تمتع منع ہے، اور احرام کے ساتھ آئیں اور عمرہ کریں تو کسی کے لئے تمتع کا منظور لازم آتا ہے۔

ان کے نزدیک یہ مسئلہ اس لئے اہم نہیں ہے کہ اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہونے والا اگر عمرہ اور حج کے درمیان اپنے گھر و اہل و عیال میں پہنچ جائے تو اس کا تمتع نہیں ہوتا بلکہ حج بذراعت ہوتا ہے، لہذا کسی بصد شوق اپنی ضرورت سے اشہر حج میں مکہ و میقات سے باہر کا سفر کریں اور واپسی میں عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں، اس کے بعد حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو حج کر لیں، کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ عمرہ کے بعد وہ حلال ہو کر اپنے گھر و وطن اور بچوں میں ہو گئے جس کی وجہ سے تمتع (عند الحنفیہ) باطل ہو جاتا ہے اور برقرار نہیں رہ جاتا۔ (جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے عموماً صراحت کی ہے) (۱۳۱/۲، ۵۳۹، فتح القدیر ۲/۲۸۸، ۲۳۱)۔

۵- تمتع کرنے والے آفاقی کے لئے تعدد عمرہ

تمتع کرنے والا آفاقی شخص تمتع کے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبل حج مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بابت علماء حنفیہ کا اختلاف ہے، قدیم فقہاء کا بھی اور بعد کے حضرات کا بھی۔

صاحب فتح القدیر و ملا سندھی وغیرہ ممانعت کے قائل ہیں، اور صاحب بحر و علامہ شامی اور ملا علی قاری وغیرہ اجازت دیتے ہیں۔

مفتی سعید صاحب نے معلم الحاج میں ملا علی قاری وغیرہ کے قول کو اختیار کیا ہے، اور حضرت گنگوہی و مولانا شیر محمد صاحب وغیرہ نے صاحب فتح کے قول کی تقویت کی ہے (۱۳۱/۲، ۵۳۰، ۵۳۷، مناسک القاری ۱۵۶، معلم الحاج ۲/۲۱۳، عمدہ وزبدہ ۳۱۳-۳۱۹)۔

اس اختلاف کی وجہ سے احتیاط اسی میں ہے کہ عمرہ نہ کر کے طواف کی فضیلت حاصل کرے جیسا کہ حضرت گنگوہی وغیرہ نے فرمایا ہے، باقی عمرہ کر لے گا تو گنجائش ہے، بالخصوص جو

حاجی تمتع کے ارادہ سے عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جائے اور پھر واپس ہو تو اس کو عمرہ کا احرام باندھ کر ہی آنا چاہئے۔

اس اختلاف کا معنی ایک دوسرا اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ مکی کو اشہر حج میں عمرہ کی ممانعت مطلقاً ہے یا یہ کہ جب وہ حج کا ارادہ رکھتا ہو تب ممانعت ہے، تاکہ اس کے لئے قرآن و تمتع کا مسئلہ نہ پیدا ہو۔

صاحب فتح القدر وغیرہ اس کے لئے نفس عمرہ کو اور مطلقاً عمرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اور آفاقی تمتع مکی کا حکم رکھتا ہے، لہذا ان کے نزدیک اس کے لئے بھی ممانعت ہے، اور شامی وغیرہ کا رجحان یہ ہے کہ مکی کے لئے عمرہ کی ممانعت مطلقاً نہیں ہے، لہذا وہ گنجائش دیتے ہیں۔

۶- رمی میں نیابت

الف- عمل رمی میں نیابت کی اجازت ہے، مگر معاملہ یہ ہے کہ اس کا وقت بہت وسیع رکھا گیا ہے اور معذوروں کے لئے وسعت و رخصت بھی، لہذا نیابت کی اجازت تو سعا نہیں بلکہ مجبوراً دی جاتی ہے۔

ب- اسی لئے یہ اجازت و نیابت صرف مریض و معذور کے حق میں ہے اور اس کے معذور و مریض ہونے کی حد تک، اس لئے کسی صحتمند آدمی کی طرف سے یہ نیابت درست نہیں ہے، اور اگر رمی کا جو زمانہ ہے اس میں نیابت رمی کے بعد وہ آدمی صحتمند و قادر ہو گیا تو خود اس کے لئے دوبارہ رمی کرنا ضروری نہیں ہے، اور بغیر کسی عذر معقول کے نیابت رمی کرنے و کرانے کی بنا پر جزا لازم ہوگی، اور از دحام کو اس کے لئے عذر نہیں سمجھا گیا ہے (زبدہ، ص ۱۸۲، معلم الحج، ۱۸۱، احسن الفتاویٰ، ۳/۲۲۵)۔

غنیہ میں آیا ہے:

”والرجل والمرأة فی الرمی سواء إلا أن رمیها فی اللیل أفضل فلا تجوز

النیابة عن المرأة بغير عذر“ (شرح نعیمیہ، ۲۰۰۰) (مرد و عورت دونوں رمی میں برابر ہیں، مگر عورت کے لئے رات کو رمی افضل ہے، اور عورت کی طرف سے بغیر عذر نیابت جائز نہیں ہے)۔

”قد تبین مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عذراً للمرأة ولمن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل لا في جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية“ (نعیمیہ، ص ۱۰۰)۔

(گزشتہ تفصیل سے ظاہر ہے کہ فقہاء نے بھیڑ کے خوف کو عورتوں اور معذوروں و کمزوروں کے لئے عذر قرار دیا ہے کہ وہ رمی سورج کے نکلنے سے پہلے کر لیں یا رات تک مؤخر کر دیں، لیکن اس کو جواز نیابت کے حق میں عذر نہیں مانا ہے اس لئے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، لہذا اگر یہ لوگ خود رمی نہ کریں (محض) ازدحام کے خوف کی وجہ سے تو ان پر فدیہ لازم ہوگا)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف ازدحام کی وجہ سے نیابت کی اجازت نہیں ہے، اس کا حل تو تاخیر کی رخصت ہے، اور نیابت کے حق میں معذور وہ شخص ہے جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنا ضروری ہے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کر سکتا ہے (عمدہ و زبدہ، ص ۱۸۶، معلم الحجاج، ص ۱۸۱، ۱۸۲)۔

۷۔ حالت احرام میں سرکاری پابندی کی وجہ سے واپسی

سعودیہ میں رہنے والے جو حضرات بغیر اجازت عمرہ یا حج کا سفر کرتے ہیں اور حالت احرام میں وہ قانون کی زد میں آ کر واپس کر دئے جاتے ہیں، فقہ حنفی کی رو سے ان کو محصر قرار دیا جاسکتا ہے اور ان کے لئے احصار کے احکام ہوں گے، اس لئے کہ فقہ حنفی میں احصار کے اسباب میں بہت توسع ہے حتیٰ کہ شوہر کی طرف یا آقا کی طرف سے پابندی کا لگنا بھی اس کے

تحت آتا ہے، اور قید ہونا نیز بادشاہ کا منع کرنا بھی (مئی ۲/ ۵۹۱، مانگیہ یہ ۱۵۵، معلم الحج ص ۲۶۶، ۲۲۲ رضانیہ ۲/ ۵۳۵، ۵۳۶)۔

عمدہ وزبده نے احصار کے بیان و صورتوں میں جدہ یا کامران سے جہاز کے واپس کر دینے کو بھی ذکر کیا ہے (ص ۳۳۱)۔

لہذا ایسے لوگ احصار کا حکم رکھیں گے، ان کا حکم یہ ہے کہ دم دے کر حلال ہوں اور آئندہ موقع ملنے پر قضا کریں، حج کا احرام ہو تو حج کی اور عمرہ کا ہو تو عمرہ کی۔

فقہ حنفی کی رو سے دم کا جانور حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، مگر مجبوری میں کہ جب فوری طور پر یہ ممکن نہ ہو تو عمده وزبده میں حضرت گنگوہیؒ و مولانا شیر محمد صاحب نے گنجائش ذکر کی ہے کہ اپنے ٹھکانہ پر ہی جانور کو ذبح کرنے کا (اور گوشت کو صدقہ کرنے کا) نظم کرے، بعض فقہاء حنفیہ نے اس کو ذکر کیا ہے، پھر یہ بھی ایک ضرورت ہے جس کی وجہ سے امام شافعی وغیرہ کے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے (عمدہ وزبده، ص ۳۳۱)۔

جو لوگ بغیر اجازت سفر پر نکلیں اور اندیشہ رکھتے ہوں ان کے حق میں 'عمدہ وزبده' کی تصریح کے مطابق ایک حل یہ ہے کہ احرام مشروط باندھیں کہ اگر پھنس گیا تو حلال ہو جاؤں گا۔ یہ گنجائش بھی فقہ حنفی کے معروف قول اور اصل مذہب کی رو سے نہیں ہے لیکن امام محمد کی ایک روایت ہے، ضرورت پر عمل کی گنجائش ہوگی، عمده وزبده میں اس کو ذکر کیا ہے اور بحوالہ شرح الملباب و شرح کبیر عبارت بھی نقل کی ہے (عمدہ، ۳۳۱، ۳۳۲، شرح الملباب ۲۷۹، کبیر ۲۳۰)۔

ایک بات یہ بھی لائق توجہ ہے کہ احصار کی صورت میں دم کے بعد حلال ہونے کی بات ہر حال میں نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی نے وضاحت فرمائی ہے، بلکہ اگر احصار کا سبب و عذر بندوں کی طرف سے ہو تو آدمی فوراً ہی حلال ہو جائے گا، اگرچہ دم واجب ہے اور اس کو ادا کرنا ہوگا، مگر دم دینے تک تاخیر و انتظار نہیں (مئی ۲/ ۵۹۱)۔

تو مذکورہ صورت تو اسی طرح کی ہے کہ اس میں رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔

۸- ترتیب اور ذبح کا مسئلہ

فقہ حنفی کی رو سے معروف و مفتی بقول کے مطابق تارن و متمتع کے لئے دس ذی الحجہ کے اعمال (رمی و ذبح و حلق) کے درمیان ترتیب واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی پر دم واجب ہوتا ہے، آج کل حکومت سعودیہ نے سہولت کے لئے ادارے قائم کئے ہیں وہ قربانی کراتے ہیں، اور یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں ترتیب واجب نہیں ہے جو فقہ حنفی کے حکم کے خلاف عمل ہوتا ہے اور دم واجب ہوتا ہے لہذا کیا کیا جائے؟

اولاً تو یہ کہ ادارہ اور اس کے نمائندے پیسے جمع کرتے وقت دن کی تعیین کرتے اور کراتے ہیں لہذا ان کی بات پر اعتماد کیا جانا چاہئے۔

ثانیاً خود قربانی کرنے والے صحتمند حضرات کو معذور حضرات اپنا وکیل بنا دیں۔ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا تو ضروری ہے نہیں، اس لئے یہ مسئلہ ایسا سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں مذہب غیر ذوق مرجوح کو اختیار کیا جائے جب کہ اس کے بغیر کام چل سکتا ہے۔

پھر یہ کہ ترتیب حکماً واجب ہے، اور واجبات حج میں عذر کی وجہ سے بہت توسع ہے، وہ عذر کی وجہ سے معاف بھی ہو جاتے ہیں۔ عورت، عمر دراز شخص، کمزور و بیمار تو عذر والے ہیں، ان کے حق میں اس کی وجہ سے یہ وجوب حکماً ساقط ہو جائے گا، توفیقہ حنفی کی رو سے ہی ان کو گنجائش ہے جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے، اس لئے بھی مذہب غیر یا قول ضعیف پر عمل و فتویٰ کی ضرورت نہیں رہ جاتی، مفتی نظام الدین صاحب نے تفصیلی جواب دیا ہے، جس میں بنیادی بات اصحاب عذر کے لئے ترتیب کے سقوط اور عدم لزوم کی آئی ہے (نظام الفتاویٰ ۱۵۷-۱۵۸)۔

۹- حج بدل اور متمتع وقران اور موجودہ حالات

جب کوئی آدمی کسی کی طرف سے حج کرنے جاتا ہے تو عنوان چونکہ حج کا ہوتا ہے اس

لئے وہ اسی کا مسور و مکلف ہوتا ہے، عمرہ حج سے الگ ایک عمل ہے جس کو حج کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے بعض صورتوں میں، مگر حج بدل کا عنوان اس کو شامل نہیں، اس لئے عام بات یہی لکھی گئی ہے اور ذکر کی جاتی ہے کہ حج بدل کرنے والا صرف حج کرے، جس کا مطلب ہے کہ میقات سے حج کا احرام باندھے، اور ظاہر ہے کہ تمتع قرآن میں عمرہ کا احرام ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ تمتع قرآن کی وجہ سے ایک خرچ بڑھتا ہے جو حج ہذا میں نہیں ہوتا یعنی قربانی کا۔

لیکن اس کے ساتھ فقہاء کی تفصیلات و تصریحات سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں وسعت بھی ہے، اور حج بدل میں تمتع قرآن دونوں کی گنجائش ہے، البتہ قربانی کے زائد خرچ کا ذمہ دار خود حج کرنے والا ہوگا، الا یہ کہ حج بدل کرانے والا اس کو برداشت کرنے کو تیار ہو جائے یعنی بخوشی اس کو منظور کر لے بالخصوص قرآن میں کہ آئیں میقات سے ہی حج کا احرام باندھا جاتا ہے، البتہ تمتع میں چونکہ حج کا احرام بعد میں مکہ سے باندھا جاتا ہے اور اس طرح حج کرنے والا آفاقی نہیں رہ جاتا بلکہ مکی ہوتا ہے جبکہ حج بدل کرانے والا آفاقی ہے اور یہ بات حج بدل کرانے والے کے مقصد کے بالکل خلاف ہے، اس لئے بہت سے اکابر بعد اجازت بھی تمتع کی صحت سے انکار کرتے ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ سے مولانا ظفر احمد صاحب و مولانا شیر محمد صاحب نے فرمایا ہے کہ بعد اجازت بھی اس سے بچنا اولیٰ ہے، جیسے کہ اس میں ممانعت و تنگی کا جو قول ہے اس کے پیش نظر ان حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر ہے کہ حج بدل کرانے والا ہر طرح کی اجازت دے یعنی عمومی طور پر حج کی بات کرے اور مکمل اختیار دے دے (۶۱۱/۲، معلم الحجاج ۲۷۷، عمدہ و زبیرہ ۵۵۳، امداد الاحکام ۲/۱۸۷، احسن الفتاویٰ ۳/۵۱۳، فتح القدر ۳/۷۲، ۷۳، نظام الفتاویٰ ۱/۵۱، جوہر الفقہ اول)۔

یہ تو اصل حکم ہوا، سوال موجودہ صورت حال کا ہے کہ آج حاجی سفر کے نظام میں باختیار نہیں ہے اور کچھ مزاج بھی بن گیا ہے جس کی وجہ سے کثرت سے تمتع کی شکل ہی پائی جاتی ہے یا ممکن ہوتی ہے کہ آدمی سفر کر کے اصل ایام حج سے اتنے قبل مکہ پہنچتا ہے کہ اس وقت سے

مسلسل احرام میں رہنا خواہتر ان کا ہو یا غیر ادکا، آدمی کے لئے انتہائی زحمت طلب ہے اور دشوار کن بھی، اس لئے حاجی مجبور ہوتا ہے کہ عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر خواہ مکہ مکرمہ میں رہے یا مدینہ طیبہ چلا جائے، اس لئے عموماً حجاج تمتع ہی کیا کرتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں جبکہ اپنا حج کرنے والے اسی خاص قسم کے حج پر مجبور ہیں یا مجبور سے ہیں، تو جسکو حج بدل کے لئے بھیجا و طے کیا جائے ظاہر ہے کہ اس کے حق میں حج وافر اد کے لئے بھیجنا نہیں سوچا جائے گا بلکہ عام حال کے مطابق جو حج عموماً ہو رہا ہے اس کے لئے بھیجنا متصور ہوگا، اس لئے کہ اجازت کے بعد اس میں وسعت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور اجازت کا جہاں اعتبار ہوتا ہے عرف و دلالت کی اجازت بھی کافی و معتبر قرار دی جاتی ہے الا یہ کہ صریح ممانعت پائی جاتی ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں معروف ہے، لہذا حسب توفیق و موقع حج بدل کرنے والا، حج قرآن یا حج تمتع جو چاہے کرے، اجازت ہوگی۔

اب درج سوالات و مشقوں کا جواب ملاحظہ ہو:

الف- حج بدل کرنے والا، آمر (حج کرانے والے) کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے، اگرچہ بعض حضرات نے اختلاف کی وجہ سے احتیاط کی بنیاد پر پچنا اولیٰ لکھا ہے (امداد الاحکام ۱۸۷۲)۔

ب- آمر کی طرف سے صریح اجازت ضروری نہیں دلالت بھی کافی ہے، الا یہ کہ صریح ممانعت پائی جائے یا صریح حکم صرف حج کرنے کا کیا جائے تو تمتع نہیں کر سکتا، پھر حیلہ کرے یا از خود ایسا کرے اور دم دیدے جو کہ جبر کا دم ہوگا۔

ج- اگر یہ خیال ہے کہ اجازت دے گا، گو ارا کرے گا اور خوش ہوگا تو بھی کافی ہے، یہ دلالت اجازت کے تحت داخل ہے۔

د- جہاں تک سوال ہے دم یعنی قرآنی کے خرچ کا، تو اس کے لئے لکھا ہے کہ اس کا

و جو بہر صورت حج کرنے والے پر ہوگا خواہ اس کو دم شکر قرار دیں یا دم جبر، اس لئے کہ دم شکر ہے تو دونوں عبادتوں کو فعلاً اس نے جمع کیا ہے، اور اگر دم جبر ہے تو غلطی و کوتاہی اس کی ہے۔ البتہ وہ خوشی سے منظور کر لے تو درست ہے، اور جب آمر (حج کرانے والا) خود اس کا حکم کرے، یا عرف و معمول کی وجہ سے اس کو متعین سمجھا جائے جیسا کہ آج کل ہے تو یہ خرچ آمر کو ہی برداشت کرنا چاہئے، جب سارا خرچ وہ دے رہا ہے تو یہ ایک خرچ کیوں نہ برداشت کرے۔

۷۔ تفصیل آچکی کہ حج بدل کرنے والے کو تمتع کی گنجائش ہے اس لئے کسی حل کے تلاش کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

اگرچہ معروف قول پر ہمارے علماء نے حیلہ کا بھی تذکرہ کیا ہے مگر خود ہمارے فقہاء بھی اس میں توسع کے قائل ہیں، اور فقہ حنفی میں تنگی کی صورت میں ضرورۃً حالات کو دیکھتے ہوئے دوسرے مذاہب کی وسعت و اجازت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب اس بابت ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں شافعیہ کے قول پر بھی مامور بالحق کو تمتع کرنا باذن لآمر جائز ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر تمتع کی اجازت بھی نہ ہو اور تمتع کر لے تب بھی حج ہو جائے گا صرف اجرت میں کسی قدر کمی کر دی جائے گی (اس کے بعد ”الوجیز“ کی روایت نقل کی ہے) (امداد الاحکام ۱۸۶/۲، ۱۸۷)۔

الفقہ الاسلامی میں حنا بلہ کا مذہب بھی بغیر اجازت جواز کا ذکر کیا ہے، البتہ یہ لکھا ہے کہ اگر احرام مکہ مکرمہ سے باندھے تو ایک تو دم واجب ہوگا اور دوسرے میقات سے مکہ تک کے سفر (اور بظاہر ما قبل الاحرام) کے اخراجات واپس کرے گا (الفقہ الاسلامی ۵۹، ۳، ۲۳۳، ۲۳۵، شرح المہذب ۱۳۲، ۱۳۳)۔

آمر کی صریح ممانعت اور صریح حکم کہ صرف حج کرنا، ان صورتوں میں یہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ ابتداء جدہ کی اور وہاں قیام کی نیت کی جائے، اس کے بعد حج کا وقت آنے پر حج کا احرام جدہ سے باندھا جائے (امداد الاحکام ۱۸۶/۲)۔

و- میت (مردہ) کی طرف سے حج، اگر حج کرنے والا خود اپنی طرف سے کر رہا ہے تو معاملہ اس کے اختیار کا ہے جیسا حج چاہے کرے اور ثواب پہنچائے، اور اگر کسی کی طرف سے بھیجا جا رہا ہے تو بھیجنے والے کی رعایت کرنی ہوگی، اور وہ ساری تفصیل ہوگی جس کا تذکرہ تمہید اور (دفعہ الف تا ہ) میں آیا ہے، اس بابت احقر کو کوئی چیز نہ مل سکی۔

خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں ہمارے اکابر بہر حال جواز کا رجحان رکھتے ہیں، اور امام شافعی و امام احمد کے یہاں اجازت کے بعد قرآن و تمتع میں کوئی قباحت نہیں ہے اور دم حج کرنے والے پر ہی ہوگا، اور بدو ن اجازت بھی گنجائش ہے مگر تفصیل ہے، اس لئے اجازت ہی دینا اور لیما بہتر بلکہ ضروری ہے (دیکھئے احسن الفتاویٰ ۱۳/۵۱۳، جوہر الفقہ وغیرہ)۔

۱۰- حیض اور طواف زیارت

طواف کے لئے پاک ہونا ضروری ہے، اس لئے حیض و نفاس کی حالت میں طواف منع ہے، پھر اس کے لئے مسجد میں بھی داخل ہونا پڑتا ہے، ناپاکی کی حالت میں یہ بھی منع ہے، اور طواف زیارت رکن ہے جس کے بغیر حج نامکمل ہوگا، تو عورت کو پاکی کا انتظار کر کے اس طواف کو ادا کرنا چاہئے، البتہ طواف و داع چونکہ رکن نہیں، اس مجبوری کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینے کی اجازت آئی ہے جیسا کہ معروف ہے۔

مگر کبھی عورت مجبور ہو سکتی ہے، اس مجبوری کا تصور قدیم عہد میں بھی تھا کہ تافلہ پہلے سے طے شدہ نظام کے مطابق حج کے معابد روانہ ہوگا، اور عورت اس حال میں نہ ہوگی کہ طواف زیارت پاکی کے ساتھ کر سکے، تو یا تو تافلہ کو چھوڑے جس کے بغیر سفر ہی ناممکن تھا یا اسی حال میں طواف کرے۔

اور اب بھی یہ مجبوری اہم ہے بلکہ مزید اہم کہ حکومت ویزے کی پابندیاں، ایک لمبا نظام سفر، جوہینوں سے طے پاتا ہے بروقت اس میں رووبدل بہت زحمت طلب ہوتا ہے، اور

ظاہر ہے کہ حج میں عورتوں کی تعداد معمولی نہیں ہوتی جس میں ایسے حال سے دوچار ہونے والی عورتیں بھی غیر معمولی تعداد کی حامل ہوں گی۔

تو ایسی صورت حال میں طواف کے لئے طہارت کی پابندی کے باوجود فقہ حنفی کی رو سے گنجائش ہے، اولاً تو طہارت کی اہمیت کے پیش نظر نظام سفر میں تبدیلی کی سعی کرنی چاہئے اور اتنا موقع نکالنا چاہئے کہ پاک ہو کر طواف کیا جاسکے۔

چونکہ حنفیہ کے یہاں طہارت، صحت طواف کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ صرف واجب ہے، لہذا خواہ حدث اصغر ہو یا اکبر دونوں کے ساتھ طواف شرعاً معتبر و صحیح قرار پاتا ہے اگرچہ واجب کے ترک کی وجہ سے دم بھی واجب ہوگا، حدث اصغر کی حالت میں چھوٹا دم یعنی بکری، اور حدث اکبر یعنی جنابت و حیض کی حالت میں بڑا دم، یعنی گائے و اونٹ واجب ہوگا۔ لہذا ایسی عورت اسی حال میں طواف کر لے اور دم ادا کرے یا اس کا نظم کرے اور سفر پر روانہ ہو جائے۔

سنن سعید بن منصور میں بسند صحیح روایت آئی ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہؓ کے ساتھ طواف کر رہی تھی اسی درمیان اس کو حیض آنے لگا تو حضرت عائشہؓ نے اس کا طواف پورا کر لیا (اعلاء السنن ۱۰/۳۳۰ بحوالہ فتح القدیر و نصب الرایہ)۔

رہ گئی بات ناپاکی کی حالت میں مسجد کے اندر داخلہ کی کہ مطاف مسجد حرام کے حدود کے اندر ہے، تو جب ضرورت طواف کی اجازت ہوگی تو اس کی بھی لزوماً ہوگی کہ طواف بغیر اسکے ممکن نہیں، اور پھر یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ کوئی ناپاکی کی حالت میں مسجد سے گزر کر دوسری طرف جانے پر مجبور ہو، اور ایک بات یہ بھی کہ حج کے واجبات میں عذر کی وجہ سے بڑی وسعت آئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی عذر ہے۔

اس مجبوری کی وجہ سے یہ گنجائش ان حضرات نے بھی دی ہے جن کے نزدیک طہارت شرط ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے حنابلہ و مالکیہ کا ایک قول دم کے ذریعہ تلافی کا ذکر کیا ہے (فتح الباری ۵/۵۰۵)۔

میرا خیال ہے کہ اس بابت سب سے زیادہ تفصیل و تطویل شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں آئی ہے، چنانچہ فتاویٰ کی جلد ۲۶ میں صفحہ ۱۷۶ سے ۲۴۸ تک مسلسل یہی بحث و گفتگو ہے اور کئی فتاویٰ آئے ہیں، شیخ نے اس میں اس بابت اختلاف کا تذکرہ کیا ہے اور بار بار امام احمد کی دوسری روایت و قول کو ذکر کیا ہے بلکہ اس کو بہت تفصیل و وضاحت سے مؤکد کیا ہے اور گنجائش و اجازت کو اختیار کیا ہے، اور اس ضمن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ حائض و جنبی کے لئے مسجد میں گزرنے یا ٹھہرنے کے حق میں امام شافعی و امام احمد کے یہاں کافی وسعت ہے، وضو کے ساتھ عورت مسجد کے اندر ٹھہر بھی سکتی ہے (فتاویٰ ۲۶/۱۷۸)۔

لہذا طواف کرنے کی اجازت ہے جو طہارت کے اہتمام یعنی غسل و وضو کے ساتھ ممکن ہے، ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے بھی ”اعلام المؤمنین“ میں لمبی بحث کی ہے اور یہی موقف اختیار کیا ہے (اعلام المؤمنین ۱۰/۳-۲۳)۔

خلاصہ یہ کہ یہ حکم جواز و گنجائش کا صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب میں بھی وسعت ہے اور دوسرے مذاہب کے اکابر علماء و فقہاء نے اس کو اختیار کیا ہے، جس کی وجہ پابند بنانے کی صورت میں زحمتوں سے دوچار ہونا ہے جس کو شیخ نے بھی بار بار اپنے کلام و فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔

الف - سفر کی مجبوری کی وجہ سے حیض و نفاس والی عورت کو ناپاکی میں طواف زیارت ادا کرنے کی اجازت ہے۔

ب - اس ناپاکی کے حال کے طواف سے رکن ادا ہو جائے گا اگرچہ نقص کے ساتھ۔ اسی لئے بطور تلافی دم واجب ہوگا۔

ج - اور دم بڑا یعنی گائے یا اونٹ کا ذبیحہ، بکری و بھیڑ کافی نہ ہوگی۔

د - یہ دم جنائیت (غلطی) کا ہے، اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا وجوب فوری نہیں ہوتا، اس میں تاخیر کی گنجائش ہے، بعد میں بھی نظم کیا جاسکتا ہے، اور اگر موت کا مرحلہ آ گیا تو

وصیت لازم ہے، مرنے پر ورثہ بدون وصیت ادا کر دیں تو کافی ہے۔
البتہ دم کا جانور حرم میں ہی ذبح کیا جاسکتا ہے، لہذا عورت واپسی سے قبل نظم کرے یا
واپس ہو کر کسی آنے جانے والے کے ذریعہ اس کا انتظام کرائے۔
جنایات کے باب و بیان میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

۱۱- سفر حج و عمرہ میں شوہر کا انتقال

سفر حج و عمرہ میں اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو چونکہ اس کے لئے محرم کی
معیت کی شرط ہے پھر عدت کا معاملہ و احکام بھی ہوتے ہیں، اس لئے اصل حکم تو اس کے لئے یہ
ہے کہ اب آگے کے اعمال کو وہ روک دے اور بعد میں قضا کرے، اس کو بھی احصار کے اسباب
میں شمار کیا ہے جیسا کہ معروف ہے (سنائی ۲، ۵۹۰، ۵۹۱)۔

مگر عموماً تہاجز کا سفر دور دراز اور مشکلات کا ہوتا ہے اور اب مشکلات میں اضافہ ہی ہوا
ہے، اخراجات سفر بھی بہت بڑھ چکے ہیں، اس لئے ضرورت اس میں گنجائش کی، یعنی حج و عمرہ کو
مکمل کرنے کی اجازت کی متقاضی ہے، یوں بھی بدون محرم اگر عورت حج کو جائے اور حج کرے تو
حج ادا ہو جاتا ہے، بس یہ کہ کراہت تحریمی کے ساتھ (معلم الحج ۸۸) تو مشکلات کی وجہ سے یہ
وسعت دینی چاہئے۔

پھر مشکلات و ضرورت کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی وسعت سے بھی فائدہ اٹھایا جا
سکتا ہے، گزر چکا ہے کہ ہمارے علماء نے ان مسائل میں بھی ضرورت، پریشانی و ابتلاء کی وجہ سے
دوسرے مذاہب پر عمل کو ذکر کیا ہے اور اس کو اختیار کیا ہے۔

اور یہ ساری تفصیل خصوصیت سے اس صورت میں ہے جبکہ وفات کا قصہ مکہ یا جدہ کے
علاوہ کہیں دور ان سفر یا مدینہ طیبہ میں پیش آئے، اور اگر مکہ مکرمہ میں اور آس پاس پیش آیا ہے
جدہ تک مثلاً، تو عمرہ کے ادا کرنے میں کوئی اشکال ہی نہیں کہ اعمال عمرہ سب مکہ مکرمہ میں ادا کئے

جاتے ہیں، مکہ میں عورت ہے، اور نہیں ہے تو جہاں ہے وہاں سے آسکتی ہے، اتنی مختصر مسافت کا سفر ممنوع نہیں ہے۔

اور اگر حج کا موقع اور اس کا احرام ہے تو احرام تو عمرہ کر کے کھولا جاسکتا ہے بعد میں قضا کی نوبت آئیگی، جبکہ اس کو کسی بنیاد پر حج کی رخصت و گنجائش نہ دی جائے۔

رخصت و گنجائش کی ایک جہت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عدت و نفات میں عورت کو معاشی ضرورتوں کے لئے دن کے وقت میں رات تک کے لئے گھر سے باہر نکلنے و جانے کی اجازت ہے، رات اپنے مقام پر گزارنی لازمی ہے، تو یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ رات کو مکہ مکرمہ کے قیام کا پابند بنا کر اس کو وقف عرفہ اور رمی وغیرہ کی اجازت دے دی جائے، وہ دن میں جا کر ان اعمال کو انجام دے لے، اور اس طرح حج کو مکمل کر کے آئندہ سال یا بعد میں قضا کی شکل سے بچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس مشکل کا احساس اہل نظر نے ہر عہد میں کیا ہے اور بالخصوص موجودہ حالات میں، مولانا شیر محمد صاحب نے عہدہ میں تحریر فرمایا ہے: اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا، اور اگر گھر کو واپس آئے تو پھر واپس جا کر حج کرنا، اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ کا موجود ہونا، اور واپسی کے وقت رفاقت کا ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی، تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلے جانے کا جواز ہے (عہدہ وزبہ، ۳۶۸)۔

مفتی عبدالرحیم صاحب نے مولانا شیر محمد صاحب کی مذکورہ تصریح کو بنیاد بنا کر گنجائش ذکر کی ہے یعنی حج کو پورا کرنے کی اجازت دی ہے (فتاویٰ رحیمیہ، ۲۳۸/۵، ۲۳۹)۔

دوسرے مذاہب پر وسعت کا معاملہ یہ ہے کہ بشافعیہ و مالکیہ کے یہاں حج فرض میں محرم و شوہر کی رفاقت کی شرط نہیں ہے بلکہ اطمینان بخش معاشرہ و رفقاء صرف عورتوں کا یا مخلوط کافی ہے (فقہ اسلامی، ۳۶۳)۔

البتہ عدت کی پابندی اہم ہے لیکن وسعت آئی ہے، المغنی میں آیا ہے:

”وإذا مات محرم المرأة في الطريق فقال أحمد: إذا تباعدت مضت فقصت الحج... قيل له: قدمت من خراسان فمات وليها ببغداد؟ فقال: تمضي إلى الحج وإذا كان الفرض خاصة فهو آكد... وهذا لأنها لا بد لها من السفر بغير محرم فمضيها إلى قضاء حجها أولى لكن إن كان حجها تطوعاً و أمكنها الإقامة في بلد فهو أولى من سفرها بغير محرم“ (المغنی ۳، ۲۳۰، ۲۳۱)۔

(عورت کا محرم اگر راستہ میں فوت ہو جائے تو امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر دور تک جا چکی ہے تو سفر پورا کرے اور حج کرے، ان سے پوچھا گیا کہ ایک عورت خراسان سے چلی اور بغداد میں محرم مر گیا تو فرمایا کہ حج کو جائے بالخصوص اگر حج فرض ہو... اس لئے کہ سفر تو اس کو بغیر محرم ہی کرنا ہوگا تو حج کو چاہا جانا بہتر ہے، ہاں نفل حج ہو اور کسی جگہ قیام ممکن ہو تو یہ قیام سفر سے بہتر ہے)۔

”إذا خرجت للحج فتوفي زوجها وهي قريبة رجعت لتعتد في منزلها وإن تباعدت مضت في سفرها“ (المغنی ۳، ۲۳۰، ۲۳۱)۔

(عورت حج کو چلی اور اس کا شوہر مر گیا، اگر گھر سے قریب ہے تو واپس ہو کر عدت گزارے، اور اگر دور جا چکی ہے تو سفر کو جاری رکھے)۔

واضح رہے کہ حنابلہ کے یہاں بھی ایک روایت وقول مثل شوانع و مالکیہ ہے کہ محرم کی شرط نہیں ہے۔

۱۲ - مکہ مکرمہ و منیٰ کا تعلق

منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے اتصال کے باوجود اگر انتظاماً الگ ہے تو دونوں دو متصل شہروں کی طرح ہیں، لہذا اگر حاجی مکہ مکرمہ میں ۱۵ دن کے قیام سے پہلے منیٰ جاتا ہے تو وہ مکہ

مکرمہ میں مقیم نہیں ہوگا۔

اور اگر انتظاماً ایک ہیں کہ ایک ہی کارپوریشن وغیرہ کے تحت ہیں تو دونوں ایک شہر کے دو حصوں کی طرح ہیں، اس لئے مکہ مکرمہ آنے پر اگر شہر مکہ میں ۱۵ ارون سے کم رہا تو بھی منیٰ کی مدت قیام ملا کر وہ مقیم سمجھا جائے گا۔

اور خیال یہ ہے کہ دونوں کا بلدیہ و کارپوریشن ایک ہی ہے۔

۱۳- وتر میں حنابلہ وغیرہ کی اقتداء

بلاد عرب وغیرہ میں جہاں غالب اکثریت غیر حنفیہ کی ہے اور وتر کی نماز وہ لوگ دو سلاموں سے ادا کرتے ہیں اور ایک سلام سے ادا کرنے والے امام نہیں ملتے تو اس صورت میں احناف اگر ایسے لوگوں کی اقتداء جماعت کی رعایت میں کریں جب کہ رمضان میں وتر کا باجماعت ادا کرنا ہی افضل قرار دیا گیا ہے (تاتارخانیہ ۱/۶۷۰) اور مجمع کی رعایت میں کہ لاکھوں کی تعداد میں اسی مسلک کے لوگ ہوتے ہیں یا لحاظ نہ کرنے والے، تو درست ہے۔

متعدد فقہاء حنفیہ نے اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ درمختار و ثامی وغیرہ میں آیا ہے (۵۳/۲، ۵۸، البدائع) لیکن اجازت کے ساتھ ان حضرات نے قید لگائی ہے کہ اگر امام فصل نہ کرے تو اقتداء کی جائے گی ورنہ نہیں، چنانچہ ارباب افتاء نے بھی اس کو ذکر کیا ہے (اموال احکام ۱/۵۰۳، ۵۱۲)۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ دوسرے حضرات فصل کے ساتھ ہی وتر ادا کرتے ہیں، اور معاملہ جماعت کی فضیلت حاصل کرنے اور مجمع عام کی مخالفت سے بچنے کے لئے ایک درجہ ضرورت کا ہے، بالخصوص حرین و حجاز وغیرہ میں، تو عمل بمذہب اہلیر کے تحت فصل کی صورت میں بھی گنجائش سمجھ میں آتی ہے، اور فقہاء حنفیہ میں امام ابو بکر صاص رازی نے فصل کے ساتھ بھی اقتداء کی اجازت دی ہے۔

در مختار میں ہے:

”وصح الاقتداء فيه بشافعي مثلا لم يفصله بسلام لا إن فصله علي الأصح فيهما“ (اور وتر کی نماز میں شافعی وغیرہ کی اقتداء صحیح ہے جبکہ وہ سلام کے ساتھ فصل نہ کرے اور فصل کرے تو درست نہیں، دونوں مسئلوں میں اصح قول پر)۔

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

دونوں مسئلوں سے مراد شافعی کی اقتداء کا جواز ہے، اور یہ کہ عدم فصل کی شرط ہے برخلاف اس قول کے جو ”ارشاد“ میں آیا ہے کہ ہمارے فقہاء (احناف) اس پر متفق ہیں کہ یہ درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اقتداء المفترض خلف المتفصل ہے (وتر ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں سنت ہے، تو فرض پڑھنے والا سنت و نفل والے کی اقتداء کر رہا ہے اور یہ ہمارے یہاں درست نہیں ہے)۔ اور عدم فصل کی شرط کا قول امام رازی کے قول کے خلاف ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اقتداء فصل کی صورت میں بھی صحیح ہے، اس لئے کہ اس کا امام سلام کی وجہ سے نماز کی حرمت سے باہر نہیں ہوتا، اور مسئلہ مجتہد فیہ ہے، لہذا یہ اقتداء ایسے ہی صحیح ہے جیسے کہ کوئی حنفی ایسے امام کی اقتداء کرے جس کی تکسیر بہرہ رعی ہو (تو امام کے عقیدہ و خیال کے مطابق اس کی نماز درست ہے لہذا حنفی اس کی اقتداء کر لے) (شامی ۸/۳)۔

اصولی طور پر یہ مسئلہ مذہب میں مخالف کی اقتداء ہی کا ہے، رائج اس کا جواز ہے، پھر اس میں گفتگو کی گئی ہے کہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کی قید کے ساتھ، یا یہ کہ امام کے مذہب پر نماز کی صحت کے ساتھ بھی کافی ہے، ہندوانی وغیرہ اسی کے قائل ہیں کہ امام کے مذہب پر اگر اس کا عمل درست و جائز ہے تو اقتداء درست ہے، جس کی شامی نے باب الامتہ میں تفصیل فرمائی ہے۔

فصل کے باوجود اقتداء کی صحت کا معاملہ یہ ہے کہ یہ سلام (درمیان کا) سلام تکمیل نہیں یعنی نماز کو ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ یہ سلام بھی تین رکعات نماز کا ایک عمل ہے جو درمیان نماز رکھا گیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی رو سے بھی نمازی کا ہر سلام اس کی نماز کو باطل و ختم نہیں کرتا، البتہ اگر

.....
امام صرف سلام ہی نہ پھیرے بلکہ درمیان میں گفتگو کرے اور دوسرے کام بھی تو اقتداءً ہیئاً محل
نظر ہوگی اور اس صورت میں تو ممانعت ہی سمجھ میں آتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

”خلاصہ یہ کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی تین رکعات دو شہد اور ایک سلام کے ساتھ
ہیں، لیکن اگر کوئی حنفی وتر میں کسی شافعی کی اقتداءً کرے اور وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد وتر
کو پورا کرے تو ابو بکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی وتر درست ہے“ (سارف
اسنن ۱۷۰۳)۔

فتح القدر میں بھی اس بابت کچھ تفصیل آئی ہے، اور یہ کہ دوسرے بعض ممتاز فقہاء اور
بعض مشائخ ابن ہمام بھی اس کے قائل تھے، اور کہتے تھے کہ اس کی وجہ سے متقدمین (فقہاء
حنفیہ) میں سے کسی سے فساد صلاۃ کا حکم نقل نہیں کیا گیا ہے (فتح القدر ۱/۳۸۱، نیز
البحر الرائق ۲/۳۹۲)۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

۱۔ اس سلسلے میں پہلے سوال کا جزء اول تو متفق علیہ ہے کہ حج و عمرہ کی نیت سے حرم کی میں داخل ہونے والے آفاقی کے لئے بغیر احرام میقات سے آگے بڑھنا موجب دم جنایت ہے اور ممنوع ہے، بلکہ تفصیل میں جزوی اختلاف سے صرف نظر کر کے کہا جاسکتا ہے کہ اس جنایت کا موجب دم ہونا ائمہ اربعہ کا اجماعی مسلک ہے (فقہ علی مذاہب الاربعہ ۱/۶۳۰)۔

لیکن سول کا دوسرا جز کہ جو آفاقی حج و عمرہ کے بجائے تجارت و ملاقات یا کسی دوسرے مقصد سے حرم کی میں داخل ہونا چاہے تو کیا اس کے لئے بھی بلا احرام میقات سے تجاوز ممنوع ہی ہے؟

ظاہر ہے کہ اس میں حضرات ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی ممانعت کا حکم باقی رہتا ہے اور یہ موجب دم جنایت ہی کہلاتی ہے، کیونکہ ”عن ابن عباسؓ أن النبی ﷺ قال: لا تجاوزوا الميقات إلا باحرام، رواه ابن أبي شيبة“ (اعلاء السنن ۱/۱۸) جیسی احادیث کا اطلاق اسی کا مقتضی ہے۔ اور پھر عقل کا تقاضا بھی یہی ہے، جیسا کہ فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں:

”لأن هذه البقعة الشريفة لها قدر وخطر عند الله تعالى فالدخول

فيها يقتضى التزام العبادة إظهاراً لشرفها على سائر البقاع“ (بدائع ۲/۱۶۳)۔

البتہ حنا بلہ و شافعیہ کے مسلک میں کچھ تفصیل نقل کی جاتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حرم کی میں داخلہ کی حاجت و ضرورت بہ کثرت اور بار بار پڑتی ہے جسے اصطلاحاً حاجت متکررہ سے تعبیر کرتے ہیں، یا محض اتفاقاً اور کبھی کبھار، جسے حاجت غیر متکررہ کہتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں امام احمد بن حنبل کے نزدیک بلا احرام دخول حرم اور تجاوز عن المیقات جائز ہے، جب کہ امام شافعی حاجت متکررہ میں تو بلا احرام دخول حرم کی اجازت دیتے ہیں، لیکن حاجت غیر متکررہ کے متعلق بعض شافعیہ سے اجازت کا تو دوسرے بعض اصحاب شوافع سے ممانعت کا، دونوں ہی قول منقول ہیں (المغنی ۳/۲۱۸-۲۲۰)۔

ان حضرات کے دلائل تھلہ اور عقلیہ ”المغنی ۳/۲۱۸ تا ۲۲۰“ میں تفصیلاً دیکھے جاسکتے ہیں اور حنفیہ کی طرف سے ان دلائل کے جوابات و توجیہات کے لئے بدائع ۲/۱۶۳ اور اعلاء السنن ۱۰/۱۸۰-۱۹۰ لائق مراجعت ہے۔

مسئلہ بالا میں اپنا ذاتی خیال اور رجحان

اپنا خیال یہ ہے کہ حنفی المسلمک حضرات کے لئے حکم عزیمت تو وہی رکھا جائے جو فقہ حنفی میں مذکور ہے، لیکن حاجت متکررہ میں فقہ شافعی کے مطابق بطور رخصت اس کی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ بلا احرام تجاوز عن المیقات کر کے حرم کی میں داخل ہو سکتا ہے۔

کیونکہ ”وما جعل علیکم فی الدین من حرج“ (سورہ حج: ۷۸) (دین کے حق میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی ہے)، ”إن الدین یسر“ (دین تو آسان ہے) ”رخص رسول اللہ ﷺ للضعفة فی ترک الوقوف بمزدلفۃ“ (حضور ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور حضرات کو مزدلفہ کا وقف ترک کرنے کی اجازت دی) (اعلاء السنن ۱۰/۱۳۶) ”جاز ترک الواجب دفعاً للمشقة“ (شاہنہ قدیم ص ۹۱) (واجب کا چھوڑنا دفع مشقت کے لئے جائز ہے)، ”المشقة تجلب التیسیر“ (مشقت سہولت کو لاتی ہے) اور ”الحرج مدفوع ما

شروع“ (حرج شریعت میں دور کیا جاتا ہے) جیسے نصوص و اصل سے یہی متقاضی معلوم ہوتا ہے، بعض نظائر فقہیہ سے بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے۔

۲- سوال نمبر دو کا جواب تفصیل بالا میں آچکا کیونکہ اس کا تعلق حاجت متکررہ ہی

سے ہے۔

المغنی لابن قدامہ (۳/۲۱۸) میں ہے:

”اگر ہم اس شخص پر احرام کو لازم کر دیں جو بار بار حرم کے اندر جاتا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ پوری زندگی حرم ہی رہے، اس لئے حرج کی بناء پر اس سے احرام ساقط ہے۔“

۳- آیت قرآنی ”ذَلِك لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اَهْلَهُ حَاضِرًا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ“ کی روشنی میں فقہ حنفی کی جو صراحت ہے ”لَا تَمْتَعُ وَلَا قِرَانَ لِمَكِّي“ (بجرائق ۲/۳۶۶)، کو ایسی صراحت دوسرے دبستان فقہ میں تلاش کے باوجود نہ مل سکی، مگر دوسرے قرآن کے سبب ہمارا خیال ہے کہ مکہ کے حق میں قرآن و تمتع کی ممانعت ائمہ اربعہ کا اجماعی مسلک ہے، کیونکہ آیت قرآنی ”فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعِمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ“ (سورہ بقرہ ۱۹۶) اور حدیث شیخین ”ذَبْحٌ عَنْ نَسَائِهِ الْبَقَرِ يَوْمَ النُّحْرِ وَكُنْ قَارِنًا“ (فقہ علی المذاهب الاربعہ ۱/۶۸۸) (یوم النحر کو آپ ﷺ نے ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی اس لئے کہ وہ سب قرآن کرنے والی تھیں) سے ہر تمتع اور قارن پر دم شکر کے طور پر ہدی کا لزوم بالکل واضح ہے، مگر پھر چاروں دبستان فقہ میں اس کی بھی صراحت ملتی ہے کہ تمتع و قارن پر ہدی شکر کے لزوم کے لئے شرط ہے اس کا غیر کی یعنی آفاقی ہونا (ایضاً)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے لئے تمتع و قرآن کی اجازت کسی فقہ میں نہیں۔ اگر کوئی مکہ تمتع و قرآن کرے گا تو یہ ایک جنایت ہوگی اور اس پر دم شکر نہیں بلکہ باجماع ائمہ اربعہ دم جنایت لازم آئے گا۔

۴- مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہوں اور انہیں اشہر حج میں میقات

سے باہر جانا پڑے تو اس کی تین صورتیں ممکن ہیں:

الف- کسی حاجت متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے تو ان کے لئے ”وفا للخرج“ رخصت و گنجائش ہے کہ وہ بلا احرام داخل ہو جائیں جبکہ اوپر مفصلاً لکھا جا چکا ہے اور اس صورت میں ان پر کسی بھی قسم کے دم جنایت کے لزوم کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

ب- حاجت غیر متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے، مگر یہ شخص آج سے پہلے کبھی اپنا حج فرض ادا کر چکا ہے تو ایسا آدمی احرام باندھ کر واپس آئے اور عمرہ کر کے احرام کھول دے، اس سال حج ہی نہ کرے، قاعدہ شرعیہ ”درء المفسد اولی من جلب المصالح“ کے تحت تمتع ممنوع، یا بلا احرام تجاوز عن المیقات میں سے کسی ایک جنایت کے ارتکاب کے مفسدہ سے بچنا ہی اس کا فریضہ ہوگا اور حج نفل کا ترک کر دینا ہی اولیٰ و انبہ ہوگا۔

ج- دشواری و پیچیدگی ہوگی اس صورت میں کہ اب تک وہ حج فرض بھی ادا نہ کر سکا ہے اور حاجت غیر متکررہ کے سبب میقات سے باہر جانا پڑے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس صورت میں اسے حج فرض کی ادائیگی کی اہمیت مخصوص کر کے اشہر حج میں میقات سے باہر جانے کی جرأت ہی نہیں کرنی چاہیے، ناگزیر ضرورتوں کو اپنے کسی نائب سے پوری کرنے، یا پھر اس ناگزیر حاجت و ضرورت کی عدم تکمیل سے جو نقصان و خسارہ ہو اسے دنیوی خسارہ سمجھ کر اثر وی خسارہ یعنی حج فرض کے ترک و تاخیر، یا بلا احرام تجاوز عن المیقات کی جنایت کے مقابلہ میں سہل و غنیمت جانے، اس موقع سے کوئی حیلہ، محض حیلہ فاسدہ ہی ہو سکتا ہے۔

۵- آفاقی تمتع اپنے عمر ہ تمتع سے فارغ ہو کر احرام حج سے پہلے حسب سہولت اور حسب موقع و ہمت جتنا عمرہ چاہے کر سکتا ہے، ”لا حرج فیہ مصرح فی کتب الفقہ“ (صحیح الخلق علی ہامش البحر ۱/۳۶۶)۔

۶- رمی جمرات و اجبات حج میں سے ہے جس میں عبادت بدنیہ کی حیثیت غالب ہے اور کسی بھی بدنی عبادت میں علی الاطلاق نیابت جائز نہیں۔

اس لئے رمی جمرات میں مائب بنانا صرف انہیں بوڑھے، مریضوں اور کمزور عورتوں کے لئے درست ہوگا جنہیں اپنی کمزوری کے سبب ازدحام کے اندر بذات خود رمی کرنے میں اپنی قوت مدافعت کی کمی کے سبب کچل جانے، یا کسی عضو کے ٹوٹ پھوٹ جانے، یا ازدحام میں دب جانے سے ایسی اذیت شدیدہ پہنچنے کا ظن غالب ہو جو عادتاً ناقابل برداشت ہوتی ہے، عورتوں کے حق میں ازدحام کی وہ حالت جس میں مردوں کے ساتھ دھکے اور دبنے سے دوچار ہونا پڑے نیا بت کے جواز کے لئے عذر کافی ہے۔

لیکن جو عورتیں بلا دھکے کھائے اور ازدحام سے دبے ہوئے رمی کر سکتی ہوں ان کے لئے مائب بنانا درست نہیں، اسی طرح جو جوان مرد بلکہ بوڑھے اور مریض اپنے اندر اتنی قوت مدافعت رکھتے ہوں کہ وہ ازدحام کے دھکوں کو سہار کر معمولی مشقت کا تحمل کرتے ہوئے بذات خود عمل رمی کو انجام دے سکتے ہوں اور اس قدر قوت پر خود ان کا ضمیر و قلب شہادت دے تو ان کے لئے بھی محض آرام پسندی اور کسل کے سبب مائب بنانا درست نہیں۔

دور حاضر میں رمی جمرات کے موقع سے ازدحام کا حل

یہ حقیقت ہے کہ آجکل تباہی کی کثرت انتہائی غیر معمولی ہو گئی ہے اور رمی جمرات کی جگہ بس وہی انتہائی محدود کی محدود ہی ہے، جس کے سبب رمی جمرات کے موقع سے عام طور پر ازدحام میں دبنے اور کچل جانے کے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اگر شریعت کی دی ہوئی وسعت و سہولت سے آنکھیں بند نہ کی جائیں تو اس طرح کے حادثات بھی کم ہوں گے اور ازدحام کا غیر معمولی ہونا بھی ختم ہو سکتا ہے۔ شریعت نے یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی کے اوقات بہت وسیع رکھے ہیں، مثلاً حنیفہ کے نزدیک شام تک، بلا کراہیت رمی ہو سکتی ہے اور رات میں مع الکرہیت۔

اگر صرف حنیفہ المسلمک تباہی اپنے مسلک کے مطابق وسعت و وقت سے فائدہ اٹھائیں

اور قبل از وصال عمل رمی جمرہ عقبہ پر اصرار نہ کریں تو آدھا ازدحام کم ہو جائے اور خطرات نکل جائیں، ضرورت ہے کہ کم از کم علماء حنفیہ فقہ حنفی کی اس سہولت اور وسعت وقت کی عام تبلیغ کریں اور حجاج کو واقف کرائیں۔

۷۔ عمرہ کے افعال چونکہ مختصر سے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں اور اس کے لئے کوئی خاص وقت متعین بھی نہیں ہے، اس لئے احرام عمرہ کے بعد اس کی ادائیگی میں ایک حکومت مسلمہ کی رکاوٹ شاذ و نادر ہی موثر ہو سکتی ہے، تاہم اگر حکومت کی رکاوٹ سے، یا کسی مرض و عذر کے سبب کوئی محرم عمرہ افعال عمرہ ادا کرنے سے معذور ہو ہی جائے تو انہیں بھی محصر کہا جائے گا، یہ سب کوئی محرم عمرہ افعال عمرہ ادا کرنے سے معذور ہو ہی جائے تو انہیں بھی محصر کہا جائے گا، یہ حلق کرا کے احرام کھول دے، بعد میں جب موقع ملے اس کی تضا کرنی ہوگی اور اداء نسک سے پہلے احرام کھولنے کے نتیجے میں دم واجب ہوگا، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ سب یہی فرماتے ہیں، حصر حدیبیہ کا واقعہ بھی ان حضرات کی دلیل ہے۔

امام مالک معتبر کو حلال ہونے کی اجازت نہیں دیتے ”لأنہ لا يخاف الفوات“ (المغنی ۳/۳۷۱)۔

ہاں افعال حج کے اوقات چونکہ ممتد اور مخصوص ہوتے ہیں، اس لئے سعودی حکومت میں رہنے والے غیر ملکی کے حق میں احرام حج کے بعد افعال حج کی ادائیگی میں حکومت کی رکاوٹ موثر ہو سکتی ہے۔ اب اگر کسی غیر ملکی محرم باحرام کو حکومت پکڑ کر تکمیل حج سے پہلے موضع اقامت پر واپس بھیج دے تو بظاہر اس کی تین صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں:

الف۔ قوف عرفہ اور طواف رکن کے بعد یہ رکاوٹ سامنے آئے تو ظاہر ہے کہ حج مکمل ہو چکا ہے کچھ واجبات حج رہ گئے ہوں گے جو وجہ عذر متروک ہوں گے ”فلا شیء علیہ، کما قال الصحابان“ (المحررات ۳/۵۶۳)۔

ب۔ طواف رکن سے پہلے مرقوف عرفہ کے بعد یہ رکاوٹ اور حکومت کی گرفت ہوئی ہوگی تو اسے باصطلاح شریعت محصر نہیں کہا جائے گا۔ ”کما قالت الفقہاء، لا إحصار بعد

ما وقف بعرفۃ“ (کنز الدقائق) (وقوف عرفہ کے بعد احصا نہیں ہوتا)، ایسے شخص کے متعلق امر اربعہ کا اجماعی مسلک ہے کہ وہ جب تک طواف رکن ادا نہ کر لے گا فی حق النساء محرم ہی رہے گا۔ اس کے بعد تفصیلات میں جزوی اختلاف ہے، مثلاً امام مالک تو اسی سال کے شہر ذوالحجہ کی آخری تاریخ تک طواف رکن کی ادائیگی ضروری کہتے ہیں، اس مہینہ سے مؤخر کرے گا تو دم لازم ہو جائے گا (فقہ علی المبراہب الاربعہ ۱/ ۶۵۳)۔

لیکن بقیہ تینوں حضرات امر چونکہ ”لانہایۃ لآخر وقتہا“ (فقہ علی المبراہب الاربعہ ۱/ ۶۵۳) کے قائل ہیں اس لئے لزوم دم کا حکم تو نہیں لگاتے مگر حنفیہ شہر ذوالحجہ ہی میں ادائیگی کو لازم کہتے ہیں، خواہ اس سال کے ذوالحجہ میں کرے یا آئندہ کسی سال میں، جبکہ امام احمد وشافعی شہر ذوالحجہ کی بھی تخصیص نہیں کرتے، جب جس مہینے میں چاہے وہ طواف رکن ادا کر کے فی حق النساء بھی حلال ہو سکتا ہے (ایضاً)۔

ج۔ حکومت کی طرف سے یہ رکاوٹ ووقوف عرفہ سے بھی پہلے سامنے آ جائے تو ظاہر ہے کہ حج کے دنوں ارکان (وقوف عرفہ اور طواف زیارت) معرض خطر میں آ گئے تو ایسا شخص یقیناً باصطلاح شریعت محصر کہلائے گا، اور محصر باحج کے لئے ایک راہ عمل تو تحلیل بانفعال امرہ کا ہے جو یہاں حکومت کی پکڑ کے سبب ممکن ہی نہیں، تو اب وہ یہی کر سکتا ہے کہ کم از کم ایک دنہ خرید کر حرم میں ذبح کر کے یا بذریعہ وکیل وقت متعینہ پر کرائے اس کے بعد حلق کر کے احرام سے نکل آئے، آئندہ قضا تو کرنی ہی ہوگی (کلامہ صرح فی کتب الفقہ)۔

غیر ملکی مقیم سعودی عربیہ کے لئے ایک خاص مخلص

علامہ ابن قدامہ نے ایک فصل قائم کر کے لکھا ہے:

”وإن شرط فی ابتداء الإحرام أن یحل متی مرض أو ضاعت نفقته أو نفدت أو نحوہ ، أو قال إن حبسني حابس فمحلي حيث حبسني ، فله الحل متی

وجد ذلك ولا شيء عليه لا هدى ولا قضاء ولا غيره فان للشرط تأثيرا في العبادات الخ“ (المغنی ۳/۷۷۳)۔

(اور اگر کوئی شخص ابتداء احرام میں شرط لگائے کہ اگر بیمار ہو یا نفقہ سفر ضائع ہو گیا، یا ختم ہو گیا وغیرہ تو میں احرام کھول دوں گا، یا کہا اگر مجھ کو کسی امر نے روکا تو جہاں روکا وہیں میرا احرام کھلے گا، تو ایسے شخص کو شرط کے پائے جانے پر حائل ہونے کا حق ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں، نہ ہدی نہ قضاء اور نہ کچھ، اس لئے کہ شرط کا اثر عبادات میں بھی ہوتا ہے)۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ ضباع بنت زبیر نے جناب رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں مگر ہوں میں مریضہ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حجی و اشترطی ان محلی حیث حبسنی“ (اس حدیث اور ”المغنی“ کی مذکورہ بالا طویل عبارت سے تو اس کی دلیل ملتی ہے کہ اگر سعودیہ عربیہ میں مقیم غیر ملکی حضرات جنہیں بعض اوقات حکومت کی اجازت کے بغیر احرام حج باندھنے کے بعد رکاوٹ پیش آ جاتی ہے اور نہیں حکومت پکڑ کر واپس بھیج دیتی ہے اور وہ عجب محضہ میں پڑ جاتے ہیں، ایسے لوگ ابتداء احرام ہی میں یہ شرط لگائیں کہ اگر حکومت کی طرف سے انفعال حج کی ادائیگی اور تکمیل سے پہلے کوئی رکاوٹ آئی تو وہی وقت میرے حائل ہو جانے کا ہوگا تو پھر یہ لوگ کسی پریشانی وزیر باری کے بغیر حلق کر کے احرام سے نکل سکتے ہیں)۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں کسی امام کا اختلاف بھی نقل نہیں کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کا مخلص کی دیگر دوستان فقہ کی روشنی میں تحقیق کر کے غور و فکر کرنا چاہئے اور اس فقہی سیمینار سے اجماعی فیصلہ ضرور ہونا چاہیے۔

۸- انفعال حج میں سے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کا ضروری ہونا صرف

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک ہے، امام مالک اگرچہ رمی اور حلق کے مابین وجوب ترتیب اور اس کے نوات سے دو دم کے قائل ہیں، مگر کم از کم حلق و ذبح کے درمیان تو ترتیب ان کے یہاں بھی

سنت ہی ہے۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ذبح و حلق کے درمیان ترتیب کا مسنون ہونا ہی امر ثلثہ اور احناف میں سے امام صاحبین کا اجماعی مسلک ہے (المشرح لکبیر مع المغنی ۳/۶۱۳)۔

دور حاضر میں ذبح و حلق کے درمیان ترتیب کی رعایت مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر واقعتاً مشکل ترین کام ہو چکا ہے۔ اس لئے ہمارے خیال میں حدیث رسول اللہ ﷺ ”قال رجل حلقت قبل أن أذبح قال أذبح و لا حرج“ (کے ظاہر نص سے استفادہ کرتے ہوئے امر ثلثہ اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اجماعی مسلک کو اختیار کر کے مقلدین ابی حنیفہ حجاج کرام کو اس کے لئے گنجائش و اجازت ہونی چاہئے کہ اگر یہ حجاج قربانی کی ذمہ داری حکومت وقت کے طرف سے مجاز اداروں کے سپرد کر دینے کے بعد پہلے رمی کر لیں پھر حلق کر لیں تو ان پر کوئی دم واجب نہ ہوگا خواہ واقعہ کے اعتبار سے یہ نیا ذبح والا فعل، رمی و حلق سے پہلے متحقق ہو، یا بعد میں دفعا للمشقة ترک واجب تک کی رخصت خود فقہ حنفی میں بھی نظر آتی ہے۔

۹- جب آج کل عموماً حج تمتع ہی کیا جانا امر معروف بن چکا ہے تو جب تک امر کی طرف سے صراحاً حج فرائض کی تخصیص اور تمتع سے ممانعت نہ ہو ”المعروف كالمشروط“ کے قاعدہ سے مامور کے حق میں امر کی طرف سے دلالت تمتع کی اجازت ہی سمجھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ذیلی سوالات کے جوابات اس طرح ہوں گے:

الف- امر کی اجازت صریحہ سے حج بدل کرنے والا مامور تمتع کر سکتا ہے۔

ب- امر کی اجازت صراحاً نہ ہو، مگر حاجیوں کا تمتع ہی کرنا معروف بن چکا ہو تب بھی وہ مامور اپنے حق میں دلالت اجازت تصور کر کے تمتع کر سکتا ہے۔

ج- اگر مامور کو ظن غالب ہے کہ امر ہمارے تمتع سے ناراض نہ ہوگا بلکہ اس کا ہم کو مجاز ہی سمجھے گا، تب بھی صریح اجازت لئے بغیر وہ تمتع کر سکتا ہے۔

د- دم تمتع تو بہر حال مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا، فقہ حنفی میں تو یہی صراحت ہے،

بلکہ اگر صراحتاً یا دلائل کسی بھی قسم کی اجازت آمر کی طرف سے نہ ہو، پھر ادعی کا اس نے حکم کیا ہو، تب تو حنفیہ کے یہاں وہ مامور پورے مال کا ضامن بھی ہوگا، وہ مامور خواہ تمتع کرے یا قرآن (۲۳/۷۲)۔

ھ۔ جب آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہو جاتی ہے تو احرام کے طویل ہونے اور کسی دشواری سے دوچار ہونے کا سوال ہی نہیں ہو سکتا۔

و۔ اپنا حج فرض ادا کئے بغیر کوئی مرجائے تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے یہاں فرضیت حج ہی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر وہ حج کرنے کی وصیت کر گیا ہوگا تو ترکہ کے مثلث سے اس وصیت کی تکمیل جہاں سے ممکن ہوگی کرانی جائے گی، لیکن اگر وہ وصیت بھی نہ کر سکا تو ظاہر ہے کہ اس کی طرف سے حج بدل کر انا محض تبرعاً وارث کی سعادت مندی ہوگی، اور اس صورت میں یہی ورثہ آ مر نہیں گے، اور اگر ورثہ ہی حج بدل پر جانے والے کو صراحتاً یا دلائل تمتع کی اجازت دیدیں گے تو میت کی جانب سے تمتع بھی کیا جاسکتا ہے۔

اور امام شافعی اور امام احمد کے یہاں چونکہ موت سے حج فرض ساقط نہیں بلکہ اس کے ذمہ فرض رہ جاتا ہے، اس لئے پورے مال سے اس کی ادائیگی کرانی ورثہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ (المغنی ۳/۱۹۶)۔

لیکن حج پھر اد سے بھی نفس فریضہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے، اس لئے ہمارا قیاس یہ ہے کہ ان دونوں امام کے یہاں پورے مال سے حج پھر ادعی کرانا ورثہ کی ذمہ داری ہوگی، لیکن مال میں وسعت ہو اور ورثہ راضی ہوں تو ورثہ کی اجازت سے تمتع کی گنجائش بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مصرعہ مسلک تو یہی ہے کہ آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کیا جاسکتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰: الف۔ حج کرنے والی خاتون حیض، نفاس کے سبب طواف زیارت نہ کر سکے اور اس کے لئے مکہ میں ٹھہر کر پاک ہونے کا انتظار کرنا کسی سبب سے ممکن نہ رہے اور نہ دوبارہ وطن

سے واپس آ کر اس رکن کی ادائیگی کا تصور کیا جاسکے تو ایسی خاتون کے لئے اسی ناپاکی کی حالت میں ہی طواف زیارت کر لینے کی گنجائش ہوگی۔

ب۔ بحالت ناپاکی طواف زیارت کر لینے سے رکن حج ادا ہو جائے گا مگر جبراً للتحصان دم لازم آئے گا۔

ج۔ یہ جنابت و ناپاکی چونکہ نفلظ ہے، اس لئے بدنہی لازم آئے گا بکری، دنبہ کافی نہ ہوگا۔

د۔ مقام ذبح کا حرم میں ہونا متعین اور ضروری ہے، خارج حرم کسی بھی دم کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی (البحر الرائق ۳/۵۷)۔

۱۱۔ سفر حج و عمرہ میں کوئی خاتون یا تو اپنے کسی محرم کے ساتھ ہوگی یا خود شوہر ہی اس کے ساتھ ہوگا، پھر احرام سے پہلے یا احرام حج کے بعد شوہر کی وفات کے سبب اس پر عدت و نفات لازم آجائے تو چونکہ عدت و نفات شوہر کے گھر میں گذارنی ضروری ہے اور پوری مدت عدت میں گھر سے نکلنا بلاعذر جائز نہیں، اس لئے ایسی خاتون کو شوہر کے گھر تک واپسی پر اور گھر ہی میں رکنے پر شرعاً مامور و مکلف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ دوران سفر احرام سے پہلے عدت و نفات لازم آجائے تو فقہ حنفی میں ”رجوع الی منزل الزوج“ (شوہر کے گھر کو لوٹنا) یا ”مضی الی المقصد“ (مقصد کی طرف بڑھنا) میں سفر شرعی کی مسافت ہونے نہ ہونے کے ساتھ محرم کے ہونے نہ ہونے اور پھر اس مقام کے صحرا اور آبادی ہونے کے علاوہ وہاں ہی مقیم ہو کر عدت گزارنا ممکن ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ، اختلاف احوال و مقام کی مختلف صورتوں میں مختلف احکام مذکور ہیں جن میں سے بعض صورت کے خروج و انتقال مکانی کی توجیہ ”لیس بابتداء الخروج معنی“ سے کی جاتی ہے تو بعض صورت میں عذر وحشت اور مسافرت وغیرت کے سبب متوقعہ اذیت کا نکتہ پیش کر کے کہا جاتا ہے:

”إن التربص علی المعتدة فی منزلها إن كان واجبا لکن يجوز الانتقال

بعذر“ (ہدایہ فی ۲۳۹) (معتدہ اپنے گھر کے اندر رہنا اگرچہ واجب ہے مگر عذر کی وجہ سے منتقل ہونا جائز ہے)۔

اور اگر یہ عدت وفات خاتون پر احرام حج کے بعد لازم آئے تو حنفیہ اسے محصر کے حکم میں داخل کر دیتے ہیں:

”أو أحرمت ولا محرم معها لكن معها زوجها فمات زوجها فإنها محصورة هكنا في البدائع“ (ہندیہ ۲۵۵/۱)۔

اس کا حاصل یہی نکلا کہ عورت حرمہ عدت وفات میں حج یا عمرہ نہیں کر سکتی، محصرہ کی طرح ہدی ذبح کر کے یا بذریعہ وکیل متعینہ وقت پر کرا کے قصر کر کے احرام کھول دے۔ لیکن علامہ ابن قدامہ نے المغنی ۱۸۰/۹ میں لکھا ہے:

”عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اس کے بعد شوہر مر گیا تو اگر وقت میں وسعت ہو اور عورت کو حج کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو اور نہ ساتھیوں کے فوت ہونے کا تو گھر میں عدت گزارنا لازم ہے، اس لئے کہ دونوں حقوق کے درمیان جمع کرنا ممکن ہے تو کسی کو ساتھ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر حج کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سفر جاری رکھنا لازم ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ فوت کا خوف ہو تب بھی گھر میں رہنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ معتدہ ہے جس کے لئے سفر کرنا درست نہیں ہے“۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات شوافع و حنابلہ کے یہاں وقت میں وسعت ہو اور رفتاً سفر کا ملنا بھی متوقع ہو تو عدت گزار کر حج کر لے گی ورنہ وہ عدت کے دوران ہی حج کر سکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے مذکورہ بالا عبارت میں امام ابوحنیفہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد ان کی جو دلیل بیان کی ہے اس میں ”فلم یجزلہا أن تنشی سفرًا“ کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ لفظ سفر سے مراد مطلق خروج عن البیت ہے یا سفر شرعی، اگر سفر شرعی مراد ہے تو اس کا

ایک نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ بلا سفر شرعی کئے اگر وہ معتدہ انحال حج کر سکتی ہے تو غالباً عند الاحناف بھی معتدہ حج ادا کر لے گی، بظاہر اس مراد کی تائید (ہدایہ ۲/۴۲۹) کے حاشیہ ۹ سے ہو جاتی ہے جس میں ”یعنی“ کے حوالہ سے لکھا ہے ”خروج المعتدہ مادون السفر مباح“ (سفر شرعی سے کم کے لئے معتدہ کا نکلنا درست ہے)۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ خود متن ہدایہ میں جو بات ”زوجہا فی مصر“ کی صورت میں محرم کے ہوتے ہوئے بھی مصر سے نکلنے نہ نکلنے کے جواز و عدم جواز کے متعلق امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، اس مسئلہ میں امام صاحب کی دلیل کے ضمن میں صراحت ہے کہ ”لیس للمعتدہ ذلک“ (ای خروج الی مادون السفر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”المغنی“ کی عبارت بالائیں ”سفر“ سے مراد سفر معنوی ہی ہے یعنی مطلق خروج عن البیت۔

۱۴- مکہ اور منیٰ جبکہ پہلے سے دو مستقل مقام کی حیثیت سے دو ناموں کے ساتھ موسوم ہے اور آج بھی گرچہ آبادیوں کے پھیلاؤ کے سبب دونوں جگہیں تقریباً مل جل گئی ہیں، تاہم دونوں کا نام الگ الگ ہونا ہی معروف اور عام و خاص کی زبانوں پر ہے اور اب تک کوئی ان دونوں کی آبادیوں کے مروجہ اتصال کے باوجود دونوں مقام کو ایک نہیں سمجھتا ہے اور نہ ایک ہی نام سے جاننے پہچاننے کا عرف ہی ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں جگہیں علیٰ حالہ دو مستقل مقام ہی سمجھے جائیں گی۔

اس لئے مکہ مکرمہ میں مسلسل پندرہ دنوں تک مسلسل رات گزارتے ہوئے قیام کی نیت کے ساتھ اگر نہیں ٹھہرے گا تو وہ مقیم نہیں ہو سکے گا۔ آج کل مکہ مکرمہ میں پندرہ دنوں کے قیام سے پہلے ہی منیٰ وغیرہ کی طرف حجاج روانہ ہو جاتے ہیں تو ایسے حاجی حضرات مقیم نہیں مسافر ہی رہیں گے۔

”لو نوى الإقامة خمسة عشر يوماً فى موضعين فإن كان كل منهما

أصلاً بنفسه نحو مكة و منى . . . لا يصير مقیماً“ (ہندیہ ۱/۱۳۰، ۱/۵۲۸)۔

.....
و توارث تھا، علامہ جصاص کا مسلک بھی یہی تھا اور یہی مختار و پسندیدہ شیخ اہند کا بھی تھا۔
اور بات سچ یہی ہے کہ کوئی بھی مقلد دوسرے مقلد کی کسی بھی طریقہ پر ادا کی ہوئی کسی
نماز کو قطعی باطل اور غیر صحیح نہیں کہہ سکتا۔

حج اور عمرہ کے اہم اور مشکل مسائل

مفتی شبیر احمد قاسمی ☆

جدہ اور محاذات میقات بھی میقات ہیں

سرکارِ دو عالم ﷺ کے مقرر کردہ کل پانچ میقات ہیں:

(۱) ذوالحلیفہ، (۲) جحہ جس کو اس زمانے میں ربلغ کہتے ہیں، (۳) قرن المنازل
(۴) یلملم اور (۵) ذات عرق، یہ پانچ مقامات حدیث میں میقات ہیں، بغیر احرام ان مقامات
سے آگے بڑھنا جائز نہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان میقاتوں کے محاذات کو بھی میقات کا حکم
حاصل ہے یا نہیں؟ جیسا کہ طائف و جدہ وغیرہ محاذات میقات یا اس سے دوری پر واقع ہیں، ان
کو میقات کے حکم میں قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں بعض علماء نے محاذات میقات کو حکم میقات میں تسلیم نہیں کیا ہے۔ مگر
فقہ العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی، حضرت تھانوی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ
ابن زیاد یمنی، اور صاحب غنیۃ الناسک وغیرہ نے محاذات میقات کو بھی میقات کے حکم میں قرار
دیا ہے، اسی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک جدہ اور طائف بھی میقات ہے، لہذا ساحلی علاقہ
سے بحری جہاز سے پہنچنے والوں کے لئے نیز مغربی ممالک سے ہوائی جہاز سے پہنچنے والوں کے
لئے مذکورہ علماء کبار کے نزدیک احرام باندھنا بلا کراہت جائز ہوگا، اور ان حضرات کی رائے
زیادہ صحیح اور معتبر ہے، اس لئے اس کو معمول بہ اور مفتی بہ قرار دیا جائے گا (مستقادم ادا الفتاویٰ ۱۶۹/۲،

فتاویٰ غلیبہ ۱/ ۹۲، جوہر الفقہ ۱/ ۷۸، زیورۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۱/ ص ۶۱۔

مگر شمالی شرقی اور شرقی جنوبی ممالک سے ہوئی جہاز سے جدہ پہنچنے والوں پر پہلے ہی سے احرام باندھ لینا لازم ہوگا، کیونکہ شمالی شرقی ممالک سے آنے والوں کے سامنے قرن المنازل یا یلمام یا ان کے محاذات آتے ہیں، ان پر وہیں سے احرام باندھنا لازم ہے، اور شرقی جنوبی ممالک سے آنے والوں کے سامنے ذوالحلیفہ یا ذات عرق یا ان کے محاذات آتے ہیں، ان پر وہیں سے احرام باندھنا لازم ہے، کیونکہ اول میقات سے بلا احرام گذرنا مکروہ تحریمی اور موجب دم ہے، ہاں البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے میقات میں جا کر احرام باندھنے کی وجہ سے دم ساقط ہو جائے گا، مگر کراہت بھی باقی رہتی ہے (ایضاح المناسک ۱/ ۸۵)۔

”لو جاوز میقاتا من المواقیت الخمسة یرید الحج أو العمرة فجاوزہ بغير إحرام ثم عاد قبل أن یحرم وأحرم من المیقات وجاوزہ محرما لا یجب علیہ دم بالاجماع“ (بدرائع ۱۶۵/۲) وعلیہ العود إلى المیقات الذی جاوزہ أو إلى غیرہ أقرب أو أبعد وإلى میقاتہ الذی جاوزہ أفضل الخ“ (نویۃ المناسک ۱/ ۳۰)۔

(اگر پانچوں میقات میں سے کسی ایک سے بلا احرام تجاوز کر گیا ہے اور وہ حج یا عمرہ کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو بلا احرام گذرنے کے بعد پھر احرام سے قبل کسی میقات میں آ کر احرام باندھ لیتا ہے اور پھر محرم بن کر گذرتا ہے تو بالاجماع دم لازم نہ ہوگا۔ اس پر گذرے ہوئے میقات یا کسی دوسرے میقات جو پہلے سے قریب ہو یا بعید اس پر لوٹنا لازم ہے اور اپنے میقات پر لوٹنا زیادہ افضل ہے)۔

۱- آفاقی کا بلا احرام مکہ میں داخل ہونا

آفاقی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں، اگر یہ لوگ حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ اکثر مہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں، تو تمام ائمہ کے نزدیک میقات

سے احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے، لہذا اگر بلا احرام میقات سے تجاوز کریں گے تو بالاتفاق ایک دم کفارہ میں واجب ہوگا، اور اگر دخول مکہ کا ارادہ ہے مگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ دوستوں سے ملاقات یا تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے داخل ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں علماء امت کے دو نقطہ ہائے نظر ہیں:

اول: حضرت امام حسن بصری، امام بخاری، ابن شہاب زہری، داؤد بن علی اور اصحاب ظوہر کے نزدیک جو آفاقی حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اس کے لئے بلا احرام میقات سے گذر جانا جائز ہے اور اس پر کوئی دم یا کفارہ بھی نہیں ہے، ہاں البتہ احرام باندھ کر جانا مستحب ضرور ہے (عمدة القاری ۱۰/۲۰۵)۔

نیز حضرت امام شافعی اور امام مالک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے، اور حضرت امام شافعی کے یہاں یہی قول مفتی بہ اور معمول بہ ہے۔

دوم: حضرت امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، ابو ثور اور لیث بن سعد کے نزدیک، نیز حضرت امام مالک اور امام شافعی کے قول مشہور کے مطابق جو آفاقی حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اس کے لئے بھی بلا احرام میقات سے گذر جانا جائز نہیں ہے، اگر گذر جائے گا تو حضرت امام شافعی اور ابو ثور کے نزدیک کفارہ یا دم لازم نہ ہوگا، مگر حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر ایک عمرہ یا حج کرنا لازم ہو جائے گا، اور بلا احرام گزرنے کی وجہ سے ایک دم بھی لازم ہو جائے گا (کتاب الافکار ۵/۱۹۳، عمدة القاری ۹/۲۲۳، ۱۰/۲۰۵)۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب آفاقی دخول مکہ کے ارادے سے میقات سے تجاوز کرے گا تو چاہے حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں، دونوں صورتوں میں حج یا عمرہ میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے اس لئے بلا احرام تجاوز جائز نہیں ہوتا، اور حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر ارادے کے یہ عبادت لازم نہیں ہوتی۔

”لو أراد بمجاوزة هذه المواقيت دخول مكة لا يجوز له أن يجاوزها“

إلا محرماً سواء أراد بَدْخُولِ مَكَّةِ النَّسْكَ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ أَوْ التَّجَارَةِ أَوْ حَاجَةٍ أُخْرَى عِنْدَنَا“ (بدائع ۲/۱۶۳)۔

۲- میقات سے بلا احرام بار بار گزرنے کی ضرورت

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حنیفہ اور حنابلہ کے نزدیک آفاق کے لئے بلا احرام میقات سے گزر جانا جائز نہیں ہے، حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں ہر صورت میں احرام لازم ہے، اور اسی طرح اگر کسی میقات سے آفاق میں جائے گا تو اس پر بھی واپسی میں احرام باندھنا لازم ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کل کے زمانہ میں کاروباری لوگوں کو کثرت کے ساتھ بار بار آنے اور جانے کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً اہل مکہ کو بار بار مدینہ جانا پڑتا ہے اور اہل مدینہ کو بار بار مکہ امکرمہ اپنے کاروبار کے لئے جانا پڑتا ہے تو اگر ان پر ہر مرتبہ احرام باندھ کر عمرہ کا حکم لگایا جائے گا تو شدید مشقت اور حرج لازم آجاتا ہے تو ان کے لئے شرعی طور پر کوئی رعایت اور گنجائش ہو سکتی ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ مبینہ دو مبینہ میں آتے جاتے ہیں ان کے حق میں تو کوئی گنجائش نہ ہوگی، البتہ جو لوگ روزانہ یا ہر ہفتہ آتے جاتے ہیں ان لوگوں کے لئے بلا احرام میقات سے گزرنے کے دو طریقے ہم کو نظر آتے ہیں:

طریقہ اول: ضرورت اور حاجت شدیدہ کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے حضرت امام شافعیؒ، امام حسن بصریؒ، ابن شہاب زہریؒ، داؤد بن علیؒ، عبد اللہ بن وہبؒ، ابو ثور وغیرہ کے مسلک پر اس مسئلہ میں عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

طریقہ دوم: حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ میقات کے باہر سے لکڑیاں لانے والے اور عمال اور تجار اور کمانے والے جو بار بار جاتے آتے ہیں ان کے لئے بلا احرام میقات سے گزرتے رہنے کی اجازت ہے۔

اس لئے کہ اگر ہر باران پر احرام کی پابندی لگائی جائے گی تو سخت مشقت کا خطرہ ہے، مصنف ابن ابی شیبہ اور نخب الافکار وغیرہ میں ابن عباس کی روایت اس طرح کے الفاظ سے مروی ہے:

”عن ابن عباس قال: لا يدخل أحد مكة إلا بإحرام إلا الحطابين والعمالین وأصحاب منافعهما...“ (نخب الافکار قلمی ۲۱۹/۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱۱/۳، طحاوی شریف من عطاء ۲۳۸/۱، تفتیح البیر ۲۱۱/۱)۔

اور حنفی مسلک کے فقہاء اور محدثین بھی ضرورت کی وجہ سے میقات کے باہر سے لکڑیاں لانے والوں اور ان کی طرح ضرورت سے بار بار آنے جانے والوں کے لئے بلا احرام میقات سے گزرنے کی گنجائش لکھتے ہیں اور اس طرح کے الفاظ نقل فرماتے ہیں:

”کره الأكثر دخولها بلا إحرام و رخصوا للحطابين ومن أشبههم“ (أوجز المسالك ۴۳۲/۳، عمدة القاری ۲۰۵/۱۰، تجرید ۲۱۵/۱)۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ بار بار میقات سے باہر جانے والے کی اور بار بار مکہ المکرمہ میں اپنی ضرورت کے لئے داخل ہونے والے آفاقی کے لئے بلا احرام میقات سے گزرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اور ان پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔

صاحب التسهیل الضروی لکھتے ہیں کہ تجارتی ضرورت کے لئے بار بار آنے جانے اور سواقین کے لئے بلا احرام میقات سے گزرتے رہنے کی گنجائش ہے:

”لو سومح فی ذلک لمن یحتاج إلى الدخول متکرراً الکسب ما یحتاج إليه من نفقة عیاله کالسواقین قیاساً علی الحطابين لکان له وجه“ (التسهیل الضروی ۱۸۲/۱)۔

اگر اس سلسلہ میں ایسے شخص کو گنجائش دی جائے جو اپنے بال بچوں کی معاشی ضروریات حاصل کرنے کے لئے بار بار داخل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ڈرائیور وغیرہ تو حطابین پر قیاس کر کے اس

کے لئے گنجائش ہو سکتی ہے)۔

۳: الف- مکی کا اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں عمرہ کرنا

اگر مکی اشہر حج میں میقات سے باہر کسی ضرورت کے لئے جاتا ہے تو واپسی میں اس کی تین شکلیں نظر آتی ہیں:

پہلی شکل: وہ مکی واپسی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا ہے اور ارکان عمرہ ادا کر کے حلال ہو جاتا ہے اور وہ اسی سال حج نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ اور دم وغیرہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے واپسی میں احرام کے ذریعہ میقات کا حق ادا کر دیا۔

”المکی إذا خرج منها وجاوز الميقات لا يحل له العود بلا إحرام

...“ (۲۷۵/۲)۔

دوسری شکل: وہ مکی واپسی میں بلا احرام میقات سے گذر کر مکہ میں داخل ہو جاتا ہے تو بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اس پر کفارہ میں ایک دم واجب ہو جائے گا، ہاں البتہ اگر دوبارہ میقات یا محاذات میقات میں جا کر احرام باندھ کر عمرہ ادا کرتا ہے تو واجب شدہ دم ساقط ہو سکتا ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”من جاوز آخر المواقيت بغير إحرام ثم عاد إليه وهو محرم ولبى فيه

فقد سقط عنه الدم الذي لزمه بالمجاوزة بغير إحرام لأنه قد تدارك ما

فاتہ“ (البحر الرائق ۳۸)۔

تیسری شکل: وہ مکی واپسی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوتا ہے اور ارکان عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیتا ہے اور پھر اسی سال حج بھی کر لیتا ہے تو یہ اس کا حج تمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو تمتع کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ حج تمتع کے لئے شرط یہ ہے کہ عمرہ اور حج ایسے ایک سفر میں کیا جائے کہ دونوں کے درمیان اپنے وطن نہ پہنچ جائے جس کو فقہاء امام صحیح

کہتے ہیں۔

اور مکی جب میقات سے احرام باندھ کر مکہ پہنچ جاتا ہے تو لازمی طور پر اس کی طرف سے امام صحیح کا ثبوت ہو جاتا ہے اور حج اور عمرہ کے درمیان امام صحیح مفید تمتع ہے، اس لئے مکی اگر تمتع کر بھی لینا ہے تو اس کا تمتع صحیح نہ ہوگا اور اس پر ایک دم جبر بھی لازم ہو جائے گا جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے، اور دم جبر اس لئے لازم ہے کہ اس نے امر ممنوع کا ارتکاب کر لیا ہے (دیکھئے شامی ۵/۶۸، عناہ ۳/۱۵، ۲/۱۵، ۲/۱۵، ۲/۱۵)۔

ب۔ مکی کا میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج قرآن کرنا

اگر مکی اشہر حج آنے سے کافی پہلے میقات سے باہر ضرورت کے لئے چلا جائے اور اشہر حج آنے کے بعد واپسی میں میقات سے حج قرآن کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو جائے اور آفاقی کی طرح احرام کی پابندی کر کے حج قرآن ادا کرتا ہے تو اس کا حج قرآن بلا کراہت صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ اشہر حج سے قبل میقات سے باہر جانے کی وجہ سے وہ مکی آفاقی کی طرح ہو گیا ہے، اور اگر اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں میقات سے حج قرآن کا احرام باندھ لینا ہے تو ایسی صورت میں اس کا حج قرآن جائز نہ ہوگا، اور دونوں صورتوں میں اس پر ایک دم واجب ہو جائے گا اور یہ دم جبر ہوگا اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا، حضرات فقہاء نے اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”مکی اور جو شخص مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے صرف حج افراد جائز ہے، اگر حج قرآن یا حج تمتع کر لے تو جائز ہوگا لیکن گنہگار ہوگا اور ایک دم کفارہ بھی لازم ہوگا۔ اس کے تحت شامی لکھتے ہیں کہ اگر وہ کوفہ جا کر واپسی میں حج قرآن کر لینا ہے تو بلا کراہت صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقاتی ہو گئے اور وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا ہے۔ محبوبی نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اشہر حج سے قبل آفاق میں گیا ہو، اور اگر اشہر حج میں گیا ہے تو قرآن

جائز نہ ہوگا، لہذا اس کا اشہر حج میں آفاق میں جانے کی وجہ سے مکی ہونے کا حکم ختم نہ ہوگا، اور محبوبی کا قول صحیح اور مفتی بہ ہے“ (مئی ۳۳، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳)۔

ج- مکی نے اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج کا احرام باندھ لیا
مکی اشہر حج میں میقات سے باہر جا کر واپسی میں حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول: مکی نے مکہ سے باہر جاتے وقت واپسی میں حج کا احرام میقات یا محل میں باندھ کر آنے کا ارادہ کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں اس پر کفارہ میں ایک دم دینا لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے حج کا میقات حدود حرم ہے، اس نے گویا اپنے میقات سے بلا احرام تجاوز کر لیا ہے جو موجب دم ہے۔

دوم: مکی نے مکہ سے نکلتے وقت یہ ارادہ نہیں کیا کہ حدود حرم سے باہر حل یا آفاق میں جا کر حج کا احرام باندھنا ہے بلکہ اپنی مخصوص ضرورت کے لئے نکلا ہے اور چونکہ حج کا موسم ہے تو واپسی میں حل یا میقات سے بجائے عمرہ کے حج کا ارادہ کر لیا تو ایسی صورت میں اس کا حج اسی احرام کے ساتھ بلا کراہت جائز ہو جائے گا اور کوئی دم بھی لازم نہ ہوگا۔
اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

”اور اگر مکی حدود حرم سے باہر نکلا پھر حج کا احرام باندھ لیا تو اس پر ایک دم لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے حج کا میقات حدود حرم ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے“ (تمبین الحقائق ۲۳، ۷۳)۔ ہدایہ میں ہے: ”جب مکی نے حرم سے حج کے ارادے سے نکل کر عرفہ میں قوف کر لیا تو اس پر ایک دم ہے، اس لئے کہ اس کا میقات حدود حرم ہے اور اس نے بلا احرام اپنے میقات سے تجاوز کر لیا ہے“۔ اور اس کے تحت بنایہ میں ہے: ”وہ حج کا ارادہ رکھتا ہو، اس لئے کہ اگر حدود حرم سے کسی ضرورت کی وجہ سے نکلا ہے پھر حج کا احرام باندھ لیا ہے تو اس پر کوئی

جرمانہ لازم نہیں ہے لوٹ کر آنا ہو یا نہ آنا ہو، اس لئے کہ جب وہ اس مقام میں کسی حاجت کے لئے نکلا تو وہ اس مقام والوں میں سے ہو گیا ہے“ (بنایہ شرح الہدایہ ۱/ ۵۸۷)۔

بے موقع احرام سے مکی پر تعدد دم

مکی کے لئے قرآن یا تمتع کرنا جائز نہیں، اور حج کا احرام حدود حرم سے باہر جا کر باندھنا اور عمرہ کا احرام حدود حرم میں باندھنا جائز نہیں، لہذا اگر مکی حج قرآن یا تمتع کرتا ہے اور حج کا احرام حل میں جا کر اور عمرہ کا احرام حدود حرم میں باندھتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر تین دم واجب ہو جائیں گے: (۱) قرآن یا تمتع کی وجہ سے، (۲) حج کا احرام حل میں جا کر باندھنے کی وجہ سے، (۳) عمرہ کا احرام حدود حرم میں جا کر باندھنے کی وجہ سے، ان میں سے ایک کا بھی کوشت کھانا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”ولو قرن المکی أو تمتع فأحرم للحج من الحِلِّ وللعمرۃ من الحرم فعلیہ ثلاثۃ دماء: دمان لترك الوقتین و دم للقران أو للتمتع وهو دم جبر“ (نویۃ المناسک ۳۰۸)۔

۴- مکی کا میقات سے باہر جا کر واپسی میں احرام

جب اہل مکہ میں سے کوئی میقات سے باہر جائے گا تو پھر واپسی میں اگر حج یا عمرہ کا ارادہ کرتا ہے تو سب کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے اگر بلا احرام داخل ہوگا تو جرمانہ میں ایک دم واجب ہوگا۔

اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو حضرت امام شافعی، امام حسن بصری، ابن شہاب زہری، داؤد بن علی، ابن وہب اور ظاہر یہ کے نزدیک احرام لازم نہیں ہے، اور حضرت امام ابو حنیفہ، امام احمد، سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک احرام باندھ کر داخل ہونا واجب ہے،

بلا احرام داخل ہوگا تو ایک دم لازم ہو جائے گا۔

”المکی إذا خرج منها وجاوز الميقات لا يحل له العود بلا إحرام
لكن إحرامه من الميقات“ (بخاری ۲۷۸/۲)۔

”اور امام شافعی کے نزدیک احرام اس وقت لازم ہوتا ہے کہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ
کرتا ہو لہذا جب اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ہو تو احرام لازم نہیں ہے“
(بخاری ۲۷۵/۲، بدائع ۲۷۳/۲)۔

دم ساقط ہونے کی شکل

اگر آفاقی بلا احرام میقات سے تجاوز کر کے حدود حرم اور مکہ المکرمہ میں داخل ہو گیا
ہے یا جو مکی میقات سے باہر جانے کے بعد بلا احرام میقات سے گذر کر مکہ المکرمہ میں داخل ہو
گیا ہو تو اس کے اوپر جرمانہ کا دم واجب ہو چکا ہے، اب اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات میں جا کر
حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا تو واجب شدہ دم اس کے اوپر سے ساقط ہو جائے گا اور بلا احرام
میقات سے گذرنے کا جو گناہ ہوا تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح گذرے ہوئے میقات کے
مخافات یا اس سے دور جا کر بھی احرام باندھنا جائز ہے (نویۃ الناسک، ۳۰)۔

بدائع اور فتح القدر میں اس کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

”اگر میقات سے بلا احرام گذر جانے کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن کے ادا کرنے
سے قبل حل یا حرم میں احرام باندھ لیا ہے پھر واپس میقات میں آ کر احرام کا تلبیہ پڑھ لیا ہے تو
لازم شدہ دم اس سے ساقط ہو جائے گا“ (بدائع ۱۶۵/۲)، ”جو اپنے میقات سے بلا احرام تجاوز کر
جائے پھر کسی دوسری میقات میں آ کر احرام باندھ لے تو جائز ہو جائے گا مگر اپنے میقات پر جا
کر باندھنا زیادہ بہتر ہے“ (فتح القدر ۲۶۱/۲، نیز دیکھئے التسمیل للہروری ۱۸۳، نویۃ الناسک، ۳۰، البحر
المائق ۲۸۸/۳)۔

۵- متمتع کاج سے پہلے بار بار عمرہ کرنا

جو شخص حج تمتع کرتا ہے اس کاج سے پہلے اشہر حج یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے عشرہ اول میں بار بار عمرہ کرنا کیسا ہے؟ تو راجح اور صحیح قول کے مطابق حج سے قبل مذکورہ ایام میں بار بار عمرہ کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں (مستفاد از أوجز المسائل ۳/ ۳۷۳، نعیۃ الناسک، ۱۱۵، معلم الحج، ۲۳۱)۔

غنیۃ میں ہے:

”اور حاجی کے لئے جائز ہے کہ حج سے قبل جتنے چاہے عمرہ کرے، اور لباب میں جو حج سے قبل ممانعت لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے“ (نعیۃ الناسک، ۱۱۵)۔

”اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ متمتع ارکان عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب دوسرا عمرہ کرے گا تو متمتع باطل ہو جائے گا، ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ جب دوسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ متمتع ہو جائے گا اور جب تیسرا عمرہ کرے گا تو اس کے ذریعہ علیٰ ہذا القیاس جتنے عمرے کرے گا ان میں آخر والے کے ذریعے سے متمتع صحیح ہو جائے گا“ (فتاویٰ محمودیہ، ۱۳/ ۱۸۳)۔

۶- رمی جمرات میں نیابت

صحیح تندرست مرد یا عورت کی طرف سے رمی جمرات میں محض بھیڑ کی وجہ سے نیابت جائز نہیں ہے، ہاں البتہ دن میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے عورتیں رات میں رمی کر سکتی ہیں، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے مگر نیابت جائز نہیں ہے، لیکن ایسے مریض اور کمزور اور بوڑھے اور اچھ وغیرہ جو از خود جمرات تک پہنچ کر رمی کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں چاہے مرد ہو یا عورت ان کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے اور رمی کرنے والا نائب جب ان کی طرف سے رمی کریں گے تو بوقت رمی انہیں کی طرف سے نیت بھی کر لیا کریں، البتہ بہتر یہی ہے کہ نائب پہلے اپنی رمی کرے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے رمی کرے نیز نیابت کے ذریعہ سے رمی

ہو جانے کے بعد اگر معذور کا عذر زائل ہو جائے تو دوبارہ وقت کے اندر اندر از خود رمی کرنا لازم نہیں اور ناسی ان کے اوپر کوئی نذیہ ہے، لیکن اگر کسی نے صحیح تندرست کی طرف سے نیتاً رمی جمرات کر لیا تو تندرست پر دوبارہ کرنا لازم ہوگا۔

اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”السادس: أن يرمى بنفسه فلا تجوز فيه النيابة عند القدرة و تجوز عند العذر فلو رمى عن مريض بأمره أو مغمى عليه ولو بغير أمره أو صبي أو معتوه أو مجنون جاز“ (نویۃ المناسک، ۱۰۰)۔

اور بدائع میں ہے:

”چاہے از خود رمی کرے یا بوقت عجز اس کی طرف سے دوسرا کر دے یکساں حکم ہے جیسے مریض“ (بدائع، ۱۳۷/۲) اور اگر ان کی طرف سے رمی کر دی تو یہ جائز ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اعادہ یا نذیہ لازم نہیں ہے..... مرد و عورت رمی میں برابر ہیں مگر عورت کا رات میں کرنا افضل ہے، لہذا بغیر عذر کے عورت کی طرف سے نیابت جائز نہیں ہے“ (نویۃ المناسک، ۱۰۰)۔

۷۔ سعودیہ میں مقیم شخص کی حالت احرام میں گرفتاری

اگر سعودیہ میں مقیم شخص چاہے وہ اقامت پر رہتا ہو یا یوں ہی حکومت کا قانون ہے کہ ہر شخص قانون کے اندر رہ کر حج یا عمرہ کرے گا، لہذا خلاف قانون کسی کے لئے بھی اجازت نہیں ہے، چنانچہ اگر کوئی اقامہ والا کفیل کے ورتہ کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتا ہے یا غیر قانونی طور پر وہاں مقیم ہے وہ حالت احرام میں پکڑا جائے تو حکومت اس کو اسی حالت میں اس کے ملک روانہ کر دیتی ہے، تو ایسا شخص شرعاً محصر کے حکم میں ہوتا ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”من أحصر بمكة وهو ممنوع عن الطواف والوقوف فهو محصر لأنه

تعدر عليه الإتمام و صار كما إذا أحصر في الحل“ (ہدایہ ۱/۲۹۵، فتح القدیر ۳/۵۳۳، ہندیہ ۱/۲۵۶)۔

اگر اس شخص نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور ہدی بھیجنے سے قبل احرام کھول دیا ہے تو اس پر آئندہ ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قربانی واجب ہو جائے گی اور اگر ہدی بھیجنے کے بعد احرام کھولا ہے تو دم واجب نہ ہوگا بلکہ ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہوں گے، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”لہذا جس نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا پھر کاٹ پیش آ جائے تو وہ ہدی بھیج کر احرام کھول دیتا ہے تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ لازم ہو جائیں گے“ (نہیۃ الناسک ۱/۱۶۸)۔ اور اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور اسی حالت میں پکڑا گیا ہے تو اگر اس نے ہدی بھیج کر احرام کھول دیا ہے تو ایک عمرہ قضا کرنا کافی ہوگا، اور اگر ہدی بھیجے بغیر احرام کھولا ہے تو ایک عمرہ اور دم لازم ہو جائیں گے، عمرہ قضاء کے طور پر اور دم بے وقت احرام کھولنے کی وجہ سے۔

”و علی المحصر بالعمرة قضاء لا غیر“ (نہیۃ الناسک ۱/۱۶۸)۔

۸- افعال حج میں ترتیب

افعال حج میں سے یوم النحر میں (۱) جمرہ عقبی کی رمی (۲) تارن یا متمتع کی قربانی، (۳) حلق، (۴) طواف زیارت، حضور اکرم ﷺ سے ان افعال کو علی الترتیب ادا کرنا صحیح روایات سے ثابت ہے، لہذا تمام امت کے نزدیک ان افعال کو اسی ترتیب سے ادا کرنا درجہ سنت سے نیچے نہیں ہے، نیز اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ طواف زیارت کو ترتیب میں باقی رکھنا مسنون ہے کسی کے نزدیک واجب نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ طواف زیارت کے علاوہ باقی امور تلاش میں ترتیب واجب ہے یا نہیں؟ اور ترتیب پلٹ جانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا یا نہیں؟ تو

اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب پلٹنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) عمد اتر تیب بدل دی جائے، (۲) جا بلایا نسیاں بدلی جائے، دونوں کی الگ الگ تفصیل یہ ہے:

عمد اتر تیب بدل دینا

اگر بالقصد جان بوجھ کر امور شلاش کی ترتیب بدل دی ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، نیز امام مالک، امام شافعی (نوی ۲۲۱/۱) اور امام احمد بن حنبل (المحررات ۳/۲۳) کی ایک روایت کے مطابق اس پر ایک دم واجب ہو جائے گا، مگر حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد اور امام مالک کے مشہور قول کے مطابق، نیز حضرت امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک اس پر دم واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ ترتیب ان سب کے نزدیک سنت ہے اور ترک سنت کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوتا ہے، نیز حضرت ابن عباس کی جس روایت سے امام ابوحنیفہؒ نے استدلال فرمایا ہے وہ روایت ضعیف ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ طحاوی کی شرح نخب الافکار قلمی میں ”ولا یصح ذلک عنہ“ فرما کر ابن عباس کے اس اثر کو ضعیف قرار دیا ہے جس سے وجوب دم کا ثبوت ہوتا ہے (نخب الافکار قلمی ۵/۸۱)۔

ناواقفیت سے ترتیب بدل دینا

اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یا بھول اور نسیان کی وجہ سے ترتیب بدل دی ہے تب بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول مشہور کے مطابق دم واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ عام کتب فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا قول ملتا ہے، مگر امام محمد بن حسن الشیبانی نے کتاب الحج علی اہل المدینہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول صراحت کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ اگر بھول اور نسیان یا ناواقفیت کی وجہ سے ترتیب بدل گئی ہے تو اس پر دم واجب نہیں ہوتا، نیز اس کے نتیجے تعلق میں حضرت العلامة مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ ان تمام احادیث شریفہ کا مدار جن سے وجوب دم کا ثبوت ہوتا ہے اس بات پر ہے کہ جان بوجھ کر کے ترتیب بدل دی گئی ہو، اور اگر ناواقفیت اور

لا شعوری کی وجہ سے ترتیب بدل گئی ہے تو وجوب دم کی روایات کے دائرہ میں نہیں آتا، ملاحظہ ہو کتاب الحج علی اہل المدینہ کی عبارت:

”أخبرنا محمد عن أبي حنيفة في الرجل يجهل وهو حاج فيحلق رأسه قبل أن يرمى الجمره أنه لا شيء عليه“ (کتاب الحج علی اہل المدینہ ۳۷۱/۲)۔

(حضرت امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے نقل فرمایا ہے کہ جو حاجی ناواقفیت کی بنا پر ترتیب بدل دے، مثلاً جمرہ عقبہ کی رمی سے قبل حلق کر لیتا ہے تو اس پر کوئی جرمانہ لازم نہیں ہے)۔

اس کے نیچے مفتی سید مہدی حسن صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

”اس باب میں وارد ہونے والی روایات سے اس شخص کا حکم ثابت ہو جاتا ہے کہ جس نے ناواقفیت سے ترتیب بدل دی یا بے خبری سے ترتیب بدل گئی ہو، پھر اس نے خلاف ترتیب عمل کیا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ کوئی دم ہے، اور وہ شخص جو واجبات کے درمیان ترتیب کے مسائل جانتا ہے پھر جان بوجھ کر اس کے خلاف تقدیم و تاخیر کرتا ہے وہ شخص مذکورہ روایات میں داخل نہیں ہے (اس پر دم لازم ہوتا ہے)“ (تعلیق کتاب الحج علی المدینہ ۳۷۱/۲)۔

نیز حضرات صاحبین، حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، حسن بصری، طاؤس بن کیسان، مجاہد بن جبر، سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، ابو ثور، داؤد بن علی، ابن جریر طبری، قتادہ بن عامر، عبد الملک بن ماشون اور جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ بھول و نسیان اور جہالت سے ترتیب کے بدل جانے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوتا ہے، اس کو حضرات علماء امت نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”فإن أخل بترتيبها ناسياً أو جاهلاً بالسنة فلا شيء عليه في قول كثير من أهل العلم منهم الحسن و طاؤس و مجاهد و سعيد بن جبیر و عطاء وإليه ذهب الشافعي و أحمد و إسحاق و أبو ثور و داؤد و محمد بن جرير الطبري وقال ابن عباس عليه دم وهو قول النخعي والحسن في رواية و قتادة و إليه

ذهب أبو حنیفة والنخعی وابن الماجشون“ (سارف السنن ۶/۲۱۰، اوجز المسالك ۳/۱۵۳،
کتاب الافکار ۵/۸۱، نووی ۱/۲۲۱)۔

امام صاحب کے قول مشہور کی دلیل

حضرت امام ابو حنیفہ ابن مسعود اور ابن عباس کے اثر سے استدلال فرماتے ہیں:
”عن ابن مسعود قال من قدم نسكا على نسك فعليه دم، قلت هكذا
هو في غالب النسخ ويوجد في بعضها ابن عباس وهو أصح، و قال إبراهيم بن
مهاجر ضعيف“ (نصب الراية ۳/۱۲۹)۔

(حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص انحال حج میں سے کسی کو
دوسرے پر مقدم و موثر کرتا ہے اس پر دم واجب ہے، ایسا ہی اکثر نسخوں میں ابن مسعود کا ذکر ہے
اور بعض نسخوں میں ابن عباس کا ذکر ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، اور فرمایا کہ اس کا راوی ابراہیم بن
مہاجر ضعیف ہے) نیز دیکھئے: البحر الرائق ۳/۱۲۳، فیض الباری ۳/۱۱۹۔

جمہور کی دلیل

حضرات صاحبین اور جمہور کے نزدیک کسی بھی صورت میں ترتیب بدلنے کی وجہ سے
دم لازم نہیں ہوتا ہے، ان کی دلیل صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن
عباس کی مرفوع روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں بھول و ناواقفیت کی قید بھی
موجود ہے، دونوں روایتیں حسب ذیل ہیں:

”عن ابن عباس أن النبي ﷺ سئل في حجته فقال ذبحت قبل أن
أرمي قال فأوماً بیده قال: ولا حرج، قال: حلقت قبل أن أذبح فأوماً بیده ولا
حرج“ (بخاری شریف ۱/۱۸، ۲/۲۳۲)۔

(حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر سوال

کیا گیا کہ میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، سائل نے کہا کہ ذبح سے قبل میں نے حلق کر لیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

”عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع بمنى للناس يسألونه فجاءه رجل فقال لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج فجاء آخر فقال لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي قال ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شيء قدم ولا أخر إلا قال افعل ولا حرج“ (بخاری شریف ۱/۱۸، ۱/۲۳۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ میں لوگوں کے لئے تشریف فرما ہوئے تاکہ لوگ سوال کریں، ایک شخص نے کہا کہ میں نے لاعلمی میں ذبح سے پہلے حلق کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذبح کر لو کوئی حرج نہیں، دوسرے نے آ کر کہا میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، اس تقدیم و تاخیر سے متعلق جو بھی سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کرتے رہو کوئی حرج نہیں۔

اور حضرت امام محمدؒ نے مؤطا محمد میں صحیح روایات کی بنا پر اس پر زور دیا ہے کہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہ ہونا چاہئے (موطا محمد ۵/۲۳)۔
اور صاحب بحر اس کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

”وعندهما لا يلزمه شيء بتقديم نسك على نسك للحدیث السابق“
(البحر الرائق ۳/۲۳، بکذافی الریاضی ۲/۶۱)۔

حاصل بحث

اب پوری بحث پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جمہور کے دلائل زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح ہیں، اور حضرت امام اعظمؒ کے قول مشہور کی دلیل میں صرف حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے اور

وہ بھی متکلم فیہ ہے، اور قول غیر مشہور کی تائید میں کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ کی عبارت ہے، اور تطبیق کی بہترین شکل یہ ہو سکتی ہے کہ صحیحین کی مرفوع روایات میں کفارہ لازم نہ ہونے کی بات اس صورت میں ہے کہ جب لاعلمی یا بھول سے ترتیب بدل دی ہو اور حضرت ابن عباس کے اثر میں کفارہ اس وقت لازم سمجھا جائے جبکہ جان بوجھ کر ترتیب بدل دی ہو، لہذا ایسی صورت میں تمام روایات پر عمل کرنا سب کے نزدیک ممکن ہو سکتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص لاعلمی یا بھول سے ترتیب بدل دے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہ ہونا چاہئے، اور جو شخص جان بوجھ کر ترتیب بدل دے گا اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا، ایسی صورت میں بہت سی دشواریاں ختم ہو سکتی ہیں، لہذا تمتع اور تارن اگر رمی، ذبح اور حلق کے درمیان عمداً بلا عذر ترتیب بدل دے گا تو دم واجب ہوگا، اور اگر پریشان کن اعذار یا جہالت کی وجہ سے ترتیب قائم نہ رکھ سکے، تو صاحبین کے قول اور امام صاحب کے قول غیر مشہور پر عمل کی گنجائش ہوگی، اور ترتیب کے بدل جانے کی وجہ سے وجوب دم کا حکم نہ لگایا جائے۔

۹- حج بدل میں تمتع

حج بدل میں مامور کو حج فرائض کرنا چاہئے تاکہ حج بدل حج آفاقی اور حج میقاتی ہو جائے، کیونکہ تمتع کرنے میں عمرہ تو عمرہ آفاقی ہو جاتا ہے مگر حج حج آفاقی نہیں ہوتا بلکہ حج مکہ ہو جاتا ہے، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ حج بدل میں مامور کئی طور پر آمر کی نیابت کرتا ہے اور آمر کو حج کی تینوں قسموں میں سے کسی بھی ایک کو اختیار کرنے کا حق حاصل تھا تو آمر جو فاعل مختار ہے وہ اگر اپنے مامور کو تینوں قسموں میں سے کسی ایک کا اختیار دے دے تو کیا اشکال ہے؟ اس لئے آمر کی اجازت سے حج بدل میں تمتع بھی بلا تردد جائز ہونا چاہئے، البتہ دم تمتع آمر کے مال میں سے لازم نہ ہوگا بلکہ مامور پر لازم ہوگا لیکن اگر آمر بخوشی ادا کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، ہاں البتہ حج بدل میں حج فرائض زیادہ افضل ہوگا (مستفاد جوہر المفہم ۱/ ۵۱۳-۵۱۴، ایضاً المناسک ۲/ ۱۷۲، احسن الفتاویٰ ۳/ ۵۲۳) اور اس زمانہ میں آفاقی حج تمتع ہی کرنا زیادہ معروف ہے، اس لئے عرفاً آمر کی

طرف سے حج تمتع کی اجازت ثابت ہوتی ہے، لہذا صراحت کے ساتھ اجازت کی ضرورت بھی نہیں (مستقار احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۲۳)، نیز میت کی طرف سے حج بدل ہو تب بھی یہی حکم ہے جبکہ ورنہ سب مل کر بخوشی اس کی اجازت دیتے ہوں۔

امام فخر الدین قاضی خاں نے امام ابو بکر محمد بن فضل کا قول ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

”شیخ ابو بکر محمد بن فضل نے فرمایا کہ جب آ مر اپنے غیر کو اس کی طرف سے حج کا حکم کرے تو مناسب یہی ہے کہ آ مر مامور کو پوری طرح اختیار دے کر یہ کہے: میرے طرف سے اس مال سے جس طرح چاہے جو سنا حج چاہے کرے، اگر چاہے صرف حج کرے اور اگر چاہے تو حج و عمرہ دونوں کرے اور چاہے تو قرآن کرے، جو کچھ بھی نجا جائے گا وہ میری طرف سے تم کو ہدیہ ہے تاکہ آ مر کی طرف سے مامور پر کوئی تنگی نہ ہو، اور مامور کے اوپر بچا ہوا مال واپس کرنا لازم بھی نہ ہوگا“ (تاضیمان ۱/ ۳۰۷)۔

امام علاء الدین حصکفی نے آ مر پر دم شکر لازم نہ ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”و دم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع الخ“ (درمختار ۲/ ۶۱۱ طبع کراچی)۔

(دم قرآن اور دم تمتع اور دم جنایت مامور پر لازم ہوتا ہے جب اس کو قرآن یا تمتع کرنے کی اجازت دی گئی ہو)۔

ملا علی قاری ارشاد الساری میں آ مر کی اجازت سے حج بدل میں تمتع کے بالاتفاق جائز ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں:

”اس لئے کہ اگر میت حج تمتع کا حکم کرے تو مامور کا حج تمتع کرنا صحیح ہوتا ہے، اور علماء اسلاف کے درمیان ایسی صورت میں کوئی اختلاف نہ ہوگا“ (ارشاد الساری ملا علی قاری ۲/ ۳۹۳، بحوالہ جوہر لفقہ ۱/ ۵۱۲)۔

۱۰- رفقاء اور جہاز کی روانگی کی وجہ سے حالت حیض میں طواف زیارت

وقوف عرفہ اور طواف زیارت یہ دونوں ایسے ارکان ہیں کہ ان کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اس لئے شدید ترین اعذار کی وجہ سے بھی یہ دونوں رکن ساقط نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی طرف سے ایسی نیابت جائز ہے کہ جس میں حاجی کو عرفات یا مطاف میں جانے کی ضرورت نہ ہو، ان دونوں ارکان کے علاوہ دیگر مناسک حج چاہے از قبیل واجبات ہوں یا سنن، شدید اعذار کی وجہ سے ذمہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بعض میں نیابت بھی جائز ہے، مثلاً وقوف مزدلفہ شدید ازدحام کی وجہ سے کمزوروں سے ساقط ہو جاتا ہے اور دم بھی لازم نہیں ہوتا (نئی کراچی ۲۴/۱۱۱)۔

اور حیض و نفاس کے عذر کی وجہ سے عورت سے طواف و داء ساقط ہو جاتا ہے اور دم بھی لازم نہیں ہوتا، نیز ازدحام کی وجہ سے کمزوروں کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک طواف میں طہارت از قبیل واجب ہے، از قبیل فرض یا رکن نہیں ہے، تو جس طرح اعذار کی وجہ سے وقوف مزدلفہ، طواف و داء وغیرہ کا وجوب معاف ہو جاتا ہے اسی طرح طواف میں طہارت کا وجوب بھی حیض یا نفاس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو جانا چاہئے۔ خاص طور پر جب تافلہ اور رفقاء سفر یا مقررہ جہاز اس کے پاک ہو جانے تک انتظار نہ کرے تو ایسے اعذار میں طہارت کا وجوب ساقط کیوں نہیں ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ واجبات دو قسموں پر ہیں:

(۱) وہ واجب جو عمل مستقل ہو کسی دوسرے عمل کا جز نہ ہو۔

(۲) وہ واجب جو عمل مستقل نہ ہو بلکہ کسی دوسرے عمل کا جز ہو۔

تو جو واجب کسی دوسرے عمل کا جز نہیں ہوتا بلکہ عمل مستقل ہوتا ہے وہ اعذار کی وجہ سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ وقوف مزدلفہ کمزوروں سے ازدحام کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے (نئی کراچی ۲۴/۵۱۱) اور طواف و داء حیض و نفاس کے اعذار کی وجہ سے ساقط ہو جاتا

ہے (۵۲۲/۲) اور کبھی اعذار کی وجہ سے نیابت بھی جائز ہو جاتی ہے، جیسا کہ رمی جمرات میں نیابت (بدائع الصنائع ۲/۱۳۷، فتح القدیر ۲/۹۸، مغنیۃ الناسک ۱/۱۰۰)۔

مگر جو واجب عمل مستقل نہیں ہے۔ اس کی طرف سے اعذار کی وجہ سے نیابت جائز نہیں ہے بلکہ خود اس کی ادائیگی لازم ہے اور طواف میں طہارت بھی اسی قسم کے واجبات میں سے ہے، اس لئے نہ اس میں اعذار کی وجہ سے نیابت جائز ہے اور نہ ہی ذمہ سے کبھی ساقط ہوتی ہے، لہذا عورت اگر روانگی کے اعذار کی وجہ سے حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو طواف کا فریضہ تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر ساتھ ساتھ جرمانہ میں ایک اونٹ یا گائے یا بھینس کی قربانی بھی واجب ہو جائے گی اور قربانی کا حد و حرم میں کرنا لازم ہوگا، البتہ موسم حج میں کرنا لازم نہ ہوگا بلکہ کسی بھی زمانہ میں کی جاسکتی ہے (مستقفاؤ فی محمودیہ ۱۳/۱۷۷)۔

شامی میں مذکور ہے کہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں متخیر اور پریشان ہو جایا کرتی ہیں۔

لیکن اگر پاک ہونے کے بعد طواف کا اعادہ کر لیتی ہے تو جرمانہ بالکل ساقط ہو جائے گا (مستقفاؤ فی ۵۱۹/۲، کراچی، سارف اسٹنن ۶/۳۵۸، البحر الرائق ۲/۳۷۰)۔

مرد کے لئے اعذار کی وجہ سے طواف زیارت میں تاخیر

اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی واجب ترک ہو جائے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟ تو اس کی تفصیل یوں ہے کہ اعذار دو قسم پر ہیں:

۱- وہ اعذار جو انسان کی طرف سے پیش آتے ہیں، تو اگر انسان کی طرف سے پیش آنے والے عذر کی وجہ سے واجب ترک ہو جائے تو ترک واجب کا کفارہ معاف نہ ہوگا بلکہ لازم ہوگا، جیسا کہ کسی نے زبردستی خوشبو لگا دی، یا قوف مزدلفہ سے روک لیا اور وقت گذر گیا، تو ایسی صورت میں ترک واجب کا دم لازم ہو جائے گا۔

۲- وہ اعذار جو انسان کی طرف سے پیش نہیں آتے بلکہ اللہ کی طرف سے پیش آتے

ہیں، تو ایسے عذر کی وجہ سے واجب ترک ہو جائے تو دم لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی گناہ ہوگا، مثلاً از دحام اور بھیڑ کی وجہ سے قوف مزدلفہ ترک ہو جائے، یا حیض و نفاس یا مرض کی وجہ سے، یا گرفتاری کی وجہ سے یا ناگہانی حادثہ کی وجہ سے طواف زیارت میں تاخیر ہو جائے، یہاں تک کہ ایام نحر گزر جائیں اور طواف نہ کر سکے تو ایسی صورت میں ایام نحر کے اندر اندر طواف کرنے کا جو وجوب ہے اس کے ترک ہو جانے کی وجہ سے دم واجب نہ ہوگا اور نہ ہی گناہ ہوگا، اس لئے کہ ان عذر میں انسان کا کوئی اختیار نہیں، لہذا ۱۴۱۷ھ میں منیٰ میں آگ لگنے کی وجہ سے جو لوگ زد میں آچکے ہیں اور ایام نحر گزرنے تک ہسپتالوں میں پڑے رہے ہیں یا ان کو طواف کرانے والا میسر نہ ہوا ہو تو ان لوگوں پر طواف زیارت میں تاخیر کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوگا، اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہوگا، حضرات فقہاء نے اس حکم کو اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”عذر کی بنا پر واجبات کے ترک ہونے سے کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، پھر عذر سے ایسا عذر مراد ہے جو من جانب اللہ پیش آتا ہے، لہذا جو من جانب الناس پیش آتا ہے وہ کفارہ کو ساقط کرنے والا عذر نہ ہوگا، اگر قوف مزدلفہ سے مثلاً دشمنوں نے روک لیا ہے تو اس پر دم لازم ہوگا، اس کے برخلاف اگر خوف از دحام کی وجہ سے قوف مزدلفہ ترک ہو جائے تو یہ عذر من جانب اللہ ہے، اس لئے اس پر کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، لہذا جس عذر کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے وہ من جانب اللہ عذر ہے، خوف از دحام کی وجہ سے یا ضعف کی وجہ سے قوف مزدلفہ ترک ہو جائے، اور طواف زیارت کا ایام نحر سے تاخیر ہو جانا حیض یا نفاس یا گرفتاری یا مرض وغیرہ کی وجہ سے، اور مریض کو اٹھا کر لے جانے والا بھی کوئی نہیں ہے یا اٹھائے جانے کا متحمل نہیں ہے تو یہ تمام عذر من جانب اللہ ہیں“ (تھیذ الناسک، ۱۴۸)۔

۱۱- اثناء سفر شوہر کا انتقال ہو جائے یا طلاق بائن ہو جائے تو عورت کیا کرے؟

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج یا عمرہ کرنے جائیں، اور اتفاق سے ارکان حج یا ارکان عمرہ

ادا کرنے سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے یا عورت پر طلاق بائن یا طلاق مغلظہ واقع ہو جائے اور ساتھ میں عورت کا کوئی محرم بھی نہ ہو، تو ایسی صورت میں بحالت عدت بلا محرم عورت ارکان حج یا ارکان عمرہ ادا کر کے تکمیل کر سکتی ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں ہمارے سامنے کل سات شکلیں آتی ہیں، ان میں سے پانچ شکلیں جواز کی ہیں، اور ایک عدم جواز اور ایک اختلافی ہے، سب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- مکہ امکرمہ پہنچنے کے بعد حادثہ پیش آ جائے، تو سب کے نزدیک بلا محرم عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے ارکان ادا کر کے تکمیل کرنا بلا کر بہت جائز ہے، حضرات فقہاء نے اس مسئلہ کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”وإن كان بينها و بين منزلها مسيرة سفر فصاعداً و بينها و بين مكة دون ذلك فعليها أن تمضي عليها“ (۵۵: ۲/ ۳۳۵، بدائع الصنائع ۲/ ۱۲۳)۔

(اور اگر جائے حادثہ سے عورت کا وطن مسافت سفر یا اس سے دوری پر ہے اور وہاں سے مکہ امکرمہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہے تو عورت پر لازم ہے کہ ارکان کی تکمیل کرے)۔

۲- مکہ امکرمہ پہنچنے سے قبل حادثہ پیش آ جائے، تو اگر جائے حادثہ سے مکہ امکرمہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہے تب بھی سب کے نزدیک بلا محرم مکہ امکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کی تکمیل کرنا عورت کے لئے جائز ہے۔ لہذا اگر جدہ پہنچنے کے بعد آفاقی عورت کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ جائے تو بھی عورت مکہ امکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کر کے آ سکتی ہے، اس لئے کہ مسجد حرام سے جدہ کی آبادی کے کنارے تک صرف ۶۷ کلومیٹر ہے اس سے مسافت پوری نہیں ہوگی، لہذا جس آفاقی عورت کا شوہر جدہ شہر میں داخل ہونے کے بعد فوت ہو جائے یا عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے، تو اس کے لئے بلا محرم مکہ امکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کی تکمیل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ حضرات فقہاء کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۱۲۳)۔

۳- جائے حادثہ سے مکہ امکرمہ اور وطن دونوں مسافت سفر سے کم پر ہیں تو ایسی

صورت میں سب کے نزدیک عورت کو بلا حرم مکہ امکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ کرنے کا اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ وطن واپس آ جائے، لیکن اگر عورت نے احرام باندھ لیا ہے تو واپس نہ آئے بلکہ احرام کی شرائط کے مطابق ارکان کی تکمیل کے لئے ضرور مکہ مکرمہ پہنچ جائے تاکہ احرام کی جنائت سے محفوظ ہو جائے، اس مسئلہ کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”و اجمعوا أنه إذا كان دون مسيرة سفر من الجانبين فلها أن تختار إلى

أيها شاءت“ (۵۵: ۱۳۶/۲، ۱۳۶/۳ طبع زکریا دیوبند)۔

(اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دونوں جانب مسافت سفر سے کم ہوں تو عورت کو اختیار ہے کہ چاہے جانب مکہ کو اختیار کرے یا جانب وطن کو) یہ شکل صرف سعودی عرب کی عورتوں کے ساتھ پیش آ سکتی ہے آفاقی کے ساتھ نہیں))۔

۴- ایسی جگہ حادثہ پیش آ جائے جہاں رہ کر عدت گزارنے میں عورت کے لئے اپنی عفت نفس اور مال کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو وہاں سے موضع امن میں پہنچ جانا سب کے نزدیک جائز ہے، تو ظاہر بات ہے کہ جدہ ایئر پورٹ اس کے لئے موضع امن نہیں بن سکتا ہے، اور مکہ امکرمہ سے جدہ ایئر پورٹ سوکلومیٹر سے زیادہ مسافت ہے اور عورت کی عفت اور امن کی جگہ وہاں پر مکہ امکرمہ سے زیادہ اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے اگر جدہ ایئر پورٹ میں حادثہ پیش آ جائے تو سب کے نزدیک تافلہ کے ساتھ مکہ امکرمہ پہنچ جانا اس کے لئے جائز ہو جائے گا، اور جب مکہ مکرمہ پہنچ جائے گی تو اس کے بعد بلا حرم حج یا عمرہ کرنا سب کے نزدیک اس کے لئے جائز ہوگا، نیز اسی طرح اپنے یہاں ایئر پورٹ سے جہاز کے اڑان کے بعد اگر حادثہ پیش آ جائے تب بھی مکہ امکرمہ پہنچ کر بلا حرم حج یا عمرہ ادا کرنا مذکورہ طریقہ سے جائز ہوگا، کیونکہ اڑان کے بعد اس حادثہ کی وجہ سے جہاز واپس نہیں ہوگا، وہاں پہنچنے کے بعد اس کے مکہ امکرمہ سے زیادہ موضع امن اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ حضرات فقہاء کی اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے:

”اور جائے حادثہ دونوں طرف سے تین دن کی مسافت پر ہے تو عورت کو اختیار ہے چاہے وطن واپس ہو جائے یا مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرے اس کے ساتھ حرم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقصد کا مقام تین دن کی مسافت پر ہے، اس لئے کہ اس مقام پر رکنا اس کے حق میں وہاں سے سفر کرنے سے زیادہ خطرناک ہے“ (ہدایہ ۲۰۹/۲)۔

اور بنایہ میں ہے: ”الخوف علیہا من خوف الخروج بغير محرم“ (بنایہ ۲۳۸/۲) (بلا حرم سفر کرنے سے وہاں رک جانے میں زیادہ خطرہ ہے)۔

اور تاتارخانیہ میں ہے:

”وإن كان ذلك بالمفاضة أو فی بعض القرى لا تأمن علی نفسها ومالها إن تمضی حتی تدخل موضع الأمان“ (تاتارخانیہ ۲۳۶/۲)۔

۵- اگر راستہ میں جہاز جدہ پہنچنے سے قبل کسی اور شہر میں اترتا ہے، مثلاً دہلی، ریاض، ظہران وغیرہ میں جہاز اتر جائے اور وہاں حادثہ پیش آجائے تو بھی جدہ پہنچ کر پھر وہاں سے مکہ مکرمہ پہنچ جانا جائز ہوگا کیونکہ دونوں جانب مسافت پر ہے اور جہاز چونکہ وطن کی طرف نہیں آئے گا بلکہ جدہ ہی اس کا رخ ہے، اور جائے حادثہ موضع امن نہیں ہے بلکہ نتیجہ مکہ امکرمہ ہی موضع امن بن جائے گا اسی لئے مکہ امکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرنا جائز ہو جائے گا، اسی طرح اگر مدینہ منورہ میں حادثہ پیش آجائے تب بھی تافلہ کے ساتھ مکہ امکرمہ پہنچ کر فریضہ ادا کرنا جائز ہو جائے گا، اس لئے کہ مدینہ منورہ میں اتنی مدت تک روکنے کی اجازت نہیں ہوتی کہ جس میں وہ عدت گزار سکے، نیز وہ اس کے حق میں اجنبی ہونے کی وجہ سے موضع امن بھی نہیں ہے۔

نوٹ- یہ پانچ شکلیں ایسی ہیں جن میں عورت کے لئے اسی حالت میں بلا حرم حج یا عمرہ کرنا جائز ہے، اور سات شکلوں میں سے نمبر ۶ عدم جواز کی ہے اور ساتویں اختلافی ہے جو ذیل میں درج ہیں:

۶- جائے حادثہ سے وطن مسافت سفر سے کم پر ہے اور مکہ امکرمہ مسافت سفر یا اس

سے زائد پر ہے اور وہاں سے وطن واپس آنے میں کوئی خطرہ یا رکاوٹ بھی نہیں ہے تو وطن واپس آ جانا لازم ہے، لہذا جو آفاقی اپنے یہاں کے ایئر پورٹ سے ستر پچھتر کیلومیٹر دوری پر رہتے ہیں ان کے ساتھ اگر حج آفس یا ایئر پورٹ میں طلاق بائن یا انتقال کا حادثہ پیش آ جائے تو وطن لوٹ جانا عورت پر لازم ہوگا، عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے لئے جانا محرم کے ساتھ بھی جائز نہ ہوگا، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”فإن كان منزلها أقل من مدة سفر و إلى مكة مدة سفر فإنها تعود إلى منزلها“ (بدائع الصنائع ۲/۱۳۳) ”وفى التاتارخانية فعليها أن تعود إلى منزلها الخ“ (۵۵۲ رفاہیہ ۲/۲۳۵)۔

۷۔ ایسی جگہ حادثہ پیش آ جائے جہاں سے مکہ المکرمہ اور وطن دونوں مسافت سفر پر ہیں اور یہ حادثہ ایسے شہر میں پیش آ جائے جس میں بظاہر اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محرم کے ساتھ میں ہونے کے باوجود مکہ المکرمہ جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے، اور حضرات صاحبین کے نزدیک اگر محرم ساتھ ہو تو اس کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ کا ادا کرنا بلا کر اہت جائز ہے۔

لہذا آفاقی کا وطن اگر اپنے یہاں کے ایئر پورٹ سے مسافت سفر پر ہے اور ایئر پورٹ پہنچ کر حادثہ پیش آ جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھر واپس آنا لازم ہوگا، یا اس پاس میں رشتہ دار رہتے ہوں تو وہاں جا کر عدت گزارنا لازم ہوگا، اور حضرات صاحبین کے نزدیک ساتھ میں محرم ہو تو ٹکٹ کینسل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے ساتھ حج کر کے آ سکتی ہے، اس کو حضرات فقہاء کرام نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”اور اگر جامین میں مسافت سفر ہے تو دیکھا جائے کہ اگر ایسے شہر میں واقعہ پیش آیا ہے جو اس کے حق میں موضع امن ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدت پوری ہونے سے قبل وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی کیوں نہ ہو، اور حضرات صاحبین

کے نزدیک اگر اس کے ساتھ محرم ہے تو اس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے، اور بلا محرم کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے“ (۲۲۵/۲ رضانیہ ۲۳۵)۔

نوٹ۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوحنیفہ کے نزدیک حکم عدت حکم محرم سے زیادہ اہم ہے، اور حضرات صاحبین کے نزدیک حکم محرم حکم عدت سے زیادہ اہم ہے۔

۱۲۔ حجاج کرام قیام مکہ کے زمانہ میں قصر کریں یا اتمام؟

یہاں یہ مسئلہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ حجاج مکہ امکرمہ کے قیام کے زمانہ میں نمازوں کا اتمام کریں گے یا قصر؟

تو اس بارے میں مسئلہ کی وضاحت یوں ہے کہ منیٰ کی آبادی ایک زمانہ تک مکہ امکرمہ سے بالکل الگ تھی اس لئے منیٰ اور مکہ میں اتحاد مکانی نہ ہونے کی وجہ سے حکم بھی دونوں کا الگ الگ تھا، اور اب دونوں کی آبادی متصل ہو جانے کی وجہ سے اتحاد مکانی ثابت ہو گیا ہے، اس لئے دونوں کا حکم ایک ہوگا، مگر مزدلفہ اور عرفات دونوں اب بھی مکہ مکرمہ اور منیٰ کی آبادی سے بالکل الگ اور فاصلہ پر ہیں، اس لئے دونوں کا حکم بھی مکہ مکرمہ سے الگ ہوگا، لہذا اگر کوئی حاجی نویں ذی الحجہ یوم عرفات سے پندرہ روز قبل مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے تو وہ وہاں قیام کے زمانے میں شرعی طور پر مقیم ہوگا، اور اس پر نمازوں کا اتمام لازم ہوگا، اور جو حاجی اتنے دن پہلے نہ پہنچ سکے بلکہ تیرہ یا چودہ دن قبل پہنچتا ہے تو وہاں کے قیام کے زمانے میں شرعی طور پر مسافر ہوگا، اس لئے نمازوں کا قصر کرنا اس پر لازم ہوگا، ہاں البتہ اگر عرفات سے واپسی کے بعد مکہ امکرمہ میں مسلسل پندرہ روز یا اس سے زائد قیام کا جو حاجی ارادہ کرے گا اس پر عرفات سے واپسی کے بعد نمازوں کا اتمام کرنا لازم ہوگا۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”إن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر

لا تصح لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط“ (ہندیہ ۱/۱۳۰، حاشیہ

جلد علی التنبیہ ۱/۲۱۳)۔

(بے شک جب حاجی عشرہ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر پندرہ روز اقامت کی نیت کرے گا تو نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ درمیان میں عرفات جانا لازم ہے، لہذا پندرہ روز کے قیام کی شرط متحقق نہ ہوگی)۔

”لہذا جب شروع عشرہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے اور ایک ماہ قیام کی نیت کرے تو اول مدت میں نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ منی سے لوٹنے سے قبل پندرہ روز کا قیام ثابت نہیں ہوگا، اسی لئے امام اعظمؒ کے شاگردوں نے عیسیٰ بن ابان کو اول مدت میں قصر اور پھر لوٹنے کے بعد اتمام کا حکم کیا تھا“ (بدائع ۱/۹۸، البحر الرائق ۲/۱۳۲، مجمع الخالق ۲/۱۳۲)۔

۱۳- حجاز مقدس میں حنفی کا وتر میں امام حرم کی اقتداء کرنا

حضرات حنفیہ کے نزدیک وتر کی تینوں رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا لازم ہے، دو رکعت پر سلام جائز نہیں ہے، مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر دینا پھر ایک رکعت مستقل ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے، روایات و دلائل دونوں جانب موجود ہیں۔ اور حنفیہ کا راجح اور مفتی بقول یہی ہے کہ دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے والے کے پیچھے حنفی شخص کی نماز وتر صحیح نہیں ہوتی ہے، مگر مسلک حنفی کے طبقہ رابعہ کے مشہور ترین فقیہ حضرت امام ابو بکر رازی الجصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور علامہ ابن وہبان نے فرمایا کہ حنفی شخص کی نماز وتر اس کے پیچھے صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔

اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں وتر کی نماز رمضان المبارک میں ہمیشہ دو سلاموں کے ساتھ ہوتی ہے، وہاں پر ترواح کے بعد جب وتر کی نماز باجماعت ہوتی ہے تو حنفیوں کے لئے بڑی دشواری پیش آتی ہے کہ مسجد حرام میں کسی طرح طواف میں لگ جانے کی شکل نکل سکتی ہے مگر مسجد نبوی میں کوئی شکل نہیں، یا حنفی کو جماعت میں شرکت کرنا ہو گا یا بیٹھا رہے یا الگ نماز پڑھے جس کی وجہ سے عملاً ایک بڑی جماعت کی مخالفت نظر آتی ہے، اس خاطر ابی کیفیت میں خود حنفی شخص کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہماری وجہ سے اتنی بڑی جماعت کی ہیئت بدل رہی ہے اور

افتراق پیدا ہو رہا ہے، اس لئے حجاز مقدس میں ان کے پیچھے حنفی کی وتر کی نماز صحیح ہو جانی چاہئے، اور صحت اقتداء کی دو دلیلیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

دلیل نمبر ۱ - ضرورت کے وقت قول غیر مشہور پر عمل کی گنجائش ہو جاتی ہے اور وہاں کی ضرورت سب کے سامنے واضح ہے، لہذا حضرت امام ابو بکر رازی اور علامہ ابن وہبان کی رائے کو اختیار کر کے حنفی شخص کے لئے حجاز مقدس میں وتر میں وہاں کے امام کے پیچھے اقتداء کرنا صحیح ہو جائے گا۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”فما نھب الحنفیة انه لا وتر عنھم الا بثلاث رکعات بتشھدین وتسلیم، نعم لو اقتدی حنفی بشافعی فی الوتر وسلم ذلک الشافعی الإمام علی الشفع الأول علی وفق مذهبہ ثم أتم الوتر صح وتر الحنفی عند أبي بکر الرازی وابن وہبان“ (سارف السنن ۱۷۰۳)۔

(پس حنفی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے یہاں ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ ہی تین رکعت وتر شروع ہوتی ہے، ہاں اگر حنفی نے وتر میں شافعی امام کی اقتداء کر لی ہے اور امام نے اپنے مسلک کے مطابق دو رکعت پر بیٹھ کر پھر ایک رکعت کے ساتھ تکمیل کر لی ہے تو امام ابو بکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی وتر صحیح ہو جائے گی)۔

”وفی البحر لا يجوز اقتداء الحنفی بمن سلم من الرکعتین فی الوتر وجوزہ أبو بکر الرازی ویصلی معہ بقیة الوتر لأن إمامہ لم یخرج بسلامہ عنده وهو مجتہد فیہ“ (مکملہ فتح المسلمین ۶۳۶/۱)۔

(اور بحر میں ہے کہ وتر میں دو رکعت پر سلام پھیرنے والے کے پیچھے حنفی شخص کی اقتداء جائز نہیں اور امام ابو بکر رازی نے اس کو جائز مقرر کیا ہے، اور حنفی اس کے ساتھ وتر کی بقیہ رکعت بھی پڑھ لے، اس لئے کہ اس کا امام اس کے نزدیک اپنے سلام کی وجہ سے نماز سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے)۔

دلیل ۲- حکم حاکم رافع خلاف ہو کرتا ہے کہ وہاں پر حاکم وقت کی طرف سے دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم ہے اور جس طرح وہاں کے رہنے والے حنفی پر حکم حاکم کی پابندی لازم ہے اسی طرح مختلف ممالک اور آفاق سے جو لوگ پہنچتے ہیں وہ بھی وہاں کے قوانین و احکام کی پابندی کا وعدہ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی وہاں کے اصول کے خلاف کرتے ہوئے نظر آ جائے تو اس کو نو راکر فقا کر لیا جاتا ہے، اور جب حاکم نے دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم دے دیا تو مذاہب کا اختلاف بھی ختم ہو جائے گا اور حاکم کے حکم پر عمل بھی لازم ہو جائے گا، لہذا وہاں قیام کے زمانے میں حنفی کے لئے حاکم کے حکم کے مطابق اسی طرح دو سلام کے ساتھ وتر پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا جس طرح وہاں کے لوگ پڑھتے ہیں، اور حاکم کا یہ حکم خلاف شرع بھی نہیں ہے کیونکہ چاروں اماموں میں سے تین کا قول اسی کے مطابق ہے، اس کو حضرات علماء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

”إن حکم الحاکم رافع للخلاف فی الأمور المجتہد فیہا فکما أن النزاع یرتفع بالتعامل السابق فانه یرتفع أيضا بتقنین من قبل الحكومة“ (مجموعہ فتح الہیم ۶۳۶/۱)۔

(پھر حاکم کا حکم مسائل مجتہد فیہ میں اختلاف کو ختم کر دیتا ہے، لہذا جس طرح تعامل اس کی وجہ سے اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے اسی طرح منجانب حکومت قانون سازی کی وجہ سے بھی اختلاف ختم ہو جاتا ہے)۔

حج اور عمرہ سے متعلق چند اہم مسائل

مولانا نورالحق رحمانی ☆

۱- حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور ضرورت سے حرم مکی میں داخلہ کا حکم جو لوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے حرم مکی میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے تو تمام ائمہ و فقہاء کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا ضروری ہے، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات، مریض کی عیادت یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ میں یا حرم مکی کے حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو جمہور ائمہ (احناف، مالکیہ اور حنابلہ) کے نزدیک ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات سے آگے بڑھیں۔ حضرت امام شافعی مشہور قول کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے احرام کو مستحب قرار دیتے ہیں، لازم قرار نہیں دیتے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”ثم الآفاقی إذا انتھی إليها علی قصد دخول مکة، علیہ أن یحرم قصد الحج أو العمرة أو لم یقصد لقوله علیہ الصلاة والسلام: لا یجاوز أحد المیقات إلا محرماً“ (الہدایہ مع الفتح ۲/۳۲۵-۳۲۶)۔

(پھر جب آفاقی ان میقات تک پہنچے اور مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ احرام باندھ لے خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو)۔
علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

”بغیر کسی عذر کے میقات سے تجاوز کرنے کے جواز کے سلسلہ میں اختلاف ہے: جمہور اس کے ممنوع ہونے کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ احرام کے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں۔ ان کے نزدیک اس میں کوئی تفریق نہیں ہے کہ حج و عمرہ میں سے کسی عبادت کے لئے داخل ہو رہا ہے یا کسی اور مقصد سے اور جو شخص احرام کے بغیر میقات سے آگے بڑھے گا گنہگار ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا اور ابن عمر اور ناصر سے مروی ہے اور امام شافعی کا آخری قول یہی ہے اور ابو العباس کا ایک قول یہی ہے کہ احرام صرف اس شخص پر واجب ہے جو دونوں عبادتوں میں سے کسی ایک کے لئے داخل ہو، اور جو شخص محض داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر احرام واجب نہیں ہے“ (نیل الاوطار ۳/۳۰۰)۔

المہذب میں ہے:

”ومن حج أو اعتمر حجة الإسلام وعمرته ثم أراد دخول مكة لحاجة... وإن كان دخوله لتجارة أو زيارة ففیه قولان (أشهرهما) أنه لا يجوز أن يدخل إلا لحج أو عمرة... والثاني أنه يجوز“ (المہذب مع المجموع ۷/۱۰)۔
(جو شخص اسلامی حج اور عمرہ کر لے پھر کسی ضرورت سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے... تو اگر اس کا داخلہ تجارت یا ملاقات کی غرض سے ہو تو اس سلسلے میں (امام شافعی کے) دو قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں... اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے)۔

امام شافعی کے زیادہ مشہور اور صحیح قول کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے، صاحب مہذب نے تو وجوب ہی کے قول کو اشرقتر اردیا ہے، البتہ علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن القاسم، مسعودی، بغوی اور دوسرے حضرات نے وجوب کو صحیحتر اردیا ہے، اور شیخ ابو حامد اور ان کے اصحاب، شیخ ابو محمد جوینی، غزالی اور اکثر لوگوں نے انتخاب کے قول کو صحیحتر اردیا ہے۔ امام شافعی کی عام کتابوں میں اسی کی صراحت ہے۔ اس قول کی بنیاد پر ایسے لوگوں کے لئے بغیر احرام

کے حرم میں داخل ہونا مکروہ ہے (المجموع شرح المہذب ۷/۱۱)۔

بہر حال امام شافعی کا مشہور اور راجح قول احرام کے استحباب کا ہے۔ جو حضرات ائمہ ایسے لوگوں کے لئے احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کرنے کو جائز نہیں کہتے ان کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے:

”عن ابن عباسؓ أن النبي ﷺ قال: لا يجاوز الوقت إلا باحرام“ (فتح

القدیر ۲/۲۶۲ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ والعلیر النبی)۔

(حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میقات سے بغیر احرام

کے تجاوز نہ کیا جائے)۔

یہ روایت مختلف طرق سے الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ (مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی ۲۹/۵، کتاب الام للشافعی ۲/۱۸ اور غیرہ میں) مروی اور موقوفہ دونوں طرح مروی ہے۔ کسی روایت میں ”لا یدخل احدکم مکة إلا محرما و رخص للحطابین“ اور کسی میں ”لا يجاوز احد الميقات إلا محرما“ کے الفاظ ہیں۔

جمہور ائمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عام حکم دیا گیا ہے کہ کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرے، اس میں حج اور عمرہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ لہذا یہ حکم ہر داخل ہونے والے کے لئے عام ہوگا۔ جمہور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے لکڑی فروش جیسے ضرورت مندوں کو جنہیں باہر سے بار بار حد و حرم میں آنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

صاحب ہدایہ نے دوسری عقلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ میقات سے احرام کا وجوب بیت اللہ اور اس مقدس سرزمین کی تعظیم کے لئے ہے، اور تعظیم ہر داخل ہونے والے کے لئے ضروری ہے۔ خواہ کوئی حج و عمرہ کی نیت سے جائے یا تجارت اور ملاقات وغیرہ کی غرض سے۔ واضح رہے کہ میقات سے احرام باندھنا حج کی شرط نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو مکہ یا میقات کے اندر رہنے

والوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ میقات جا کر حج کا احرام باندھ کر آئیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ میقات سے احرام کا حکم اس مقدس خطہ کی تعظیم و تکریم کی خاطر ہے، اور اس علت میں داخل ہونے والے تمام لوگ برابر ہیں اس لئے احرام سب کے لئے واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی راجح قول کی رو سے حج و عمرہ کے علاوہ دیگر مقاصد کے تحت حرم مکی میں داخل ہونے والوں کے لئے احرام کو مستحب کہتے ہیں لازم نہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

”عن جابر بن النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء بغیر إحرام“ (رواہ مسلم والنسائی)۔

ان کی دوسری دلیل مسلم شریف کی وہ روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے حنفہ، اہل نجد کے لئے قرن، اور اہل یمن کے لئے یلمام کو میقات قرار دیا ہے، اور آگے فرمایا:

”فہن لہن ولمن آتی علیہن من غیر آہلہن ممن أراد الحج والعمرة“ (مسلم، کتاب الحج، باب موافقت الحج)۔

(پس یہ میقات ان مقامات والوں کے لئے ہیں اور اسی طرح باہر کے ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان سے ہو کر گزریں، ان لوگوں کے لئے جو حج و عمرہ کا ارادہ کرتے ہوں)۔

علامہ نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

”یہ حدیث مذہب صحیح پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص میقات سے گزرے اور حج و عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس پر مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام ضروری نہیں ہے“ (نووی علی المسلم ۳۳۲)۔

جمہور کی طرف سے پہلی حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا بغیر احرام کے داخل ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، جیسا کہ خود حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے:

”مكة حرام لم تحل لأحد قبلي ولا لأحد بعدي وإنما حلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما“ (مکہ حرام ہے، وہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا ہے اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، اور میرے لئے بھی وہ دن کی ایک گھڑی میں حلال ہوا تھا پھر پہلے کی طرح حرام ہو گیا)۔

قتال اور جہاد کی غرض سے مکہ میں داخل ہونا بغیر احرام کے بالاجماع جائز ہے (فتح القدیر۔ فصل فی المواقیت ۲/۲۷۷)، معلوم ہوا کہ قتال اور جہاد حلت کی علت نہیں تھی وہ تو سب کے لئے ہے، اس میں آنحضور ﷺ کی کیا خصوصیت ہے۔

صاحب فتح القدیر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ”امام محمد نے فرمایا کہ ہمیں حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ مکہ سے قدید کی طرف نکلے پھر وہاں سے مکہ واپس ہوئے اور فرمایا: اسی طرح مکی اگر کسی ضرورت سے مکہ سے نکلے اور میقات تک پہنچ جائے لیکن اس سے آگے نہ بڑھے تو وہ وہاں سے بغیر احرام کے مکہ لوٹ سکتا ہے، لیکن اگر وہ میقات سے تجاوز کر جائے تو پھر اس کے لئے درست نہ ہوگا کہ وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو (فتح القدیر)۔“

۲- فقہ حنفی کی تصریحات کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے بھی جو تجارتی غرض سے یا ٹیکسی ڈرائیور یا کمپنیوں کے ایجنٹ جنہیں بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمد و رفت کرنی پڑتی ہے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز نہیں صرف وہ لوگ جو داخل میقات ہیں وہ بغیر احرام کے آمد و رفت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”اور جو شخص میقات کے اندر ہو وہ اپنی ضرورت سے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ مکہ میں اس کا داخلہ کثرت سے ہوتا ہے، اور ہر مرتبہ احرام کے واجب کرنے میں کھلا ہوا حرج ہے، لہذا وہ مکہ والوں کی طرح ہو گیا جن کے لئے اپنی ضرورت سے مکہ سے نکلنا پھر مکہ میں داخل ہونا بغیر احرام کے جائز ہے“ (الہدایۃ للفتح ۲/۲۷۷)۔

البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسی ضرورت کے تحت بغیر احرام کے

داخلہ کی اجازت میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے بھی ہے۔

اور المدونہ الکبریٰ میں ہے:

”امام مالک فرماتے ہیں کہ طائف، عسفان اور جدہ کے وہ لوگ جو میوے اور گندم لے کر بار بار آتے ہیں اور لکڑی والے اور ان کے مشابہ لوگ، تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ بغیر احرام کے داخل ہوں، کیونکہ یہ چیز (یعنی احرام کی پابندی) ان کے لئے پریشانی کا باعث ہوگی“ (المدونہ الکبریٰ ۱/ ۳۷۸، نیز دیکھئے: بوریہ المجمع ۱/ ۲۳۷)۔

ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

”جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز نہیں الا یہ کہ جائز لڑائی کے لئے یا بار بار پیش آنے والی ضرورت کے تحت کوئی داخل ہو، جیسے لکڑی بیچنے والا وغیرہ“ (الممتع ۱/ ۳۹۰)۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک موقوف روایت میں جمالین اور حطابین کا استثنا موجود ہے:

”روى حرب عن ابن عباس لا يدخل انسان مكة إلا محرما إلا الجمالين والحطابين وأصحاب منافعها“ (الشرح الكبير شرح لممتع ۱/ ۳۹۵)۔

(حرب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ احرام کے بغیر کوئی شخص مکہ میں داخل نہ ہو سوائے اونٹ لے جانے والوں اور لکڑی بیچنے والوں اور ان کے منافع کے مالکوں کے لئے)۔

اس لئے دفع حرج، رفع مشقت اور ازالہ ضرر کے لئے ایسے حاجت مندوں کو احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت دینی ہوگی، اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

۳- مکی کے لئے تمتع اور قرآن کا حکم

مکہ مکرمہ میں مقیم شخص خواہ وہ مکہ کا باشندہ ہو یا تجارت و ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں

وہاں مقیم ہو اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لئے حج کے مہینوں کے شروع ہو جانے کے بعد عمرہ کرنا حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے، بلکہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا۔ امیر ثلاثہ (مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) کے نزدیک مکی کے لئے تمتع اور قرآن بلا کراہت درست ہے (فقہ السنہ ۶۵۹/۱) اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی دم (دم تمتع یا دم جنایت) واجب نہیں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے تمتع کا ذکر کیا ہے وہاں اخیر میں اس کی صراحت کر دی ہے کہ یہ سہولت مسجد حرام کے باہر رہنے والوں یعنی آفاقیوں کے لئے ہے:

”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم، تلك عشرة كاملة، ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ (البقرہ ۱۹۶)۔

اس آیت میں تمتع سے مراد تمتع اصطلاحی نہیں ہے بلکہ ایک سفر میں حج و عمرہ کو جمع کر کے فائدہ اٹھانا مراد ہے جس میں تمتع اور قرآن دونوں داخل ہیں۔ اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ”ایک ساتھ حج و عمرہ دونوں سے انتفاع کی سہولت اور گنجائش ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب رہنے والے نہ ہوں“۔

اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ ”ذکر“ کا مشار الیہ ہدی ہے جو قریب ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تمتع اور قرآن کرنے کی وجہ سے دم تمتع یا اس کا بدل یعنی روزہ ان لوگوں پر لازم ہے جو باہر سے آئے ہیں، کیونکہ ان پر واجب تھا کہ حج کا احرام میقات سے باندھتے مگر جب انہوں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام میقات سے نہیں باندھا تو اس کی وجہ سے حج میں خلل پیدا ہوا جس کی تلافی شریعت نے دم کے ذریعہ کرائی، اور مکی کے لئے میقات سے حج کا احرام باندھنا واجب نہیں ہے اس لئے اگر وہ تمتع کرے تو اس کی وجہ سے اس سے حج

میں کوئی خلل پیدا نہ ہوگا، اس بنا پر نہ اس پر ہدی واجب ہوگی نہ اس کا بدل یعنی دس دنوں کا روزہ (تفسیر الکبیر ۳/ ۱۳۵)۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں امام شافعیؒ کے مسلک کی پر زور و کالت کی ہے اور حنفیہ کے دلائل کا جواب دیا ہے، لیکن شوافع کا استدلال چند وجوہ سے کمزور معلوم ہوتا ہے:

اول: یہ کہ ذلک اسم اشارہ بعید ہے، یہ ضمیر نہیں ہے جس کا قریب مرجع تلاش کیا جائے اور جسے زیادہ قریب کی طرف لوٹانا بہتر ہو۔ ذلک جب اسم اشارہ بعید ہے تو بعد کو اس کا مشار الیہ قرار دینا بہتر ہے، اور وہ تمتع اور قرآن ہے جو ”فمن تمتع“ سے سمجھ میں آ رہا ہے، نہ کہ ہدی جو کہ قریب ہے۔

دوم: نظم کلام سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ذلک کا مشار الیہ تمتع ہے نہ کہ ہدی، کیونکہ ”ذلک لمن“ کہا گیا ”ذلک علی من“ نہیں کہا گیا ہے، ”لام“ انتفاع کے لئے آتا ہے اور ”علی“ اِزَام کے لئے، یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ذلک کا مشار الیہ تمتع ہے، جس میں حاجی ایک سفر سے حج و عمرہ دونوں کا شرف اور فائدہ حاصل کرتا ہے، اگر اس کا مشار الیہ ہدی ہوتا تو اس کے لئے ”ذلک علی من“ کی تعبیر مناسب تھی، کیونکہ ہدی تو اس پر لازم ہو رہی ہے۔

سوم: یہ کہنا کہ ذبح ہدی کا حکم اس نقص اور خلل کی تلافی کے لئے ہے جو میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے صحیح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ کسی عبادت میں نقص اور خلل تو حکم شرعی کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتا ہے اور تمتع کی اجازت جب خود اللہ اور اس کے رسول نے دی تو پھر اس میں خلل پیدا ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ قرآن میں تمتع کی اجازت تو اسی آیت سے ثابت ہے اور حدیث میں ابن عباسؓ کی روایت صحیحین میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ مکہ پہنچنے کے بعد جو صحابہ اپنے ساتھ ہدی نہیں لائے تھے انہیں حکم دیا کہ عمرہ کر کے احرام سے حلال ہو جائیں پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ نے ان صحابہ کو حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا، اور اس طرح

انہوں نے حج و عمرہ کو جمع کیا۔ تو اگر آفاقی کے حج کا احرام مکہ سے باندھنے سے حج میں کوئی خلل پیدا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ بھلا نہیں یہ حکم کیونکر دے سکتے تھے۔

چہارم: اگر دم تمتع وقران دم جنایت ہے جو آفاقی پر میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے ہے تو اس کا وجوب صرف تمتع پر ہونا چاہئے تارن پر نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس نے تو حج کا احرام بھی میقات سے باندھا ہے۔ پھر تو اس کے حج میں کوئی خلل لازم نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے دم کے ذریعہ اس کی تلافی کرائی جائے، جبکہ دم جس طرح تمتع پر ہے اسی طرح بالاتفاق تارن پر بھی ہے۔

پنجم: اگر تمتع کی وجہ سے حج میں خلل پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وہ حج وقران سے افضل نہیں ہو سکتا جس میں وہ خلل نہیں ہوتا ہے، جبکہ امام شافعی تمتع کو نہ صرف وقران بلکہ قران سے بھی افضل قرار دیتے ہیں، اس لئے راجح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ دم تمتع اور قران دم شکر ہے جو ایک سفر اور ایک سال میں دو عبادتوں کی توفیق اور دو عبادتوں کو جمع کرنے کے شکرانے میں اس پر شارع نے لازم کیا ہے، اس لئے اس سے اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

۴- ابن عربی نے احکام القرآن میں تمتع کی صحت کے لئے آٹھ شرائط کا تذکرہ کیا ہے: اول یہ کہ حج و عمرہ دونوں کو جمع کرے، دوم یہ کہ دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں انجام پائیں، سوم یہ کہ ایک ہی سال میں ہوں، چہارم یہ کہ حج کے مہینوں میں ہوں، پنجم یہ کہ عمرہ حج سے مقدم ہو، ششم یہ کہ دونوں کا احرام ایک ساتھ نہ باندھا جائے (کہ یہ قران ہے) بلکہ حج کا احرام عمرہ سے فراغت کے بعد باندھے، ہفتم یہ کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ہی شخص کی طرف سے ہو، ہشتم یہ کہ تمتع کا یہ عمل غیر اہل مکہ کی طرف سے ہو (احکام القرآن ۱۲۶/۱)۔

تمتع کی صحت کے لئے مذکورہ بالا تمام شرائط تقریباً متفق علیہ ہیں، اس میں آٹھویں شرط یہ ہے کہ تمتع آفاقی ہوگی نہ ہو۔ فقہ حنفی کی کتابوں (المحرر الرائق، ہاشمی وغیرہ) میں بھی یہ شرط مذکور ہے اور یہ کہ حج و عمرہ کے درمیان امام صحیح نہ پایا جائے یعنی تمتع عمرہ کے انفعال سے فارغ

ہونے کے بعد اپنے گھر لوٹ کر نہ آئے، حنیفہ کے نزدیک گھر لوٹ کر آنے سے تمتع باطل ہو جائے گا، لیکن بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک سفر کر کے میقات سے باہر چلا جانا بھی مبطل تمتع ہے خواہ گھر آئے یا نہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”اور تمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر اپنے شہر لوٹ آئے اور وہ پہلے سفر میں ہدی اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے گھر آ گیا اور امام صحیح پایا گیا اور امام صحیح کی وجہ سے تمتع باطل ہو جاتا ہے۔ متعدد تابعین سے یہی منقول ہے“ (۱/۲۶۳، کتاب الحج باب التمتع)۔

پھر حاشیہ میں لکھا ہے کہ گھر آ جانے کی وجہ سے تمتع کے باطل ہونے کا قول امام طحاوی نے کتاب احکام القرآن میں سعید ابن المسیب، عطاء، مجاہد اور ابراہیم سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہو عمرہ کے بعد گھر آنا تمتع کو باطل کر دیتا ہے۔ اور مکی کے ساتھ صورت حال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے انعال سے فراغت کے بعد اپنے گھر میں ہے، اس لئے اس کا عمرہ باطل ہو گیا، علامہ شامی لکھتے ہیں:

”فقہاء نے صراحت کی ہے کہ گھر نہ آنا تمتع کی صحت کے لئے شرط ہے مگر ان کی صحت کے لئے نہیں، اور یہ کہ امام صحیح تمتع کو باطل کر دیتا ہے، اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ مکی کا تمتع باطل ہے چونکہ اس کے دونوں احراموں (یعنی حج و عمرہ کے احراموں) کے درمیان امام صحیح پایا جاتا ہے (حاشیہ رد المحتار ۲/۱۹۸)۔“

ائمہ ثلاثہ (ابو حنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل) کے مسلک کی رو سے میقات سے باہر مکہ مکرمہ آنے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج و عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہوں اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے حج کے مہینوں میں میقات سے باہر جائیں، پھر مکہ مکرمہ واپس آئیں تو انہیں عمرہ کا احرام باندھ کر ہی میقات کے اندر داخل ہونا چاہئے، اور عمرہ کے ارکان و اعمال ادا کرنا

چاہئے، یہ عمرہ ممنوع نہیں ہوگا۔ اور نہ اس سال حج کرنے کی وجہ سے وہ متمتع قرار پائے گا، کیونکہ متمتع کی صحت کے لئے عمرہ کی ادائیگی کے بعد گھر نہ آنا شرط ہے، اور کی اپنے گھر میں ہے اس بنا پر وہ متمتع نہیں ہو سکتا۔

مکی کو متمتع اور قرآن سے روکنے کی حکمت یہ ہے کہ جو لوگ باہر ملکوں سے مکہ آتے ہیں ان میں سے اکثر کو دوبارہ مکہ لوٹنا نصیب نہیں ہوتا (کم از کم اسی فی صد لوگ تو ایسے ہوتے ہیں) اس لئے آفاقیوں کے لئے شریعت نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ کی فضیلت اور شرف بھی حاصل کر لیں اور جو لوگ مکہ میں ہیں ان کے لئے سال بھر عمرہ کا موقع ہے۔ اگر مکہ والے بھی ان دنوں میں عمرہ کریں گے تو ازدحام زیادہ ہوگا اور عمرہ میں خود ان کو اور باہر سے آنے والے اللہ کے مہمانوں کو زحمت اور دشواری ہوگی، اس لئے طرفین کو مشقت اور مزاحمت سے بچانے کے لئے مکیوں کو متمتع سے منع کیا گیا۔ حتیٰ کہ حج کا زمانہ شروع ہو جانے کے بعد تنہا عمرہ سے بھی روکا گیا، ”بل اختار أيضا منع المکی من العمرة المجردة فی أشهر الحج وإن لم یحج“ (حامیہ رد المحتار ۲/ ۱۹۸)۔

اور مکہ کے باشندے یا مکہ میں مقیم حضرات اگر کسی ضرورت سے میقات کے باہر جائیں تو واپسی میں انہیں عمرہ کا احرام باندھ کر ہی آنا ہے، یہ حد ممانعت میں ہرگز داخل نہیں ہے بلکہ ضرورتاً ہے۔ اور واقعی ضرورتوں کی بنیاد پر جو اہل مکہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں باہر جانے سے باز نہیں رکھا جا سکتا کہ اس میں بہت حرج اور مشقت ہے ”والحرج مدفوع“ اور ”المشقة تجلب التیسیر“۔ پھر یہ کہ یہ عمرہ متمتع کے ارادہ سے نہیں ہے بلکہ ضرورتاً اور شریعت کے مقرر کردہ ضابطہ کی تعمیل کے طور پر ہے۔ اگر وہ عمرہ کے احرام کے بغیر میقات سے آگے بڑھیں تو شریعت کے اس ضابطہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے جو اس مقدس سرزمین اور کعبۃ اللہ کی تعظیم و احترام کے طور پر شریعت نے مقرر کیا ہے، اور جمہور ائمہ کے نزدیک ایک منظور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہے اور اس پر دم واجب ہوتا ہے، اس لئے وہ بلا تکلف عمرہ کرے گا، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ وہ

اس عمرہ کی وجہ سے اگر اسی سال حج بھی کر لے تو تمتع قرار نہیں پائے گا چونکہ امام صحیح دونوں احراموں کے درمیان پایا گیا جو تمتع کے بطلان کا سبب ہے، اس لئے اس صورت میں اس پر ندوم جنایت لازم آئے گا نہ تمتع، ہاں جن لوگوں کو بار بار آمد و رفت کی ضرورت پڑتی ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۵- سفر حج میں آفاقیوں کے لئے ایک سے زائد عمرہ کرنے کا مسئلہ

تمتع کرنے والے آفاقیوں کے لئے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل یا آفاقی حجاج کرام کے لئے حج سے فراغت کے بعد مزید عمرے ادا کرنے کا مسئلہ بھی حج کے اہم مسائل میں سے ہے، اور اس وقت وہ عوام و خواص کے درمیان بحث و مباحثہ اور فکر و نظر کا موضوع بنا ہوا ہے۔ مختلف بیرونی ممالک بالخصوص برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے مسلمان بار بار عمرہ کرنے کے عادی ہیں اور فقہ کی متعدد اول کتابوں میں اس کی اجازت ملتی ہے جبکہ حریم شریفین کے علماء اسے بہت سختی سے منع کرتے ہیں اور اسے بدعت اور معصیت قرار دیتے ہیں۔

مانعین کے دلائل یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے ایک سفر میں ایک سے زائد عمرہ کرنے کا ثبوت نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے زیادہ عبادت اور خیر کا حریص اور کون ہو سکتا ہے اور ہمیں ان ہی کی اقتداء اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، لہذا ہمیں بھی ایک سفر میں ایک سے زیادہ عمرہ نہیں کرنا چاہئے۔

جبکہ جواز کے قائلین ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں عمرہ کی عمومی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بار بار عمرہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ دو عمرے اپنے بچے کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں اور حج اور عمرہ فقر اور گناہ کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو۔ اور بدعت اسے کہتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل اور

اساس نہ ہو، اور قرآن و حدیث میں نہ صرف عمرہ کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس کی غیر معمولی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، اور پے در پے عمرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سفر حج میں حج سے فراغت کے بعد عمرہ کا ثبوت خود آنحضرت ﷺ کی اجازت سے موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کو معیم سے عمرہ کرنے کی اجازت دی اور ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن کے ہمراہ انہیں معیم سے عمرہ کر لیا تھا، یہ اس کے جواز کی کھلی نظیر اور دلیل ہے، اس لئے بہت سے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں حج تو ایک ہی کیا لیکن عمرے چار کئے جس سے اس کی کثرت و تعدد کا پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ صحیحین کی روایت ہے جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں۔

دلائل کی قوت دونوں طرف ایسی ہے کہ کوئی ایک فیصلہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں طرف کے دلائل، اسلاف کرام کے تعامل اور ان کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے اور اس کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو مسئلہ کا حل دریافت ہو جاتا ہے اور دو انتہاؤں کے بیچ میں توسط اور اعتدال کی راہ نکل آتی ہے، اور وہ یہ کہ تمتع والے عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل آفاقی حجاج کے لئے مزید عمرے کرنا کم از کم مکروہ اور خلاف اولیٰ تو ضرور ہے۔ تارن اور مغرب الحج کے حق میں تو اس کا تصویری نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے میقات سے حج کا احرام باندھا ہے جو مزید کسی عمرہ سے مانع ہے۔ تمتع کے لئے عمرہ سے فراغت کے بعد مزید عمرے کرنا کراہت سے اسلئے خالی نہیں کہ اس میں وہی علت پائی جاتی ہے جس کی بنا پر اہل مکہ کو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں فقہ حنفی کی کتابوں میں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں۔ علامہ شامی نے لباب سے نقل کیا ہے کہ تمتع حج کے احرام سے قبل مزید عمرے نہیں کرے گا کیونکہ وہ کسی کے حکم میں ہو گیا اور کسی گرچہ حج کا ارادہ نہ رکھتا ہو پھر بھی اس کے لئے عمرہ کرنا ممنوع ہے۔ صاحب فتح القدیر نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے، لیکن صاحب البحر الرائق وغیرہ اس ممانعت کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں

جبکہ اس سال حج کا ارادہ ہو۔ اور صاحب غنیہ نے بالکل جائز لکھا ہے سوائے پانچ دنوں کے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں تک، مجموعی لحاظ سے کراہت کا قول راجح معلوم ہوتا ہے (مٹای ۲/۲۶۸، مئی ۱۱۵)۔

اور جہاں تک حج سے فراغت کے بعد مزید عمروں کا سوال ہے تو اس میں اتنا غلو صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ روزانہ ایک عمرہ کیا جائے احادیث و آثار اور سلف صالحین کے اقوال اور تعامل سے اس کی تائید نہیں ہوتی، ابن قدامہ حنبلی نے ”المغنی“ میں اس مسئلہ سے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال و آراء نقل کئے ہیں جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے (دیکھئے: المغنی ۳/۲۳۷)۔

بہر حال ان اقوال و آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پے در پے عمرہ کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں ان میں خود اختلاف ہے۔ زیادہ حضرات کا رجحان ترک کے اولیٰ ہونے کی طرف ہے یعنی کثرت سے عمرے نہ کرنا افضل ہے، جبکہ کچھ لوگ مسلسل عمرہ کرنے کو پسندیدہ قرار دیتے ہیں، بہر حال ان کے اقوال اور تعامل سے اس تشدد اور تصلب کا ثبوت نہیں ملتا جو اس دور کی خصوصیت ہے، ان کا اختلاف افضلیت اور اولویت ہی کے سلسلہ میں ہے،

۶- رمی جمار میں نیابت کا مسئلہ

مرض اور دوسرے معقول اعذار کی بنیاد پر رمی جمرات میں نیابت ہو سکتی ہے، خصوصاً مریضوں، عورتوں اور بوڑھوں کے لئے جو خود سے رمی نہیں کر سکتے، کیونکہ جو چیز انسان کی قدرت اور استطاعت سے باہر ہو شریعت اسے اس کا مکلف نہیں بناتی، اور جس عمل سے کسی کو سخت مشقت اور تنگی کا سامنا کرنا پڑے اس میں وہ اپنا نائب بنا کر اس سے انجام دلا سکتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ شرط ہے کہ دوسرے کی طرف سے رمی کرنے والا پہلے اپنی رمی سے فارغ ہو جائے اس کے بعد معذور کی طرف سے رمی کرے۔ حنفیہ اور مالکیہ نے کراہت کے ساتھ اس صورت کو بھی

جائز لکھا ہے کہ ایک کنکری اپنی طرف سے مارے اور دوسری معذور کی طرف سے۔ صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم فتح القدير کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وفى فتح القدير: من كان مريضاً لا يستطيع الرمي يوضع فى يده ويرمى بها أو يرمى عنه غيره، وكذا المغشى عليه، ولو رمى بحصاتين إحداهما لنفسه والأخرى للآخر جاز ويكره“ (البحر الرائق ۳۷۵-۳۷۶)۔

(فتح القدير میں ہے کہ جو شخص ایسا مریض ہو کہ رمی نہ کر سکتا ہو اس کے ہاتھ میں کنکری رکھی جائے گی اور اس کے ہاتھ سے پھینکی جائیگی یا اس کی طرف سے کوئی اور رمی کرے گا، اسی طرح بے ہوش آدمی کی رمی کوئی اور کر دے گا، اور اگر یکے بعد دیگرے دو کنکری پھینکی ایک اپنے لئے اور دوسری دوسرے کے لئے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے)۔

اوپر کی تمہید کی روشنی میں مذکورہ سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف- عمل رمی میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے۔

ب- رمی میں نیابت صرف مریض، معذور اور عورت کے لئے ہو سکتی ہے۔

وہ معذوری جس کی وجہ سے رمی میں نیابت جائز ہے اس کی حد یہ ہے کہ خود سے رمی نہ کر سکے یا ضعف اور مرض کی وجہ سے رمی میں شدید مشقت لاحق ہو۔ ازدحام عورتوں، مریضوں اور بوڑھوں کے حق میں عذر سمجھا جائے گا، لہذا جو لوگ صحت مند ہونے کے باوجود محض کسل اور آرام پسندی کی وجہ سے رمی کے واسطے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنائیں گے ان کی رمی درست نہیں ہوگی، اور واجب کے ترک کی بنا پر ان پر دم واجب ہوگا۔

۷- حالت احرام میں گرفتاری کا حکم

سعودی عرب میں مقیم وہ غیر ملکی حضرات جو حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جائیں، حنفیہ کے نزدیک ایسے لوگ

محصر کے حکم میں ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک جس طرح دشمن کے روکنے سے احصار متحقق ہوتا ہے اسی طرح مرض اور جس کی وجہ سے بھی متحقق ہو جاتا ہے۔ اب احرام ختم کرنے کے لئے انہیں دم احصار دینا ہوگا یعنی چھوٹے جانور کی قربانی۔ اگر عمرہ کا احرام تھا تو دم کی قربانی کسی دن ہو سکتی ہے، لیکن قربانی حدود حرم میں ضروری ہے، اور حج کا احرام تھا تو دوسویں ذی الحجہ سے قبل دم کی قربانی نہیں ہو سکتی، اور قربانی حرم کے اندر ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے احصار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ“ (سورۃ البقرہ: ۱۹۶)۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہدی کے اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچنے سے قبل اپنا سر نہ منڈاؤ، اور قربانی کے حلال ہونے کی جگہ حرم ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا:

”ثُمَّ مَحَلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ“ (الحج: ۳۳)۔

اس لئے اگر عمرہ کا احرام ہے اور حرم کے اندر گرفتاری ہوتی ہے تو وہاں دم احصار ذبح کر کے حلال ہو جائے گا، لیکن اگر حج کا احرام ہے تو یوم النحر سے قبل اس کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ اپنی طرف سے کسی کو ذمہ دار بنا دے اور اس سے کہہ دے کہ دوسویں ذی الحجہ کو یا اس کے بعد کسی متعین دن میں اس کی طرف سے جانور قربان کر دے، متعینہ تاریخ میں جب ظن غالب ہو جائے کہ جانور ذبح ہو گیا ہوگا تو حلق کر کے احرام سے نکل جائے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

”محصر اگر حج کا احرام باندھے ہوئے ہے تو اسے چاہئے کہ ہدی کی قیمت بھیج دے کہ اس کے لئے مکہ میں جانور خرید کر قربانی کے دن اسے اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے، پھر وہ اپنے احرام سے حلال ہو جائے گا۔ اور یہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ احصار کی ہدی حرم کے ساتھ خاص ہے“ (الموسم: ۱۰۶/۲)۔

امام شافعی کے نزدیک احصار دشمن کے علاوہ کسی اور طریقے سے متحقق نہیں ہو سکتا۔ ہاں

اگر محرم نے احرام کے وقت یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا جہاں اللہ تعالیٰ مجھے روک دے ”فان حبسنی حابس فمحلی حیث حبسنی“ جیسا کہ حضرت سناء بنت ازییر ابن عبدالمطلب کے واقعہ میں آتا ہے کہ وہ سر کے دریا کسی اور تکلیف میں مبتلا تھیں اور خطرہ تھا کہ اگر احرام باندھ لیں اور بیماری کی وجہ سے حج نہ ہو سکے تو پریشانی ہوگی، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشروط احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ واقعہ صحیحین میں مذکور ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مشروط احرام باندھنے کی صورت میں اگر گرفتاری یا اور کوئی رکاوٹ مرض وغیرہ پیش آجائے تو محرم حلال ہو جائے گا لیکن دم احصار ان کے نزدیک اسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں اسے گرفتار کیا گیا ہے خواہ وہ حل ہو یا حرم۔ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر احرام اس شرط کے ساتھ مشروط تھا تو گرفتاری کی صورت میں وہ وہیں حلال ہو جائے گا، اور ان کے نزدیک اس صورت میں کوئی صدقہ واجب نہیں ہے۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کے وجوب

وعدم وجوب کا مسئلہ

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اور ایک قول کی رو سے امام شافعی کے نزدیک بھی متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اس میں اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے تو دم واجب ہو جاتا ہے، ان حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس روایت سے ہے:

”من قدم نسکا علی نسک فعلیہ دم“۔

(جو شخص ایک نسک کو دوسرے پر مقدم کر دے تو اس پر دم واجب ہے)۔

ان حضرات کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جس طرح میقات مکانی میں تاخیر ہو جائے اور کوئی

شخص احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کر جائے تو دم واجب ہوتا ہے، اسی یوم طرح اُخر وغیرہ میں جس عمل کے لئے جو وقت مقرر ہے مثلاً رمی، نحر، حلق، ان میں اگر تاخیر ہو جائے تو اس صورت میں بھی قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ دم واجب ہو (الہدیۃ مع الفتح ۲۴/۶۳)۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور صاحبین کے نزدیک یہ ترتیب مسنون ہے واجب نہیں، اور خلاف ترتیب ہو جانے پر کچھ واجب نہیں۔ ان حضرات کا استدلال صحیحین کی درج ذیل روایت سے ہے:

”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں لوگوں کے لئے کھڑے ہوئے، لوگ آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم نہیں تھا اس لئے ذبح کرنے سے قبل میں نے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا: اب ذبح کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے خبر نہیں تھی اس لئے میں نے رمی سے قبل ذبح کر لیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اب رمی کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر کے سلسلہ میں جس چیز کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جو کام باقی رہ گیا ہے اسے کر لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے“ (صحیح مسلم ۱/۴۲۱، باب جواز تقدیم الذبح علی الرمی)۔

احناف اور مالکیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس حدیث سے صرف یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں ہے، لا حرج سے گناہ اور فساد کی نفی ہوتی ہے، دم کے واجب ہونے کی نفی نہیں ہوتی، اور دوسری حدیث سے دم کا وجوب ثابت ہو رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں حضور ﷺ نے وجوب دم کا حکم بیان فرمایا ہو۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت عبد اللہ بن عباس بھی ہیں، انہوں نے اس حدیث کو ترتیب کی باحت اور انتخاب پر محمول نہیں کیا ہے بلکہ وجوب پر محمول کیا ہے۔ اور ترتیب کے خلاف ہونے کی صورت میں وہ بھی

و جوہ دم کے قائل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جن لوگوں کا سوال کرنا منقول ہے وہ احکام شریعت سے ناواقف تھے، اس بنا پر آپ کی سنت کے خلاف عمل ہو گیا، اس عدم واقفیت کی بنیاد پر آنحضرت ﷺ نے انہیں معذور قرار دیا اور انہیں احکام معلوم کرنے کا حکم دیا (فتح القدیر ۶۳/۲)۔

لیکن دلائل کے لحاظ سے ترتیب کے عدم وجوب ہی کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، اول تو اس لئے کہ ”لا حرج“ کا کلمہ ترتیب کے عدم وجوب پر صراحتاً دلالت کر رہا ہے کیونکہ جو چیز واجب ہو اس کے ترک پر ”لا حرج“ نہیں کہا جاتا۔

دوم یہ کہ سند کے لحاظ سے وہ حدیث اس درجہ کی نہیں ہے جس سے دم کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ ”لا حرج“ والی روایت حجتہ الوداع کی ہے جو لازماً بعد کی ہے، اور اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو اور ایک مقدم اور دوسری کا موخر ہونا معلوم ہو تو بعد والی حدیث ماسخ ہوتی ہے، اس لئے ”لا حرج“ والی حدیث ماسبق کے لئے ماسخ ہوگی۔

بہر حال عام حالات میں تو اس ترتیب کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے، لیکن تاج کا غیر معمولی ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے کی وجہ سے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے خود مذبح جا کر قربانی کرنے کی مشکلات، ایسی مجبوری کی وجہ سے خود دفعہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ ترتیب واجب نہیں رہتی اور اہل ذر کی بنا پر اگر کسی واجب کا ترک ہو جائے تو دم واجب نہیں، حتیٰ کہ اگر قوف مزدلفہ ازدحام کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور نہ کوئی گناہ ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے ”البحر الرائق“ کے حوالہ سے لکھا ہے:

”حج کا کوئی واجب عمل اگر کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس میں کچھ نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر قوف مزدلفہ بھیڑ کے خوف سے چھوڑ دے تو اس پر کوئی دم نہیں ہے۔ جیسے کہ حائضہ عورت کا حیض کی وجہ سے طواف صدر چھوٹ جائے تو کچھ نہیں ہے“ (حاشیہ رد المحتار ۲/۲۳۵،

لہذا ایسے اعذار کی بنیاد پر اگر ترتیب کے خلاف عمل ہو جائے اور رمی، ذبح، حلق میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس میں نہ کوئی گناہ ہے نہ دم۔

۹- حج بدل میں تمتع اور قرآن کا حکم

حج بدل میں جن فقہاء نے تمتع کو ناجائز قرار دیا ہے اس کی دو علتیں ذکر کی ہیں: ایک تو یہ کہ اگر ایک معذور اور عاجز شخص نے دوسرے کو اپنی طرف سے حج کے لئے بھیجا تو مامور اس بات کا مکلف ہے کہ وہ بھیجنے والے کی طرف سے میقاتی حج کرے، کیونکہ مشأ کوئی بند و ستانی حج کے لئے جائے گا تو اس کی میقات پلم ہے، وہ پلم سے حج کا احرام باندھے گا، اور اس کا حج میقاتی ہوگا، اور تمتع کی صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، پھر عمرہ کے انفعال سے فراغت کے بعد حج کے لئے ۸ رزی الحجہ کو مکہ ہی سے احرام باندھا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ حج مکہ ہو جاتا ہے میقاتی نہیں رہتا۔

شمس الاممہ نرسی فرماتے ہیں:

”اور اگر آمر نے حج کا حکم دیا تھا اور مامور نے اشہر حج میں پہلے عمرہ کر لیا پھر مکہ سے حج کیا تو امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول کی رو سے وہ حکم آمر کی خلاف ورزی کرنے والا سمجھا جائے گا، کیونکہ وہ اس بات پر مامور ہے کہ میت کی طرف سے میقات سے حج کرے اور تمتع کرنے والا جو مکہ سے حج کرتا ہے اور یہ اس کے حکم کے خلاف ہے“ (الموسوط، رد المحتار ۳۲/۳)۔

اور حج بدل میں تمتع کے عدم جواز کی دوسری علت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اس میں بھیجنے والے کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ جو معذور اپنی طرف سے کسی کو حج کے لئے بھیج رہا ہے، اس پر صرف فریضہ حج ہے اور اسی کی ادائیگی کا اس نے مامور کو حکم دیا ہے۔ لہذا اگر وہ قرآن یا تمتع کرتا ہے تو اس میں اس کے حکم کی مخالفت لازم آتی ہے جبکہ یہ حج میں آمر کا نائب ہے، پھر تمتع اور قرآن کی صورت میں دم تمتع اور قرآن بھی واجب ہوگا جس کا آمر مکلف نہیں ہے۔

جہاں تک پہلی علت کا تعلق ہے تو اگر اسے ضروری قرار دیا جائے تو پھر کسی آفاقی کے لئے حج تمتع جائز ہی نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تمتع کی صورت میں عمرہ میقاتی ہوتا ہے اور حج کئی - حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کا حج تو راجح قول کی رو سے قرآن تھا، مگر وہ صحابہ جو قرآن کا جانور ساتھ نہیں لے گئے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمتع کیا تھا۔ اس سلسلہ میں صحیحین کی روایت درج ذیل ہے:

”وقال ابن عمر تمتع الناس مع رسول الله ﷺ بالعمرة إلى الحج فلما قدم رسول الله ﷺ قال للناس: من لم يكن منكم الهدى فليطف بالبيت وبالصفا والمروة وليقصر ثم ليهل بالحج ويهدى فمن لم يجد هدايا فليصم ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجع إلى أهله“ (متفق عليه)۔

(حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ بیت اللہ اور صفا و مروة کا طواف کر کے سر کے بال کا قصر کر لے پھر حج کا احرام باندھے اور ہدی ذبح کرے (یعنی دم تمتع)، اور جو شخص ہدی نہ پائے وہ تین دن حج کے زمانہ میں اور سات دن اپنے گھر لوٹنے کے بعد روزہ رکھے)۔

تو جن صحابہ نے تمتع کیا ظاہر ہے کہ ان کا حج کئی ہو میقاتی نہیں اور یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تھا، اسلئے اسے غلط نہیں کہا جاسکتا، اکثر ائمہ نے تمتع کو ایذا سے افضل قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی کے نزدیک تو تمتع سب سے افضل ہے۔ اس لئے یہ علت اصل اور بنیادی نہیں ہے۔ اصل علت امر کی مخالفت ہی ہے۔ اگر وہ باقی نہ رہے تو پھر تمتع اور قرآن دونوں کو جائز ہونا چاہئے۔ پس اگر بھیجنے والا زندہ ہے اور اس نے مامور کو اجازت دے دی ہے کہ اپنی سہولت کو پیش نظر رکھ کر جو نماز چاہے کر لے تو پھر مامور کے لئے تمتع کرنا بھی جائز ہوگا۔ البتہ مامور کو چاہئے کہ سفر سے قبل امر سے اس کی اجازت حاصل کر لے۔ ارشاد الساری مناسک ملا علی قاری

میں ہے:

”وینبغی للامر أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني كيف شئت مفردا أو متمتعاً“ (مناسک، ۳۰۴، نیز دیکھئے: فتاویٰ کا ضمیمہ، ۱/ ۳۰۷)۔

اور آمر کو چاہئے کہ معاملہ مامور کے سپرد کر دے اور اس سے یہ کہہ دے کہ میری طرف سے جو نساہج چاہو کر لو، خواہ تنہا حج ہو یا تمتع ہو۔

لیکن اگر میت کی طرف سے حج بدل ہو رہا ہے تو پھر اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ آیا میت پر حج فرض تھا یا نہیں، اگر حج فرض تھا تو اس نے اس کی وصیت کی یا نہیں؟ اگر اس پر حج فرض تھا اور وہ اس کی وصیت کر گیا ہے تو وہ آمر ہوا، اب اگر اس نے وصیت کے ساتھ اس کی بھی صراحت کر دی تھی کہ مامور اپنی سہولت کو سامنے رکھ کر جو نساہج چاہے کر سکتا ہے تو پھر مامور کے لئے تمتع اور قراہن کی بھی اجازت نکل آئی۔ البتہ اگر اس نے صرف حج کی وصیت کی تھی تو اس کی طرف سے حج تمتع جائز نہیں ہوگا۔ اور آمر کی اجازت کے بغیر تمتع کے عدم جواز پر ہمارے تمام ائمہ کا اتفاق ہے، اور اس صورت میں مامور تمتع کرے گا تو یہ حج آمر کی طرف سے نہیں ہوگا اور نہ اس صورت میں میت کے وارثوں کی اجازت معتبر ہوگی، لیکن اگر اس پر حج فرض نہیں تھا یا فرض تھا مگر اس نے وصیت نہیں کی اور اس کے وارثین اس کی طرف سے حج کر رہے ہیں تو اس صورت میں وارثین کی حیثیت آمر کی ہوتی، ان کی اجازت سے مامور تمتع بھی کر سکتا ہے مگر ان تو باجائز آمر بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ حج اور عمرہ دونوں آمر کی طرف سے ہو، اسی طرح حج بدل میں تمتع کی صحت کے لئے بھی حج و عمرہ دونوں کا احرام آمر کی طرف سے باندھا جانا ضروری ہے، لیکن اجازت نہ ہونے کی شکل میں امام اعظم کے نزدیک قراہن بھی صحیح نہیں، اور یہ حج آمر کی طرف سے واقع نہ ہوگا، اور حج کا نفقہ اسے آمر کو لوٹانا پڑے گا، صاحبین نے اسے اتھساناً جائز قراہن قرار دیا ہے۔ علامہ سرحسی لکھتے ہیں:

”اگر مامور نے حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر قراہن کر لیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا، امام

ابوحنیفہ کے نزدیک نفقہ کا ضامن ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک احتساباً مخالف نہیں شمار کیا جائے گا، کیونکہ اس نے مامور بہ کو ادا کیا اور اس کے ساتھ اسی کے جنس کی ایک چیز کا اضافہ کر دیا، لہذا وہ مخالف نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ وہ شخص جسے کسی نے کسی شئی کو فرخت کرنے کے لئے وکیل بنایا اور موکل نے جتنی قیمت میں بیچنے کو کہا تھا اس سے زیادہ میں بیچا۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے سفر میں مال خرچ کرنے کا پابند ہے جو صرف حج کے لئے ہو، اور اس کا یہ سفر صرف حج کے لئے نہیں رہا بلکہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہو گیا، لہذا وہ مخالفت کرنے والا شمار کیا جائے گا، جیسا کہ تمتع کرنے کی صورت میں“ (الموسوط)۔

امام ابوحنیفہ کا قول قیاس پر مبنی ہے اور صاحبین احتساباً اس کے جواز کے قائل ہیں، اور اصول کی رو سے احتساب کو قیاس پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لئے صاحبین کے قول کی بنیاد پر قرآن کو جائز قرار دیا جائے گا۔ لیکن تمتع کی صورت میں چونکہ مخالفت دہری ہو جاتی ہے یعنی حج کے ساتھ عمرہ کا ملانا اور میقاتی کے بجائے حج مکہ کرنا، اس لئے اس صورت میں صاحبین بھی اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

اس تمہید کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکور سوالات کا جواب درج ذیل ہوگا:

حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔ فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں امر کی اجازت کے بغیر مامور کے لئے تمتع کرنا جائز نہیں ہوگا۔

الف۔ حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

ب۔ حج بدل کرنے والا امر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع نہیں کر سکتا ہے۔

ج۔ امر سے تمتع کی صریح اجازت لئے بغیر حج بدل کرنے والا محض ظن غالب کی بنیاد پر تمتع نہیں کر سکتا ہے اور اس سلسلہ میں ظن غالب کا اعتبار نہیں ہوگا۔

د۔ فقہاء کی تصریحات کی رو سے دم تمتع حج بدل کرنے والے مامور کے ذمہ ہوگا، ہاں اگر اپنے مال سے دم تمتع ادا کرنے کی اجازت دے دے تو جائز ہوگا۔

ھ۔ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے۔ آمر کی اجازت کے باوجود تمتع کے صحیح نہ ہونے کا قول مرجوح ہے، اس لئے موجودہ دشواریوں کے پیش نظر جواز ہی کے قول کو اختیار کرنا مناسب ہے۔

و۔ میت کی طرف سے حج کی صورت میں تمتع کی گنجائش صرف اس صورت میں ہوگی جبکہ میت نے اس کی صریح اجازت دیدی ہو یا حج کے لئے جس کو وصی بنایا ہو اسے اس کا پورا اختیار دیدیا ہو۔

حکومت کی حج کمیٹی کے تحت جو حج ہوتا ہے اس میں سفر کی تاریخ طے کرنا اپنے اختیار میں نہیں ہوتا اس صورت میں جو لوگ میت کی طرف سے حج بفراد یا قرآن کرنے کے پابند ہیں ان کے لئے ایک طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا دشوار ہوگا۔ اس کی دوسری متبادل صورتیں موجود ہیں مثلاً سعودی ایئر لائنس اور دیگر تنظیمیں جو اپنے طور پر حج کا نظم کرتی ہیں ان میں حاجیوں کے اختیار میں رہتا ہے کہ حج سے بالکل متصل تاریخوں میں سفر کریں، اس لئے ایسی صورت میں حکومت کی حج کمیٹی کے بجائے انہیں دوسرے ذرائع سے حج کرنا چاہئے، فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس صورت میں حج تمتع کی گنجائش بالکل نہیں نکلتی۔

۱۰۔ حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت کا حکم

طواف زیارت جو فرض ہے اس کا اصل وقت دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ کی شام تک ہے۔ رمی نجر اور حلق کے بعد طواف ہے۔ اور اس میں بلاعذر تاخیر کرنے سے امام اعظم کے نزدیک دم واجب ہو جاتا ہے۔ اور عمر بھر میں جب بھی ادا کر دے ادا ہو جاتا ہے۔ اور حیض و نفاس جیسے اعذار کی بنا پر اگر تاخیر ہو تو اس میں کوئی دم نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت طواف کے زمانہ میں حالت حیض یا نفاس میں ہو اور واپسی کی جو تاریخ مقرر ہے معمول کے مطابق اس وقت تک پاک ہونے کی امید نہ ہو اور کوشش کے باوجود واپسی کی تاریخ میں تہدیلی نہ ہو سکے تو ایسی صورت

میں اس کے لئے طواف کرنا درست تو نہیں ہے کیونکہ طواف مسجد حرام کے اندر ہوتا ہے اور اس کے لئے طہارت واجب ہے، لیکن اس مجبوری کے پیش نظر جس کا سول نامہ میں تذکرہ ہے اگر وہ طواف کر لے تو وہ ایک ممنوع فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے گنہگار تو ہوگی لیکن فریضہ ادا ہو جائے گا اور حج مکمل ہو جائے گا البتہ اس پر دم واجب ہوگا اور بڑے جانور کی قربانی دینی ہوگی۔ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

”یعنی حائضہ عورت کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں، خلاصہ یہ کہ حائضہ کے لئے طواف کی حرمت دو وجہ سے ہے: ایک اس کے مسجد میں داخل ہونے کی وجہ سے، اور دوسرے طواف کے واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے، کیونکہ طواف میں طہارت واجب ہے، لہذا اس کے لئے پاک ہونے سے قبل طواف کرنا جائز نہیں، پس اگر وہ طواف کر لے تو گنہگار اور اللہ تعالیٰ کے عتاب کی مستحق ہوگی اور اس کے لئے پاک ہونے کے بعد طواف کا اعادہ لازم ہوگا۔ اگر اعادہ نہ کرے گی تو اس پر بدنہ (بڑے جانور مثلاً اونٹ یا گائے وغیرہ کا ذبح کرنا) واجب ہوگا اور اس کا حج مکمل ہو جائے گا“ (فتح القدیر ۳/۲۳۳)۔

الف - ایسی معذور عورت جس کا سوالنامہ میں تذکرہ ہے اس کے لئے ناپاکی کی حالت میں طواف کرنا درست نہیں۔

ب - اگر اس نے ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر لیا تو اس کا رکن ادا ہو جائے گا لیکن دم لازم ہوگا۔

ج - اور بدنہ (بڑا جانور) ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

د - اور دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہوگی، حرم مکہ سے باہر یا اپنے مقام پر دم دینے سے دم ادا نہ ہوگا۔ چونکہ یہ دم جنائیت ہے اور ہدی اور دم جنائیت کا مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جانا ضروری ہے اس لئے کہ وہ مکہ کے مساکین کا حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ میں حکم دیا ہے یعنی وہ کعبہ (حرم مکہ) میں پہنچا کر ذبح کیا جائے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”بہر حال ہدی کے بارے میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا مکہ میں ذبح کیا جانا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہدی کو کعبہ پہنچانا چاہئے“ (الجامع لاحکام القرآن ۶/۳۱۶)۔
 ”و الہدی حق لمساکین مکة“ (حولہ سابق) اور ہدی مکہ کے مساکین کا حق ہے۔

۱۱- عدت کے دوران حج و عمرہ ادا کرنے کا مسئلہ

حج کے وجوب کے لئے جو شرائط مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے لئے مزید دو شرطیں ہیں یعنی حج میں محرم کا ساتھ ہونا اور دوسرے اس کا عدت سے خالی ہونا، عدت خواہ شوہر کی وفات کی بنیاد پر ہو یا طلاق کی بنیاد پر (دیکھئے فتاویٰ تارخانہ ۲/۲۳۵)۔

لہذا اگر سفر حج شروع کرنے سے قبل عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے سفر شروع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بحق شرع محبوس ہے، جس طرح بغیر محرم کے اس کے لئے حج کو جانا درست نہیں۔ لیکن اگر سفر شروع کرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے تو بھی اس کی دو صورتیں ہیں: حج کا احرام باندھنے سے قبل انتقال ہوا ہے یا حج کا احرام باندھنے کے بعد۔ آج کل حج و عمرہ کا سفر عام طور پر ہوائی جہاز کے ذریعہ ہوتا ہے، اور ہندوستان والوں کی پرواز مختلف مقامات سے ہوتی ہے: بمبئی، دلی، مدراس اور کلکتہ۔ اب اگر فرض کیا جائے کہ ایک مسلم خاتون اپنے شوہر کے ساتھ سفر کے لئے اپنے وطن سے کلکتہ روانہ ہوئی، اور کلکتہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو اسے وطن واپس لوٹ آنا چاہئے کیونکہ ابھی اس نے احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے حج یا عمرہ کا عمل شروع نہیں ہوا، اور معتدہ ہو جانے کی وجہ سے اس پر حج کی فرضیت نہیں رہی، لیکن اگر طیارہ کے پرواز کرنے کے بعد جہاز کے اندر وفات ہوتی ہے تو اب راستہ سے واپسی اس کے لئے ممکن نہیں، اب تو جدہ اسے پہنچانا ہی ہے اور جدہ احرام کے ساتھ ہی پہنچے گی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ جدہ یا مکہ میں وفات ہو، اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو

جہاں سے مکہ کی مسافت، سفر شرعی کی مسافت سے کم ہو تو وہ اپنا سفر جاری رکھے گی، چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”یاعدت وفات ہو، پھر دیکھا جائے گا اگر اس کے درمیان اور اس کے گھر کے درمیان سفر شرعی سے کم کی مسافت ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنے گھر لوٹ آئے، اور اگر اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان اس سے کم کی مسافت ہو تو اسے چاہئے کہ سفر جاری رکھے“ (۲۳۵/۲)۔

اس لئے جدہ، یا مکہ یا ہوائی جہاز یا پانی جہاز پر اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس صورت میں حج کی گنجائش ہے، کیونکہ جدہ سے مکہ کی مسافت مسافت سفر سے کم ہے، اسی طرح مکہ سے منی، مزدلفہ اور عرفات کا فاصلہ بیس کیلومیٹر کے اندر ہے جو سفر شرعی کی مسافت سے کم ہے اور عمرہ تو بیت اللہ کے اندر ہی ہوتا ہے۔

لیکن اگر مدینہ منورہ میں انتقال ہوتا ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: حج سے قبل یا حج کے بعد۔ اگر حج کے بعد انتقال ہوا ہے تو حج مکمل ہو چکا ہے اور زیارت مدینہ بھی ہوگئی، لیکن اگر حج سے قبل انتقال ہوا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لئے مدینہ سے مکہ جانا درست نہیں خواہ حرم کے ساتھ ہو، کیونکہ مدینہ سے مکہ کی مسافت سفر شرعی کی مسافت سے زیادہ ہے، اور مدینہ شہر ہے جنگل یا صحرا نہیں ہے جہاں جان و مال کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا جہاں ٹھہر کر عدت گزارنا ممکن نہ ہو۔ اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں اگر حرم ہو تو وہ حج کے لئے مکہ جاسکتی ہے اور یہ مفتی بقول ہے (دیکھئے فتاویٰ تاتارخانیہ ۲۳۵/۲)۔

ہمارے فقہاء کا فتویٰ اور فیصلہ تو یہ ہے، لیکن آج کی صورت حال کے پیش نظر اس میں کئی دشواریاں ہیں۔ ایک تو قانونی مجبوری ہے کہ حکومت کی طرف سے واپسی کی تاریخ مقرر ہے، چار ماہ دس دن قیام کر کے عدت گزارنے کی اجازت مدینہ یا مکہ یا جدہ میں نہیں مل سکتی، لازماً اسے عدت کے دوران وطن کا سفر کرنا ہی پڑے گا۔ دوسرا مسئلہ اس طویل مدت کے لئے نفقہ فراہم ہونے کا ہے، کیا اس کے ساتھ جو حرم ہے یا وطن کے دوسرے لوگ جن کے ساتھ وہ ہے وہ

اس کی خاطر مدینہ میں ٹھہر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں، اس کے برخلاف تافلہ کے ساتھ رہنا اس کے لئے نسبتاً آسان ہے۔ مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس پر اگر حج فرض ہے تو اس کی ادائیگی اس پر لازم ہے، اور حج نفل بھی ہے تو حنفیہ کے نزدیک احرام باندھنے کے بعد اس کی تکمیل اس پر واجب ہے، اور فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی تفضلاً لازم ہے، اس طرح دو آزمائشیں اور دو بلائیں اس کے سامنے ہیں: اگر مدینہ سے حج کے لئے جائے تو حکم عدت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، اور مدینہ میں رہتی ہے تو قانونی دشواری اور وحشت و اجنبیت اور تنہائی کے علاوہ حج چھوٹتا ہے۔ اور آئندہ اس فریضہ کی ادائیگی یقینی نہیں ہے کہ دوبارہ نفقہ کا فراہم ہونا مجرم کاملنا اور قانونی لحاظ سے پانچ سال سے قبل اجازت کاملنا مشکل ہے۔ پھر عدت کی حالت میں بھی چند دنوں کے بعد اسے سفر کرنا ہی ہوگا، اس لئے اس صورت میں اہون البلیتین کو اختیار کرنا ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے چلی جائے گی۔ عدت کی حالت میں حج کرنے سے وہ شرعاً گنہگار قرار پائے گی لیکن حج درست ہو جائے گا۔ چنانچہ صاحب ارشاد الساری ابی مناسک الملائلی قاری حسین بن محمد سعید المکی لکھتے ہیں:

وإن حجت وھی فی العدة جاز حجها و كانت عاصیة (ص ۳۹)۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر معتدہ حج یا عمرہ کر لے تو اس کا حج و عمرہ شرعاً درست ہوگا، یہ اور بات ہے کہ عدت کی وجہ سے گنہگار ہوگی اور مجبوری کی حالت کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

۱۲۔ حج کا سفر کرنے والا اگر ایام حج ۷/۸/۹ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور اس نے مکہ پہنچ کر مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا اور منیٰ و عرفات وغیرہ میں اسے چار رکعت والی نمازیں قصر کرنی پڑیں گی، الا یہ کہ مقیم امام کے پیچھے پڑھے، اور اگر اس نے مکہ پہنچ کر پندرہ دنوں تک قیام کی نیت کر لی اور مثلاً دس دن مکہ میں گزرنے کے بعد حج شروع ہوا اور پانچ دن منیٰ و عرفات وغیرہ میں گزرے تو اس صورت میں وہ مقیم شمار ہوگا اور نمازیں پوری

پڑھنی ہوں گی، کیونکہ مکہ اور منیٰ و عرفات کے درمیان سفر شرعی کی مسافت نہیں ہے۔

۱۳- رمضان المبارک میں وتر حریمین شریفین میں پڑھنے کا مسئلہ

وتر کی رکعات کی تعداد اور اسے فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام پھیر کر یا بلا فصل یعنی تینوں رکعات ایک سلام سے پڑھنے کا مسئلہ حدیث کے نہایت مشکل اہم اور معرکہ آراء مسائل میں سے ہے۔ اس سلسلہ میں روایات میں بڑا اختلاف ہے۔ اور جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے دوسری روایات میں تاویل کرنی پڑتی ہے۔ حنفیہ نے ایک سلام کے ساتھ تین رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں مختلف روایات میں تطبیق کی صورت زیادہ نکلتی ہے اور پھر یہ کہ اس کی بنیاد حضرت عائشہؓ کی حدیث پر ہے۔ اور حضور ﷺ کا معمول عام طور پر وتر اخیر شب میں تہجد کے ساتھ پڑھنے کا تھا جو آپ گھر میں پڑھتے تھے۔ اس لئے اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت قابل ترجیح ہے کہ وہ اس کی معنی شاہد ہیں، لیکن جمہور ائمہ (مالک، شافعی اور احمد) کا مسلک فصل کے ساتھ تین رکعات پڑھنے کا ہے، اور اس کی بنیاد حضرت ابن عمرؓ کی حدیث پر ہے جسے امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے، اور بعض صحابہ و تابعین کا یہی عمل نقل کیا ہے، و فرماتے ہیں:

”قال أبو عیسیٰ حمیث ابن عمر حدیث حسن صحیح والعمل علی
 هذا عند بعض أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعین رروا أن یفصل
 الرجل بین الرکعتین والثالثة ویوتر برکعة وبه یقول مالک والشافعی وأحمد
 وإسحاق“ (ترمذی ۱/۱۶۱، ابواب الوتر)۔

(ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر عمل بعض اہل علم نبی ﷺ کے اصحاب اور تابعین کا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان (سلام کے ذریعہ) فصل کرے اور ایک رکعت کو الگ سے پڑھے۔ امام مالک،

شافعی، احمد اور اسحاق اسی کے تامل ہیں)۔

اس لئے وتر فصل کے ساتھ پڑھنے کو غلط نہیں کہا جاسکتا جبکہ اس کی بنیاد ابن عمر کی صحیح حدیث پر ہے اور اس پر بہت سے اہل علم صحابہ و تابعین کا عمل رہا ہے۔ اس لئے اگر کبھی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فصل کے ساتھ وتر پڑھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، خاص طور پر حرمین شریفین کے اندر رمضان المبارک میں جماعت اور مجمع کی رعایت کرتے ہوئے امام حرم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ حرمین شریفین کی جماعت کو چھوڑ کر تنہا وتر کی نماز ادا کرنا یا حرم سے باہر وتر کی جماعت کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

مسائل حج و عمرہ

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

مکہ مکرمہ ”زادھا اللہ شرفا و عظما“ جسے اللہ رب العزت نے ام القرئی کی حیثیت بخشی ہے اور جہاں وہ مقدس و محترم بناء ابراہیمی ہے، جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں، اس بابرکت گھر کی عظمت اور اس کے تقدس و احترام کے سبب اللہ رب العزت نے زبان رسالت کے ذریعہ اس مقدس شہر کے ارد گرد کچھ حدود اور مقامات کی تعیین کر دی ہے، جنہیں میقات سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر چہا طرف سے آنے والے جو لوگ بھی اس حدود سے گذرتے ہوئے اس مقدس شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ ان حدود پر پہنچ کر ایک خاص بیعت یعنی حالت احرام میں ہی آگے بڑھیں، جو لوگ حج یا عمرہ کے ارادہ سے آئے ہوں ان کے بارے میں تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ وہ بغیر احرام کے ان حدود سے تجاوز نہ کریں، بلکہ حالت احرام میں حرم کی میں داخل ہوں۔

۱- البتہ وہ لوگ جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے اور کسی دوسرے مقصد سے اس مقدس شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں، کیا ان پر بھی احرام ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ملتے ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاقی شخص کے لئے ہر حال میں دخول حرم کی کے وقت احرام واجب ہے، خواہ وہ عمرہ یا حج کے ارادہ سے داخل ہو رہا ہو، خواہ کسی اور مقصد تجارت یا

زیارت کی غرض سے۔

”ثم الآفاقى إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا“ (ہدایہ ۱/ ۲۱۳)۔

(پھر جب آفاقى دخول مکہ کے ارادہ سے میقات پر پہنچے تو اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھے، حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو ہمارے نزدیک)۔

صاحب ہدایہ نے دلیل میں ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص بھی بغیر احرام میقات سے تجاوز نہ کرے۔

علامہ شوکانی نے بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر کے حوالہ سے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اس کی سند جید ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”لا يدخل أحد مكة إلا محرماً“ (نیل الأوطار ۵/ ۲۸)۔

(بغیر احرام کے کوئی بھی مکہ میں داخل نہ ہو)۔

نیز مسند امام شافعیؒ میں ابوالشعناء کی ایک روایت ہے: ”أنه رأى ابن عباس رضى الله عنهما يرد من جاوز المواقيت غير محرماً“ (مسند شافعی ۱۶)۔

(انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اس شخص کو جو بغیر احرام کے میقات سے گذرنا واپس کر دیتے تھے)۔

ان جملہ احادیث مذکورہ میں چونکہ اطلاق ہے اور عموم ہے، اس لئے اس میں قاصد حج و عمرہ اور ان کے علاوہ سب شامل ہیں۔

صاحب ہدایہ نے دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے کہ احرام کا وجوب اس بقعہ شریفہ کی تعظیم و احترام کی وجہ سے ہے، لہذا کوئی عمرہ و حج کے ارادہ سے داخل ہونا چاہے، یا کسی اور مقصد سے چونکہ اس بقعہ شریفہ کا قرب و جوار اسے حاصل ہوگا اس لئے اس پر احرام واجب ہے۔

(۲) امام مالکؒ کے نزدیک بھی ہر اس شخص کیلئے جو ان حدود سے تجاوز کرنا چاہتا ہے،

اس پر احرام واجب ہے، البتہ وہ شخص جس کی آمد و رفت بار بار رہوتی ہو، جیسے خطابین اور ان جیسے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳) اور یہی قول امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی رقمطراز ہیں:

”أما من لم يرد هما ومر بها فقال قوم كل من مر بها يلزمه الإحرام
إلا من يكثر ترداده مثل الخطابين وشبههم وبه قال مالك رحمه الله“ (بدیۃ
الجمہد ۱/۳۹۸)۔

(بہر حال وہ شخص جو ان دونوں کا، یعنی حج و عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان مواعیت سے گذرے تو ایک قوم نے کہا کہ ہر وہ شخص جو ان سے گذرے اس پر احرام لازم ہے، الا یہ کہ اس کی آمد و رفت زیادہ ہو، جیسے خطابین اور ان جیسے لوگ، یہی امام مالک نے بھی کہا ہے)۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بلا احرام میقات سے تجاوز کرنا درست نہیں، حافظ ابن حجر نے بھی یہی نقل کیا ہے: ”والمشهور عن الأئمة الثلاثة الوجوب“
(فتح الباری ۵/۵۹۳، باب دخول الحرم بغير إحرام)۔

(۴) البتہ امام شافعی کا مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ احرام اس شخص پر واجب ہے جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اور حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا اس پر احرام واجب نہیں، وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

”فالمشهور من مذهب الشافعی عدم الوجوب مطلقا وفي قول يجب مطلقا“ (فتح الباری ۵/۵۹۳)۔

”بہر حال جو کوئی حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو، تو اس شخص پر ہمارے صحیح مذہب کے مطابق دخول مکہ کے لئے احرام ضروری نہیں ہے، عام اس سے کہ وہ ایسی ضرورت کے لئے داخل ہو جو متکرر ہو، جیسے لکڑی یا گھاس چننے والے یا شکاری یا ان جیسے لوگ یا وہ حاجت متکرر نہ ہو، جیسے

تجارت اور ملاقات وغیرہ“ (شرح النووی ۸/۸۲)۔

امام نووی نے امام شافعی کے اس عدم وجوب والے قول کو دوسری جگہ انتخاب احرام سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”ورنہ جب مکہ یا حرم میں داخل ہو کسی ایسی ضرورت سے جو بار بار پیش نہ آتی ہو، جیسے تجارت یا ملاقات وغیرہ توج یا عمرہ کے احرام کے واجب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اور وہ دونوں قول امام شافعی کے ہیں، ان میں کا زیادہ صحیح احرام کا مستحب ہونا ہے اور دوسرا اس کا واجب ہونا ہے“ (حوالہ سابق ۸/۷۲)۔

صاحب سبل السلام نے ایک عقلی دلیل بھی ذکر کی ہے کہ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض یا واجب ہے، ان لوگوں کے نزدیک جو عمرہ کو واجب کہتے ہیں، اب اگر ہر مرتبہ کے دخول مکہ پر عمرہ یا حج کے احرام کو واجب کہا جائے تو حج یا عمرہ کا عمر میں کئی دفعہ واجب یا فرض ہونا لازم آئے گا جو متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے (سبل السلام ۱/۷۰۷)۔

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا، اس کے لئے احرام واجب نہ ہونے کا قول اصحاب ظوہر، نیز امام زہری اور حسن بصری سے بھی منقول ہے۔

”وفی رواية عن كل منهم لا يجب وهو قول ابن عمر والنهري والحسن وأهل الظاهر“ (فتح الباری ۵/۵۹۳)۔

جمہور علماء مجتہدین کا قول تو یہی ہے کہ دخول حرم مکی کے لئے احرام علی الاطلاق واجب ہے، بلکہ بقول امام نووی امام شافعی کے نزدیک بھی اگرچہ واجب نہیں، لیکن مستحب یہی ہے کہ احرام کی حالت میں ہی میقات سے تجاوز کرے۔

۲- ایسے حضرات کے لئے جنہیں اپنی مختلف ضروریات کے باعث تقریباً روزانہ یا ایک سے زائد مرتبہ مکہ مکرمہ آمد و رفت کا اتفاق ہوتا ہے، امام شافعی کے قول کے مطابق کوئی وقت نہیں، اسی طرح امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے اقوال کے مطابق بھی کوئی پریشانی

نہیں کہ ان کے وہاں بھی حاجات متکررہ کا استثناء موجود ہے، بدایۃ الجہد (۱/۳۹۸) کی عبارت ہے:

”إلا من یكثر ترداده مثل الحطابین وشبههم وبه قال مالک رحمہ

اللہ“۔

(مگر وہ لوگ جن کی آمد و رفت زیادہ رہتی ہے جیسے لکڑیاں چننے والے اور ان جیسے لوگ، اسی کے قائل امام مالک ہیں)۔

لہذا ائمہ ثلاثہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک ایسے لوگوں کے لئے گنجائش ہے کہ وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوں۔

البتہ حنفیہ کے یہاں وجوب احرام علی الاطلاق کا ذکر ملتا ہے اور اس سلسلہ میں کسی استثناء کا ذکر نہیں، سوائے اس شخص کے جو میقات کے اندر حل میں رہتا ہو، اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ حج یا عمرہ کے علاوہ اپنی دوسری کسی ضرورت سے مکہ میں بغیر احرام بھی داخل ہو سکتا ہے۔

”جو شخص میقات کے اندر ہو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت سے بغیر احرام مکہ میں داخل ہو، اس لئے کہ مکہ میں اس کا داخل ہونا بار بار ہوگا اور ہر مرتبہ اس پر احرام واجب کرنے میں حرج بین ہے، لہذا وہ اہل مکہ کی طرح ہو گیا کہ ان کے لئے مباح ہے مکہ سے نکلنا اور پھر بغیر احرام اپنی ضروریات سے داخل ہونا، بخلاف اس کے جب کہ وہ نسک کا ارادہ کرے، اس لئے کہ وہ کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا کوئی حرج نہیں“ (ہدایہ، مجمع الاسیر ۱/۲۶۶)۔

ایسے شخص کے لئے جو کسی ضرورت سے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا چاہتا ہے، ایک حیلہ کی صورت ملتی ہے کہ وہ میقات کے اندر مقامات حل میں سے کسی مقام کے ارادہ سے میقات سے بلا احرام تجاوز کر جائے اور پھر جب مقام مقصود پر پہنچے گا تو وہ ان لوگوں کے حکم میں ہو جائے گا جو میقات کے اندر رہتے ہیں، جس طرح ان لوگوں کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اسی طرح اس کے لئے بھی بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہوگا (المحرمات ۲/۳۱۸)۔

لیکن موجودہ دور میں جب کہ ضروریات کی اس قدر فراوانی ہے کہ وقت تنگ ہو گیا ہے، یہ حیلہ مستقل ایک مسئلہ ہے اور اس کے اختیار کرنے میں خود حرج مبین ہے۔

صاحب ہدایہ کے مذکورہ قول میں داخل میقات رہنے والوں کے لئے بلا احرام مکہ میں داخل ہونے کی جو علت بیان کی گئی ہے، یعنی ہر مرتبہ احرام واجب کرنے میں حرج کا واقع ہونا، جب کہ سبب احرام، یعنی عظمت بقعہ مبارکہ ہر ایک کے لئے برابر ہے، خواہ آفاقی ہو یا غیر آفاقی اور ناقص حج و عمرہ ہو یا نہ ہو۔ اس علت پر غور کیا جائے تو یہ بہ نسبت پہلے کے آج کے لوگوں پر زیادہ صادق آتی ہے کہ ضروریات بڑھ گئی ہیں، وسائل آمد و رفت کی سہولت ہے، تیز رفتار سواریاں فراہم ہیں اور ایسے لوگ جو میقات سے باہر رہتے ہیں انہیں بھی بہ کثرت مکہ مکرمہ آمد و رفت رکھنی پڑتی ہے۔

لہذا مذکورہ علت اور موجودہ ضرورت و مجبوری کو سامنے رکھا جائے تو ایسے لوگوں کے متعلق جنہیں غایت درجہ مجبوری کی وجہ سے بار بار مکہ مکرمہ آنا جانا پڑے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہئے، جب کہ ائمہ مجتہدین میں سے اکثر کے نزدیک حاجات متکررہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ رخصت چونکہ بدرجہ مجبوری ہے اس لئے ایسے لوگوں تک ہی محدود ہونی چاہئے جن کی ضروریات بغیر دخول مکہ پوری نہ ہو سکیں، جیسے ٹیکسی ڈرائیور، اس لئے کہ تجارتی ضروریات کی تکمیل کے دوسرے ذرائع ٹیلیفون، فیکس، ذرائع حمل و نقل موجود ہیں اور زیارت و ملاقات کوئی ایسی شدید ضرورت نہیں ہے کہ روزانہ درپیش ہو، اس مقدس جگہ کی عظمت اور اس کا احترام ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کا لحاظ حتی الوسع ضروری ہے۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنے میں بقول دیگر کی کے لئے تمتع وتران کے جواز و عدم جواز میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔

اس سلسلہ میں اصل اللہ تعالیٰ کا قول: ”ذَلِك لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ ہے اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے: ”يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا مَتْعَةَ لَكُمْ أَحَلَّتْ لِأَهْلِ الْآفَاقِ وَحَرَمَتْ عَلَيْكُمْ“ (اے اہل مکہ تمہارے لئے تمتع نہیں ہے، آفاق کے لئے حلال ہے اور تم پر حرام ہے)، اسی طرح حضرت طاؤس تابعی کا بھی قول ہے: ”الْمَتْعَةُ لِلنَّاسِ لَا لِأَهْلِ مَكَّةَ مَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ مِنَ الْحَرَمِ“ (تمتع اہل مکہ کے لئے نہیں ہے، ان لوگوں کے لئے ہے جس کے اہل و عیال حرم میں نہ ہوں) (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۳۵)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ قول امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں ایک حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں: ”وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ“ (صحیح بخاری مع الفتح ۳/۲۳۳)۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

”وَلَيْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ تَمَتُّعٌ وَلَا قِرَانٌ وَإِنَّمَا لَهُمُ الْإِفْرَادُ خَاصَّةً خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ“ (ہدایہ ۱/۲۲۳)۔

(اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران اور ان کے لئے صرف افراد ہے خاص کر) یہ حنفیہ کے نزدیک ہے (بخلاف امام شافعی کے)۔
البحر المرائق میں صراحت ہے:

”اہل مکہ اور جو لوگ اس کے گرد و نواح میں رہتے ہیں، ان کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے قول ”ذَلِك لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ“ کی وجہ سے اور وہ اس بنا پر کہ (قواعد کی رو سے اسم اشارہ تمتع کی طرف لوٹے گا نہ کہ ہدی کی طرف، اس قرینہ کی بنیاد پر کہ وہ لام کے صلہ کے ساتھ آیا ہے اور اس کا استعمال اسی جگہ ہوتا ہے جس کا بجالانا ہمارے لئے آسان ہو) اور وہ تمتع ہے، برخلاف ہدی کے کہ وہ تو ہمارے اوپر لازم ہوتا ہی ہے،

(جبراً)“ (البحر الرائق ۳/۳۶۵)۔

مذکورہ اقوال کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ مقیم مکہ مکرمہ کے لئے صرف حج افراد کی اجازت ہے، تمتع اور قرآن کرنا درست نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اگر ان لوگوں نے تمتع یا قرآن کیا تو اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی عبارتیں وضاحت کرتی ہیں کہ وہ حج تمتع یا قرآن صحیح ہو جائے گا، یہ ایک گناہ کا کام ہوگا، اس لئے اس پر دم جبر لازم آئے گا۔

”إنهم لو تمتعوا جاز و أساء و يجب عليهم دم الجبر“۔

امام شافعی و احمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکہ کی کے لئے تمتع کرنا جائز ہے اور اس پر کوئی دم نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکہ مکرمہ ہے (الروض المربع ۱/۳۷۰)۔

”و أبو حنیفۃ یقول: إن حاضری المسجد الحرام لا یقع منہم التمتع، و کرہ ذلک مالک“ (بویۃ الجہد ۱/۳۰۷)۔

(امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام کے قریب رہنے والوں کی جانب سے تمتع واقع نہیں ہوگا، اور امام مالک نے اس کو ناپسند کیا ہے)۔

۴- مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ان حضرات کے لئے جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں تمتع کی اجازت نہیں معلوم ہوتی، بنا بریں جو شخص اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں عمرہ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

اس دور ترقی میں جب کہ وسائل کی بھرمار ہے، ٹیلیفون، فیکس، ذرائع نقل و حمل کے ذریعہ تجارت وغیرہ کی بہت سی ضروریات گھر بیٹھے پوری ہو سکتی ہیں، اگر اسے فریضہ حج کی ادائیگی لازم ہے تو ایک سال وہ اس تنگی و دشواری کو جھیلے، آخر وہ لوگ جو دوسرے ممالک سے سفر حج پر جاتے ہیں، اپنا ڈیڑھ دو مہینے کا نقصان برداشت کرتے ہیں فریضہ حج اور اس کے ثواب کی اہمیت کے پیش نظر دنیاوی معمولی نقصان برداشت کرنا ایک معمولی بات ہے، حج کی فرضیت عمر میں صرف ایک بار ہے، اس کے بعد پھر نفل ہی ہے، پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہونے کی فضیلت بجائے

خود ایک بڑی چیز ہے، اس لئے وہ ایک سال فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اشہر حج میں مکہ سے باہر جانے سے احتیاط کرے۔

عمرہ کے مواقع اس کے لئے بہت ہیں، عمرہ کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ کئی شخص جب اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے تو اگر اس کی نیت اس سال حج کرنے کی ہو تو وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ یہ بعینہ وہی تمتع ہے جس سے ان کو روکا گیا ہے، تو اگر وہ اس سال حج کر لے گا تو اس پر دم جنایت لازم آئے گا نہ کہ دم شکر، اور اگر اس کی نیت اس سال حج کرنے کی نہ ہو اور وہ حج نہ بھی کرے تب وہ اشہر حج میں عمرہ کرنے سے گنہگار نہ ہوگا، کیوں کہ کئی وغیرہ اشہر حج میں عمرہ کرنے کی اجازت میں برابر ہیں (البحر الرائق ۳۶۶/۲)۔

اس کے باوجود اگر کوئی کئی شخص اشہر حج میں عمرہ کرتا ہے اور پھر اسی سال حج بھی کرتا ہے تو اس کا یہ حج صحیح ہوگا، اگرچہ اس کا یہ فعل معصیت ہوگا (حوالہ سابق)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں عصر حاضر کے محدث فقیہ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”رہبر حجاج“ میں لکھتے ہیں:

”جس نے تمتع کے ارادہ سے عمرہ کا احرام باندھا، وہ عمرہ سے فارغ ہو کر زمانہ قیام مکہ میں حج سے پہلے مزید عمرہ بھی کر سکتا ہے، ملا علی نے ”المسئدک المستقطر ۱۹۳۳“ میں اور علامہ شامی نے ”منہ الخالق“ میں نہایہ، مبسوط، البحر الرائق اور علامہ قاسم وغیرہم کے حوالہ سے اس کے جواز کی صراحت کی ہے اور صاحب ارشاد الساری نے ان جاہل معلموں پر سخت اعتراض کیا ہے جو پر دیسی حاجیوں کو اس بڑے ثواب سے روک کر ان کی محرومی کا سبب بنتے ہیں“ (ایضاً دلساری ۱۹۳۳، رہبر حجاج، ۲۵)۔

منہ الخالق علی البحر الرائق میں علامہ شامی ”المباب“ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”اگر وہ ہدی نہ لے گیا اور حلق کے بعد حلال ہو گیا ہو تو وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ حلال کرتا ہے، اس کے شارح نے کہا: اور ظاہر یہ ہے کہ اب اس کے لئے عمرہ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ وہ مخصوص اوقات میں، اس کے مکروہ ہونے کی وجہ سے اس سے روکا گیا اور عمرہ مکی کے لئے اشہر حج میں مکروہ ہے، اس لئے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج کرے گا، گنہگار متمتع قرار پائے گا (صحیح الخالق علی ہاشم البحر المرقوم ۲/۳۳۳)۔

”و أقام بمكة حلالاً“ أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له ويعتمر قبل الحج“ (در مختار مع رد المحتار ۲/۲۶۸)۔

(مکہ میں قیام پذیر ہونا حلال ہونے کی حالت میں، معلوم ہوا کہ وہ ان تمام افعال کو کرے گا جس کو حلال آدمی کرتا ہے پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرے جو اس سے ہو سکے اور حج سے پہلے عمرہ کرے)۔

۶- رمی جمار میں نیابت

یہ ایک حقیقت ہے کہ رمی جمار کے وقت کثرت ازدحام کے سبب بوڑھے اور ضعیف لوگوں کو خاصی دقت ہوتی ہے اور موجودہ دور میں مسائل دینیہ اور شرعی امور کے ساتھ قلت اہتمام کی وجہ سے لوگوں میں ہل پسندی پیدا ہو گئی ہے اور بہت سے ایسے لوگ جو معذور نہیں ہوتے محض آرام پسندی اور کسلمندی میں ازدحام اور بھیڑ سے بچنے کی خاطر رمی جمار کے لئے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ فعل کسی بھی طرح درست اور جائز نہیں ہے، رمی جمار میں نیابت فی نفسہ اگرچہ جائز ہے لیکن اس کی کچھ حدود اور شرائط ہیں، ہر کس و ناکس کے لئے جائز نہیں ہے۔

الف- عمل رمی میں نیابت جائز ہے، اگر کوئی شخص مریض ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا شخص اس کی طرف سے رمی کر سکتا ہے۔

اسی طرح بے ہوش آدمی، مجنون اور بچے کی طرف سے بھی رمی جائز ہے۔
 نیابت رمی میں تفصیل یہ ہے کہ وہ شخص جس کی طرف سے رمی کرنی ہے، اگر اس لائق ہے کہ اس کو
 جمرات تک لے جایا جاسکے اور اس کے ہاتھوں میں کنکری رکھ دی جائے تو وہ کنکریاں پھینک
 دے گا، جمرات تک تو اس حالت میں اس کے ہاتھوں سے ہی رمی جمرات کرائی جائے گی، اور اگر
 وہ آدمی اس حد تک معذور ہے کہ وہاں تک لے نہیں جایا جاسکتا، یا کوئی لے جانے والا نہیں ہے،
 تب اسے کسی غیر کو بھیجنا درست ہوگا، فتح القدر میں ہے:

”ومن كان مريضاً لا يستطيع الرمي يوضع في يده وترمي بها أو يرمي
 عنه غيره وكذا المغمي عليه“ (فتح القدر ۲/۳۹۲)۔

(اور اسی میں سے یہ ہے کہ کو یا وہ ایسا مریض ہے جو رمی کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے
 ہاتھ میں کنکری رکھی جائے اور وہ اس کو پھینکے، یا اس کی طرف سے دوسرا آدمی پھینک دے، اور
 ایسے ہی وہ شخص جس پر بے ہوشی طاری ہو)۔

شرح اللباب کے حوالہ سے أوجز المسالك شرح مؤطا امام مالک میں ہے:
 ”بذات خود رمی کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں نیابت جائز نہیں ہے اور عذر کے
 وقت جائز ہے، تو اگر کسی نے ایسے مریض کی طرف سے جو رمی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے حکم سے
 رمی کی، یا ایسے شخص کی طرف سے جس پر بے ہوشی طاری تھی، اگرچہ اس کے حکم کے بغیر، یا غیر مینیز
 بچہ، یا پاگل کی طرف سے رمی کی تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ کنکری ان کی ہتھیلیوں میں رکھی
 جائے، پھر وہ لوگ پھینکیں، غیبتہ میں یہ اضافہ ہے: اور انہیں لوٹایا نہیں جائے گا، اگرچہ وقت کے
 اندر ہی عذر ختم ہو جائے، اور ان پر کوئی نذ یہ نہیں ہے، اگرچہ انہوں نے رمی نہ کی ہو، سوائے
 مریض کے“ (أوجز المسالك ۲/۶۶۰)۔

ب۔ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ وضاحت ہوگئی کہ عمل رمی میں نیابت علی الاطلاق
 محض ازدحام اور بھیڑ کے خوف سے جائز نہیں ہے، بلکہ نیابت کی رخصت صرف مریض اور

معذور لوگوں کے لئے ہے اور مریض کے معذور ہونے کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے۔

”وحد المریض أن یصیر بحیث یصلی جالسا“ (بخاری المصابک، ۱۰۰، معلم کجارج، ۱۸۵)۔

”وعن محمدؐ إذا کان المریض بحیث یصلی جالسا رمی عنه ولا شیئی علیہ“ (اوجز المساک، ۶۶۱/۲)۔

(امام محمدؐ سے مروی ہے کہ جب مریض کی ایسی حالت ہو جائے کہ وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اس کی طرف سے رمی کر دی جائے اور اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا)۔

۷۔ ایسے لوگ جو سعودیہ عربیہ میں اقامت پذیر ہیں ان کو حج کرنے کے لئے حکومت سعودی عرب سے اجازت لینا پڑتی ہے، ان حضرات کو چاہئے کہ بغیر حکومت کی اجازت کے حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھیں، سعودی حکومت حج سے متعلق انتظامات میں اور حاجیوں کی آسانی اور آرام کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ حکومت کے نظم و نسق میں اس کا تعاون کرنا ضروری ہے، اس نے حاجیوں کی سہولت کی خاطر ہی یہ نظم بنایا ہے کہ ہر شخص کو ہر سال حج کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو غیر ملکی سعودی عرب میں مقیم ہیں انہیں اپنے وطن اقامت سے دوسرے شہر میں جانے کے لئے بھی اجازت لینا پڑتی ہے، یہ ان کے شہری اور ملکی نظم سے متعلق ہے جن کی رعایت ضروری ہے۔

اس لئے بغیر اجازت سفر کرنا، خواہ عمرہ یا حج کے لئے ہی کیوں نہ ہو درست نہیں ہے باعث گناہ ہے، کیوں کہ پکڑ جانے کی صورت میں خود اپنے کو بھی مشقت میں ڈالنا ہے اور اپنے کفیل کو بھی پریشانی میں مبتلا کرنا ہے، اس لئے بغیر اجازت سفر نہیں کرنا چاہئے، ایسے لوگ اگر پکڑ لئے جائیں اور واپس بھیج دیئے جائیں دراصل حالیکہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہوں، تو وہ محصر کے حکم میں ہوں گے، احصار کا حکم ان پر صادق آتا ہے، اور محصر کا حکم یہ ہے کہ یا تو وہ مانع

کے زائل ہونے کا انتظار کرے اور مانع کے دور ہونے کے بعد حج مل جاتا ہے تو حج کرے ورنہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

اگر انتظار میں وقت ہے اور اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم (بکری) یا اس کی قیمت دے کر بھیج دے (جس کو اجازت ہو) اور اس سے تاریخ اور وقت کا تعین کر لے تاکہ وہ متعینہ وقت پر حد و حرم میں اس کو ذبح کرے، اگر تارن ہے تو اسے دو دم یا اس کی قیمت بھیجنا ہوگا، نیز اس کو اختیار ہے، چاہے تو جہاں روکا گیا ہے وہ اسی جگہ رکا رہے، یا اپنے مستقر پر واپس چلا جائے اور پھر جب موقع اور اجازت ملے تو اس حج یا عمرہ کی قضا کرنا ضروری ہے۔

احصار کے متعلق المناسک میں ہے:

”اور احصار متحقق ہو جائے گا ہر ایسے روکنے والے کی وجہ سے جو اس کو روک دے، اگرچہ مکہ ہی میں، ہمارے اماموں کے درمیان صحیح قول کے مطابق اس پر اتفاق ہے، جیسے ہڈی کا ٹوٹنا اور لنگڑا ہونا اور زخم کا ہونا اور قید ہونا اور سلطان کا روکنے اس کے انکار کے باوجود“ (مناسک، ۱۶۶)۔

اس سے واضح ہو گیا کہ منع سلطان اور اس کی نبی سے بھی احصار متحقق ہوتا ہے۔

”والمحصر بالحج إذا تحلل فعليه حجة وعمرة... وعلى المحصر بالعمرة القضاء وعلى القارن حجة وعمرتان“ (بذریعہ ۱۱/۲۷۴)۔

(اور جس کو حج سے روک دیا جائے جب وہ حلال ہو جائے تو اس پر ایک حج اور عمرہ واجب ہے اور جس کو عمرہ سے روک دیا جائے تو اس پر قضا واجب ہے اور تارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہوں گے)۔

معلوم ہوا کہ محصر کے حلال ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف سے حد و حرم میں جانور ذبح کیا جائے، خواہ یا منحر سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، اور پھر حلال ہو جانے کے بعد جب

سہولت ہواں پر اس حج، یا عمرہ کی قضا لازم ہے۔

امام شافعی کے نزدیک نہ تو جانور کا حد و حرم میں ذبح ہونا ضروری ہے اور نہ ہی محصر پر اس حج یا عمرہ کی قضا ہی لازم ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے (فتح الباری ۱۲/۳)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

دسویں ذی الحجہ یوم النحر کو حاجیوں کے ذمہ چار کام ہیں: جمرہ عقبہ کی رمی کرنا، پھر جانور کی قربانی کرنا، اس کے بعد حلق، یا تقصیر کرنا، پھر طواف افاضہ یعنی طواف زیارۃ جو فرض ہے، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

”أن رسول الله ﷺ رمى جمرۃ العقبة يوم النحر، ثم رجع إلى منزله بمنى فدعا بذيبح فذبح ثم دعا بالحلاق فأخذ بشق رأسه الأيمن فحلقه...“ (سنن أبوداؤد ۲/۲۰۳، ۱۹۸۱)۔

(بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کی، پھر منیٰ میں اپنے قیام گاہ کی طرف لوٹے، ذبیحہ کو منگایا اور ذبح کیا، پھر حلق کرنے والے کو بلایا اور اپنے سر کے داہنے حصہ کے ایک شق کو لیا پھر اس کا حلق کیا)۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کا مفہوم ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ”وقد أجمع العلماء على مطلوبية هذا الترتيب“ (فتح الباری ۱۳/۵۷۱)۔

اس لئے افضل اور بہتر سبھی فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ ان امور کے درمیان ترتیب باقی رہے، لیکن اگر اس ترتیب میں فرق پڑ جائے اور تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ تقدیم و تاخیر کی وجہ سے متمتع یا قارن پر کوئی دم لازم آئے گا، یا نہیں؟ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ان امور مذکورہ میں

صرف سنیت کے قائل ہیں، لہذا ان امور کی ترتیب میں خلل ہونے سے ان ائمہ کرام کے نزدیک متمتع یا قارن پر کوئی دم یا نذر یہ لازم نہیں آئے گا، کیوں کہ ان حضرات کے نزدیک ترتیب غیر واجب ہے۔

مذکورہ ائمہ کرام نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ مختلف حضرات نے یوم النحر کو حضور ﷺ سے مختلف امور کے متعلق سوالات کئے کہ میں نے فلاں کام پہلے کر دیا اور فلاں کام بعد میں کیا، آپ ﷺ نے ہر ایک کو یہی جواب دیا: ”افعل ولا حرج“، ان حضرات نے عدم حرج کو عدم اثم اور عدم نذر یہ دونوں پر محمول کیا۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک ترتیب کے واجب ہونے کی وجہ سے خلاف ترتیب ہونے پر دم لازم ہے۔

امام مالک کے نزدیک صرف رمی اور بقیہ امور ثلاثہ کے درمیان ترتیب واجب ہے، لہذا اذبح، حلق اور طواف افاضہ میں سے کسی بھی امر کو رمی پر مقدم کر دیا تو ان کے نزدیک دم واجب ہوگا اور اگر رمی کو مقدم کیا اور پھر بقیہ امور کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہوئی تو کوئی دم نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک متمتع اور قارن کے لئے طواف زیارت کے علاوہ مذکورہ سبھی امور میں ترتیب واجب ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک میں بھی تقدیم و تاخیر ہوگی تو دم لازم ہوگا۔ امام صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتویٰ سے استدلال کیا ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: من قدم شینا من حجه أو آخره فلیہرق لذلك دما“ (رواہ الطحاوی فی شرح سنن ابی داؤد ۱/۳۳۷)۔

(ابن عباسؓ سے مروی ہے جو شخص اپنے حج میں سے کسی چیز کو مقدم کرے یا موخر کرے اس کو چاہئے کہ خون بہائے)۔

یہ راوی کا فتویٰ ہے جو مذکورہ روایت ”افعل ولا حرج“ کے خلاف ہے جب کہ اس

کی روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، لہذا اس اصول کے تحت کہ راوی کا فتویٰ خود اپنی روایت کے خلاف راجح اور مقدم ہوتا ہے ان امور کی تقدیم و تاخیر پر دم لازم آئے گا۔

جس نے حلق کو موخر کیا یہاں تک کہ قربانی کے ایام ختم ہو گئے تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور ایسے ہی جب طواف زیارت کو موخر کرے، صاحبین نے فرمایا: دونوں صورتوں میں اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور ایسے ہی اختلاف ہے رمی کے موخر کرنے اور ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کرنے میں، جیسے رمی سے پہلے حلق کرنا اور تارن کا رمی سے پہلے قربانی کرنا اور ذبح سے پہلے حلق کرنا (بداہ ۲۵۶/۱)۔

واضح ہو کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں ہے، طواف زیارت مذکورہ تینوں امور سے پہلے کرے، بیچ میں کرے، اس کے خلاف ترتیب ہونے سے کوئی دم لازم نہیں ہوگا (اوجز المسائل ۷۱۵/۲)۔

غالباً اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”والعجب ممن یحمل قوله ”ولا حرج“ علی نفی الإثم فقط ثم یخص ذلك ببعض الأمور دون بعض، فإن كان الترتیب واجبا یجب بترکہ دم فلیکن فی الجمیع وإلا فما وجه تخصیص بعض دون بعض مع تعمیم الشارع الجمیع بنفی الحرج“ (فتح الباری ۵۷۱/۳)۔

ٹھیک اسی کے برعکس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ان لوگوں پر بھی تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو وجوب ترتیب کے قائل نہیں ہیں، لکھتے ہیں:

”اور تعجب کی بات ہے ان بڑے اماموں پر کہ وہ لوگ ان چاروں انعال میں ترتیب کو واجب قرار نہیں دیتے، نبی کریم ﷺ کے قول ”افعل ولا حرج“ سے اس پر استدلال کرتے ہوئے، لیکن وہ لوگ جمرات کی رمی میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں تو جس نے اولیٰ پر وسطیٰ کو

مقدم کیا وہ ان لوگوں میں داخل ہے جس نے کسی چیز کو مقدم کیا یا موخر کیا، تو وہ لوگ اس میں ان کے قول ”افعل ولا حرج“ کو نہیں لیتے“ (حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی ﷺ ۱۳۷)۔

شیخ زکریا رحمہ اللہ نے ”افعل ولا حرج“ میں عدم حرج سے مراد صرف عدم اثم پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جو لوگ وجوب دم کے قائل نہیں اور صرف یہ کہتے ہیں: ”لا حرج“ سے مراد صرف نفی اثم ہے وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس شخص پر جو کسی مسلم شخص کی عزت پر حملہ کرے سوائے اس کے کہ وہ ظالم ہے اور یہی وہ چیز (ظلم) ہے جو حرج اور بلاکت ہے، یہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ منفی صرف اثم اور گناہ ہے، اس لئے کہ سلف اور خلف میں سے کسی نے بھی کسی کی عزت پر حملہ کرنے والے شخص پر دم واجب ہونے کی بات نہیں کہی ہے“ (حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی ﷺ ۱۳۶)۔

لیکن وہ موقع جب کہ صحابہ کرام نے ان امور کے متعلق آن حضرت ﷺ سے استفسار کیا مسئلہ کی وضاحت کا تھا پھر بھی آپ ﷺ نے محض رفع حرج پر اکتفاء کیا، وجوب نہ یہ وغیرہ کی صراحت نہیں کی، واجب ہونا تو آپ ﷺ ضرور بیان کرتے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لو كان واجبا لبينه ﷺ حينئذ لأنه وقت الحاجة ولا يجوز تأخيره“
(فتح الباری ۵۷۱/۳)۔

(اگر واجب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو اسی وقت بیان فرمادیتے اس لئے کہ اس وقت ضرورت تھی اور اس کا موخر کرنا جائز نہیں تھا)۔

بہر کیف مذکورہ بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”لا حرج“ سے مراد ”نفی للاثم“ ہے، یہ جمیع علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی متمتع اور قارن سے امور مذکورہ کی ترتیب میں خلل واقع ہو گیا تو

آخرت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

البتہ وجوبِ نذ یہ کے سلسلہ میں اختلاف ہے، اس لئے موجودہ دور کی مشکلات میں اگر کسی حاجی کے ساتھ یہ حادثہ پیش آجائے کہ اس کی ترتیب میں خلل واقع ہو، تقدیم و تاخیر ہو جائے اور اس کا اسے علم بھی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے اسے وسعت دی ہو تو بہتر یہ ہے کہ خلافِ افضل ہونے کے سبب ایک دم دیدے۔

اور اگر وسعت نہ ہو، یا اسے علم ہی نہ ہو سکے تقدیم و تاخیر کا، تو اس کے حج میں کسی طرح کا فساد یا کراہت نہیں لازم آئے گی اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔

۹- حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں خود علماء حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات اکابر نے آمر کی اجازت کے باوجود حج تمتع سے منع فرمایا ہے، بناءً یہ مسئلہ دشوار ہو جاتا ہے، لیکن اکثر علماء کرام اور مفتیان کرام نے آمر کی اجازت سے حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

اسی جواز کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے درج ذیل تفصیل کی جاتی ہے:

علامہ ابن عابدین نے اپنے معروف رسالہ ”نشر العرف فی بناء بعض الأحكام علی العرف“ میں عرف کی دو قسم کی ہے، عرفِ عملی اور عرفِ قولی اور اس کی تفصیل کرتے ہوئے عرفِ عملی کی مثال میں یہ پیش کیا ہے کہ اگر کسی قوم میں گھیبوں اور بھیڑ کے گوشت کھانے کی عادت اور عرف ہو اور ان میں سے کوئی آدمی کسی سے کہے کہ میرے لئے کھانا اور گوشت خرید دو تو وہ گھیبوں اور بھیڑ کے گوشت پر ہی معمول ہوگا (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۱۳)۔

لہذا موجودہ دور میں اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنے کا حکم دے اور عرفاً حج بول کر حج تمتع ہی مراد ہوتا ہو تو حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا حج تمتع تصور کیا جائے گا۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب حج بدل سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے

ہیں:

”اس کو نذر ادا کرنا چاہئے، امر کی اجازت سے تمتع قرآن بھی کر سکتا ہے، مگر دم شکر مامور پر ہوگا، اگر امر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز ہے، اس زمانہ میں عرفا امر کی طرف سے تمتع قرآن و دم شکر کا اذن ثابت ہے اس لئے صراحۃً اذن ضروری نہیں، لہذا صراحۃً اذن حاصل کر لینا بہتر ہے“ (حسن الفتاویٰ)۔

الف - حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اس میں خود علماء حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے، ملا علی قاریؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہم اللہ نے امر کی اجازت کے باوجود عدم جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے (معلم ہجرت ۲۸۳ حاشیہ ۲)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ زبدۃ المناسک میں فرماتے ہیں:

”تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں، اگرچہ امر نے اذن دیا ہو، کیونکہ میقات امر سے حج نہ ہووے گا، مگر جو تمتع اذن امر سے کیا ہے تو ضمان نہیں آتا، کو حج امر کا ادا بھی نہیں ہوتا“ (زبدۃ المناسک فی ضمنہ فیفتاویٰ رشیدہ ۶۷۷)۔

لیکن کثیر علماء کرام نے حج بدل کے صحیح ہونے کی شرائط میں ”میقات امر سے حج کرنے“ کی شرط کا لحاظ نہیں کیا ہے اور امر کی اجازت سے حج قرآن اور حج تمتع کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، صاحب حسن الفتاویٰ مولانا مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ اوپر گزر چکا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب نے بھی امر کی اجازت سے تمتع کے جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے۔

ملاحظہ ہو کفایت المفتی ۳۲۵/۴ وما بعد ہا، نیز فتاویٰ رحیمیہ ۸/۳۳۳-۳۳۳، بغیۃ المناسک ۷۹ میں ”إلا إذا وجد الإذن“ کی صراحت موجود ہے۔

محدث ابو المنائر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمیؒ رہبر حجاج میں لکھتے ہیں: ”حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے قرآن یا تمتع کا احرام بھی باندھ سکتا ہے، اس مسئلہ میں کچھ

اختلاف کتابوں میں مذکور ہے اور چند اکابر نے تمتع کو اجازت کے بعد بھی ناجائز قرار دیا ہے، مگر اصح یہ ہے کہ حج بدل کرنے والے کو تمتع کرنا امر کی اجازت سے جائز ہے، غدیۃ المناسک میں ہے:

”لیکن لباب میں جس بات کا اضافہ کیا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو بحر وغیرہ میں ہے کہ امر کی طرف سے تمتع جائز ہے، جب کہ اس کے حکم سے ہو، جیسا کہ آگے آئے گا، کہا گیا ہے کہ اس بنیاد پر امر کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ پہلے اپنی طرف سے صرف عمرہ کرنے کی اجازت مامور کو دے پھر اپنی ہی طرف سے حج کرنے کی“ (ص ۱۸۵)۔

درمختار میں ہے کہ قرآن اور تمتع اور جنایت کا دم حج بدل کرنے والے کے ذمہ ہے، بشرطیکہ امر نے اس کو قرآن و تمتع کی اجازت دی ہو اور مولانا شیر محمد کی عمدۃ المناسک میں ہے کہ امر کو چاہئے کہ وہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دیدے کہ تمہاری مرضی پر ہے چاہے امر اوبال حج کرو یا قرآن یا تمتع، پھر حاشیہ میں اس کی تائید میں چند عبارتیں لکھی ہیں (دیکھئے کتاب مذکورہ ۲۲۱-۲۲۲، ص ۳۸)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ امر کی اجازت سے حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے۔

ب- مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کے جواز میں باوجود امر کی اجازت کے اختلاف ہے، البتہ بغیر امر کی اجازت کے سبھی علماء کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے حج تمتع کرنا درست نہیں ہے۔

اوپر یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ جب عرفا حج بول کر حج تمتع ہی سمجھا جاتا ہو تو صرف حج کی اجازت سے تمتع کی اجازت متصور ہوگی۔

لیکن بہتر اور افضل یہ ہے کہ امر مامور کو صراحتاً اجازت دیدے کہ وہ اپنی سہولت سے حج افرات تمتع یا قرآن کرے اور مامور کو چاہئے کہ وہ امر سے صراحتاً اجازت حاصل کرے۔

ج۔ شریعت نے چونکہ ظن غالب کا اعتبار کیا ہے، اس لئے اگر مامور کا ظن غالب ہے کہ امر اس کو حج تمتع کی اجازت دے دیتا ہے تو وہ تمتع کر سکتا ہے، خاص کر اس صورت میں جب کہ عرف حج کا اطلاق تمتع پر ہوتا ہو۔

د۔ حج بدل کرنے والا خواہ اذن امر تمتع کرے یا بدون اذن امر، ہر حال میں دم تمتع حج کرنے والے مامور کے مال میں ہی لازم ہوگا، بلکہ اس صورت میں جبکہ امر نے تمتع کی اجازت نہ دی ہو تو مخالفت امر کی وجہ سے مامور پورے نفقہ حج کا ضامن ہوگا۔

” (ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن“ (درمختار مع رد المحتار ۳۳۹/۳)۔
”البحر الرائق“ میں ہے:

”احصار کا دم امر پر واجب ہوگا اور قران و جنایت کا دم مامور پر قران سے مراد حج و عمرہ کے مابین جمع کرنے کا دم ہے خواہ قران ہو یا تمتع، جیسا کہ ”غایۃ البیان“ میں اس کی صراحت ہے، لیکن گذشتہ اجازت کے ساتھ“ (البحر الرائق ۶۶/۳)۔

البتہ اگر امر دم تمتع کی بھی اجازت دیدیتا ہے تو دم تمتع امر کے مال سے دینا جائز ہے (اصن الفتاویٰ)۔

ھ۔ حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

و۔ گذشتہ ابحاث میں گذر چکا ہے کہ حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے؟ یہ حج بدل اگر میت کی طرف سے ہو اور میت نے وصیت کی ہے حج کرنے کی اور اس کا ثلث مال متروک اس کی کفایت کرتا ہے کہ اس سے حج تمتع کر لیا جائے اور ورثہ کی اجازت بھی ہے، تمتع کے لئے، نیز عرف حج کا اطلاق تمتع پر ہونا ہو تو حج تمتع کیا جاسکتا ہے۔

اگر میت نے وصیت نہیں کی ہے، لیکن اس کے ورثہ اس کی طرف سے حج کرانا چاہتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے تبرع ہے جس کا حق انہیں حاصل ہے، لہذا اگر ورثہ تمتع کی اجازت

دیدیں تو میت کی طرف سے حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے۔
صرف وصی کی اجازت سے تمتع درست نہیں ہوگا۔

۱۰- حالت حیض، یا نفاس میں طواف زیارت:

اس امر پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ طواف بیت اللہ کے لئے طہارت مسنون ہے، یا واجب، جیسا کہ ہدایہ میں ہے: ”ثم قيل هي سنة و الأصح أنها واجبة“ (ہدایہ ۱/۲۵۲)۔
البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بغیر طہارت طواف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ امام مالک اور امام شافعی (اور ایسے ہی امام احمد بن حنبل) کے نزدیک بغیر طہارت کے طواف کرنا جائز نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر طہارت طواف کرے تو طواف ہو جائے گا، مگر ناقص ہوگا، دم کے ذریعہ اس کی تلافی کرنی ہوگی (بدیۃ المجتہد ۱/۳۱۹)۔

جن فقہاء کرام نے طواف کے لئے طہارت شرط مانی ہے وہ مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے:

”أن النبي ﷺ قال: الطواف حول البيت مثل الصلاة إلا أنكم تتكلمون فيه، فمن تكلم فيه فلا يتكلمن إلا بخير“ (سنن ترمذی: باب ما جاء في الكلام في الطواف)۔

(بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کے ارد گرد طواف کرنا نماز کی طرح ہے، لیکن تم لوگ اس میں بات چیت کر سکتے ہو، تو جو اس میں بات کرے وہ خیر ہی کی بات کرے)۔

اس حدیث کے مرفوع یا مقوف ہونے میں اگرچہ اختلاف ہے، پھر بھی اہل علم کا اس پر عمل ہے اور اس حدیث میں طواف کو نماز کی طرح بتلایا گیا ہے، لہذا نماز کی طرح اس کے لئے بھی طہارت ضروری ہے۔

دوسری حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب وہ حج کے ارادہ سے چلیں اور مقام سرف پر پہنچیں اور حائضہ ہو گئیں تو روئے لگیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”افعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبيت حتى تطهری“ (صحیح مسلم مع شرحہ الملہم ۳/۲۶۳-۲۶۴، سنن الترمذی باب ما جاء من تقصیر الخائف من المناسک) (تم ان افعال کو کرو جو حاجی کرتا ہے مگر تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ بیت اللہ کا طواف مت کرو)۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے:

”ان النبي ﷺ قال: الحائض والنفساء إذا أتتا على الوقت تغتسلان وتحرمان وتقضيان المناسک كلها غیر الطواف بالبيت قال أبو معمر فی حدیثہ: حتى تطهر“ (سنن الترمذی باب ما جاء من تقصیر الخائف من المناسک حدیث نمبر ۵۴۵)۔

(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حیض اور نفاس والی عورتیں جب میقات پر آئیں تو دونوں غسل کر کے احرام باندھیں اور طواف بالبيت کے علاوہ تمام ارکان کو ادا کریں، ابو عمر نے اپنی حدیث میں فرمایا یہاں تک کہ پاک ہو جائے)۔

یہ ساری احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ طواف کے لئے مرد، یا عورت کو حالت طہارت میں ہونا چاہئے، اگرچہ جو لوگ طہارت کو شرط نہیں مانتے وہ یہ توجیہ کرتے ہیں کہ طواف کے لئے چونکہ مسجد حرام میں داخل ہونا ضروری ہے اور مسجد میں جنسی، حائضہ یا نساء کے لئے داخل ہونا جائز نہیں۔

اس لئے ایسی عورتیں جو طواف زیارت کے موقع پر حیض یا نفاس کے عذر میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں حتی الامکان بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ ان حالات میں بیت اللہ شریف کے طواف سے احتیاط کریں، اگرچہ بغیر طہارت طواف کرنا جائز ہو، مگر حالت جنابت میں مسجد حرام میں داخل ہونا بھی گناہ عظیم ہے جس سے اترا ضروری ہے۔

ذمہ داران حج سے اس سلسلہ میں بات چیت کریں، ویزا کی تاریخ بڑھوائیں، جہاز کی

تاریخ میں تبدیلی کروائیں، اپنی طاقت بھرپوری کوشش کریں کہ ان اعذار میں مبتلا ہوتے ہوئے طواف کی نوبت نہ آئے۔

الف - اگر کوئی بھی صورت نہیں نکلتی ہے اور حالت جبر و غطرار کی ہی ہے تو حالت حیض و نفاس میں ہی طواف زیارت کر لے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ”البتہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ناپاکی ہی کی حالت میں طواف کر لے اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق دم دے کر اس کی تلافی کر لے“ (درس ترمذی ۳/۲۱۸)۔

ب - ہاں یہ طواف جو اس نے ناپاکی کی حالت میں کیا ہے، وہ قائل اعتبار ہے اس کی وجہ سے اس کا رکن (طواف افاضہ) ادا ہو گیا اور وہ اپنے شوہر کے حق میں حلال بھی ہو گئی، البتہ اس پر دم لازم آئے گا، حالت جنابت میں طواف کرنے کی وجہ سے، اس لئے حتی الامکان عذر حیض یا نفاس کے زائل ہونے کا انتظار کرے۔

”واختار فی المحيط أن بعث الدم أفضل لأن الطواف الأول وقع معتداً به وفيه منفعة للفقراء وإذا عاد للأول يرجع بإحرام جديد بناء على أنه حل في حق النساء بطواف الزيارة جنباً“ (البحر الرائق ۳/۱۸)۔

”اگر حالت حدث میں طواف زیارت کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی، اس لئے کہ اس نے رکن میں نقص پیدا کر دیا تو وہ پہلے سے زیادہ نجس ہو گیا، لہذا دم سے پورا کیا جائے گا اور چونکہ جنابت حدث سے زیادہ غلیظ ہے، لہذا اس کے نقصان کی تلافی بدنہ سے واجب ہوگی تفاوت کو ظاہر کرنے کے لئے“ (ہدایہ ۱/۲۵۲)۔

ج - ہدایہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ بدنہ ہی ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہیں ہے۔

”والشاة جائزة في كل شيءٍ إلا في موضعين من طاف طواف الزيارة

جنباً ومن جامع بعد الوقوف فإنه لا يجوز فيهما إلا بدنة“ (ہدایہ ۱/۲۸۰)۔
(اور ہر چیز میں بکری جائز ہے دو جگہوں کے علاوہ، جو شخص طواف زیارت کرے
حالت جنابت میں اور جو وقف کے بعد جماع کرے، ان دونوں میں بدنہ کے علاوہ جائز نہیں
ہے)۔

و- دم کی ادائیگی حرم مکہ میں ہی ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر اپنے مقام پر ادا کرنے
سے ساقط نہیں ہوگا، ہدایہ میں ہے:

”غیر حرم میں ہدی ذبح کرنا جائز نہیں ہے، شکار کی جزاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قول
”هديا بالغ الكعبة“ کی وجہ سے، یہی تو اصل ہے ہر اس دم میں جو کفارہ ہے، اور اس لئے کہ
ہدی کہتے ہی اس کو جسے کسی جگہ لے جایا جائے اور اس کی جگہ حرم ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کی ساری گلیاں منحر ہیں“ (ہدایہ ۱/۲۸۱)۔

ایسی عورت جو حالت حیض و نفاس میں طواف کئے ہو قربانی یعنی دم سے پہلے اس
طواف کا اعادہ حالت طہارت میں کر لے تو دم ساقط ہو جائے گا۔

۱۱- وہ عورت جو سفر حج میں چلی یا عمرہ کے ارادہ سے چلی اور درمیان سفر اس کے شوہر کا
انتقال ہو گیا تو جس وقت وہ معتدہ ہو رہی ہے، ایسی جگہ میں ہے کہ وہاں سے اس کا وطن مسافت
شرعی یا اس سے زیادہ کی دوری پر ہے اور مکہ مکرمہ مسافت شرعی سے کم دوری پر ہے تو ایسی عورت
اپنے سفر حج یا عمرہ کو پورا کرے گی، مکہ مکرمہ جائے گی اور حج یا عمرہ کی ادائیگی کرے گی، لیکن اگر
اس کا وطن مسافت شرعی سے کم دوری پر ہے تو وہ اپنے وطن لوٹے گی اور وہ محصر کے حکم میں ہوگی۔

”فلو أحرمت وليس لها محرم ولا زوج فهي محصورة كما في اللباب
والبحر، ثم هذا إذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر وبلد لها أقل منه أو أكثر
لكن يمكنها المقام في موضعها وإلا فلا إحصار فيما يظهر“ (نہج ۳/۳۱۹، ۳۲۰)۔

مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس عورت کا وطن مسافت شرعی یا اس سے زیادہ

دوری پر ہے، لیکن وہ ایسی جگہ پر ہے کہ وہاں ٹھہر کر عدت گزار سکتی ہے تو اسے وہاں رک کر عدت گزارنا چاہئے، یہ اسی وقت ہے جب کہ مکہ کی دوری مسافت شرعی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔
۱۲- وہ شخص جو سفر حج کے لئے نکلا ہے، مکہ مکرمہ میں ایسے وقت پہنچتا ہے کہ پندرہ یوم سے پہلے ہی منیٰ کے لئے روانگی کا وقت آجاتا ہے تو اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ تک اسے پندرہ دن مل جاتا ہے تو اسے مقیم سمجھا جائے گا، کیوں کہ آج کل جب کہ منیٰ کی آبادی مکہ سے متصل ہو چکی ہے تو منیٰ کا قیام بھی مکہ کا ہی قیام مانا جائے گا، اور اگر آٹھویں ذی الحجہ کو لے کر بھی پندرہ دن نہیں ملتے تو اسے مسافر کہا جائے گا، اس لئے کہ پھر اسے عرفات جانا ہے جو الگ ایک بستی ہے۔

”فإذا كان أحدهما تبعاً للآخر بأن نوى الإقامة في المصر وفي موضع آخر تبع لها وهو ما يلزم ساكنيه حضور الجمعة يصير مقيماً لأنهما مكان واحدا“ (یعنی شرح الہدایہ ۱/ ۵۷۵)۔

(پھر جب ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو، بایں طور کہ مصر میں اقامت کی نیت کرے اور ایسی جگہ میں جو اس کے تابع ہو اور وہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے رہنے والوں پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہو تو وہ مقیم ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دونوں ایک جگہ ہے)۔
یعنی اگر کوئی مسافر ایسی دو جگہوں پر رہنے کی نیت کرتا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہے اور اس کی نیت پندرہ دن کی دونوں جگہوں کو شامل کر کے ہے تو وہ مقیم سمجھا جائے گا۔

۱۳- یہ مسئلہ اس قاعدہ پر منحصر ہے کہ کسی شخص کا کسی شافعی مذہب امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر مولانا عبدالحی صاحب نے ہدایہ کے حاشیہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے، نیز علامہ شامی نے بھی اس پر سیر حاصل بحث کی ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہدایہ ۱۲۵-۱۲۶، نیز شامی ۱/ ۶۲۵)۔

اس مسئلہ میں خود حنفیہ کے مابین مختلف اقوال ملتے ہیں کہ اقتداء اور امامت میں کس کا اعتبار کیا جائے گا، مقتدی کے اعتقاد کا یا امام کے اعتقاد کا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

”وظاهر الہدایة أن الاعتبار لا اعتقاد المقتدی ولا اعتبار لا اعتقاد

الإمام“ (شامی ۱/۶۲۵)۔

(اور ہدایہ کی ظاہر عبارت ہے کہ مقتدی کا اعتقاد معتبر ہے، امام کے اعتقاد کا کوئی اعتبار

نہیں ہے)۔

اسی قاعدہ کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر امام دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتا تو ایسے امام کی اقتداء صحیح ہے اور اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت کے لئے اٹھتا ہے تو ایسے امام کی اقتداء درست نہیں۔

ابو بکر رازی کا بھی قول نقل کیا ہے کہ اگرچہ امام دو رکعت پر سلام پھیرتا ہے پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہے کسی حنفی کا اس کی اقتداء کرنا درست ہے (شامی ۱/۶۲۵)۔

اس سلسلہ میں انہوں نے پہلے ایک بات لکھی ہے جو ان الفاظ میں ہے:

”والذی یمیل إلیہ القلب عدم کراهة الاقتداء بالمخالف ما لم یکن

غیر مراعاة فی الفرائض لأن کثیراً من الصحابة والتابعین كانوا أئمة مجتہدین

وہم یصلون خلف إمام واحد مع تباین مذاہبہم“ (شامی ۱/۵۲۷)۔

(اور وہ بات جس کی طرف دل کامیلان ہوتا ہے وہ مخالف کی اقتداء کا مکروہ نہ ہوتا ہے

جب تک وہ فرائض میں رعایت کرنے والا ہو، کیوں کہ بہت سارے صحابہ اور تابعین جو کہ ائمہ

مجتہدین تھے وہ لوگ ایک امام کے پیچھے اختلاف مذاہب کے باوجود نماز پڑھتے تھے)۔

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے قرآن میں دو رکعت پر سلام پھیروا ثابت ہے، لہذا ایسے امام

کی اقتداء کرنا درست ہے جو دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت پڑھتا ہے۔

”عن عائشةؓ قالت: كان رسول الله ﷺ يسلم في كل ثنتين ويوتر
بواحدة“ (سنن ابن ماجه باب ماجاء في الوتر ركعة)۔
(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ہر دو رکعت میں
سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنا دیتے)۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا اشتیاق احمد اعظمی ☆

۱- اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حرم کی میں داخل ہونے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن حج و عمرہ کی نیت، جو لوگ نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں ان کے لئے احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھنا ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں فقہائے امت اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے ہے جو درج ذیل ہے:

۱- احناف: آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں دخول کے ارادہ سے جب میقات پر پہنچے تو اسے بہر حال احرام باندھ کر ہی آگے بڑھنا ہوگا، خواہ اس کا قصد، حج یا عمرہ کا ہو یا نہ ہو، ہدایہ میں ہے:

”الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد“ (۱/۲۱۴)۔

۲- مالک: جو شخص مکہ مکرمہ میں بغیر احرام، عمداً، یا جہالتاً داخل ہوا تو اس نے ہر اکام کیا، لیکن اس پر کوئی دم لازم نہیں، یعنی میں ہے: ”قال مالك: من دخل مكة غير محرم متعمداً أو جاهلاً فقد أساء ولا شئ عليه“ (یعنی شرح ہدایہ ۴/۱۳۰۳)۔

۳- شافعی: جو شخص مکہ مکرمہ میں حج، یا عمرہ کا ارادہ کر کے داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے میقات ہی سے احرام باندھ کر جانا واجب ہے، لیکن مکہ مکرمہ میں داخل ہونا کسی اور مقصد کے

تحت ہو اور اس کی آمد و رفت مکرر اور بار بار ہوتی ہو تو اس پر احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا ایک دوسرا قول، مکہ مکرمہ میں دخول کے وقت استحباب احرام کا بھی ہے، جیسا کہ امام نووی نے منہاج میں لکھا ہے: ”وفی المنہاج للنووی: من قصد مكة غیر لا شك أنه يستحب له أن يحرم بحج أو عمرة وفي قول يجب إلا أن يتكرر دخولها كحطاب و صیاد“ (یعنی ۳/۱۳۰۳)۔

۴۔ احمد: مکلف شخص اگر مکہ مکرمہ میں بلا ارادہ قتال مشروع، یا بلا حاجت متکررہ، جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام باندھے، تجاوزنا جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں: ”المكلف الذى يدخل بغیر قتال ولا حاجة متكررة لا يجوز تجاوز الميقات غير محرم و به قال أبو حنيفة و بعض أصحاب الشافعى“ (یعنی ۳/۲۶۹)۔

لیکن اگر کوئی شخص بارادہ قتال مباح، خوف یا حاجت متکررہ، مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو جیسے گھاس اکٹھا کر کے فروخت کرنے والا کڑھارا اور نلہ اور چارہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے اور لیجانے والا یا ایسا شخص جس کی جائداد، حرم مکہ کی حدود میں ہو اور وہ ہر روز آمد و رفت رکھنے پر مجبور ہو تو ایسے تمام لوگوں پر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں دخول واجب نہ ہوگا (یعنی ۳/۲۶۸)۔

قول اول کے دلائل

وہ حدیث جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اپنی سند کے توسط سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لا يجوز أحد الميقات إلا محرماً“ یعنی کوئی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے، یہ حدیث طبرانی نے بھی اپنی معجم میں روایت کی ہے۔

”عن أبي الشعثاء أنه رأى ابن عباس يرد من جاوز الميقات غير محرم“ (العلل لصبيح ۱۷۶/۳)۔

(ابو شعثاء سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ ہر اس شخص کو جو میقات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھ جاتا تھا، اسے واپس لوٹا رہے تھے)۔
عقلی دلیل: وہ یہ کہ احرام کا وجوب، اس مقدس سرزمین کے تقدس اور عظمت و احترام کے پیش نظر ہے، اس لئے وجوب احرام کے معاملہ میں، حاجی اور معتمر اور ان کے علاوہ دیگر تمام لوگ یکساں حکم رکھیں گے، یعنی میں ہے:

”ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما“ (۱۳۰۲/۳)۔

دوسرے قول کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمر کا فعل کہ وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے، راستہ پر ان کو ایسی خبر ملی جس کی بنا پر وہ مدینہ منورہ نہ جا کر مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں یہ باب قائم کیا ہے، ”باب دخول مكة بغیر احرام“ اور اس کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے: ”أخبرنا مالك حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر ثم أقبل حتى إذا كان بقديد جاءه خبر من المدينة فرجع فدخل مكة بغیر إحرام“ (موطا امام محمد، ۳۱۹)۔

تیسرے اور چوتھے قول کی دلیل

۱۔ حج اور عمرہ کا قصد ہو تو بغیر احرام باندھے میقات سے تجاوز ناجائز ہونے کی دلیل وہی روایتیں ہیں جن کا ذکر قول اول کے دلائل میں آچکا ہے۔

لیکن اگر حج و عمرہ کا قصد نہ ہو تو بغیر احرام باندھے، میقات سے تجاوز کے جواز کی

دلیل، اس روایت کا مفہوم ہے جس میں یہ کلمات وارد ہوئے ہیں: ”فہن لہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن لمن کان یرید الحج والعمرة“ (مشکاۃ المصابیح باب المناسک بحوالہ الطہرینی ص ۱۷۶/۳)۔

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی حدیث کے لکڑے ”لمن کان یرید الحج والعمرة“ پر تحریر فرماتے ہیں: ”وفیہ دلالة علی أن من مر بالمیقات لا یرید حجا ولا عمرة لا یلزمہ الإحرام لدخول مكة كما هو الصحیح عند الشافعية“ (الطہرینی ص ۱۷۶/۳)۔

۲- ”إن النبی ﷺ دخل يوم الفتح مكة حلالا وعلی رأسه المغفر“ (متفق علیہ) وفی رواية مسلم: ”وعلی رأسه عمامة سوداء“ (الطہرینی ص ۲۶۹/۳)۔

۳- ”روي عن ابن عمر أنه دخلها بغير إحرام“۔

۴- اور اس لئے بھی مکہ مکرمہ میں احرام باندھ کر جانا واجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ دو حرموں میں سے ایک ہے تو جیسے مدینہ منورہ جاتے وقت احرام باندھ کر جانا واجب نہیں ہوتا، اسی طرح مکہ مکرمہ میں جانے کے وقت بھی احرام واجب نہیں ہوگا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ”دلالة أحد الحرمین فلم یلزمہ الإحرام لدخوله كحرم المدينة“ (الطہرینی ص ۲۶۹/۳)۔

۵- ”لو أوجبنا الإحرام علی من یتكرر دخوله أفضی إلی أن یکون جمیع زمانہ محرما فقط للحرج“ (الطہرینی ص ۲۶۹/۳) یعنی بار بار مکہ آنے جانے والے شخص کو اگر احرام باندھنے کا مکلف بنادیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہر وقت احرام کی حالت میں رہے اور یہ حرج کی بات ہے، اس لئے دفع حرج کے پیش نظر احرام باندھ کر جانے کی قید اٹھالی جائے گی۔

ترجیح: دلائل کی روشنی میں قول اول راجح معلوم ہوتا ہے کہ ہر مکہ جانے والے شخص پر

احرام باندھ کر جانا واجب ہونا چاہئے الا یہ کہ وہ لوگ جو روزانہ آمد و رفت رکھنے پر مجبور ہوں تو رفع حرج کے پیش نظر انہیں مستثنیٰ کیا جانا چاہئے۔

۲- آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمد و رفت کی کثرت و سہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا اور حجاز مقدس کے دوسرے شہروں (مدینہ منورہ وغیرہ) کے باشندوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور بار بار مکہ، جدہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت کرتے ہیں، اسی طرح تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم سے باہر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور وقت طلب ہے، چونکہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک، حرم کی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے (خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو) احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے۔ تاہم ان جیسے حالات میں رفع حرج کے پیش نظر ایسے لوگوں کو صرف مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے جن کی واقعی روزانہ آمد و رفت رہتی ہو اور وہ اس کے لئے مجبور ہوں، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے خود، میقات کے اندر رہنے والے افراد کو بغیر احرام باندھے، مکہ میں داخل ہونے کی اجازت صرف رفع حرج کے پیش نظر دے رکھی ہے، تو یہ بنیاد جب میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے آج کل کے دور میں پائی جا رہی ہے تو انہیں بھی احرام کی قید سے مستثنیٰ کیا جانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

علامہ عینی نے اس موقع پر شرح کرتے ہوئے یہ روایت ذکر فرمائی ہے: ”روي عن ابن عباس أنه عليه الصلاة والسلام رخص للحطابين أن يدخلوها بغير إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات فدل على أنه من كان داخل الميقات“ (یعنی ۱۳۰۵ھ) یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لکڑہاروں (حطابین) کو مکہ مکرمہ میں بغیر احرام باندھے، داخل ہونے کی اجازت دی تھی، علامہ عینی اس روایت کے ذیل

میں فرماتے ہیں کہ یہ امر ظاہر ہے کہ حطابین عام طور سے، میقات سے باہر نہیں جایا کرتے تھے، اس لئے اس روایت کا ما حاصل یہ نکلا کہ یہ اجازت انہی لوگوں کو حاصل ہوگی جو میقات کے اندر رہتے ہوں۔ لیکن آج کے دور میں مندرجہ بالا تیز رفتار ترقی کو سامنے رکھ کر یہ کہنا مشکل نہیں کہ حطابین جو آپ (ﷺ) کے زمانہ میں اپنے کام کے سلسلہ میں میقات کے اندر ہی آمدورفت رکھا کرتے تھے، ان کے بالمقابل آج کے پیشہ ور لوگ، میقات کے باہر اور اس سے کہیں زیادہ دور دراز کی مسافت میں آمدورفت رکھتے ہیں اور اپنے پیشہ کی بقا کے پیش نظر وہ اس کے لئے مجبور بھی ہیں، اس لئے ان حالات کو سامنے رکھ کر ہر ایسے شخص کو جس کی آمدورفت واقعی منکر رہو اور وہ آنے جانے پر واقعی مجبور ہو تو اس کے حق میں رفع حرج کو بنیاد بنا کر احرام کی قید سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ دیگر فقہاء کرام کے مسلک میں اس باب میں توسع ہے۔

۳- مکی کے لئے قرآن و تمتع کا حکم

مکہ مکرمہ میں مقیم شخص، اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست نہیں ہے، یعنی مکی اور ان تمام لوگوں کے لئے جو مکی کے حکم میں ہیں، تمتع، یا قرآن کی گنجائش نہیں ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حضرت عمرؓ کا قول لکھا ہے:

”وصح عن عمر أنه قال: ليس لأهل مكة تمتع ولا قرآن“ (۴۲۸/۲)۔

اور درمختار میں ہے: ”والمكي ومن في حكمه يفرد فقط“ (الدر المختار مع الثماني ۲۷۰/۲) یعنی مکی اور وہ شخص جو مکی کے حکم میں ہے، اسے صرف حج انفرادی کی اجازت ہے۔ لیکن مکی اور اس کے حکم میں آنے والا شخص، اگر قرآن، یا تمتع کر ہی لے، جس کی اس کے لئے شرعاً گنجائش نہیں تھی، تو فقہاء حنفیہ اسے جنائیت کا مرتکب گردانتے ہوئے اس کے تمتع و قرآن کو جواز کی حیثیت دیتے اور اس پر دم جبر واجب قرار دیتے ہیں۔ ”قال في التحفة: ومع هذا لو تمتعوا جاز و أساءوا و عليهم دم الجبر“ (فتح القدیر ۴۲۸/۲، رد المختار ۲۷۰/۲)۔

مکی کے حق میں تمتع قرآن کے عدم جواز کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ”ذالك

لمن لم یکن آہلہ حاضرۃ المسجد الحرام“ (سورۃ البقرہ: ۱۹۶) (اور یہ (یعنی تمتع) اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل و عیال، مسجد حرام یعنی کعبہ کے قرب میں نہ رہتے ہوں)۔

چونکہ قرآن و تمتع کی مشروعیت میں یہ علت کا فرما ہے کہ آفاقی حاجی کو بجائے دو مستقل سفر کے ایک ہی سفر میں، عمرہ و حج دونوں ادا کرنے کی سہولت حاصل ہو اور اس سہولت کی حصولیابی، آفاقی حاجی ہی کی صورت میں ہو سکتی ہے، اس لئے قرآن و تمتع، صرف آفاقی حاجی ہی کے لئے درست ہوگا، نہ کہ مکی اور ان لوگوں کے لئے جو مکی کے حکم میں ہوں۔

ہدایہ میں ہے:

”لأن شرعہما للترفہ یاسقاط إحدى السفرتین و ہذا فی حق الآفاقی“

(ہدایہ ۱/۲۳۳)۔

۴- یہ بات مسلم ہے کہ مکی اور مکہ میں مقیم شخص کے لئے، تمتع قرآن درست نہیں ہے، اور میقات کے باہر سے، مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج، یا عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اب مکہ مکرمہ میں مقیم حضرات جو حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے میقات سے باہر گئے، پھر اشہر حج کے اندر مکہ مکرمہ واپس لوٹنے لگے تو احرام باندھ کر آنا لازمی ہے اور احرام سے حلال ہونے کے لئے ارکان عمرہ کی ادائیگی کرنی ہوگی اور اگر اس سال وہ حج بھی ادا کر لے تو ایسی صورت میں اس پر دم جنایت واجب نہ ہوگا باتفاق ائمہ اربعہ، لیکن تمتع کرنے کی وجہ سے اس پر دم تمتع عند الجمیع لازم ہوگا، ملا علی قاری مناسک میں لکھتے ہیں:

”عز بن جماع نے اپنی کتاب ”منک“ میں ذکر کیا ہے کہ مکی جب اپنی بعض ضروریات کی وجہ سے کسی آفاقی علاقہ میں چلا جائے، پھر لوٹے اور اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھے (اور عمرہ مکمل ادا کر لے) اور پھر اسی سال حج بھی کر لے تو اس کی پر باتفاق ائمہ اربعہ دم لازم نہ ہوگا“

(شرح الملباب ۱/۱۵۳)۔

یہاں جس دم کے عدم لزوم کی بات ہو رہی ہے، یہ وہ دم جبر ہے جس کا ترتب ترک سنت کے باعث ہوتا ہے، نہ کہ تمتع، کیونکہ دم تمتع کا لزوم بالاتفاق ہوا کرتا ہے، ہاں بعض فقہاء مثلاً حنفیہ اس کو دم شکر کہتے ہیں، اور غیر حنفی فقہاء اسے دم جبر کا نام دیتے ہیں، ملا علی قاری لکھتے ہیں: ”والمراد بعدم لزوم الدم، دم الجبر المتفرع علی ترکہ السنۃ، لأن دم المتعۃ، سواء کان شکراً عندنا أو جبراً عند غیرنا فهو لازم اتفاقاً“ (شرح الملباب، ۱۵۳)۔

مذکورہ بالا صورت میں مکی کا تمتع بالکل درست ہے، اس میں کوئی کراہت ہے اور نہ ہی کسی طرح کی جنایت جس پر دم لازم ہو، البتہ اس مکی کے تمتع کی درستگی اور صحت کے لئے ملا علی قاری نے ایک شرط لگائی ہے، وہ یہ کہ مکی کا تمتع اس وقت درست مانا جائے گا جب کہ اس کا مکہ مکرمہ سے باہر آفاق میں جانا اشہرج سے پہلے ہوا ہو (شرح الملباب، ۱۵۳، ۱۵۴)۔

پھر ملا علی قاری اس سلسلہ میں مکی اور مکہ میں مقیم شخص کے درمیان بھی فرق کرنے کے قائل ہیں اور وہ یہ کہ مذکورہ بالا صورت میں اصل مکی شخص کے حق میں تمتع کے جواز کے قائل نہیں، (کیونکہ مکی شخص عمرہ سے فراغت کے بعد امام صحیح کے زمرہ میں آ جاتا ہے) ہاں جو شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو اس کے لئے مندرجہ بالا شکل میں تمتع کی اجازت دیتے ہیں اور اس کے تمتع کو بالکل صحیح درست اور سنت کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

”ولا یبعد أن یفرق بین المکی المتوطن و بین المکی المقیم فی تمتع الأول دون الثانی“ (شرح الملباب، ۱۵۳-۱۵۴)۔

اس بحث کا خلاصہ یہ نکالنا کہ مکہ مکرمہ میں مقیم شخص، اگر اشہرج کے آغاز سے پہلے مکہ مکرمہ سے نکل کر آفاق میں کسی جگہ چلا جائے اور ضرورت پوری کر کے اشہرج میں مکہ مکرمہ میں واپس آئے، تو عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کرے اور پھر حج اسی سال کرے تو وہ یقیناً تمتع ہوگا، اس پر کسی طرح کا دم جنایت واجب نہ ہوگا، بلکہ دیگر تمتع کرنے والوں کی طرح اسے

بھی صرف دم شکر ادا کرنا ہوگا۔

۵- آفاقی متمتع کے عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے قبل مزید نفلی عمرہ کرنے کا حکم

عمرہ ایک عبادت ہے، اس کی ادائیگی کے لئے حج کی مانند شریعت نے مخصوص ایام کی تعیین و تحدید نہیں فرمائی ہے، بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے پورے سال کے اندر صلاحیت موجود ہے، ہاں چند مخصوص ایام میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ پانچ دن ہیں، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے تین دن، بغیۃ المناسک میں مولانا حسن شاہ تحریر فرماتے ہیں: ”وتصح فی کل السنة ولكن یکره تحریما إنشاؤها بالإحرام فی خمسة أيام: یوم عرفة و یوم النحر و أيام التشریق للنهی عنها فیها“ (بغیۃ المناسک، ۱۰۵/۱)۔

رہا آفاقی متمتع شخص تو جب وہ عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے گا اور پھر حج تک وہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے گا تو دوسرے اشخاص کی مانند حج سے پہلے نفلی طواف اور نفلی عمرہ ادا کر سکتا ہے۔ علامہ شامی در مختار کی عبارت: ”أقام بمكة حلالا (أی المتمتع)“ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ”أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بداله ويعتمر قبل الحج“ (۲۶۸/۲، البحر الرائق)۔

ابو بکر حصاص رازی نے حضرت عمرؓ کا ایک اثر ابن عباس کی روایت سے نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حج سے پہلے عمرہ کے تکرار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے: ”عن ابن عباس قال وسمعت عمر يقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت ثم حججت لتمتعت“ (أحكام القرین للجماص الرازی، ۲۸۵/۱)۔

حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد گرامی اس پس منظر میں ہے جب کہ ایام جاہلیت میں اشہر حج کے اندر عمرہ کرنا انجراؤ تصور ہوتا تھا۔

دو عمروں کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہئے

اس سلسلہ میں علماء امت کے مختلف احوال ہمیں ملتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل

ہے:

- ۱- بعض حضرات کے نزدیک ایک سال میں صرف ایک مرتبہ عمرہ کیا جاسکتا ہے، یہ قول حسن بصری، ابن سیرین، امام مالک اور امام شافعی کا ہے (المغنی لابن قدامہ ۳/۲۲۶)۔
- ۲- صحابہ کرام کی ایک جماعت اور دیگر علماء امت اس بات کے قائل ہیں کہ سال کے اندر عمرہ کی تکرار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ قول حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، انس، عائشہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عطاء، طاؤس، عکرمہ اور امام شافعی سے مروی ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت

رمی چونکہ مناسک حج میں سے ایک نسک ہے اس لئے جس طرح تمام افعال حج کو بشرط صحت و عدم مجبوری و معذوری حاجی خود ادا کرے گا، ایسے رمی بھی خود ادا کرنی ہوگی، بغیر معذوری کے خود سے نہ کرنا درست نہیں، لیکن مجبوری اور معذوری کی حالت میں نیابت جائز ہوگی، علماء کرام نے عمل رمی کی ادائیگی اور صحت کے لئے دس شرائط بیان کی ہیں، منجملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حاجی رمی خود کرے (بخاری المناسک، ۱۰۰)۔

مجبور و معذور کے لئے عمل رمی میں نیابت کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: "وعن جابر قال: حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (رواہ ابن ماجہ بحوالہ فقہ السنی لیسید سابق ۱/۶۳۳)۔

ب- رمی میں نیابت ہو سکتی ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، لیکن اس کی اجازت صرف معذور اور مریض تک محدود ہوگی۔ "وتجوز (النيابة) عند العذر" (بخاری المناسک، ۱۰۰)۔

واضح ہو کہ عمل رمی کی حیثیت وجوب کی ہے اور واجب کا ترک بغیر عذر صحیح نہیں، لیکن اگر کوئی معذوری و مجبوری میں ترک کرے تو اس پر کوئی دم لازم نہ ہوگا ”لو ترک شیئا من الواجبات لعذر لاشئ فیہ“ (بخاری المناسک، ۱۲۸) اور عذر سے مراد وہ عذر ہوگا جو منجانب اللہ ہو، چنانچہ اگر عذر من جانب العباد ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا جیسے کسی کے جبر و اکراہ کے باعث، کوئی اگر کسی محظورات احرام کا ارتکاب کر لے تو وہ شرعاً معذور نہ ہوگا مثلاً کسی کے دباؤ اور اکراہ کے نتیجے میں بحالت احرام، خوشبو لگانے یا لباس پہننے تو دم واجب ہوگا (حوالہ سابق)۔

مجبوری و معذوری کی تحدید

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معذوری و مجبوری کی حد کیا ہوگی جس کے باعث نیابت عمل رمی میں جائز ہو سکتی ہو تو اس کی تحدید فقہاء کرام کے یہاں ہمیں ملتی ہے:

”مریض اور معذور کی حد یہ ہے کہ وہ اتنا کمزور اور بیمار ہو جائے کہ نماز بیٹھ کر ہی پڑھ سکتا ہو، کیونکہ ایسا شخص نہ تو سوار ہو کر رمی کر سکتا ہے اور نہ اس صورت میں وہ رمی کر سکتا ہے کہ اسے دوسرا شخص لا کر رمی تک لے جائے، یا تو اس کے لئے عمل رمی بالکل دشوار ہو چکا ہو، یا یہ کہ وہ رمی کسی طرح کر سکتا ہے لیکن اس رمی کی وجہ سے اسے ضرر اور نقصان لاحق ہونے کا اندیشہ ہے“ (بخاری المناسک، ۱۰۰)۔

چنانچہ اگر مریض کو لا کر رمی تک لے جایا جاسکتا ہے اور وہ وہاں محموداً پہنچ کر بدون الم شدید کے رمی کر سکتا ہے اور اس عمل رمی کی وجہ سے اس کے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ہے اور نہ صحت یابی میں تاخیر کا خدشہ، تو ایسے مریض اور معذور کے لئے، عمل رمی میں نیابت درست نہ ہوگی (حوالہ سابق)۔

ہاں اگر ایسا شخص کسی سہارا اور مدد دینے والے کو نہ پاتا ہو تو اس وقت اس مریض کے لئے نیابت جائز ہو سکتی ہے: ”إلا أن لا یجد من یحملہ“ (بخاری المناسک، ۱۰۰)۔

ازدحام کے خوف سے رمی میں نیابت کا حکم

اگر حاجی اس قدر کمزور، ضعیف یا سن رسیدہ ہے کہ اسے یہ خوف لاحق ہے کہ اگر میں خود جا کر بھیڑ میں رمی کروں تو جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے عمل رمی میں نیابت جائز ہو سکتی ہے اس طرح کافتوی ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی نظام الدین صاحب اعظمی نے دیا ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ نظامیہ ۱۹۱/۱)۔

۷۔ سعودیہ عربیہ میں رہنے والے غیر ملکوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوں گے، بغیۃ المناسک میں ہے:

”ويتحقق بكل حابس بحبسہ ولو بمكة بالاتفاق بين أئمتنا علی الأصح كالكسر والعرج والقرح ومنع السلطان“ (ص ۱۶۶) (اور احصار کا تحقق ہر ایسے روکنے والے کے ذریعہ ہو جائے گا جو حاجی کو اعمال حج کی ادائیگی سے روک دے، اگرچہ یہ روکنا مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو اور یہ حکم صحیح مسلک کے اعتبار سے ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہے، حابس کی مثال یہ ہے کہ حاجی کسی حادثہ کا شکار ہو کر لنگڑا نہ لگے، یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ پھوٹ جائے، یا زخمی ہو جائے، یا یہ کہ بادشاہ وقت آگے بڑھنے یا حج ادا کرنے سے روک دے)۔

چونکہ صورت مستولہ منع السلطان کے ذیل میں آتی ہے، اس لئے اس پر احصار کا اطلاق ہوگا، ہاں اگر وہ جس راستہ اور چیک پوسٹ پر پکڑا گیا ہے اور واپس بھیج دیا گیا ہے، اس راستہ کے علاوہ کوئی راستہ مکہ مکرمہ جانے والا اختیار کر سکتا ہے، اگرچہ وہ راستہ طویل کیوں نہ ہو، تو اس صورت میں احصار نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل سعودیہ کے مقیم لوگوں میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ عام ڈرائیور چونکہ مین روڈ ہی سے گذر کر مکہ مکرمہ جایا کرتے ہیں اور عام طور پر چیک

پوسٹ مین روڈ پر ہی ہوا کرتے ہیں جہاں سے گذر کر بے اجازت جانے والوں کا پکڑا جانا تقریباً یقینی ہوا کرتا ہے، تاہم اس آڑے وقت میں اس کو اس مشکل سے نکالنے کے لئے کچھ دوسرے ڈرائیور اس طرح کا احرام باندھنے والوں کا تعاون کرنے کیلئے آمادہ اور تیار ہوتے ہیں اور وہ انہیں غیر معروف اور طویل راستوں سے گذر کر مکہ مکرمہ پہنچا دیا کرتے ہیں، تو اس طرح کے محرمین کے لئے ان جیسی صورتوں کے ہوتے ہوئے اول وہلہ میں احصار کا کھٹق نہ ہوگا۔

محصر کا احرام کس طرح ختم ہوگا اور اسے کیا کیا کرنا ہوگا

جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر وہ محصر ہو گیا، تو جب وہ احرام سے حلال ہونا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنا نائب یا وکیل بنا کر اس کے ذریعہ ہدی کا جانور حدود حرم میں بھیجے، وہ نائب یا وکیل اس ہدی کے جانور کو اپنے موکل کی طرف سے حدود حرم میں ذبح کرے، نیز موکل کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ وہ وکیل سے کسی خاص دن اور وقت کا تعین کر لے کہ اسی دن اور وقت میں وہ جانور ذبح کرے گا، تا کہ موکل کو اپنے حلال ہونے کے وقت کا علم رہے (شرح الملباب ۶/۲۳۶)۔

محصر اگر تارن ہے تو اسے ہدی کے دو عدد جانور بھیجنے ہوں گے، ”ولو كان المحصر قارنا بیعت بہمدین“ (شرح الملباب ۶/۲۳۷)۔

اگر محصر نے حج فزاد کا احرام باندھا تھا اور احصار کے بعد حلال ہو گیا تو اسے آئندہ ایک حج اور ایک عمرہ کرنا ہوگا۔

اگر محصر عمرہ کے احرام سے حلال ہوا ہے تو اسے صرف ایک عمرہ بعد میں کرنا ہوگا اور اگر محصر قرآن کا احرام باندھا تھا اور وہ حلال ہو گیا ہے، تو اس کے ذمہ ایک حج اور دو عمرہ کرنا ہوگا جیسا کہ فقہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے: ”ان حل من حج، حج و عمرہ، ومن عمرہ عمرہ، ومن قرآن حج و عمرتان“ (شرح الوتایہ ۶/۲۸۶)۔

اگر مفرد بالحدی احصار کی وجہ سے حلال ہو گیا، پھر اس کا احصار زائل ہو گیا اور اس نے اسی سال نیا احرام باندھ کر حج بھی کر لیا تو اسے قضا نہ حج کی کرنی ہے اور نہ اس پر عمرہ کرنا لازم ہے، لیکن امام صاحب سے حسن بن زیاد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسے حج اور عمرہ دونوں کرنا ہوگا اور قضا کی نیت بھی لازم ہوگی (یعنی شرح ہدایہ ۲/ ۱۵۹۳)۔

اگر حج نفل کی صورت میں احصار ہوا ہے تو اس پر حج اور عمرہ کی قضا واجب ہوگی
 ”المحصر بالحج النفل يجب عليه قضاء حجة و عمرة“ (یعنی شرح ہدایہ ۲/ ۱۵۹۲)۔

محصر ہدی کا جانور حد و حرم میں بھیجنے کے بعد کہاں رہے

جب محصر ہدی کا جانور بھیج دے تو اسے اس جانور کے ذبح ہونے تک احصار و اہل جگہ میں ٹھہرنا واجب نہیں، بلکہ وہ اپنے اہل و عیال میں بھی لوٹ سکتا ہے یا کہیں اور چاہے تو جاسکتا ہے، لیکن ان دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت اختیار کرے اسے ہر حال میں جانور کے ذبح ہونے تک حالت احرام میں باقی رہنا ہوگا (شرح الباب ۲۳۹)۔

محصر کو ہدی کے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد اپنے احرام سے حلال ہونے کے لئے حلق کرنا ضروری نہیں ہے۔

محصر کو جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کا وکیل جانور ذبح کر چکا ہوگا، تو اسے اپنے احرام سے نکلنے کے لئے حلق کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ وہ ممنوعات احرام میں سے اگر کوئی عمل کرے گا تو حلال ہو جائے گا، لیکن محصر ہدی کے جانور کے ذبح ہو جانے سے وہ احرام سے باہر نہیں نکل سکتا، محصر کو حلال ہونے کے لئے اگر چہ حلق کرنا واجب تو نہیں تاہم وہ اگر حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہو تو یہ امر مستحسن اور جائز ہوگا (دیکھئے: شرح الباب ۲۳۱)۔

دم احصار میں کون سا جانور کنایت کرے گا

دم احصار کے طور پر جو جانور محصر کو بھیجنا واجب ہوتا ہے اس میں بدنہ یا گائے کا

ساتواں حصہ کفایت کر سکتا ہے اور مکمل ایک بکری بھی کافی ہو سکتی ہے، یہ جمہور صحابہ اور فقہاء کا مسلک ہے۔

لیکن حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ دم احصار میں بکری کفایت نہیں کرے گی۔ یعنی شرح ہدایہ میں ہے: ”الہدی بسبع بدنة أو بقرة أو شاة بکمالها وهو قول الجمهور وعن عائشة وابن عمر: لا تجزیه الشاة“ (۱۵۹۳/۲)۔

دم احصار کے ذبح ہونے کے لئے زمان و مکان کی قید ہے یا نہیں؟

احناف کے نزدیک دم احصار خواہ حج کی طرف سے ہو یا عمرہ کی طرف سے، اس کا ذبح ہونا حد و حرم کے اندر متعین اور واجب ہے، لیکن دیگر ائمہ مثلاً امام مالک اور امام شافعی حج اور عمرہ دونوں میں اور امام احمد صرف عمرہ میں اس کے قائل ہیں کہ وہ شخص جہاں محصور ہوا ہے وہیں ہدی کا جانور ذبح کرے گا (یعنی ۱۵۹۱/۲)۔

رہا دم احصار میں وقت کا تعین تو فقہاء حنفیہ کا اتفاق ہے کہ عمرہ کے دم احصار کا یوم اُخر میں ذبح ہونا لازم نہیں، بلکہ اس سے قبل بھی اس کا ذبح جائز ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا حج کے دم احصار میں ہے، لیکن صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ حج کا دم احصار یوم اُخر میں ہی ذبح کیا جانا چاہئے (حوالہ سابق)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

یہ بات واضح ہے کہ حاجی کو یوم اُخر میں کل چار واجب کام انجام دینے ہوتے ہیں: رمی، ذبح، حلق اور طواف زیارت، یعنی میں ہے: ”واعلم أنه يفعل فی يوم النحر أربعة أشياء: الرمی والنحر والحلق والطواف“ (۱۵۹۲/۲)۔

ائمہ مسالک کا باہم اختلاف ہے کہ ان امور میں ترتیب ملحوظ رکھنا واجب ہے یا مسنون؟ پہلا قول: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول: ان چاروں امور میں

.....
 سے پہلے تین امر، رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے اور یہ وجوب تقارن اور متمتع کے لئے ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: ”والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شيء من الثلاثة وإنما يجب ترتيب الثلاثة: الرمي ثم الذبح ثم الحلق“
 -(۲۸۶/۲)

چونکہ مفرد بالبحج کے ذمہ ذبح لازم نہیں اس لئے مفرد بالبحج کے لئے صرف دو امر یعنی رمی اور حلق کے درمیان ترتیب لازم ہے، شامی میں ہے: ”لكن المفرد بالحج لا ذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمي والذبح فقط“ (۲۸۶/۲)۔

دوسرا قول: صاحبین اور امام شافعی کا دوسرا قول: ان چاروں امور میں ترتیب مستحب ہے، اگر تقارن یا متمتع نے حلق کو ذبح پر مقدم کر دیا تو ان حضرات کے نزدیک یہ فعل درست ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں، لیکن اگر حلق کو رمی پر مقدم کر دیا تو امام شافعی کے نزدیک دم واجب ہوگا: ”وعلى قول آخر للشافعي مستحب أما لو قدم الحلق على النحر جاز ولا يجب شيء عنده قولاً واحداً وكذا عندهما ولو قدمه على الرمي لزمه دم عند الشافعي“ (یعنی ۱۵۳۲/۲)۔

تیسرا قول: امام احمد کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان امور میں سے اگر کسی کو دوسرے پر سہواً یا جہالتاً مقدم کر دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں اور اگر ایسا عمداً کیا ہو تو امام احمد سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں یعنی ایک روایت میں دم واجب ہوگا، دوسری روایت میں دم کا وجوب نہیں ہوگا (یعنی ۱۵۳۲/۲)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان امور کے درمیان تقدیم و تاخیر سہواً و جہالتاً دونوں حالتوں میں موجب دم ہے اور یہ قول امام زہری اور امام مالک کا بھی ہے (یعنی ۱۵۳۲/۲)۔

تقدیم و تاخیر کی صورت میں صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں (یعنی ۱۵۳۲/۲)۔
 احناف کے مفتی بہ قول میں ترتیب کو واجب کہا گیا ہے اور ترتیب میں تقدیم و تاخیر

ہونے پر دم لازم قرار دیا گیا ہے، دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ حجاج کرام کے بے پناہ ازدحام، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کے باعث حجاج بالخصوص ضعیف اور معذور حجاج کیلئے خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی دشوار اور مشکل ہو گیا، اس لئے حجاج عام طور پر قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو حجاج کی طرف سے نیابتاً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں۔ قربانی کا نظم کرنے والے ان اداروں کے ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے یہ لوگ بسا اوقات ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان حالات میں اگر رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہ سکے تو مفتی بقول کے مطابق تو دم کا لزوم ہوگا۔ حجاج کرام کو ان اداروں کے ذمہ داروں سے وقت مقررہ پر ذبح کرنے کی تاکید کرنی چاہئے اور احتیاطاً ان اداروں کے ذمہ داروں کے بتائے اور متعین کئے ہوئے وقت ذبح کے کافی بعد، حلق کا عمل اختیار کرنا چاہئے، لیکن ان ساری احتیاطی تدابیر کے باوجود اگر تقدیم و تاخیر ہوئی جائے تو اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے قول مرجوح یعنی صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، بالخصوص جب کہ آنحضور ﷺ سے متعدد صحابہ کرام نے یوم النحر میں تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں سوالات فرمائے تو آپ کا سب کو ایک ہی جواب تھا ”لا حرج“ مشکوٰۃ میں یہ روایت ہے:

”عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع بمنى للناس يسألونه فجاءه رجل فقال: لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح فقال: إذبح ولا حرج فجاءه آخر فقال: لم أشعر فبحرت قبل أن أرمي فقال: ارم ولا حرج فما سئل النبي ﷺ عن شيء قدم وأخر إلا قال افعل ولا حرج“ (متفق عليه بحوالہ التحفین لصبح ۲۳۲/۳)۔

صحابہ کرام کے استفتاء کے جواب میں آپ کا ”لا حرج“ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب نہیں اور نہ ہی ترتیب کے چھوٹے پر دم واجب

ہے، کیونکہ اگر ”لا حرج“ سے مراد صرف رفع اثم ہونا اور دم کا وجوب باقی رہتا تو آپ ﷺ دم کے واجب ہونے کو با تصریح بیان فرماتے کیونکہ ”تأخیر البیان عن وقت الحاجة“ درست نہیں۔ ہمارے اس خیال کی تائید امام اہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کے کلام سے ہوتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”وأفتى فيمن حلق قبل أن يذبح أو نحر قبل أن يرمى أو رمى بعد ما أسي أو أفاض قبل الحلق أنه لا حرج ولم يأمر بكفارة والسكوت عند الحاجة بيان وليت شعري هل في بيان الاستحباب صيغة أصرح ولا يتم التشريع إلا ببيان الرخص في وقت الشكائد“ (حجۃ اللہ العظمیٰ ۱۳۷۲ھ)۔

شاہ صاحب نے بالکل وضاحت ہی فرمادی کہ انتخاب کے بیان کے لئے لا حرج سے زیادہ کون سا صریح صیغہ ہو سکتا ہے، نیز یہ کہ دم کا حکم نہ دینا، اس کے عدم وجوب کے لئے کھلا ہوا بیان ہے۔

۹- آج عام طور پر معروف حج تمتع ہے، افراد، یا قرآن شاذ و نادر ہے، تاہم ایسی صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفات حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔

اولاً تو اس وجہ سے کہ تمتع کا عام طور پر معروف و مشہور ہونا یہ ہمارے جیسے دور دراز ملکوں کے باشندوں کے لئے ہے، لیکن جو حضرات مکہ مکرمہ کے قریب و جوار، یا سعودی کے متصل ملکوں میں رہتے ہیں ان کے لئے حج کی ساری صورتیں قابل عمل اور معروف و مشہور ہیں، اس لئے صرف کسی خاص علاقہ کے رہنے والوں کا عرف شرعاً معتبر نہ ہوگا، کیونکہ فقہاء نے یہ صراحت کر دی ہے: ”التعارف الذى ثبت به الأحكام لا تثبت بتعارف أهل بلدة واحدة“ (لا شاہ و انظار ۱۳)۔

دوسرے اس وجہ سے کہ جو شخص صرف مامور بال حج ہوتا ہے، اس کے لئے حج کے علاوہ عمرہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں مخالفت آمر لازم آئے گی اور حج عن العیر کی مجملہ

شرائط میں سے ایک شرط عدم مخالفت لاء امر بھی ہے۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

”فإن المأمور بالحج ليس له أن يحرم بعمره أي لأنه إذا اعتمر ثم

أحرم بالحج يصير مخالفاً في قولهم كما في التاتارخانية“ (۲/۲۲۱)۔

الف۔ حج فرض میں نیابت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ نے تقریباً ۲۰ شرطیں ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مامور سفر کو مامور بہ ہی کے لئے خاص رکھے، مثلاً اگر آمر نے حکم دیا ہے حج کرنے کا تو مامور مکہ مکرمہ جا کر سیدھے حج ادا کرے، اگر حج سے پہلے عمرہ کرے گا تو یہ سفر عمرہ کے لئے مانا جائے گا نہ کہ حج کے لئے، ان شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مامور بالتحج کو میقات آمر سے احرام باندھنا ہوگا اور ایک شرط عدم مخالفت لاء امر کی بھی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

چنانچہ پہلی دو شرطوں کی روشنی میں حج بدل کرنے والے کو تمتع کی گنجائش نہیں نکل سکتی اگر اجازت دیدے تو مامور قرآن یا تمتع کر سکتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ باذن لاء امر کی صورت میں عدم مخالفت لاء امر کی بنا پر اس کا قرآن و تمتع کرنا جائز ہوگا۔ غنیۃ المناسک میں ہے: ”إن الأمر بالحج تضمن الأمر بأمور، بالحج بنفسه ومن بلدہ وبمالہ وبرکوب اکثر الطريق ويجعل السفر له و یافراد السفر له و یاحرامہ من المیقات و کذا لو أمره بالعمره فلو أحل بواحد فهو مخالف إلا إذا وجد الإذن“ (۱۷۹)۔

لیکن باذن لاء امر کی صورت میں عدم مخالفت تو پائی گئی باقی اور شرطیں، مثلاً ”إفراد السفر له“ اور ”إحرامه من المیقات“ وغیرہ کا نقد ان رہا اور چونکہ بروئے مذہب، حج بدل میں حج کامیقاتی ہونا شرط ہے، اس لئے آمر کی اجازت کے باوجود تمتع کرنے سے مامور بالتحج کو احتراز کرنا ہوگا کہ اسی میں احتیاط کا پہلو ہے۔

اردو فتاویٰ میں مولانا عبدالرحیم صاحب لاچپوری نے تحریر فرمایا ہے کہ احوط اور ارجح یہ ہے کہ اجازت کے باوجود تمتع کا احرام نہ باندھا جائے (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۶۰)۔

مولانا ظفر احمد تھانوی نے فتاویٰ مظاہر علوم میں بڑی طویل گفتگو فرمائی ہے اور آمر کی اجازت کے بعد تمتع کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور اس کی تصویب حضرت تھانوی نے بھی فرمائی ہے (فتاویٰ مظاہر علوم ۱/۹۱)، لیکن یہ فتویٰ جب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس فتویٰ کی مخالفت فرمائی اور عدم جواز تمتع کی بات تحریر فرمائی۔ مولانا خلیل احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”میری رائے حج عن اھیر کے جواز کی نہیں ہے اور جو عبارتیں آپ نے (مولانا ظفر صاحب) تمتع کے استدلال جواز میں لکھی ہیں اور جو عبارتیں اس قسم کی اور پائی جاتی ہیں میرے نزدیک اس مدعا کے لئے مفید نہیں“ آگے لکھتے ہیں ”بروئے مذہب حج عن اھیر ادا ہونے کے لئے حج میقاتی ہونا شرط ہے تو پھر جواز تمتع کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، ملا علی قاری اپنی مناسک میں ماتن کا قول نقل کرتے ہیں:

”وینبغی للامر أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني كيف شئت مفردا أو قارنا أو متمتعا“ ملا علی قاری اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں: ”وفيه أن هذا القيد سهو ظاهر إذ التفويض المذكور في كلام المشايخ مقيد بالافراد والقران لا غير“ (فتاویٰ مظاہر علوم ۱/۹۱) (مولانا خلیل احمد کی بات یہاں مکمل ہوئی)۔

ملا علی قاری کی مندرجہ شرح والی عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ملا سندی نے لبا ب میں تفویض کے ضمن میں ”متمتعا“ کی جو صراحت کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ ان کا سہو ہے کیونکہ مشائخ کے کلام میں جو تفویض کی عبارت ملتی ہے اس میں صرف افراد اور قران کی تفویض ہے نہ کہ تمتع کی۔ چنانچہ ملا علی قاری نے اس کے بعد کلام المشائخ سے وہ عبارت نقل کی ہے جس میں تفویض مقید بالقران و افراد ہے (ملاحظہ ہو: شرح الباب ۱ ص ۲۶۰)۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے فتاویٰ قاضی خاں کی ایک عبارت نقل کی ہے جس سے حج عن اھیر کی صورت میں تمتع کے جواز کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا، اس لئے ملا علی قاری نے اسے ذکر کر

کے پیدا ہونے والی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”و أما ما فی فتاویٰ قاضی خاں من التخییر بحجة أو عمرة أو حجة أو بالقران فلا دلالة علی جواز التمتع إذ الواو لا تفید الترتیب فیحمل علی حجة و عمرة بأن یحج أولا عنه ثم یأتی بعمرة له أيضا فتدبر فإنه موضع خطر“ (شرح الباب ۲۶۰)۔

فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ حج عن الغیر میں امر، مامور کو اختیار دے کہ یا توجح کر لو، یا عمرہ اور حج کر لو، یا قرآن کر لو (عمرة و حجة) سے تمتع کی گنجائش نہیں نکل سکتی کیونکہ او مطلق جمع کے لئے آتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے، اس لئے اس کو ”حجة و عمرہ“ پر محمول کیا جائے گا، یعنی مامور پہلے امر کی طرف سے حج ادا کر لے پھر امر کی طرف سے عمرہ بھی ادا کرے، مانا علی تباری نے آگے یہ جملہ بھی بڑھا دیا: ”فتدبر فإنه موضع خطر“ جس سے اشارہ مقصود ہے کہ قاضی خاں کے ظاہر کلمات سے کوئی جواز مستنبط نہ کرے، چنانچہ انہوں نے اس کو پرخطر مقام قرار دیا۔

ب۔ اوپر کے پورے بحث کی روشنی میں ظاہر ہے یہی کہا جائے گا کہ امر کی صریح اجازت کے بعد بھی تمتع نہ کرنا ہی احوط وارجح ہے۔

ج۔ امر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی، لیکن حج بدل کرنے والے کا ظن غالب ہے کہ امر اس کی اجازت دے دے گا۔ اس صورت میں بھی تمتع نہ کرنا ہی احوط وارجح ہوگا کیونکہ جب صراحتہً اجازت ہونے کی صورت میں احوط وارجح عدم جواز تمتع ہے تو ظن غالب کی صورت میں کو احکام وہی ہوا کرتے ہیں جو یقین کی صورت میں، پھر بھی یہاں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تمتع نہ کیا جائے۔

د۔ اگر مامور بالحد، خلاف احوط وارجح باذن لا امر تمتع کر ہی لے تو دم تمتع مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا اور اگر بدون اذن لا امر تمتع کیا ہے تو اس صورت میں مخالفت امر کی بنا پر

پورے حج کے نفقہ کا بھی ضامن ہوگا اور دم تمتع توہر حال میں مامور کو اپنے مال سے ادا کرنا ہوگا۔
 ”ولو أمره بأن يحج عنه، فاعتمر ضمن لأنه خالف ولو اعتمر ثم حج
 من مكة يضمن النفقة“ (بدائع ۲/۲۱۳)۔

اور دم تمتع، مامور کے مال سے ہوگا، اس سلسلہ میں درمختار کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:
 ”و دم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقران
 والتمتع وإلا يصير مخالفا“ (درمختار ۱/۲۳۸)۔

ھ۔ حج بدل کرنے والے کے لئے آمر کی اجازت کے بعد بھی احوط وار حج یہی ہے کہ
 وہ تمتع نہ کرے، لیکن حج بدل کرنے والا جسے حکومت کے نظم و قانون کے تحت یام حج سے بہت
 پہلے حج کا سفر کرنا پڑتا ہے اور اس صورت میں اسے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا کو
 دشوار ہو تو اس کے لئے فقہاء کرام نے حیلہ شرعی پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے:

مامور بال حج طول احرام سے بچنے کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوتے ہوئے چند روز
 جدہ میں قیام کرنے کی نیت کرے اور اس سفر کو جدہ کا سفر قرار دے اور راستہ میں نہ عمرہ کا احرام
 باندھے نہ حج کا نہ اپنی طرف سے نہ آمر کی طرف سے اور بغیر احرام باندھے چند روز کے بعد جدہ
 کے قیام سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ چلا جائے اور عمرہ وغیرہ کچھ نہ کرے، صرف طواف وغیرہ بدون
 احرام کے کرنا ہے اور حج کا وقت آنے پر جدہ آ کر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

یہ حیلہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے مامور بال حج کے طول احرام سے بچنے کے لئے
 تحریر فرمایا ہے (فتاویٰ مظاہر العلوم ۱/۹۰، تفصیل کے لئے دیکھئے: ۱/۳۱۱)۔

و۔ حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع نہ کرنا احوط وار حج ہوگا، اس لئے کہ اگر میت پر
 حج فرض تھا تو حج بدل کرنے والا صرف حج ہی کرے نہ کہ تمتع، تاکہ اس کا حج آفاقی ہو سکے اور سفر
 صرف مامور بہ کے لئے، یہ اسی وقت ہو سکے گا جب کہ وہ پہلے عمرہ نہ کرے، اگر وہ عمرہ کر لیتا ہے،
 تو اس کا سفر عمرہ ہی کے لئے مانا جائے گا کو بعد میں وہ حج کر لے، کیونکہ فقہاء نے یہ تصریح فرمائی

ہے: ”أن الأمر بالحج تضمن الأمر بأمور بالحج بنفسه ومن بلدہ وبمالہ وبركوب...“ (بخاری المناسک ص ۱۷۹)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر میت نے حج کی وصیت کی ہے اور اس کے پاس مال بھی موجود ہے تو اس کی یہ وصیت اور اس کا یہ امر بالحلج بھی چند ان امور کو متضمن ہوگا جن کا ذکر مذکورہ بالا عبارت میں ہوا، حج بدل کرنے والے کے لئے جو میت کی وصیت اور اس کے امر بالحلج کی تمفیذ کے لئے جا رہا ہے، اسے بھی ان مذکورہ بالا امور کا جن کا ذکر ”بغیۃ“ کی عبارت میں ہوا ہے، خیال رکھنا ضروری ہوگا، اگر ان میں سے کسی بھی امر میں خلل ہوگا تو مخالفت امر کا تصور ناگزیر ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع نہ کرنا احوط وارحج ہوگا۔

۱۰- حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت کا حکم

حج کرنے والی عورت حیض و نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی، اس کے لئے پاکی کا انتظارنا قابل عمل ہے، کیونکہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پارہا ہے، یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پارہی ہے، یا نفقہ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر انتظار کرنا مشکل ہے، اگر وہ طواف زیارت کئے بغیر وطن واپس چلی جاتی ہے تو اس کا حج ترک رکن کی وجہ سے نامکمل رہے گا، دوبارہ اس کا وطن سے واپس آ کر طواف زیارت کرنا قابل عمل ہے، کیونکہ اس میں استطاعت نہیں یا قانونی رکاوٹیں واپس آنے میں حائل ہیں۔

الف- ان امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے بھی اس عورت کے لئے شرعا حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت کی اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ حالت حیض وغیرہ میں طواف زیارت کی حرمت دو امور کی وجہ سے ہے، ایک تو اس کے لئے اس حالت میں دخول مسجد جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ طواف کے لئے طہارت واجب اور شرط ہے، بغیر طہارت کے طواف جائز

نہیں ہو سکتا (فتح القدیر شرح ہدایہ ۲/۳۳۸)۔

ب۔ اگر عورت حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت کر ہی لے باوجود یکہ وہ مہی عنہ ہے، وہ طواف لازم لا عاده ہوگا، اگر اعادہ نہ کر سکی تو اس پر دم جنائیت کے طور پر بدنہ ذبح کرنا ہوگا اور اس طرح اس کا حج مکمل ہو جائے گا، علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں: ”فإن طافت، كانت عاصية لعقاب الله تعالى ولزمها الإعادة فإن لم تعد، كان عليها بلذنة وتم حجبها“ (فتح القدیر ۲/۳۳۸، رد المحتار ۲/۲۵۲)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر عورت ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے گی تو گنہ گار ہوگی، لیکن اس کا رکن فرض ادا ہو جائے گا اور اس پر دم جنائیت واجب ہوگا۔

ج۔ حالت ناپاکی میں طواف زیارت کرنے کی صورت میں بدنہ کا ذبح واجب ہوگا، بکرا نافی ہوگا، درمختار میں ہے: ”وتجوز الشاة (فی الحج) فی كل شئ إلافی طواف الزيارة (جنباً) أو حائضاً“ (رد المحتار مع الثای ۲/۳۳۳)۔

د۔ دم کی ادائیگی اور جانور کا ذبح ہونا حرم کی میں ضروری ہے، حرم کی کی حدود سے باہر یا اپنے مقام پر اس دم کا ادا کرنا صحیح نہیں۔ درمختار میں ہے: ”ويتعين الحرم للكل“ (رد المحتار مع الثای ۲/۳۳۳)۔

۱۱۔ سفر حج یا عمرہ میں خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اگر انتقال ایسے مقام پر ہوا ہے کہ وہاں سے مکہ مکرمہ کی مسافت مدت سفر جتنی ہے اور اس کا شہر خواہ مدت سفر کی مسافت سے کم پر ہو یا زیادہ پر، لیکن اس عورت کے لئے اس مقام میں یا اس سے کسی قریبی مقام میں ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ عورت کے حق میں احصار ہوگا اور اس وجہ سے وہ آگے مکہ مکرمہ نہیں جاسکتی اور نہ ہی وہ عمرہ یا حج کر سکتی ہے۔

اور اگر اس کے برعکس صورت ہو، یعنی مقام موت زوج اور مکہ مکرمہ کے درمیان کی مسافت مدت سفر کی مسافت سے کم ہے، یا یہ کہ شوہر کا انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا ہو تو اس صورت

میں عورت پر احصار کا حکم نہ لگے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عورت تمام ائمال حج و عمرہ انجام دے سکے گی (غیۃ المناہک، ۱۶۷، شرح الملباب، ۲۳۳، ۲۴۰/۲)۔

۱۴- حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو اگر مکہ مکرمہ اور منیٰ دونوں میں اقامت کی مدت مجموعی طور پر ۱۵ روز ہو جاتی ہے تو وہ مقیم شمار ہوگا، کیونکہ اب مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھ کر منیٰ سے متصل ہو چکی ہے اور مکہ مکرمہ اور منیٰ دونوں دو جگہ متصور نہیں ہوتیں، بلکہ دونوں کو ایک ہی جگہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ منیٰ اب مکہ ہی کا ایک محلہ بن چکا ہے چنانچہ منیٰ کا علاقہ حتیٰ اعزیزیتہ کے ذیل میں آتا ہے، بلکہ یہ بھی ایک ہے اس لئے منیٰ کو اب مکہ مکرمہ سے الگ اور علیحدہ تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، ہاں دو علیحدہ شہروں اور مستقلاً دو مختلف مقامات پر ملا کر مجموعی طور پر اگر ۱۵ یوم اقامت کی نیت ہو تو وہ شرعاً مقیم نہ ہوگا جیسا کہ ماضی میں منیٰ اور مکہ مکرمہ کا یہی حکم تھا، لیکن اب حالات کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی آچکی ہے۔

فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دو مختلف جگہوں میں مجموعی طور پر ۱۵ یوم اقامت کی نیت کرتا ہے تو وہ مقیم نہ ہوگا، بلکہ مستقلاً ایک شہر میں پندرہ یوم کی اقامت کی نیت ضروری ہے، ہاں پندرہ یوم اقامت کی نیت دو ایسی جگہوں میں کرے کہ ان میں ایک جگہ اصل ہو اور دوسری اس کے تابع اور ماتحت، تو اس صورت میں دونوں میں ملا کر بھی مجموعی مدت اقامت اگر پندرہ یوم ہو جاتی ہے تو یہ نیت اقامت معتبر ہوگی اور وہ شخص مقیم ہوگا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: ”وفی المفید والتحفۃ هذا إذا كان کل واحد منهما أصلاً کمکة و منیٰ أو کالکوفة والحیرة فإذا كان أحدهما تبعاً للآخر بأن نوى الإقامة فی المصر و فی موضع آخر تبع لها وهو ما یلزم ساکنیہ حضور الجمعة یصیر مقيماً لأنهما مکان واحد“ (عینی شرح الہدایہ، ۲/۹۷۵)۔

علامہ عینی نے اگرچہ مکہ و منیٰ دونوں کو دو مستقل جگہ شمار کیا ہے، لیکن یہ اس زمانہ کے

اعتبار سے تھا، آج کل کے حالات میں منیٰ چونکہ مکہ مکرمہ کے تابع ایک محلہ بن چکا ہے، اس لئے اب دونوں جگہیں ایک ہی مقام کے حکم میں ہوں گی۔

۱۳- رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں، نیز سعودیہ میں مقیم حنفیہ کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتدا کا ہے کہ بلاد عرب میں عموماً وتر کی تینوں رکعات فصل کے ساتھ یعنی دو رکعات پر سلام کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، تو اب دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اپنے مذہب کی رعایت میں مسجد حرمین کی جماعت کو چھوڑ کر ایسا آدمی وتر کی نماز تنہا ادا کرے، یہ صورت مناسب نہیں معلوم ہوتی، دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی اقتدا میں وتر ادا کرے تو یہ اثر اپنی لازم آتی ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں میں سے دوسری صورت اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں حرمین کی جماعت اور مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی وہ اقتدا کرے گا، جیسا کہ حرمین کی جماعت اور مجمع کی رعایت ہی میں وہ عصر کی نماز مثل اول پر ادا کرتا ہے اور وتر میں وہاں کے امام مسجد کی اقتدا کی اجازت بعض فقہاء حنفیہ نے دی بھی ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

”وجوزہ أبو بکر الرازی ویصلیٰ معہ بقیة الوتر لأن إمامہ لم یشرح

بسلامہ عنده“ (۳۹/۲)۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ابو بکر رازی نے اقتدا کی اجازت دی ہے اور درمیان وتر میں سلام پھیرنے کے بعد بھی حنفی مقتدی اپنی بقیہ نماز وتر (یعنی ایک رکعت) امام کی اقتدا میں پوری کرے گا، کیونکہ درمیانی سلام کی وجہ سے اس کا امام نماز سے باہر نہیں ہوتا، اس لئے گویا اس نے مکمل نماز بغیر فصل کے ہی ادا کر لی۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مفتی جمیل احمد زبیری ☆

۱- آفاقی کا بلا احرام حد و حرم میں داخل ہونا

آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والا شخص اگر حد و حرم میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ (جیسا موقع ہو) کا احرام باندھ کر حد و حرم میں داخل ہو، خواہ حرم میں اس کے آنے کا مقصد حج یا عمرہ ہو یا نہ ہو، خواہ وہ تجارت کے لئے آئے، کسی سے ملنے یا ملاقات کے لئے آئے، محض گھومنے پھرنے آئے، بہر حال اسے احرام باندھ کر ہی آنا ہے۔

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد“ (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

(آفاقی جب مکہ پہنچے اور مکہ میں داخل ہونے کا قصد کرے تو احرام باندھے، حج کا قصد کرے یا عمرہ کا، یا کسی کا قصد نہ کرے)۔

فتح القدر میں ہے: ”(قوله أو لم يقصد) بأن قصد مجرد الرؤية أو النزهة أو التجارة“ (فتح القدر ۲/۳۳۵)۔

(کسی کا قصد نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محض دیکھنے یا تفریح یا تجارت کا قصد ہو)۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر بار بار بارگاہ کرمہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو ہر بار حج

یا عمرہ کا احرام باندھنا ہوگا:

”ولو جاوز الميقات قاصداً مكة بغير إحرام مراراً فإنه يجب عليه لكل مرة إما حجة أو عمرة“ (تاوی ہندیہ ۱/ ۲۵۳، نیز دیکھئے درمختار ۲/ ۱۶۷)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک احرام کا وجوب اس خطہ مبارکہ کی عظمت کی وجہ سے ہے، اس عظمت کا خیال رکھنا اور اس کے شایان شان برتاؤ و سلوک ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس خطہ مبارکہ میں داخل ہو رہا ہو خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو، مگر اب داخل ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا ارادہ کرنا پڑے گا۔

”اس کی تعظیم حاجی یا غیر حاجی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہے“ (عنایہ علی ہاشم فتح القدیر ۲/ ۳۳۵)۔

چنانچہ اس سلسلے کی احادیث کریمہ اور آثار صحابہؓ بھی عام ہیں، حاجی و غیر حاجی، معتمر اور غیر معتمر میں فرق نہیں کرتے۔

”عن ابن عباسؓ أن النبي ﷺ قال: لا يجاوز الوقت إلا يا حرام“ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

(عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میقات کو بلا احرام پار نہ کیا جائے)۔

”عن أبي الشعساء أنه رأى ابن عباسؓ يرد من جاوز الميقات غير محرم“ (مسند ثنائی) (ابو الشعساء سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کو لوٹاتے تھے جو میقات کو بلا احرام پار کرتے تھے)۔

آفاق کے اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو مکی ہوں اور میقات سے باہر نکل گئے ہوں، یا حل کے رہنے والے ہوں اور میقات کے باہر آ گئے ہوں (رد المحتار ۲/ ۱۶۷)۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے:

”مکی جب اس حل کی طرف نکلے جو میقات کے اندر ہو تو وہ حل والوں کے ساتھ لاحق

ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابھی گذرا، بشرطیکہ آفاقی کی میقات پار نہ کرے، ورنہ وہ آفاقی کی طرح ہو جائے گا کہ اس کے لئے میقات میں داخل ہو جانا بلا احرام حلال نہیں“ (رد المحتار ۲/۱۶۸)۔

حدود حرم میں داخل ہونے والے کے لئے احرام کی حکمت و مصلحت کیا ہے، اسے درج ذیل عبارت کی روشنی میں سمجھیں:

”نہا یہ میں ہے کہ بیت اللہ شریف چونکہ صاحب شرف و عظمت ہے، اس لئے اس کے لئے ایک قناعہ بنایا گیا جو مکہ ہے اور ایک حفاظت گاہ و مرحد بنائی گئی جو کہ حرم ہے اور حرم کے لئے بھی ایک حرم بنایا گیا جو میقات ہے۔ جو لوگ میقات کے باہر کے ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات کو بلا احرام پار کریں بیت اللہ شریف کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے، اور اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص دو میقات پار کرنے کا قصد کرے اس کے لئے بلا احرام پار کرنا جائز نہیں اور جو شخص ایک میقات پار کرنے کا قصد کرے اس کے لئے بغیر احرام پار کرنا حلال ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ جو شخص میقات میں حج یا عمرہ کی نیت سے یا کسی حاجت سے مکہ میں داخل ہونے کے لئے آیا اس کے لئے بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے دو میقاتوں کے پار کرنے کا قصد کیا۔ ایک میقات آفاقی کی، دوسری میقات حل والوں کی، اور حیلہ یہ ہے کہ آفاقی میں سے جو شخص مکہ میں بلا احرام داخل ہونا چاہے وہ بستان بنی عامر وغیرہ کا قصد کرے جو حل میں ہے۔ لہذا اس پر احرام واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے صرف ایک میقات پار کرنے کا قصد کیا ہے“ (عنایلی ہاشم فی فتح القدر ۲/۳۳۳)۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی میقات سے بغیر احرام آگے بڑھنا حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ دو میقات کو پار کرنے کی توجیہ قبول کی جائے یا نہ کی جائے، اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ جب کوئی شخص آفاقی ہو یا مکی، اپنی میقات سے آگے نکل گیا تو اس پر احرام لازم ہو گیا۔

یہ ساری تفصیلات امام ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق تھیں، لیکن امام شافعی اس شخص کے لئے بلا احرام، حدود حرم میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو، گویا احرام ان کے نزدیک حج یا عمرہ کے قصد کے ساتھ مخصوص ہے۔

امام شافعی کا استدلال فتح مکہ کے واقعہ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے تھے، مگر اس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا اور اسی دن کے ساتھ خاص تھا، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں خود ہی ارشاد فرما دیا۔

”إن مكة حرام حرّمها الله تعالى يوم خلق السموات والأرض وإنها لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدى و إنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما إلى يوم القيامة“۔

(بیشک مکہ حرام ہے، اللہ نے اس کو اسی وقت سے حرام کر رکھا ہے جب آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا، مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا، نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے حلال ہوا تھا، پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لئے لوٹ آئی)۔

بہر حال جہاں تک دلائل کا تعلق ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک نہایت قوی ہے مگر دفع حرج اور رفع مضرت کے لئے باقتضائے ضرورت و حاجت امام شافعیؒ کا مسلک اختیار کیا جاسکتا ہے، جو صرف ارادہ حج و عمرہ کے وقت میں احرام کے وجوب کا ہے۔

۲- بار بار حد و حرم میں آنے والوں کے احکام

ایسے لوگ جنہیں تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم کی کے اندر آمد و رفت کرنی ہوتی ہو، ان کے معاملے میں مسلک شوافع پر عمل کیا جائے، دفعاً للحرج و دفعاً للمشقة۔

۳- مکی حج کے مہینوں میں میقات سے باہر جانا

افتر کارحجان اس مسئلہ میں دم کے عدم لزوم کی طرف ہے اور اس کی وجہ وہ ضرورت

و حاجت ہے جو سوال میں درج کی گئی ہے، یہاں بھی امام شافعی کے مسلک پر عمل کرنا چاہئے۔ جن لوگوں کو بار بار حد و حرم میں آنا جانا پڑتا ہو یعنی داخل میقات رہنے والوں پر قیاس کرتے ہوئے حرج و مشقت سے بچانے کے لئے باقتضائے حاجت و ضرورت بلا احرام آنے جانے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

”جو لوگ میقات کے اندر (یعنی مکہ اور میقات کے درمیان) رہتے ہوں، انہیں اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے، اس لئے کہ انہیں مکہ میں بہت داخل ہونا پڑتا ہے اور ہر مرتبہ احرام واجب کرنے میں کھلا ہوا حرج ہے، لہذا وہ اہل مکہ کی طرح ہو گئے جنہیں اپنی حاجت کے لئے مکہ سے نکلنا اور مکہ میں داخل ہونا بلا احرام جائز ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب حج یا عمرہ کا اردہ ہو، اس لئے کہ وہ کبھی کبھی ہوتا ہے لہذا اس میں کچھ حرج و مشقت نہ ہوگی۔“

۴- مکی کے لئے تمتع اور قرآن

مکی کے لئے قرآن و تمتع نہیں ہے، یہ دونوں صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے ہیں۔

درمختار میں ہے:

”والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط ولو قرن أو تمتع جاز وأساء و علیہ دم جبر“ (درمختار ۲/۲۱۳، نیز دیکھئے: معلم الحجج ۲/۲۱۵، ۲۱۷)۔

(مکی اور جو اس کے حکم میں ہے وہ صرف انفرادی کرے گا، اگر قرآن کرے یا تمتع کرے تو جائز ہے، مگر اس نے برا کیا، اس پر دم جبر ہے)۔

البحر الرائق میں ہے:

”تحفہ میں صراحت ہے کہ مکی کا تمتع اور قرآن صحیح ہے، غایتہ البیان میں تحفہ سے نقل کیا

گیا ہے کہ اگر وہ لوگ تمتع کریں تو جائز ہے، لیکن انہوں نے برآکیا اور ان پر دم جبر واجب ہے، ایسے ہی اسپجابی نے ذکر کیا ہے، پھر انہوں نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اس دم سے کھانا مباح نہ ہوگا اور اگر وہ لوگ تک دست ہوں تو روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا، اس سے پتہ چلا کہ فقہائے حنفیہ کے قول ”لا تمتع ولا قران“ سے مراد حلت کی نفی ہے، صحت کی نفی نہیں، اسی لئے اگر کسی تمتع یا قران کر لے تو دم جبر واجب ہوتا ہے اور دم جبر واجب ہونا صحت کی فرع ہے“ (البحر الرائق ۳/۶۵)۔

۵- تمتع آفاقی کا مزید عمرے کرنا

آفاقی جو کہ تمتع کر رہا ہو، اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کے احرام سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے، معلم الحج میں ہے:

”ومتتمع ایک عمرہ کے بعد دوسرے حج سے پہلے کر سکتا ہے۔“

معلم الحج کے حاشیہ پر ہے:

”لباب میں ہے کہ حج سے پہلے عمرہ نہ کرے، ملا علی قاری نے شرح میں کہا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ کئی کو صرف عمرہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، حالانکہ سابق میں گذرا کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ کئی کے لئے صرف تمتع اور قران ممنوع ہے اور یہ تمتع آفاقی ہے جسے عمرہ کی ممانعت نہیں ہے، لہذا اسے عمرہ کا تکرار جائز ہے، اس لئے کہ وہ طواف کی طرح عبادت مستقلہ ہے“ (معلم الحج ۲۲۱)۔

۶- رمی جمار میں نیابت کا مسئلہ

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

”جو شخص خود رمی کرنے سے عاجز ہو اسے نائب بنانا جائز ہے، یہ عاجزی خواہ مرض کی وجہ سے ہو یا قید یا بڑھاپے یا عورت کے حمل کی وجہ سے۔ لہذا مریض کے لئے نائب بنانا ایسی

علت کی وجہ سے جائز ہے جس کے اچھا ہونے کی، رمی کا وقت ختم ہونے سے پہلے امید نہ ہو، اور مجبوس اور کبیر اسن اور حاملہ اپنی طرف سے سارے حمرات کی رمی کے لئے وکیل بنا سکتے ہیں نیز کئی شخصوں کی طرف سے بھی وکیل بنا جائز ہے، مگر یہ کہ وکیل سب سے پہلے خود رمی کرے، پھر نیابت والی رمی کرے“ (۱۸۳/۱، دیکھئے: معلم الحجاج، ۱۸۴)۔

رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور حمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر حمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے، دوسرے سے رمی کر سکتا ہے..... اگر معذور کا عذر دوسرے سے رمی کرانے کے بعد رمی کے وقت میں زائل ہو گیا تو دوبارہ خود رمی کرنا ضروری نہیں (معلم الحجاج، ۱۸۴، ۱۸۵)۔

ہجوم و ازدحام عذر ہے یا نہیں؟ اور عورت و مرد سب کے لئے عذر ہے یا کسی ایک کے لئے ہے، یا کسی کے لئے نہیں۔

عبارات فقہیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ازدحام کو کسی کے لئے عذر نہیں مانا گیا، نہ عورتوں کے لئے نہ مردوں کے لئے، چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت گزری، اس میں ائداز میں ازدحام کا کوئی تذکرہ نہیں، معلم الحجاج میں بھی کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ اس کے برعکس یہ عبارت موجود ہے:

”مسئلہ: عورت کی طرف سے کسی دوسرے کا نائب بن کر ہجوم کی وجہ سے رمی کرنا جائز نہیں، اگر ہجوم کے خوف سے عورت نے رمی نہیں کی تو نذ یہ واجب ہوگا (یہ لفظ نذ یہ کے بجائے ”دم“ ہونا چاہئے)۔“

اگر عورت دسویں تاریخ کو سورج نکلنے سے پہلے اور گیارہویں و بارہویں کو سورج غروب ہونے کے بعد رات میں ہجوم کے خوف سے رمی کرے تو مکروہ نہیں، اسی طرح ضعیف اور

کنزور کا حکم ہے، ان کے علاوہ اور لوگوں کے لئے مکروہ ہے“ (معلم الحجج، ۱۸۶، ۱۸۷)۔
اسی طرح کی بات حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری
نے لکھی ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ۱/۵۵۳، فتاویٰ رحمیہ ۵/۲۳۵)۔

احقر کی ادنیٰ رائے یہ ہے کہ بالکل یہ ترک کو موجب دم نہ ماننے کے بجائے ازدحام کو
نیابت کا عذر مان لیا بہتر ہے، کیونکہ نائب کا فعل منوب عنہ کا فعل مانا جاتا ہے، علاوہ ازیں
ہمارے زمانہ میں رمی میں جو ازدحام ہوتا ہے اور جس میں دن بہ دن شدت آتی جا رہی ہے اس
میں رات میں رمی کرنا بھی دشواریاں ہی پیدا کرے گا، کیونکہ اس سے ترتیب کے مسائل بھی پیدا
ہوں گے جو رمی، ذبح اور حلق کے درمیان واجب ہے، کیونکہ احقر کی معلومات کے مطابق رات
میں مذبح بند ہو جاتا ہے، گویا ذبح کا کام ۱۱ ارزی الحجج کو ہی ہو پائے گا جبکہ حلق کے بعد طواف
زیارت کرنا ہے جو کہ ۱۰ ارزی الحجج کو ہی افضل ہے اور پھر ۱۰ رکوعی منیٰ واپس آ کر رات گزارنی
چاہئے۔

یہ ایسی مشکلات ہیں جن پر قابو پانا احقر کے خیال میں بہت دشوار ہوگا، اس لئے
عورتوں کے حق میں ازدحام کو عذر تسلیم کر لیا چاہئے، اور نیابت کی گنجائش ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم

۷۔ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حکومت کی طرف سے روک دیا جانا
علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

”اکثر فقہاء کے نزدیک احصار، رکاوٹ کا نام ہے، خواہ کسی خوف سے ہو یا مرض سے
یا عاجزی سے یا دشمن کی وجہ سے ہو، اسی کو کشاف نے اختیار کیا ہے اور مغرب میں ہے کہ حصر
رکاوٹ کا نام ہے باب طلب سے، کہا جاتا ہے: أحصر الحاج، جب اسے خوف یا مرض نے
اس کا حج یا عمرہ پورا کرنے سے روک دیا ہو اور جب کوئی بادشاہ یا مانع قاہر، قید میں یا کسی شہر میں
روک دے تو کہا جاتا ہے: حصر، یہی مشہور ہے، اور شریعت میں قوف عرفہ اور طواف سے

روک دیئے جانے کا نام احصار ہے“ (البحر المرقوم ۳/۵۳)۔

حج میں قوف عرفہ اور طواف زیارت رکن ہیں، عمرہ میں طواف رکن ہے اور سعی واجب ہے، رکن کی ادائیگی میں خواہ وہ حج ہو یا عمرہ، رکاوٹ پڑ جانے میں احصار کا حکم عائد ہوتا ہے (رد المحتار ۲/۲۵۲)۔

سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکی جنہیں حج و عمرہ کے لئے حکومت کی اجازت لینا ہوتی ہے اور بلا اجازت حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے اور پکڑ لئے جانے پر واپس کر دیئے جاتے ہیں وہ محصر کے حکم میں ہیں، اگر ان کا احصار زائل ہو سکے تو وہ درج ذیل صورتوں کے مطابق اپنے احرام سے باہر آسکتے ہیں:

۱- اگر صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو ایک قربانی (بکری، خسی، دنبہ وغیرہ) کی قیمت حرم میں بھیج دیں، اگر قارن ہوں تو دو قربانیاں یا ان کی قیمت حرم میں بھیج دیں، اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور خرید لیا جائے، یہ قربانی حرم میں کسی جگہ ذبح کر دی جائے، کو ۱۰ رزی الحج سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، البتہ جانور یا قیمت بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح کا دن اور وقت مقرر کر دیں تاکہ اس دن اور اس وقت سے یہ لوگ اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگیں، جانور ذبح ہوتے ہی ان لوگوں کا احرام ختم ہو جائے گا، خواہ بال کٹوائیں یا نہ کٹوائیں۔

۲- جس نے حج کا احرام باندھا تھا وہ ایک حج اور عمرہ کی قضا کرے گا، جس نے قرآن کا احرام باندھا تھا وہ دو عمرہ اور ایک حج کی قضا کرے گا، جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ صرف ایک عمرہ کی قضا کرے گا (رد المحتار ۲/۲۵۲)۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

مذکورہ تینوں چیزوں کے درمیان متمتع اور قارن کے لئے ترتیب واجب ہے، پہلے حمرۃ العقبة کی رمی کرے، پھر قربانی کرے، اس کے بعد سر منڈوائے۔

ردالمحتار میں ہے:

”تینوں میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے رمی پھر ذبح پھر حلق، تمہارے قول رذح کے حروف کی ترتیب پر، البتہ طواف کی ترتیب کسی شیئی پر واجب نہیں، منفر د پر چونکہ قربانی واجب نہیں ہے، اس لئے اس پر ترتیب رمی اور حلق کے درمیان واجب ہوگی، جیسا کہ ہم واجبات حج میں بیان کر چکے ہیں۔“

اگر متمتع اور قارن نے مذکورہ تینوں چیزوں کے درمیان ترتیب کی رعایت نہ کی تو دم ہوگا۔

”واجب ہوتا ہے دم رمی کے بعد، حلق سے پہلے، پس اگر حلق رمی سے پہلے کرائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہوگا“ (فتح القدیر ۲/۳۱۷)۔

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ عمومی اعذار مسائل میں گنجائش پیدا کرتے ہیں، لہذا سوال کے اندر جو صورت حال درج کی گئی ہے انہیں عمومی عذر مانا جائے گا اور علامہ ابن عابدین ثامی کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہوئے ترتیب کے عدم وجوب اور دم کے سقوط کا حکم دیا جائے گا۔

”لو ترک شینا من الواجبات بعذر لا شیء علیہ علی ما فی البدائع“ (رد المحتار ۲/۳۱۷، البتائات)۔

(اگر واجبات میں سے کوئی کسی عذر کی وجہ سے چھوڑ دے تو اس پر کچھ نہیں ہے جیسا کہ بدائع میں ہے)۔

”یہ اس باب میں واجب کے ترک کا حکم ہے، یعنی بلا عذر ترک پر دم واجب ہوگا اور عذر سے چھوڑنے پر مطلقاً اس پر کچھ نہ ہوگا“ (رد المحتار ۲/۳۲۵)۔

۹- حج بدل میں تمتع

آج کے دور میں ہندوستان سے جو حجاج جاتے ہیں، اگر حج سے پہلے پہنچ جانے کا

امکان ہوتا ہے تو وہ عام طور پر حج تمتع کرتے ہیں، یہ چیز تہاجج کے عرف و عادت اور تعامل میں داخل ہو چکی ہے، اگر کسی کو حج کے لئے بھیجتے ہیں تو بھی یہی تصور رہتا ہے کہ ہمارے ہی انداز میں یہ بھی حج کرے، اگر موقع ملے تو پہلے عمرہ کرے، پھر حج کرے، ورنہ حج کرے، پھر عمرہ کرے۔

لہذا جہاں حج بدل میں آمر نے کوئی صراحت نہ کی ہو وہاں اسی اذن عموم اور اختیار پر محمول کیا جائے گا بشرطیکہ حج سے پہلے والا عمرہ، آمر ہی کی طرف سے کیا ہو، عرف و عادت کی دلیل کی وجہ سے اور جہاں آمر نے صراحت کر دی ہو وہاں اس صراحت پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

الف- حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

ب- صریح اجازت نہ ہو لیکن عرف و تعامل اسی طرح کا بن چکا ہو تو بھی حج تمتع کر سکتا

ہے (احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۲۳)۔

ج- آمر سے تمتع کی صریح اجازت نہیں لی، لیکن حج بدل کرنے والے کو ظن غالب ہے کہ آمر اس کی اجازت دیدیتا، تو ایسی صورت میں بھی احقر کے خیال میں تمتع کرنے کی گنجائش ہے۔

د- احسن الفتاویٰ کا یہ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: حج بدل کرنے والا آمر ان کرے یا تمتع یا فراء، بینوا تو جروا۔

جواب: اس کو فراء اور کرنا چاہئے، آمر کی اجازت سے تمتع فراء بھی کر سکتا ہے، مگر دم شکر مامور پر ہوگا، اگر آمر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز ہے، اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع فراء و دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحتاً اذن ضروری نہیں، لہذا صراحتاً اذن حاصل کر لینا بہتر ہے (احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۲۳)۔

ھ- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی نے جوہر الفقہ (۱/ ۵۰۸، ۵۱۶) میں اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے، پھر خلاصہ بحث کے تحت موجودہ زمانہ میں حج و عمرہ میں حکومت کی سخت پابندیوں اور قوانین کی بندشوں کے باعث تمتع کر لینے کی گنجائش لکھی ہے (جوہر الفقہ ۱/ ۵۱۶، حج بدل کے احکام)۔

و۔ اگر میت نے حج کی وصیت کی تھی اور وہ ایسی جگہ کا باشندہ تھا جہاں کا عرف و تعامل اذن عمومی و اختیار کا ہو تو عدم صراحت کی صورت میں اذن عمومی و اختیار پر محمول کیا جائے گا، اور صراحت کی صورت میں صراحت کے مطابق عمل لازم ہوگا۔

اگر حج کی وصیت نہیں کی تھی اور وارث یا غیر وارث حج کر رہا ہے تو اسی وارث یا غیر وارث کے یہاں کے عرف و تعامل کا اعتبار ہوگا۔

۱۰۔ حیض و نفاس والی عورت کے طواف زیارت کا مسئلہ

جس مرد یا عورت نے حدث اصغر یا حدث اکبر کے ساتھ طواف زیارت کر لیا ہو اس کے احکام تفصیل کے ساتھ ہدایہ میں یوں بیان کئے گئے ہیں:

”افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں رہے طواف کا اعادہ کر لے اور اس پر ذبح نہیں ہے، بعض نسخوں میں ہے کہ اس پر اعادہ لازم ہے، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ حدث میں اعادہ کا حکم استحباباً ہوگا اور جنابت میں ایجاباً ہوگا، اس لئے کہ جنابت کی وجہ سے نقصان بہت زیادہ ہے اور حدث میں کم ہے، پھر اگر حالت حدث میں طواف کرنے کے بعد اعادہ کیا ہو تو اس پر ذبح نہیں ہے اگر چہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو، اس لئے کہ اعادہ کے بعد صرف شبہ نقصان باقی رہا۔ اگر حالت جنابت میں طواف کرنے کے بعد اعادہ کیا ہو یا نحر میں تو اس پر کچھ نہیں ہے کیونکہ اس کے وقت میں اعادہ کیا، اور اگر ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا جیسا کہ ان کا مذہب معروف ہے۔ اگر اپنے گھر لوٹ گیا اور جنابت کی حالت میں طواف کیا تھا تو اس پر لازم ہے کہ لوٹ کر آئے کیونکہ نقصان کثیر ہے لہذا نقصان کی تلافی کے لئے اسے لوٹنے کا حکم ہوگا اور احرام جدید کے ساتھ لوٹے، اگر نہیں لوٹا اور بدنہ بھیج دیا تو بھی کافی ہو جائے گا جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ وہ نقصان کو دور کرنے والا ہے، مگر یہ کہ افضل لوٹنا ہی ہے (ہدایہ ۱/۲۷۳، باب الجنایات، فتاویٰ مالگیری ۱/۲۳۶)۔“

مذکورہ عبارات سے اس عورت کا مسئلہ بالکل واضح ہے کیونکہ جنبی اور حائضہ و نفساء کا حکم ایک ہی ہے جب جنبی کا حکم آ گیا تو حیض و نفاس والی عورت کا حکم بھی آ گیا۔

البتہ سوال نامہ کی شقوں کا جواب الگ الگ درج ذیل ہے:

الف - ایسی عورت کے لئے اجازت ہے کہ وہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے، لیکن غسل کرے اور حفاظتی کپڑا وغیرہ باندھ لے۔

ب - حیض و نفاس کی حالت میں ہی طواف زیارت ادا کرے اور دم دے دے، رکن ادا ہو جائے گا۔

یہ مسئلہ ایسا ہے کہ مذکورہ اعذار کی بنیاد پر غیر حنفیہ بھی مسلک حنفیہ کی پیروی پر مجبور ہیں۔ احقر کا خیال یہ ہے کہ اس مجبوری اور اضطرار کی حالت میں جب حیض و نفاس والی عورت طواف زیارت کرے تو ان احتیاطی تدابیر کا خیال رکھے۔

ج - دم میں بکری کافی نہ ہوگی، بدنہ دینا ہوگا جیسا کہ تفصیلات بالا سے ظاہر ہے، مزید البحر الرائق میں ہے:

”بدنہ واجب ہوگا، اگر رکن والا طواف حالت جنابت میں کرے، ایسے ہی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، اس لئے کہ جنابت انفلط ہے، لہذا اس کے نقصان کا تدارک بدنہ سے ہوگا جنابت اور حدث کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہوئے، اور حیض و نفاس جنابت کی طرح ہیں“ (البحر الرائق ۱۸/۳)۔

د - یہ دم اور ہر قسم کا دم حدود حرم میں ذبح کیا جائے گا (معلم الحجاج ۲/۶۳)۔

۱۱ - سفر حج یا عمرہ میں کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جانا

عورت یا مہدت میں حج یا عمرہ نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے:

”عورت پر حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اس پر کسی طرح کی عدت نہ ہو، ردالمحتار میں ہے کہ ابن امیر الحاج نے ذکر کیا ہے کہ یہ شرط ادا ہے، اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ کسی

عدت کے نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہ عدت وفات ہو، نہ عدت طلاق بائن، نہ عدت طلاق رجعی، کیونکہ یہ سب عدتیں سفر سے مانع ہیں۔ اگر یہ عدتیں سفر کے دوران پیش آجائیں تو اگر طلاق رجعی ہو تو شوہر اس کو جدا نہ کرے اور بائن ہو تو اگر عورت کے شہر اور مکہ کے درمیان مدت سفر سے کم ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اپنے شہر جائے یا مکہ جائے اور اگر ایک طرف مدت سفر ہو، دوسری طرف مدت سفر نہ ہو، تو دوسری طرف جانا متعین ہو گیا۔ اگر دونوں طرف مدت سفر ہو تو اگر کسی شہر میں ہو تو وہیں ٹھہر جائے، عدت ختم ہونے تک وہاں سے نہ نکلے اگرچہ کوئی محرم مل جائے، صاحبین کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اگر کسی گاؤں یا جنگل میں ہو اور اپنے کو محفوظ و مامون نہ سمجھتی ہو تو امن کی جگہ پہنچ کر رک جائے، وہاں سے عدت ختم ہونے تک نہ نکلے اگرچہ محرم موجود ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک، صاحبین کہتے ہیں کہ محرم موجود ہو تو نکل سکتی ہے“ (در مختار ۲/۱۵۹)۔

یہ عورت محصر مانی جائے گی اور حصار کے احکام اس پر صادق آئیں گے۔

ردالمحتار میں باب الاحصار کے تحت ہے:

”زاد فی اللباب مما یکون بہ محصرًا أمور آخر منها العدة“ (رد المحتار

۲/۲۵۳)۔

مختہ الخالق علی البحر الرائق میں ہے:

”اگر عورت حج فرض کا احرام باندھے اور اس کے ساتھ محرم نہ ہو اور شوہر نے اسے منع

کر دیا ہو یا راستہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا ہو یا اس کے محرم کا انتقال ہو گیا ہو اور یہ عورت ابھی احرام میں ہو، اگرچہ نفل حج کا احرام ہو، وہ بغیر ہدی ذبح کئے حلال نہیں ہو سکتی“ (مختہ الخالق علی البحر

الرائق ۳/۵۲)۔

۱۲- دو شہروں کی آبادیوں کا اتصال اور سفر و اقامت کے احکام

اس سلسلے میں چند عبارات فقہیہ عربی وارد ہیں احقر کی نظر سے گزری ہیں، پہلے انہیں

نقل کرتا ہوں، پھر نفس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔
البحر الرائق میں ہے:

”فإن كانت في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصر وفي القديم كانت متصلة بالمصر لا يقصر الصلاة حتى يجاوز تلك المحلة كما في الخلاصة“ (البحر الرائق ۲/ ۱۳۷)۔

(جس جانب سے نکلا ہے اس جانب شہر سے متصل کوئی محلہ ہو اور زمانہ قدیم میں وہ شہر سے متصل تھا، تو نماز قصر اس وقت تک نہیں پڑھے گا جب تک اس محلہ سے پار نہ ہو جائے، ایسے ہی خلاصہ میں ہے)۔

لیکن علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ اس محلہ کا آباد ہونا ضروری ہے، اگر وہ آباد نہ ہو، اس میں رہائش نہ ہو، یا وہ کھیت و باغ بن چکا ہو، تو اگرچہ کسی زمانہ میں شہر کے متصل ہونے کی وجہ سے شہر میں داخل تھا اور اس سے آگے بڑھے بغیر قصر کی گنجائش نہ تھی، مگر اب جب شہر سے الگ ہو چکا اور غیر آباد بن چکا ہے تو قصر کے لئے اس سے آگے بڑھ جانا ضروری نہ ہوگا، بلکہ متصل ہو تو بھی ضروری نہ ہوگا (رد المحتار علی الدر المختار ۱/ ۵۷۸)۔

الفقه الاسلامی وادلتہ میں ہے:

”اگر شہر کے کئی محلے ہوں، ہر محلہ ایک دوسرے سے الگ ہو جیسے زمانہ ماضی میں بغداد تھا۔ پس جب اپنے محلہ سے نکل جائے تو اس کے لئے قصر مباح ہو جائے گا، محلہ والوں سے الگ ہو جانے کے بعد، اور اگر سب محلے ایک دوسرے سے متصل ہوں جیسے آج کے شہروں کے محلے، تو اس وقت تک قصر نہ کرے جب تک سب سے جدا نہ ہو جائے، اور اگر دفتر مہی بستیاں ہوں اور ایک دوسرے سے مل گئی ہوں تو ایک بستی کے حکم میں ہوں گی، اور اگر ان دونوں کی عمارتیں متصل نہ ہوئی ہوں تو ہر بستی مستقل حکم رکھے گی“ (الفقه الاسلامی وادلتہ ۲/ ۳۳۱)۔

اسی مفہوم کی عبارت المغنی میں بھی موجود ہے (المغنی وشرح الکبیر ۲/ ۹۸، نیز دیکھئے: مفتی رشید

۱۔ صاحب کتاب احسن الفتاویٰ ۳/ ۷۳، ۷۴)۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شہروں، گاؤں، قصبوں کی حدود حکومت متعین کرتی ہے، بعض اوقات حکومت کی مقرر کردہ حد سے پہلے آبادی ختم ہو جاتی ہے کبھی بڑھ جاتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی مقامات کو شامل کر کے حکومت کوئی ایک نام دیتی ہے۔

لہذا سفر و اقامت اور قصر و اتمام کا حکم درج ذیل امور کے تحت ہوگا:

۱۔ کسی شہر یا گاؤں کی حدود اربعہ جو حکومت نے متعین کئے ہوں ان کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ آباد مقامات کا اعتبار ہوگا، خواہ وہ چھوٹی بڑی ہوں، لہذا ان کی حدود سے نکلنے پر سفر کا اور ان کی حدود میں داخل ہونے میں مقیم ہونے کا حکم ہوگا۔

۲۔ جن مختلف آبادیوں کو ملا کر حکومت نے کسی ایک آبادی کا نام دے دیا ہو، اس آبادی کے مقامات سے نکلنے پر سفر کا اور اس آبادی میں داخل ہونے پر مقیم ہونے کا حکم ہوگا۔

۳۔ لیکن اگر کسی آبادی کا نام نص سے ثابت ہو اور اس کی کوئی مخصوص وجہ بھی ہو تو حکومت کا اسے کسی آبادی کے تحت لانا اور کسی بڑی آبادی کے ماتحت بنانا، اس کی الگ حیثیت کو ختم نہ کرے گا۔

لہذا سوال میں درج صورت حال میں اولاً تو حکومت نے منیٰ کو مکہ مکرمہ میں داخل کر کے دونوں آبادیوں کو مکہ مکرمہ کا نام نہیں دیا، دوم دونوں آبادیاں نصاً الگ الگ ہیں۔ لہذا اتصال آبادی کے باوجود دونوں آبادیاں الگ الگ مانی جائیں گی، اور دونوں جگہ ملا کر مدت اقامت ۱۵ یوم ہو جائے تو بھی مقیم ہونے کا حکم نہ ہوگا۔

۱۳۔ ایسے امام کی اقتداء جو نماز وتر میں دو رکعات پر سلام پھیر دیتا ہو

امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرے، لیکن جب دو رکعت پر امام سلام پھیرے تو یہ نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو کر تیسری رکعت پڑھے۔

البحر الرائق میں ہے:

”حنفی کا وتر میں ایسے شخص کی اقتداء کرنا جائز نہیں جو دو رکعت پر سلام پھیر دے، لیکن ابو بکر رازی نے اسے جائز کہا ہے، اور بقیہ وتر اسی کے ساتھ پڑھے، اس لئے کہ اس کا امام اس کے نزدیک اپنے سلام سے نماز کے باہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ بھی ہے، جیسے اگر کسی ایسے امام کی اقتداء کرے جسے نکسیر پھوٹی ہو، مشائخ کا حنفی کے لئے وتر میں شافعی امام کی اقتداء کے صحیح ہونے میں یہ شرط لگانا کہ فصل نہ کرے بالاتفاق اقتداء کے صحیح ہونے کا فائدہ دیتی جبکہ فصل نہ کیا ہو“۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

”و معنی کونہ لم یخرج بسلامہ أن سلامہ لم یفسد وترہ لأن ما بعدہ
یحسب من الوتر فکأنہ لم یخرج منه“ (رد المحتار ۱/۳۹۳)۔

(اپنے سلام سے نماز سے باہر نہیں ہوا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سلام نے اس کی وتر کو فاسد نہیں کیا، اس لئے کہ اس کے بعد والا حصہ بھی وتر میں ہی شمار ہوگا، پس گویا وہ نماز سے باہر نہیں ہوا)۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی ✽

حج اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے، لیکن اس کے مسائل کثیر الجہات اور کثیر الاختلافات ہیں، حالات کے تغیر نے ان کو مزید گہرا اور پیچیدہ بنا دیا ہے اور ضرورت متقاضی ہے کہ ان کا حل تلاش کیا جائے، ذیل میں ایسے چند مسائل کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱- اس مسئلہ میں علامہ عینی نے یہ تفصیل نقل کی ہے:

”علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ابن قسار نے کہا کہ امام شافعی و مالک کے اقوال حج و عمرہ کا ارادہ نہ کرنے والے شخص کیلئے مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کے جواز میں مختلف ہیں۔ کبھی تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں، مکہ کی خصوصیت اور دوسرے شہروں سے (حکم میں) اس کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے، البتہ مکہ اور اس کے قریب کے شہروں جدہ، عسفان، طائف سے ایندھن لا کر فروخت کرنے والوں کے لئے کثرت آمد و رفت کی وجہ سے بلا احرام داخلہ درست ہے، یہی بات امام ابوحنیفہ اور امام لیث بھی فرماتے ہیں اور اس بناء پر ان پر دم بھی واجب نہیں، مدونہ میں اس کی صراحت ہے اور کبھی امام مالک و امام شافعی نے فرمایا کہ احرام کے ساتھ داخلہ صرف مستحب ہے واجب نہیں۔“

میں کہتا ہوں کہ زہری، حسن بصری اور ایک قول میں شافعی اور ایک روایت میں امام مالک اور ابن وہب اور داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظواہر کا مذہب یہ ہے کہ بغیر احرام مکہ میں

داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، اور عطاء بن ابی رباح، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، اور ایک روایت میں امام مالک اور یحییٰ ان کا صحیح قول ہے اور مشہور روایت کے مطابق امام شافعی، امام احمد، ابو ثور اور حسن بن حی کا مذہب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے جس کی رہائش میقات کے باہر کے شہروں میں ہو یہ درست نہیں کہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو، اگر وہ بلا احرام داخل ہو گیا تو اس نے برا کیا، پھر بھی امام شافعی اور ابو ثور کے نزدیک اس پر دم واجب نہیں، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں اس پر حج یا عمرہ واجب ہے“ (عمدة القاری ۱۰۹/۵)۔

اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے دلائل جو بلا احرام مکہ میں داخلہ کو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین کے استدلال کے جوابات کی بہتر تفصیل مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے جمع کر دی ہے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلا احرام داخلہ کا عدم جواز ہی راجح ہے۔

۲- حدود میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے تو مکہ میں بلا احرام داخلہ کی عام اجازت ہے۔ شیخ عبدالغنی الدمشقی لکھتے ہیں:

” (ومن كان منزله بعد المواقيت) أي داخلها وخارج الحرم (فوقته) للحج والعمرة (الحل) ويجوز لهم دخول مكة لحاجة من غير إحرام“ (المباب فی شرح الكتاب ۱۸۰/۱)۔

”قال محمد وبهذا نأخذ الخ“ (مؤطا مجمر ۲۲۰)۔

البتہ میقات کے باہر رہنے والوں کے لئے جمہور کے نزدیک بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں، لیکن اگر مختلف ضروریات کے لئے انہیں کثرت سے حدود حرم میں آنا جانا پڑتا ہے تو وہ احرام کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ”إلا الخطابين ومن قرب منها مثل جدة وعسفان والطائف لكثرة تردد هم إليها وبه قال أبو حنيفة والليث وعلي هذا فلا دم عليه“ (عمدة القاری ۱۰۹/۵)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ورخصوا للحطابین ومن یكثر دخولهم
ولمن خرج منها یرید بلده ثم بدا له أن یرجع كما صنع ابن عمر“ (الذہبی
الحجۃ ۲۱۹)۔

ایندھن فرخت کرنے والوں اور جو لوگ کثرت سے داخل ہوتے ہوں اور جو مکہ سے
باہر نکل جائیں اپنے شہر جانے کا ارادہ کر کے پھر ان کو واپسی کا خیال ہو جائے تو ان سب لوگوں
کے لئے فقہاء نے رخصت دی ہے، حضرت ابن عمر کا واقعہ بخاری نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے
بلا احرام داخلہ پر استدلال کیا ہے (بخاری ۲۳۹۱)۔

لیکن امام محمد نے کچھ تفصیل نقل فرمائی ہے: ”حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر
حتى إذا كان بقديد جاءه خبر من المدينة فرجع فدخل مكة بغير إحرام“۔
(حضرت ابن عمر نے عمرہ کیا یہاں تک کہ مقام قدید تک پہنچ گئے تو انہیں مدینہ سے
(فتنہ برپا ہوجانے کی) خبر ملی، تو واپس لوٹ گئے پھر مکہ میں بغیر احرام داخل ہوئے)۔

معلوم ہوا کہ میقات سے باہر چلے جانے اور پھر واپس مکہ لوٹنے کی مذکورہ بالا صورت
میں بھی احرام کی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کی ضرورت کثرت آمد و رفت ہو جیسے ٹیکسی
ڈرائیور، تجارتی سامان لانے والے اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹ یا غلہ اناج منتقل کرنے والے یا
جن کی مکہ میں زمین جائیداد ہو جس کے لئے بار بار آنا جانا پڑے (عمدة القاری ۳۹۹) تو چونکہ ان
کے لئے احرام کی پابندی میں مشقت ہے اس لئے وہ احرام سے مستثنیٰ ہوں گے، اس کے علاوہ یہ
بھی ہے:

”اگر ایسے لوگوں پر احرام واجب قرار دیا جائے تو بات یہاں تک پہنچے گی کہ ساری عمر
انہیں حالت احرام میں رہنا ہوگا“ (عمدة القاری ۳۹۹)۔

۳۔ تمام علماء حنفیہ کے نزدیک مکی کے لئے اشہر حج میں عمرہ کرنا درست نہیں۔ حافظ
ابن ہمام کو مکی کے قرآن اور تمتع کے سلسلہ میں تردد رہا کہ وہ عمرہ کر کے گنہگار ہوگا یا عمرہ بالکل ہی

درست نہیں یا عمرہ درست ہے؟ پھر انہوں نے اولاً نسا و کوراج قرآنیاً پھر بطلان کا قول اختیار کیا اور فرمایا: ”إنه مقتضى كلام الأئمة وكلامهم أولى بالاعتبار“ (کلام ائمہ کا یہی تقاضا ہے اور انہیں کے کلام کا اعتبار کرنا زیادہ بہتر ہے)۔

البتہ صاحب تحفہ، وغایۃ البیان، والعنایہ، والسراج وشرح الاسیجانی علی مختصر الطحاوی نے صحت مع الکرہت کو اختیار کیا، لیکن بقول علامہ شامی بعد میں ابن ہمام نے صاحب بحر ونہر ولسخ و اشربلای والقاری کی طرح اس کی مخالفت کی۔ مگر خود علامہ شامی نے ”رد المحتار“ میں مکی کے تمتع کو باطل قرآنیاً، اور اس کے قرآن کو مع الکرہت جائز قرآنیاً، اور فرمایا صاحب بدائع کے کلام سے یہی مستنبط ہوتا ہے پھر اسی موقف کو انہوں نے صراحتہ نہایہ اور اسرار دوسری میں دیکھا (شامی کے مطابق قرآن مع الکرہت اتریمہ درست ہے اور اس پر دم جبر ہے نہ کہ دم شکر)۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے فرمایا:

”بس یہی میرے نزدیک حق ہے کیونکہ دلیل اس کی موافقت کرتی ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ امام صحیح (مکہ میں تامل) تمتع کے لئے مبطل ہے قرآن کے لئے نہیں، لیکن امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ مکی کے لئے بھی تمتع اور قرآن دونوں درست ہیں“ (سارف السنن ۶، ۵۹، ۶۰)۔

۳۔ اگر کسی شخص ان لوگوں میں ہے جو کثرت آمد و رفت کرتے ہیں تو اس پر احرام کی کوئی پابندی نہیں اور اگر اتفاقی ضرورت کی بنا پر میقات سے باہر جانا پڑا ہے تو اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ بلا احرام گزر جائے اور حج کا احرام کسی میقات پر واپس جا کر باندھے اور تلبیہ پڑھے، اس سے دم بھی ساقط ہو جائے گا اور ارتکاب مہی عنہ کا گناہ بھی ختم ہو جائے گا، کیونکہ وہ اس ارتکاب پر مجبور تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ میقات کے باہر سے واپس ہوتے وقت کسی مقام حل میں قیام کا قصد کرے، پھر مکہ میں داخل ہو جائے کیونکہ وہ اتفاقی کے حکم میں ہے جس کے لئے یہ حیلہ

درست رکھا گیا ہے (البحر الرائق ۲/۳۱۸، مجمع الخائق، علی ہاشم البحر ۲/۳۱۹، حسن الفتاویٰ ۳/۵۲۷، معلم الحجاج ۱/۹۳)۔

۵- متمتع آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے، کیونکہ یہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے (مجمع الخائق علی ہاشم البحر ۲/۳۶۶)۔

ایک سال کے اندر تکرار عمرہ کو امام اعظم اور امام شافعی نے مستحب قرار دیا ہے اور نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ (عرفہ سے یام تشریق) تک مکروہ بتایا ہے، امام ابو یوسف نے یوم الآخر کا استثنا کیا ہے، امام مالک نے ایک سال میں ایک سے زیادہ عمرہ کو مکروہ کہا ہے، امام احمد کے یہاں دس دن سے کم میں مکروہ ہے (سحارف السنن ۶/۳۲۳، ۳۲۴)۔

”إن شیخ الإسلام قال: إن العمرة بین العمرتین والإكثار من العمر إنہ مکروہ باتفاق السلف ولہذا لا ینبغی للإنسان أن یکررها دائما“ (دروس و فتاویٰ فی الحرم المکی ۱/۲۳۰، محمد بن صالح العثیمین)۔

دوسری جگہ خلاف سنت بتایا ہے:

”عمرہ کی تکرار کی اجازت جو بعض لوگوں کی طرف سے پائی جاتی ہے خلاف سنت ہے“ (دروس و فتاویٰ فی الحرم المکی ۱/۲۳۳)۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت درست ہے: ”وإن رمی عنہ أجزاء“ (کتاب الاصل

لا امام محمد ۲/۳۲۹)۔

ب- عمل رمی میں نیابت صرف مریض یا معذور کی طرف سے درست ہے۔

جہاں تک معذوری کی حد کا سول ہے تو اس سلسلے میں مفتی سعید احمد صاحب لکھتے ہیں:

”رمی کے بارے میں وہ شخص معذور اور مریض سمجھا جائے گا کہ جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی یا تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے

دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کر سکتا ہے“ (معلم ہجرت، ۱۸۵)۔

لیکن ازدحام (شدید بھیڑ) نیابت رمی کے لئے عذر نہیں ہے، مفتی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں:

”لیکن ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کر سکتا، خود نکتری مارے، نہ مار سکے تو دم واجب ہوتا ہے، رات کے وقت ازدحام نہیں ہوتا، رات کو موقع پا کر رمی کرے مگر یہ وقت مکروہ ہے لیکن معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے بلا کراہت درست ہے“ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۳۵، ۲۳۶)۔

۷۔ حکومت کی طرف سے غیر قانونی حج و عمرہ کرنے والوں کو واپس بھیج دینا بھی احصار کے حکم میں ہے، مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

”تیسرا قول یہ ہے کہ احصار کا حکم عام ہے زمانہ اور سبب کے اعتبار سے، لہذا احصار کا حکم ہر ایسی رکاوٹ کی وجہ سے ثابت ہو جائے گا جو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دے۔ جیسے مرض، دشمن کا خوف، ناگ ٹوٹ جانا، خرابیاں سفر کا گم ہو جانا اور اسی جیسے اسباب جو بیت اللہ پہنچنے سے مانع ہوں۔ یہی حضرت ابن مسعود کا قول ہے اور یہی روایت ابن عباس کی بھی ہے اور اسی کے قائل ہمارے حنفی حضرات ہیں، اور سب سے راجح قول تیسرا قول ہے“ (تعلیق المجتہد علی موطا صحیح، ۲۳۷)۔

اگرچہ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو فرمایا:

”فأما اليوم فهي دار الإسلام فلا يتحقق الإحصار فيها“ (آج وہ دار الاسلام ہے، لہذا اس میں احصار متحقق نہیں) (المبسوط للسرہنی، ۱۱۳)۔

لیکن امام ابو یوسف نے فرمایا:

”اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب مکہ پر دشمنوں کا غلبہ ہو جائے اور وہ حج یا عمرہ کرنے والے

اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو جائیں تو وہ محصر ہے“ (حولہ سابق)۔

اس کی تائید امام بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے واقعہ سے کی ہے، تاج بن یوسف کی ابن الزبیر کے خلاف لشکر کشی کے زمانے میں جب انہوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو ان سے عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے کہا:

”لا یضیر أن لا تحج العام إنا نخاف أن يحال بينك و بين البيت فقال... إن حیل بینی و بینہ فعلت کما فعل النبی ﷺ“ (بخاری ۲۳۳۱، نیز دیکھئے: عمرة القاری ۵/۳۸)۔

اس سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ ابن عمر کے نزدیک دارالاسلام میں مسلم بادشاہ کے ذریعہ بھی احصار متحقق ہے۔

علامہ عینی نے امام ابو یوسف کے نقل کے برخلاف تمام حنفیہ کا یہی قول قرار دیا ہے (عمرة القاری ۵/۳۸)۔

معارف السنن میں ہے:

”ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قربانی کا جانور بھیج دے اور اسی کے ذریعہ حلال ہو جائے جب کہ وہ حرم میں ذبح کر دے، یعنی حرم کی طرف جانور بھیج دے اور جس کو بھیج رہا ہے اسی کے ہاتھوں ذبح یا نحر کا وقت متعین کر دے پس وہ اسی وقت حلال ہو جائے گا اور احرام سے فارغ ہو جائے گا اور اگلے سال اس کی قضا کرے۔“

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وہ حلق بھی کرے، لیکن نہیں کرتا تو اس پر کچھ دم وغیرہ واجب نہیں ہے“ (معارف السنن ۶/۳۳۹)۔

امام سرہسی نے فرمایا: ”اگر محصر اپنے جانور کے ذبح ہونے سے پہلے حلال ہو جائے تو اس پر ایک اور دم واجب ہوگا“ (الموسط المرصی ۳/۱۱۲)۔

قربانی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے حلال نہیں ہوگا، کیونکہ نص قرآنی سے جانور کے

ذریعہ ہی حلال ہونا متعین ہے، جیسا کہ طواف زیارت عورت کے حلال ہونے کے لئے متعین ہے۔ لیکن اگر وہ اتنا غریب شخص ہے کہ جانور نہیں خرید سکتا تو حضرت عطاء نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ جانور کی قیمت کے اعتبار سے ہر مسکین کے حصے میں نصف متعین کر کے ہر مسکین کے کھانے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے، اس طرح وہ جزائے صید کی ہدی کے درجہ میں حلال ہو سکتا ہے۔

”امام ابو یوسف نے ”امالی“ میں فرمایا کہ یہی مجھے زیادہ پسند ہے (المسوط للسرہنی

۱۱۳۴)۔

۸۔ یوم النحر میں چار مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں: (۱) رمی، (۲) تہربانی، (۳) حلق، (۴) طواف، حدیث میں چاروں اعمال اسی ترتیب سے مذکور ہیں، پس اگر ترتیب میں جہالت یا نسیان کی وجہ سے خلل واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جیسا کہ ”المغنی“ اور ”عمدة القاری“ میں اس کی تفصیل موجود ہے:

”عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر اور حسن کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں، یہی رائے امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور محمد بن جریر طبری کی ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس پر دم واجب ہے، یہی قول نخعی اور ایک روایت کے مطابق حسن کا ہے، قتادہ بھی یہی کہتے ہیں، اور یہی رائے امام ابو حنیفہ، نخعی اور ابن ماشون کی بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تارن ہے تو اس پر دو دم واجب ہیں: ایک تو دم قرآن اور دوسرا دم جنائیت، اور مالک، اوزاعی، ثوری کہتے ہیں کہ اگر ذبح سے پہلے حلق کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں اور یہی صراحت حدیث میں ہے، ابن عبد البر نے یہی مسلک جمہور علماء کا نقل کیا ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کے دونوں اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے، پس ترتیب امام ابو حنیفہ کے نزدیک رمی تہربانی اور حلق کے درمیان واجب ہے اور جمہور کے نزدیک مسنون ہے۔

امام ابو حنیفہ مطلقاً دم کو واجب قرار دیتے ہیں خواہ خلاف ترتیب عمداً کیا ہو یا نسیاناً اور جہالتاً، لیکن وجوب ترتیب پہلی تینوں صورتوں میں ہے نہ کہ طواف افاضہ میں۔ پس بقیہ مناسک

پر اس کی تقدیم سے دم واجب نہیں ہوتا، البتہ تر بانی کے تین دنوں سے موخر کرنے کی صورت میں دم واجب ہو جاتا ہے، ہاں اگر مغز دبا لُح ہو تو اس پر رمی اور حلق کے درمیان تو ترتیب واجب ہے ذبح میں ترتیب واجب نہیں، ذبح میں ترتیب (رمی، نحر، حلق کے درمیان) قارن اور متمتع پر واجب ہے“ (عمدة القاری ۳/۳۶۷، معارف السنن ۶/۲۱۰، ۲۱۱)۔

اس مسئلہ میں موجودہ حالات کی رعایت سے امام ابو یوسف اور امام محمد اور جمہور علماء کے مسلک کو اختیار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، امام محمد فرماتے ہیں:

”اسی حدیث کو جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ان میں سے کسی چیز (کی تقدیم و تاخیر) میں کوئی حرج نہیں، ہم اختیار کرتے ہیں، اور امام ابو حنیفہ بھی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی چیز میں کوئی حرج نہیں اور وہ اس میں کفارہ کو بھی واجب نہیں کہتے، البتہ صرف ایک حالت میں جب کہ وہ قارن یا متمتع ہو اور ذبح سے پہلے حلق کر لے تو اس پر دم کو واجب قرار دیتے ہیں، بہر حال ہم اس پر کوئی چیز (دم) ضروری نہیں سمجھتے“ (مؤطا محمد ۵/۲۳، باب من قدمہ کا قبل نذک)۔

موجودہ حالات میں دشواریوں کے پیش نظر امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ دینا حنفیت کے خلاف نہیں ہے۔

۹- مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں:

”اس زمانہ میں عرفنا امر کی طرف سے تمتع قدر ان و دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحتہ اذن ضروری نہیں، لہذا صراحتہ اذن حاصل کر لینا بہتر ہے“ (اصن الفتاویٰ ۳/۵۲۳)۔

الف- حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب درمختار کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

”الرابع عشر عدم المخالفة، فلو أمره بالافراد ففقرن أو تمتع ولو للمیت لم يقع عنده“ (نئی ۲/۲۳۹)۔

صاحب ”درمختار“ لکھتے ہیں:

” (و دم القرآن) والتمتع (والجنایة علی الحاج) إن أذن له الأمر بالقرآن والتمتع وإلا فیصیر مخالفا فیضمن“ (در فتاویٰ ہاشمیہ رد المحتار ۲/۲۳۷-۲۳۸)۔
 مفتی سعید احمد صاحب ”مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور نے پندرہویں شرط (آمر کی مخالفت نہ کرنا) کے ذیل میں لکھا ہے:

”البتہ قرآن آمر کی اجازت سے کرنا جائز ہے، لیکن دفتر ان اپنے پاس سے دینا ہوگا۔
 آمر کے روپے سے دینا جائز نہیں اور تمتع کرنا اجازت سے بھی جائز نہیں اگر اجازت سے تمتع کرے گا تو کوما مور پر زمان نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا“ (معلم ہجرت ۲۸۵)۔
 اس پر مولانا شیر محمد صاحب نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

”حج بدل کرنے والے کو آمر کی بلا اجازت تو تمتع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں لیکن اگر آمر تمتع کی اجازت دے دے تو بعض علماء جائز کہتے ہیں، مگر محققین کی رائے یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے کو آمر کی اجازت سے بھی تمتع کرنا جائز نہیں، اگر تمتع کرے تو کو زمان نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا امام الناسکین ملا علی قاری نے ”شرح لباب“ میں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں عدم جواز کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاذ مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے“ (حوالہ سابق)۔

ب۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ عدم مخالفت آمر کے ذیل میں آتا ہے تو جس طرح قرآن کی اجازت سے آمر کی مخالفت نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح تمتع کی اجازت سے اس کی مخالفت پیدا نہیں ہوتی، پھر دونوں میں جواز و عدم جواز کی تفریق کس بنیاد پر ہے؟ موجودہ دور حج تمتع کا دور ہے، اس دور میں اجازت آمر صراحۃً یا عرفاً سے جواز تمتع کا قول اختیار کرنا ہی انبہا ہے، موجودہ محققین کا یہی فتویٰ ہے۔

ج۔ اگرچہ شریعت میں ظن غالب کا اعتبار کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں حج بمعنی حج تمتع کا عرف قائم ہو چکا ہے اس لئے صریح اجازت کے بغیر بھی حج بدل میں تمتع درست ہو جائے گا

تا ہم احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آمر سے صریح اجازت لی جائے۔

د- حج بدل میں تمتع با اتفاق فقہاء حنفیہ مامور کے مال میں ہوگا، اس لئے کہ حج مفروض سے زائد عمل کی ذمہ داری خود مامور نے قبول کی ہے لہذا اس زائد عمل پر دم شکر اسی کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر آمر دم شکر کی قیمت بخوشی ادا کر دے تو جائز ہے۔

ھ- اول تو با اجازت آمر حج تمتع کی گنجائش بطور بالا میں نقل کی جا چکی ہے تاہم اگر زیادہ احتیاط مطلوب ہو تو احرام کی طویل پابندیوں سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ شروع کی فلائٹ سے ٹکٹ بک کرائے اور براہ جدہ سیدھے مدینہ طیبہ پہنچ جائے اور ایام حج کے قریب دنوں میں مکہ مکرمہ آتے وقت ذوالحلیفہ سے حج افراد کا احرام باندھے۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے اسی صورت کے جواب میں لکھا ہے:

”آمر کی اجازت سے ایسا کرنا درست ہے“ (فتاویٰ محمودیہ ۳/ ۱۹۲)۔

و- متوفی کی طرف سے فرض حج ادا کرنے کے لئے اس کا امر ضروری ہے۔ بغیر امر کسی اجنبی نے حج کیا تو یہ حج کرنے والے کا ہوگا۔ البتہ اگر میت کے وارث نے متوفی کی وصیت کے بغیر اس کی طرف سے حج کیا تو اس سے متوفی کا فرض ادا ہونے کی امید ہے انشاء اللہ۔ لیکن اگر میت نے وصیت کر دی تو یقیناً بلا مشیت اس کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا (رد المحتار مع الدر المختار ۲/ ۲۳۹)۔

۱۰: الف- اس مسئلہ میں حضرت مولانا تقی عثمانی زید مجدہم لکھتے ہیں:

اگر کسی عورت کو طواف زیارت کرنے سے پہلے حیض آنے لگا تو اب اس کو رک کر اپنے پاک ہونے کا انتظار کرنا ہوگا اور پاکی کے بعد طواف زیارت لازم ہوگا، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

ہمارے زمانے میں جبکہ حجاج کے آنے جانے ٹھہرنے کی تاریخیں اور اوقات مقرر ہیں اور ویزے کی محدود تاریخیں ہوتی ہیں، کسی حاجی کو ان تاریخوں اور اوقات کے بدلنے کا اختیار

نہیں ہوتا۔ ان حالات میں حیض و نفاس والی عورتیں اپنے زمانہ طہر میں طواف زیارت نہ کر سکی ہوں اور قانونی لحاظ سے ان کے لئے انتظار بھی ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ کیا کریں؟ یہ مشکل بسا اوقات عورتوں کو پیش آتی ہے۔

کتب حنفیہ میں اس اشکال کا کوئی صریح حل احقر کی نظر سے نہیں گذرا، البتہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ناپاکی ہی کی حالت میں طواف کر لے اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق دم دے کر اس کی تلافی کرے (درس ترمذی ۳/ ۲۱۸)۔

علامہ ابن تیمیہ کی عبارت ذیل ہے:

”کیا طہارت صحت طواف کے لئے شرط ہے اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں: (۱) شرط ہے، یہ مذہب ہے امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا، (۲) شرط نہیں ہے، یہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد کا۔ پس ان علماء کے نزدیک اگر کسی نے طواف کیا جنابت، حدث، یا نجاست اٹھائے ہونے کی حالت میں تو طواف ادا ہو جائے گا، اور اس پر دم واجب ہوگا، لیکن امام احمد کے اصحاب نے اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حکم ہے علی الاطلاق اس معذور کے حق میں جو جنابت بھول گیا؟

امام ابوحنیفہ اس صورت میں دم بدنہ (اونٹ یا گائے) کو واجب کہتے ہیں جب کہ حائضہ یا جنبی نے طواف کیا ہو۔ پس وہ عورت جس کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ طواف کر سکے مگر حیض کی حالت میں، تو وہ طواف بحالت حیض بدرجہ اولیٰ معذور ہے۔ کیونکہ اس پر حج فرض ہے اور علماء میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ حائضہ سے حج ساقط ہو جائے گا، اور شریعت کی بات بھی نہیں ہے کہ فرائض بعض فرض کی ادائیگی سے عاجز ہونے پر ساقط ہو جاتے ہوں، جیسا کہ طہارت سے عاجز ہو جانے والی نماز میں۔

پس اگر عورت کیلئے ممکن ہو کہ مکہ میں اپنے پاک ہونے تک ٹھہر سکے اور طواف کر سکے تو یہ بلاشبہ اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو اور اس پر دوبارہ واپسی کو واجب کر دیا جائے تو

گویا اس پر ایک حج کے لئے دوسفروں کو واجب کرنا لازم آئے گا جب کہ اس عورت کا کوئی قصور نہیں اور یہ بات شریعت کے خلاف ہے۔ پھر اس کیلئے دوبارہ واپسی بھی ممکن نہیں مگر سواری کے ساتھ، اور ہرمیدنہ میں حیض آنا اس کی فطری عادت ہے، پس اس صورت میں اس کا پاک رہنا یقیناً ناممکن ہے اور شریعت کے اصول کا دارومدار اس بات پر ہے کہ عبادت کی شرطوں میں جس شرط کی ادائیگی سے بندہ عاجز ہو تو وہ شرط ساقط ہو جاتی ہے، جیسا کہ نمازی شرمگاہ چھپانے سے عاجز ہو، یا استقبال قبلہ یا نجاست سے پرہیز سے عاجز ہو، یا جیسا کہ طواف کرنے والا اپنے آپ طواف کرنے سے عاجز ہو سواری یا پیدل حالت میں، تو اس کو اٹھا کر طواف کرایا جائے گا۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کا طواف غیر معذور ہونے کی حالت میں بلا طہارت ادا ہو جائے گا اگرچہ دم دینا ہوگا جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے اصحاب میں سے کہنے والے یہ کہتے ہیں، پس ان حضرات کا یہی قول بحالت عذر بدرجہ اولیٰ اور زیادہ عمدہ ہے۔ رہا غسل کرنا تو اگر عورت نے کر لیا تو بہتر ہے جیسا کہ حائضہ اور نساء احرام کے لئے کیا کرتی ہیں (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۲۶۱-۲۲۲)۔

ب۔ بحالت جنابت طواف زیارت کرنے سے بھی رکن ادا ہو جاتا ہے، یہ نہی عن الافعال اشرفیہ کی قبیل سے ہے جس میں اصل صحت ہے، البتہ خلاف شرط کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ج۔ دم بدنہ یعنی بڑے جانور اٹھائے گئے کی قربانی لازم ہوگی کیونکہ جنابت بڑی ہے تو دم بھی بڑا چاہئے، بکرا کافی نہیں ہوگا (الموسط للسرہنی ۳۹۴)۔

د۔ دم کی ادائیگی یعنی نحر و ذبح حد و حرم میں ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر یا اپنے مقام پر درست نہیں۔ امام محمد کی کتاب الاصل میں یہ قاعدہ کلیہ مذکور ہے:

”ہر وہ دم جو حج یا عمرہ سے متعلق واجب ہو پس اس کا ذبح کرنا کافی نہیں ہے مگر مکہ میں یا حد و حرم میں جہاں چاہے۔“

البتہ مکہ میں یومِ اُخر سے قبل اور اس کے بعد بھی ذبح کر دینا کافی ہے (کتاب الاصل یعنی
الموسوٰط لئلام محمد ۲/۲۳۳)۔

۱۱- عام طور پر فقہاء نے یامِ عدت میں حج و عمرہ کی ادائیگی سے بھی منع کیا ہے (رد المحتار
۱۳۶/۲، فتاویٰ قاضی خاں ۱/۱۳۵، مجمع المحتل علی البحر الرائق ۲/۳۱۵)۔

لیکن فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر شوہر نے طلاق بائن سفر میں دی اور اس کے وطن
اور مکہ مکرمہ کے درمیان مدت سفر یعنی تین روز کی مسافت سے کم ہے تو عورت کو اختیار ہے خواہ
وطن واپس ہو جائے یا مکہ مکرمہ چلی جائے، چاہے محرم ساتھ ہو یا نہ ہو یا شہر میں ہو یا جنگل میں
ہو... اور اگر دونوں کے درمیان میں مدت سفر کی مسافت ہے اور شہر میں ہے تو اس کو اسی شہر میں
عدت گزارنی چاہئے اگرچہ محرم بھی ساتھ ہو، یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور امام ابو یوسف اور امام
محمد فرماتے ہیں اگر محرم موجود ہو تو عدت ختم کرنے سے پیشتر بھی اس کو اس شہر سے نکلنا جائز ہے
(رد المحتار لئلامی ۱۳۶/۲، معلم الحجاج ۸۶)۔

خط کشیدہ عبارت سے جو گنجائش مفہوم ہوتی ہے اس کے پیش نظر اس عورت کو انحال حج
و عمرہ ادا کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے، بلکہ محرم کی غیر موجودگی میں بھی ثقہ عورتوں کے ساتھ
جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں، بعض مقامات حج تک تنہا بھی جیسے رمی جمرات کیلئے منیٰ تک جانا
جائز رکھا گیا ہے، تو اس مشکل ترین صورت حال میں عورت کو اگلے سال صعوبت سفر اور دیگر
دشواریوں سے بچانے کے پیش نظر موجودہ سفر میں ہی ارکان کی ادائیگی کی اجازت ہونی چاہئے،
مفتی سعید احمد صاحب نے لکھا ہے:

”عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی“ (معلم
الحجاج ۸۶)۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب نے لکھا ہے:

”یہ اصل مسئلہ ہے مگر چونکہ حکومت کی جانب سے قوانین سخت ہو گئے ہیں اور ناقابل

برداشت دشواریوں کا سامنا ہے اس لئے کتاب ”زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک“ (ص ۲۳، ۲۵) میں لکھا ہے۔ اہل قولہ۔ تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ چلی جانے کا جواز ہے، تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر انحال عمرہ بجالا کر حائل ہوگی تو پھر حج کی قضا کرنی لازم ہوگی، پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا۔

کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی، غالباً کبیری میں یہ عبارت تھی“ (فتاویٰ رحمیہ ۲۳۸/۵، ۲۳۹)۔

۱۴۔ ایک ہی جگہ پر پندرہ یوم قیام اس طرح ہو کہ وہیں رات گزرے تب وہ شخص مسافر ہوگا اور مذکورہ بالا صورت میں چونکہ اس شخص کو پندرہ دنوں کے درمیان ہی عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ جانا پڑتا ہے اس لئے وہ مقیم نہیں ہو سکتا۔

مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان کا فاصلہ اگر ایک سو پچاس گز (۱۶۷ میٹر) سے کم ہو اور درمیان میں زرعی زمین نہ ہو تب اس کو مکہ کے حکم میں شامل کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

”فإن اتصل بمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا“ (رد المحتار ۱/۷۳۲)۔

”و ذکر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مكة فی أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا یصح لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا یتحقق الشرط“ (البحر الرائق ۲/۱۳۲)۔

چنانچہ اب تک اہل فتویٰ حضرات مذکورہ بالا صورت میں پندرہ یوم کے قیام کو موجب عدم قصر نہیں مانتے (دیکھئے معلم الحجاج ص ۱۵۷، فتاویٰ محمودیہ ۳/۱۸۳)۔

۱۳۔ دو سلام کے فصل سے وتر پڑھانے والے امام کے پیچھے حنفی کی اقتداء کو عام طور پر

فقہاء حنفیہ نے منع کیا ہے۔

”وَأَنْ لَا يَقْطَعَ وَتَرَهُ بِسَلَامٍ عَلَى الصَّحِيحِ“ (مظاہوی علی مرآئ القلاح ۱۳۰،

باب الوتر)۔

”وصح الاقتداء فيه (أى فى الوتر) بشافعى (لم يفصله بسلام) لا إن

فصله (على الأصح)“ (درمختار ۱/۶۳۵)۔

لیکن مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے نقل کیا ہے:

”اگر حنفی نے شافعی کی وتر میں اقتدا کی اور اس شافعی امام نے اپنے مذہب کے مطابق

پہلی دو رکعت پر سلام پھیر دیا پھر وتر کو پورا کیا تو ابو بکر رازی اور ابن وہبان کے نزدیک حنفی کی

اقتداء صحیح ہے، حنفی کی وتر صحیح ہوگی“ (سارف السنن ۳/۱۷۰)۔

اور مسئلہ چونکہ مجتہد فیہ ہے اس لئے اقتداء کی صحت کا فتویٰ دیا جانا چاہئے۔

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

آج زمانہ کافی ترقی کر چکا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں اور اس مشینی دور نے جہاں بہت سی سہولتیں مہیا کی ہیں، وہیں نئے نئے مسائل بھی پیدا کر دئے ہیں، جس کے سبب شریعت اسلامیہ کے بہت سے احکام پر عمل کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں، حج و عمرہ کی ادائیگی میں بھی بعض مقامات پر حجاج کرام کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، یہاں انہیں مشکلات کو فقہ و فتاویٰ کے قدیم، مستند اور اہم ماخذ کی روشنی میں حل کرنے کی حقیر کوشش کی گئی ہے۔

۱- تجاوز میقات اقوال فقہاء کی روشنی میں

حرم کی ایک مقدس مقام ہے، اس کی حیثیت دیگر مقامات سے مختلف ہے، دوسری جگہوں پر جانے کے لئے کسی آداب کا لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے، مگر اس مقام مقدس کی عظمت و تقدس کا تقاضا ہے کہ وہاں جانے کے کچھ آداب ہوں تاکہ عام مقامات اور اس کے درمیان امتیاز قائم رہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے کچھ جگہوں کو بطور میقات متعین فرمایا کہ حرم میں داخل ہونے کے لئے وہاں سے احرام باندھ کر آگے بڑھنا واجب ہے، اس میقات سے باہر کے لوگوں کو آفاقی کہا جاتا ہے۔ آفاقی شخص اگر حج و عمرہ کی نیت سے میقات سے تجاوز کر رہا ہے تو اس

کے لئے احرام کا باندھنا بلا اتفاق واجب ہے، لیکن اگر اس کا ارادہ ملاقات، زیارت اور تجارت وغیرہ کا ہے تو اس سلسلے میں فقہاء کرام کے قول مختلف ہیں۔

بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز ہے

اس کے قائل صاحب بذل الجہود کی صراحت کے مطابق امام شافعی اپنے قول اخیر میں، ابن عباس اپنے ایک قول میں اور ابن عمر ہیں (بذل الجہود ۳۳/۷۴) اور بقول علامہ عینی، امام زہری، حسن بصری، امام شافعی اپنے ایک قول میں، امام مالک ایک روایت میں، ابن وہب، داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظاہر یہ ہیں (عمدة القاری ۱۰۹/۵)، علامہ مروزی نے امام مالک اور اہل مدینہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے (اختلاف العلماء) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی کو امام شافعی کا مذہب مشہور قرار دیا ہے (فتح الباری ۵۹/۳)۔

بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے

اس کے قائل جمہور علماء ہیں (بذل الجہود ۳۳/۷۴) اور بقول علامہ عینی عطاء بن ابی رباح، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، مالک اپنے قول صحیح میں، شافعی اپنے قول مشہور میں، احمد اور ابو ثور ہیں (عمدة القاری ۱۰۹/۵)، علامہ مروزی نے امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک نقل کیا ہے (اختلاف العلماء) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام مالک کا قول مشہور بتایا ہے (فتح الباری ۵۹/۳)۔

ان حضرات کے دلائل جو بغیر احرام تجاوز میقات کو جائز سمجھتے ہیں:

”عن جابر أن النبی ﷺ دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغیر احرام“ (صحیح مسلم ۴۳۹/۱) (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے اور آپ ﷺ پر ایک کالی پگڑی تھی)۔

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”یہ دلیل ہے ان کی جو یہ کہتے ہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے ان کے لئے جو حج کا ارادہ نہ رکھتے ہوں خواہ بار بار پیش آنے والی ضرورت کی وجہ سے ہو، جیسے لکڑی چننے والا، گھاس کاٹنے والا، پانی پلانے والا اور شکار کرنے والا اور ان کے علاوہ، یا ایسی ضرورت ہو جو بار بار پیش نہ آتی ہو جیسے تاجر اور زائر وغیرہ، خواہ وہ مامون ہو یا نہ ہو، اور امام شافعی کا صحیح قول یہی ہے اور اسی پر ان کے اصحاب نے فتویٰ دیا ہے“ (شرح النووی علی مسلم ۱/۳۳۹)۔

مجوزین حضرات اپنے مسلک کی تائید میں ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ جب مکہ کے اندر بغیر احرام کے سکونت اختیار کرنا جائز ہے تو بغیر احرام کے اس میں داخل ہونے کی اجازت تو بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے، اس وجہ سے کہ داخل ہونا وہاں سکونت پذیر ہونے سے کم تر درجہ کا ہے (بدائع الصنائع ۲/۱۶۳)۔

تیسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میقات کی تعیین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”فہن لہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن ممن اراد الحج والعمرة“ (صحیح مسلم ۱/۳۷۳) (یہ ان کے لئے ہیں (یعنی میقات والوں کے لئے) اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اہل میقات میں سے نہ ہوں لیکن حج و عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں)۔

علامہ نووی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”حدیث مذکور میں صحیح مذہب کی دلیل ہے اس شخص کے بارے میں جو بغیر حج و عمرہ کے ارادہ سے میقات سے گزرے، تو اس کے لئے مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام ضروری نہیں ہے“ (شرح النووی علی مسلم ۱/۳۷۳)۔

ان حضرات کے دلائل جو بغیر احرام میقات سے تجاوز کو ناجائز سمجھتے ہیں:

”عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال: لا تجاوزوا الميقات إلا بالاحرام“

(شرح نقایہ ۱/۱۸۸)۔

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرو)

”عن النبی ﷺ أنه قال ألا إن مكة حرام منذ خلقها الله تعالى لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدي وإنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراماً إلى يوم القيامة“ (بدائع الصنائع ۲/۱۶۳) (آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، مجھ سے پہلے نہ کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، اور میرے لئے تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا ہے، پھر قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت علیٰ حالہ لوٹ آئی)۔

علامہ کاسانی نے اس حدیث سے تین طریقہ سے استدلال کیا ہے: (۱) إلا أن مكة حرام“ سے، (۲) لا تحل لأحد بعدي سے، (۳) عادت حراماً إلى يوم القيامة سے، یہ مطلق ہے اس میں حج و عمرہ اور غیر حج و عمرہ کی کوئی تفریق نہیں ہے (بدائع ۲/۱۶۳)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اس مقام مقدس کے لئے احرام اس لئے واجب کیا گیا ہے کہ وہ قابل تعظیم ہے اور اس حیثیت سے حاجی و معتمر اور غیر حاجی و معتمر سب برابر ہیں (بدایہ ۱/۲۱۳)۔ مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حرم کی میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا ضروری اور لازم ہے، خواہ حج و عمرہ کی نیت سے وہاں جانا ہو یا کسی اور غرض سے۔ رہا فتح مکہ کے دن آپ کا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا تو یہ آپ کے لئے اور آپ کے صحابہ کے لئے اس وقت کے ساتھ مخصوص حکم تھا (شرح وقایہ ۱/۱۸۸، مرتقا ۶/۸)۔

رہی اہل مکہ کو مکہ میں بغیر احرام کے سکونت پذیر رہنے کی اجازت کی بات تو ان لوگوں کو اس کی اجازت اسی بنیاد پر ہے کہ وہ لوگ وہاں بسنے کے سبب اس کی تعمیر، حفاظت اور خدمت میں حصہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا شمار تعظیم کرنے والوں میں ہو گیا ہے (بدائع الصنائع ۲/۱۶۳)۔

۲- مکہ بار بار آنے جانے والوں کا مسئلہ

یہ تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ احترام مکہ کے پیش نظر وہاں جانے کے لئے احرام باندھنا از حد ضروری ہے، مگر عصر حاضر کی برق رفتار رقیات نے انسانی زندگی کی بھاگ دوڑ کو بھی بہت تیز کر دیا ہے اور آمد و رفت کی سہولیات نے مختلف شہروں کو تجارتی اور معاشی بنیادوں پر باہم مربوط کر دیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اپنی اپنی ضرورتوں کے تحت ان جگہوں پر بار بار آنے جانے پر مجبور ہوتے ہیں، مکہ بھی ایک عظیم شہر ہے جہاں سے بہت سے لوگوں کی تجارتی و معاشی ضرورتیں وابستہ ہیں اور انھیں وہاں جانے کا بار بار سابقہ پڑتا ہے اور ان میں کتنے ہیں جو میقات سے گزر کر ہی مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں، اسی طرح بہت سے اہل مکہ اپنی ضرورتوں کے پیش نظر میقات سے باہر آنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بار بار ہوتے ہیں تو اصل صورت میں اگر ان حضرات کو ہر بار احرام کا پابند بنایا جائے تو بہت ہی تنگی اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں گے، اس لئے ضرورت ہے کہ فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں اس کا صحیح اور مناسب حل تلاش کیا جائے تاکہ امت حرج و تنگی سے محفوظ رہے۔

اس سلسلے میں فقہاء کرام کی تصریحات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے یہاں اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادے سے نہیں بلکہ کسی اور ارادے سے مکہ جا رہا ہے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں، خواہ وہ کسی ضرورت کے تحت جا رہا ہو، یہی ان کا مذہب صحیح ہے، چنانچہ علامہ نووی شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

”بہر حال جو شخص حج و عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو ہمارے صحیح مذہب کے مطابق مکہ میں داخل ہونے کے لئے اس پر احرام ضروری نہیں ہے خواہ ایسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہو جو بار بار پیش آتی ہے جیسے لکڑی چننے والا، گھاس چننے والا، اور شکاری وغیرہ، یا بار بار پیش آنے والی نہ ہو جیسے تجارت کرنے والے اور زیارت کرنے والے وغیرہ“ (شرح النووی علی مسلم، ۱/۳۷۳)۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل نے ”حاجۃ متکررة“ کے سبب بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے ”العدة شرح العمدة“ میں ہے:

”مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، مگر قال مباح کی وجہ سے اور ایسی ضرورت کی وجہ سے جو بار بار پیش آتی ہو جیسے لکڑی چننے والا وغیرہ“ (العدة شرح العمدة ۱۶۵/۱، کشف القناع عن متن الاتحاف ۲/۲۷۷)۔

لیکن اگر تجارت و زیارت کے لئے جانا ہو تو احرام ان کے یہاں لازم ہے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف المحرر فی الفقہ میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

”وإن قصدھا لغیر ذلک من تجارة ونحوھا لزمه أن یدخلھا محرماً من المیقات“ (المحرر فی الفقہ ۱/۲۳۵) (اور اگر مکہ کا ارادہ کیا اس کے علاوہ کسی وجہ سے یعنی تجارت اور اس جیسی چیز تو اس کو مکہ میں میقات سے احرام کی حالت میں داخل ہونا ضروری ہے)۔

امام مالک نے بھی ان لوگوں کو بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے جنہیں مکہ بار بار جانے کا اتفاق ہوتا ہے، اور جو لوگ تجارت یا کسی اور غرض سے وہاں جا رہے ہوں تو ان کے لئے وہ بھی بغیر احرام کے جانے کی اجازت نہیں دیتے، شرح وقایہ میں ہے:

”امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز ہے اس شخص کے لئے جس کی کثرت سے مکہ آمد و رفت ہو، جیسے اہل مکہ اور مکہ میں وہ رہنے والے جو معاش کے لئے نکلتے ہوں، نہ کہ وہ آفاقی جو مکہ کا ارادہ کئے ہوں کسی ضرورت یا تجارت کی وجہ سے“ (شرح وقایہ ۱۸۸/۱)۔

ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کی مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات ایسے شخص کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے پر متفق نظر آتے ہیں جسے مکہ بار بار آنے جانے کا سابقہ پڑتا ہو۔

باقی رہے فقہاء حنفیہ تو ان کی عام تصریحات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آفاقی کے لئے

کسی بھی صورت میں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، ہدایہ میں ہے:

”ثم الآفاقى إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا“ (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

ہاں اگر کوئی بغیر احرام کے مکہ جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے ایک شکل یہ ہے کہ وہ پہلے ”حل“ کا ارادہ کرے اور وہاں پہنچ کر پھر مکہ جانے کا ارادہ کرے تو ایسی صورت میں احرام کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لئے کہ دفع حرج کے سبب اہل حل احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں، درمختار میں ہے:

”أما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا إحرام فإذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا إحرام وهو الحيلة لمريد ذلك“ (درمختار ۲/۱۶۷)۔

یہ تو آفاقى کے میقات سے تجاوز کر کے مکہ جانے کا مسئلہ تھا کہ اس سلسلہ میں فقہائے حنفیہ کے یہاں کسی بھی حالت میں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت کا ثبوت نہیں ملتا، لیکن اگر کوئی مکی اپنی ضرورت کے تحت مکہ سے باہر نکلے اور میقات سے بھی تجاوز کر جائے تو اس سلسلے میں صاحب البحر الرائق، رد المختار (۲/۱۶۸) اور بدائع الصنائع (۲/۱۶۷) کے اعتبار سے وہ آفاقى کے حکم میں ہو گیا، اس کے لئے بغیر احرام کے مکہ آنے کی اجازت نہیں رہی، طحاوی علی الدر المختار (ص ۸۲۶) میں بھی اسی کی تائید مذکور ہے، لیکن مجمع لا نہر شرح ملتقى لآبحر میں ہے کہ خطابین مکہ اگر میقات سے آگے بڑھ جائیں تو ان کے لئے احرام کی پابندی ضروری نہیں ہے، بغیر احرام باندھے مکہ آسکتے ہیں۔

اسی طرح علامہ عبدالعلی بحر العلوم اپنی کتاب رسائل الارکان میں رقم طراز ہیں:

”اگر مکی کسی ضرورت کی وجہ سے نکلا اور پھر لوٹا تو اس پر احرام کی حالت میں لوٹنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ احرام کے ساتھ حرم میں داخل ہونے کا وجوب صرف آفاقى اور غیر

مکی کے لئے ہے، اور احرام کا وجوب بھی صرف اس لئے ہے کہ وہ بیت اللہ کا سلام اور تحفہ ہے اور مکی کے حق میں (دن رات وہاں رہنے کی وجہ سے) یہ نتیجہ نہیں ہے، اسی وجہ سے تو مکی سے حج میں طواف قدم ساقط ہے“ (رسائل الاکان، ۲۷۳)۔

العرف اشذی میں بھی حطائین وحشائین کا استثناء امام ابوحنیفہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے مذکور ہے:

”ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس شخص پر احرام واجب ہے جو مکہ کا قصد کرتے ہوئے میقات سے گزرے، حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو سوائے لکڑی اور گھاس چننے والے کے اور امام شافعی نے فرمایا کہ احرام حج و عمرہ میں سے کسی کا ارادہ کرنے والے ہی پر واجب ہوتا ہے“ (العرف، ۳۱۸)۔

الغرض وہ مکی جسے مکہ سے بار بار باہر نکلنے اور میقات سے تجاوز کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس کے لئے توفیقہ حنفی کی مذکورہ تصریحات میں بھی احرام باندھے بغیر مکہ آنے جانے کی گنجائش نکلتی ہے، پھر اس وقت حطائین کی عادت یہ تھی کہ میقات کے اندر ہی رہتے تھے، اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے، اس لئے ان کی اس رخصت کو حل تک محدود رکھا گیا، جیسا کہ صاحب بدائع (۱۶۶/۲) علامہ کاسانی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، مگر آج جو لوگ حطائین کے حکم میں ہیں ان کی عادتیں میقات سے باہر جانے کی ہیں، لہذا اس رخصت میں عموم بہر حال ہونا چاہئے، اور ڈرائیور یا ایسے لوگ جنہیں میقات سے نکلنے کا بار بار سابقہ پڑتا ہو انہیں احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہونا چاہئے۔

باقی رہے ایسے آفاقی جنہیں مکہ بار بار آنے جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو انہیں یا تو اس طرح کے مکی حضرات پر قیاس کرتے ہوئے احرام کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے یا بصورت دیگر موجودہ ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے امام شافعی وغیرہ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے اور احرام کے بغیر آنے جانے کی انہیں اجازت دے دی جائے۔

۴، ۳- مکی کے لئے تمتع اور قرآن کا مسئلہ

اہل مکہ اور مکہ میں مقیم حضرات کے لئے صرف حج افراد کی اجازت ہے تمتع اور قرآن کی نہیں، ہدایہ میں ہے:

”ولیس لأهل مكة تمتع ولا قرآن وإنما لهم الأفراد خاصة ومن كان داخل المواقيت فهو بمنزلة المكي حتى لا يكون له متعة ولا قرآن“ (ہدایہ ۲۳۳/۱)

در مختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مکی تمتع اور قرآن کر لے تو جائز ہے مگر گناہ گار ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا (در مختار ۲۲۲/۲۱۳)۔

لیکن علامہ ابن عابدین شامی نے (رد المحتار ۲۱۳/۲۲۲) میں اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ مکی کا تمتع باطل ہے قرآن باطل نہیں، بلکہ اس کا قرآن کراہیت کے ساتھ جائز ہے، اور علامہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک یہی قول برحق ہے (سارف السنن ۲۶۳/۲۶۳)۔

۵- تمتع ایک عمرہ کے بعد حج سے پہلے مزید عمرہ کر سکتا ہے

اس مسئلہ میں کہ تمتع کرنے والا حج سے پہلے ایک عمرہ کے بعد مزید عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ علامہ سندھی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف لباب المناسک میں اس کی اجازت نہیں دی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

”ولا يعتمر قبل الحج“ (ادب الساری ۱۹۳)۔

لیکن ملا علی قاری نے اپنی شرح لباب میں اس کی تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ تمتع حج سے قبل ایک عمرہ کرنے کے بعد مزید عمرہ کر سکتا ہے، لکھتے ہیں:

”اور یہ اس بات پر مبنی ہے کہ مکی عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، حالانکہ یہ بات گذر چکی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ وہ تمتع اور قرآن سے روکا گیا ہے، اور یہ تمتع آفاقی ہے جو روکا نہیں

گیا ہے، لہذا اس کے لئے اس کا تکرار جائز ہے کیونکہ وہ ایک مستقل عبادت ہے“ (ارتداد
لماری ۱۹۳)۔

مفتی سعید احمد صاحب نے معلم الحجاج (۲۳۸/۱) میں اور مولانا حبیب الرحمن اعظمی
صاحب نے رہبر حجاج (ص ۳۳) میں اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے اور یہی صحیح بھی ہے، اس
وجہ سے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سال کے اندر کئی بار عمرہ کرنے کی اجازت دی ہے
اور اس میں حاجی اور غیر حاجی کے درمیان تفریق نہیں کی ہے، اتمہید میں ہے:

”قال أبو حنیفہ وأصحابہ: العمرة مباحة فی السنة کلها إلا یوم عرفة
ویوم النحر وایام التشریق قال والحاج وغیره فی ذلک سواء“ (اتمہید ۱۹/۲۰)۔
ایک سال کے اندر تکرار عمرہ کے سبھی فقہاء تاقلم ہیں، سوائے امام مالک کے کہ وہ اسے
مکروہ جانتے ہیں، مگر علامہ ابن عبد البر نے صراحت کی ہے کہ مکروہ قرار دینے والوں کے پاس
کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، لکھتے ہیں:
”ابو عمر نے کہا کہ سال میں چند مرتبہ عمرہ کرنے کو مکروہ قرار دینے والوں کی کوئی دلیل
کتاب و سنت میں مجھے نہیں ملی جس کا تسلیم کرنا ضروری ہو“ (اتمہید ۲۱/۲۰)۔

۶- عمل رمی میں نیابت کا مسئلہ

اگر کوئی شخص معذور ہے تو دوسرا شخص اس کی طرف سے رمی جمار کر سکتا ہے، شریعت
نے اس کی اجازت دی ہے، تبیین الحقائق میں ہے:
”جواز بفعل غیرہ إذا عجز“ (تبیین الحقائق ۱۳۸/۲) (جب عاجز ہو تو دوسرے
کے کرنے سے جائز ہوگا)۔

اسی طرح مبسوط میں ہے:

”المريض الذی لا یستطیع رمی الجمار یوضع الحصی فی کفه حتی

یرمی لأنه فیما یعجز عنه یستعین بغيره وإن رمی عنه أجزأه بمنزلة المغمی علیہ
فإن النیابة تجزی فی النسک كما فی الذبیح“ (سہوہ ۶۹/۳)۔

(جو مریض رمی جہار کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اس کی ہتھیلی میں کنکری رکھ دی جائے تاکہ وہ رمی کرے، اس لئے کہ جس سے وہ عاجز ہے اس میں دوسرے سے مدد لے گا اور اگر کسی نے اس کی طرف سے رمی کر دیا تو کافی ہوگا اور وہ بے ہوش کے درجہ میں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ نیابت حج و عمرہ میں جاری ہوتی ہے جیسا کہ ذبح میں)۔

لیکن یہ اجازت چھوٹے بڑے ہر عذر پر نہیں دی گئی ہے، بلکہ ایسا عذر شدید ہو کہ آدمی اپنے ضعف و مرض کے سبب کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ اس کے لئے سواری سے یا پیدل جہرات تک پہنچنا ممکن ہو تب کوئی دوسرا شخص عمل رمی میں اس معذور شخص کی نیابت کر سکتا ہے (دیکھئے اثنا دساری، ۱۶۶)۔

آگے لکھتے ہیں:

”اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے رمی کرنے کی جگہ حاضر ہونے کی قدرت ہے خواہ سوار ہو کر ہو یا اس کو اٹھا کر لے جایا جائے، تو اس کی نیابت جائز نہیں ہے“ (حوالہ سابق)۔

اسی طرح مفتی سعید احمد صاحب معلم الحجاج میں تحریر فرماتے ہیں:

”رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جہرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جہرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو خود رمی کرنی ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے، دوسرے سے رمی کر سکتا ہے“ (معلم الحجاج، ۱۸۵)۔

رہا خوف ازدحام، تو یہ عذر نہیں ہے، اس کی بنیاد پر کسی کو نائب بنانا درست نہیں ہے،

چنانچہ محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب نے روبرج حاج (ص ۴۶) میں، مفتی سعید احمد صاحب نے معلم الحجاج (ص ۱۸۳) میں، مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری نے فتاویٰ رحیمیہ (۲۳۸/۵) میں اس کی صراحت فرمائی ہے، لہذا عورتیں اور معذورین محض ازدحام کے خوف سے کسی اور کونائب نہ بنائیں بلکہ از خود رمی کریں، ہاں اگر ازدحام کا اندیشہ ہو تو دن کے بجائے رات میں کریں، کہ ان کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔

۷۔ حکومت سعودیہ کی جانب سے کسی کے بحالت احرام روک دیئے جانے کا حکم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حکومت سے اجازت لئے بغیر بعض لوگ احرام باندھ لیتے ہیں اور جب تفتیش ہوتی ہے تو انھیں حکومت کا عملہ واپس بھیج دیتا ہے اور وہ حج نہیں کر پاتے، ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوتے ہیں، محصر کی تعریف ہے:

”المحصر محرم ممنوع عن المضیٰ إلیٰ إتمام أفعال ما أحرم لأجله“ (عنایہ علی ہاشم الصفح ۲۹۵/۲)۔

لیکن محصر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حج کے دونوں رکن طواف زیارت اور قیوف عرفہ سے روک دیا گیا ہو، اگر صرف کسی ایک رکن سے روکا گیا ہو تو محصر نہیں ہوگا، مرثاۃ المفتاح میں ہے:

”هو المنع عن الوقوف والطواف شرعا فإن قلنا علیٰ أحدهما فلیس بمحصر“ (مرثاۃ ۲۸۶) (وہ قیوف اور طواف سے شرعاً روکنا ہے، اگر ان دونوں میں سے کسی پر قادر ہے تو وہ محصر نہیں ہے)۔

مفتی سعید احمد صاحب اس مسئلہ کی تعریف کرتے ہوئے اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کیا کرنا ہوگا:

”اگر مکہ مکرمہ میں ہی محرم کو کوئی ایسا مانع پیش آجائے کہ قیوف عرفات اور طواف

زیارت دونوں نہ کر سکے تو وہ بھی محصر ہے، اگر صرف ایک سے روکا تو محصر نہ ہوگا کیونکہ اگر قوف سے رکا ہے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا اور اگر طواف زیارت سے رکا ہے تو یہ طواف ساری عمر میں ہو سکتا ہے، البتہ ایام نحر کے بعد کرنے سے دم واجب ہوگا“ (معلم ہجرت ۲۷۲)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب

متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب قائم رکھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب اور حضرات صاحبین کے نزدیک سنت ہے (مرقاۃ المفاتیح ۵/۳۶۳)۔ چنانچہ اگر کسی نے ترتیب کا لحاظ نہیں کیا اور ان میں تقدیم و تاخیر کر دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہیں، اسی طرح امام مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور ابن جریر کا مسلک بھی صاحبین کا سا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک عدم ترتیب پر دم واجب نہیں ہوتا (عمدة القاری ۷۳۶۴)۔

آج حج کے زمانہ میں زبردست ازدحام ہوتا ہے جس کے سبب ترتیب کا لحاظ کرنے میں حجاج کرام کو بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں اور بسا اوقات ترتیب قائم بھی نہیں رہ پاتی اور امام صاحب کے فتویٰ کے رو سے دم واجب ہو جاتا ہے، اس لئے حالات زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب ہوگا کہ حضرات صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے، تاکہ امت تنگی سے محفوظ رہے۔

۹- حج بدل میں قرآن اور تمتع

حج بدل کے صحیح ہونے کی بہت ساری شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مأمور (حج بدل کرنے والا) آمر یعنی حج بدل کرانے والے کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حج آمر کے طرف سے نہیں ہوگا اور مأمور سارے اخراجات کا ضامن ہوگا، مثلاً آمر نے مأمور کو صرف حج کرنے کا حکم دیا اور اس نے قرآن یا تمتع کر دیا تو اس

صورت میں اسے مخالف تصور کیا جائے گا اور وہ ضامن قرار پائے گا، لباب المناسک میں ہے:

”لو أمره بالافراد فقرون أو تمتع لم يقع حجه عن الأمر ويضمن النفقة“

(لباب المناسک، ۲۹۳)۔

علامہ ابن عابدین شامی اس مسئلہ کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وجهه أنه لم يأت بالمأمور به لأنه أمره بسفر يصرفه إلى الحج لا غير فقد خالف أمر الأمر فضمن“ (رد المحتار، ۲/۲۶۸)۔

لیکن اگر حج بدل کرانے والے نے مامور کو تمتع کرنے کی بصراحت اجازت دیدی تو اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ملا علی قاری، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ کا خیال ہے کہ امر کی اجازت سے بھی تمتع کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لیکن صاحب البحر الرائق، لباب المناسک اور غنیۃ المناسک وغیرہ کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ امر کی اجازت سے مامور تمتع کر سکتا ہے (غنیۃ المناسک، ۱۸۵)۔

نیز رد المحتار کی عبارت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ امر کی اجازت سے تمتع کرنے کی اجازت ہے، البتہ مقرران تمتع اور جنایات مامور پر ہوں گے (رد المحتار، ۲/۲۶۸)۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد بہت واضح اور چچی تلی رائے دی ہے اور تمتع کی گنجائش بتائی ہے، لکھتے ہیں:

”اگرچہ من حیث الحدیث رجحان اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں امر کی اجازت سے مقرران اور تمتع دونوں جائز ہوں اور فقہائے متاخرین میں صاحب لباب اور اس کے حاشیہ حباب وغیرہ میں اس کو اختیار بھی کیا گیا ہے، مگر ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن امر بھی جائز مقرر نہیں دیتے، معاملہ ادائے فرض کا نازک ہے اس لئے احتیاط لازم ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں مقرران کو اجازت دینا چاہیے، تمتع نہ کریں لیکن اس زمانہ میں حج و عمرہ کرنے میں عام آدمی آزادی نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں اور طول

احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کر سکیں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے“ (جوہر الفقہ ۱/ ۵۱۶)۔

پھر یہ اجازت بصراحت ہونی چاہئے، چنانچہ اگر صراحتاً اجازت نہیں دی اور مامور نے تمتع یا قرآن کر لیا تو اسے مخالف تصور کیا جائے گا اور اس ضمن کے سارے اثر اجازت کا ضامن ہوگا (دیکھئے: البحر الرائق)۔

اگر آمر نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو اس سے حج بجز اور ادا ہوگا، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”جبکہ آمر نے صرف حج کا امر کیا تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ جب آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو، اور اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کیا ہے“ (کفایت المفتی ۳/ ۳۲۵)۔

مامور جب قرآن یا تمتع کرے گا تو ان کا دم اسی پر آئے گا آمر پر نہیں، خواہ اس نے آمر کی اجازت سے کیا ہو یا بغیر اجازت کے (درمختار ۲/ ۲۶۷)۔

لباب المناسک میں ہے:

”ولو أمر بالقرآن أو التمتع فالدم على المأمور“ (لباب المناسک ۱/ ۳۰۵) اور اگر اس کو حکم دیا ہے قرآن اور تمتع کا تو پھر دم مامور پر ہے)۔

باقی رہا حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش کا مسئلہ، تو اگر میت نے حج کی وصیت کی ہے تو اس میں حج بدل کی تمام شرطوں کا لحاظ کیا جائے گا، چنانچہ اگر اس نے تمتع کی صراحت نہیں کی ہے تو مامور کے لئے اس کے کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر اس نے صراحتاً

اس کی اجازت دیدی ہے تو مامور کے لئے تمتع کرنا صحیح ہوگا، ارشاد الساری میں ہے:

”إن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفاً بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف“ (ارشاد الساری ۱/۳۰۴) (اگر میت نے مامور کو تمتع کا حکم دیا، پھر مامور نے تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ مخالفت کرنے والا نہیں ہے اور نہ اس سلسلہ میں ائمہ اسلاف کے درمیان کوئی اختلاف ہے)۔

اگر میت نے کوئی صراحت نہیں کی ہے تو ورثہ کی اجازت سے تمتع اور قرآن جائز ہوں گے وصی کی اجازت سے نہیں (کفاہت الممتحنی ۳/۳۶۲)۔

۱۰- حالت حیض و نفاس میں طواف زیارت

حالت حیض و نفاس میں طواف کرنا ممنوع ہے، مگر کسی مجبوری کے سبب اگر کوئی عورت طواف کرے لے تو طواف ہو جائے گا، رد المحتار میں ہے:

”ويمنع حل الطواف لأن الطهارة له واجبة فيكفره تحريماً وإن صح كما في البحر وغيره“ (رد المحتار ۱/۲۱۳) (وہ طواف کے حلال ہونے کو روکتی ہے، اس لئے کہ طواف کے لئے طہارت واجب ہے پس وہ مکروہ تحریمی ہوگا اگرچہ صحیح ہے، جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے)۔

وہ عورت گناہگار تو ضرور ہوگی مگر اس طواف کے ذریعہ اس کا رکن ادا ہو جائے گا اور احرام سے نکل جائے گی اور اس پر بد نہ (اونٹ یا گائے) واجب ہوگا۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

”ناپاکی کی حالت (حیض و نفاس اور جنابت) میں طواف کرنا حرام ہے، اس کو گناہ نہ سمجھنا خطرناک گناہ ہے، طواف زیارت ایسی حالت میں کرنے سے اونٹ یا گائے کا دم دینا واجب ہے، تاہم اس کا فریضہ صحیح ادا ہو جائے گا“ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۱۸۰)۔

اور یہ دم حرم میں دیا جائے گا، تببین الحقائق میں ہے:
 ”والکل بالحرم ای کل دم یجب علی الحاج یختص بالحرم“ (تبیین
 الحقائق ۲/ ۹۰) (اور تمام دم حرم میں دیئے جائیں گے یعنی حج کرنے والے پر تمام دم حرم ہی میں
 واجب ہوں گے)۔

۱۱- سفر حج میں شوہر کے انتقال کے بعد معتمدہ عورت کے حج کا مسئلہ

اگر سفر حج یا عمرہ کے دوران کسی عورت کا شوہر انتقال کر گیا تو اس پر عدت واجب ہوگی
 اور ایام عدت میں عورت پر حج واجب نہیں ہوتا، تاہم اگر کوئی عورت اس حالت میں بھی حج
 کر لے تو حج ہو جائے گا مگر گنہگار ہوگی، ارشاد الساری میں ہے:

”وإن حجت وھی فی العدة جاز حجهها وکانت عاصیة“ (ارشاد الساری
 ۳/ ۳۹۶) (اور اگر اس نے عدت کی حالت میں حج کیا تو اس کا حج جائز ہے لیکن گنہگار ہوگی)۔

اگر وہ بحالت احرام تھی کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا تو ایسی صورت میں وہ مختصر قرآن پائے
 گی اور حرم میں دم دے کر حلال ہو جائے گی البحر الرائق میں ہے:

”اگر عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کا کوئی محرم نہ ہو یا اس کے شوہر نے اس کو
 روک دیا ہو یا شوہر مر گیا یا اس کا محرم راستہ میں مر گیا اور یہ احرام کی حالت میں ہے، اگر چہ نفل حج
 ہی کیوں نہ ہو، تو وہ حرم میں ہدی ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہو سکتی“ (البحر الرائق ۳/ ۵۸)۔

۱۲- پندرہ دن سے کم مکہ رہ کر منیٰ جانے والا شخص مسافر ہو گا یا مقیم؟

اگر کوئی شخص مکہ اس وقت پہنچتا ہے کہ پندرہ دن گزارنے سے قبل ہی اسے منیٰ چلے جانا
 ہے تو ایسی صورت میں وہ مقیم نہیں ہوگا، مسافر ہی رہے گا حتیٰ کہ اگر وہ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت
 بھی کر لے تب بھی وہ مسافر ہی رہے گا اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا، البحر الرائق میں ہے:

”وذكر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مكة فی أيام العشر

ونوی الإقامة نصف شهر لا یصح لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا
یتحقق الشرط“ (البحر الرائق ۲/۱۳۳)۔

(اور کتاب المناسک میں ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا ایام عشر میں مکہ پہنچا اور پندرہ
دن اقامت کی نیت کی تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو عرفات جانا ضروری ہے، لہذا شرط متحقق
نہیں ہوگی)۔

یہ تو بیچ ہے کہ آج منیٰ کی آبادی بڑھتے بڑھتے مکہ سے جا ملی ہے، مگر پھر بھی اس اتصال
سے اس حکم میں کوئی فرق نہیں آئے گا، آج آبادیوں کی تعین کے لئے حکومت کی جانب سے
نشانات ہوتے ہیں اور وہی آبادیوں کے اتصال و انفصال کے مدار ہوتے ہیں، پھر یہ حقیقت بھی
محتاج بیان نہیں ہے کہ منیٰ ایک مستقل آبادی ہے۔

پھر کتب فقہ میں اس طرح کی کوئی صراحت تو نہیں ملتی کہ منفصل آبادی اگر متصل ہو
جائے تو اس سلسلہ میں اس پر کیا حکم مرتب ہوگا، مگر ایسا ضرور ملتا ہے کہ اگر کوئی آبادی پہلے سے
متصل تھی اور بعد میں علیحدہ ہوگئی تو اس شہر سے نکلنے میں قدیم اتصال کا اعتبار کیا جائے گا۔
البحر الرائق میں ہے:

”اور وہ نکل رہا ہے ایسی جانب سے جس جانب سے وہ محلہ شہر سے الگ ہے حالانکہ
پہلے وہ شہر سے متصل تھا تو نماز کی قصر نہیں کرے گا، جب تک وہ اس محلہ کو پار نہ کر جائے، اسی
طرح خلاصہ میں ہے“ (البحر الرائق ۲/۱۳۹)۔

۱۳- نماز وتر میں کسی شافعی امام کی اقتداء کا مسئلہ

نماز وتر میں کسی ایسے امام کی اقتداء کرنا جو دو رکعت پر سلام پھیر دیتا ہو علماء حنفیہ کے
مذہب صحیح کے مطابق جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف البحر الرائق میں
تحریر فرمایا ہے:

”المنهـب الصـحیح صـحـة الاقـتداء بالشـافعی فی الوتر ان لم یسـلم
 علی رأس الرکعتین و علمها ان سلم“ (البحر الرائق ۳/۳۲۲)۔
 (صحیح مذہب یہ ہے کہ شافعی امام کی اقتداء کرنا وتر کی نماز میں صحیح ہے اگر وہ دو رکعت پر
 سلام نہ پھیرے اور اس کی اقتداء درست نہیں ہے اگر دو رکعت پر سلام پھیر دے)۔
 علامہ زیلعی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (البحر الرائق ۳/۳۲۲)، لیکن علامہ ابو بکر رازی نے
 مسئلہ کے مجتہد فیہ ہونے کے سبب اس صورت میں بھی اقتداء کو جائز قرار دیا ہے، البحر الرائق میں
 ہے:

”ابو بکر رازی نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اور (ان کا خیال ہے کہ) وتر کی بقیہ رکعت
 بھی اس کے ساتھ پڑھے اس لئے کہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے ان کے نزدیک امام
 نماز سے نہیں نکلتا، نیز یہ کہ یہ مسئلہ بجائے خود مجتہد فیہ ہے، لہذا اس کا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اگر
 اقتداء کی جائے ایسے امام کی جس کی نکسیر پھوٹ گئی ہو“ (البحر الرائق ۳/۳۲۲)۔
 اسی طرح مولانا محمد یوسف بنوری نے بھی علماء کی جانب منسوب کرتے ہوئے اس کے
 جواز کی بات نقل کی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

”اسی طرح وتر کی نماز میں شافعی کے پیچھے اگرچہ وہ سلام پھیر دے حنفی کے اقتداء
 کرنے کے جواز کی صراحت کی ہے“ (سارف السنن ۱/۱۶۳)۔

ان تمام تصریحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہونا تو یہی چاہئے
 کہ اگر شافعی امام دو رکعت پر سلام پھیر دے تو اقتداء جائز نہ ہو، لیکن حرمین شریفین کی جماعت کا
 ثواب حاصل کرنے اور دوسری مصلحتوں کے پیش نظر اس کے جواز کی بات کہی جانی چاہئے اور
 ایک اجتہادی مسئلہ میں تشدد کے بجائے تخفیف کا راستہ اپنانا چاہئے۔

حج و عمرہ سے متعلق اہم مسائل

مولانا قاری ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱، ۲- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر احرام کے میقات سے کسی صورت میں بھی تجاوز کرنا صحیح نہیں ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے کوئی جا رہا ہے تو میقات سے تجاوز صحیح ہے۔ ابو قتادہؓ تحریر کرتے ہیں:

”جو شخص مکہ میں قتال مباح، یا خوف یا کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا جیسے لکڑیاں اور گھاس چننے والا اور نخل منتقل کرنے والا، اور وہ شخص جس کو مکہ بار بار آنا جانا پڑتا ہے تو ان تمام لوگوں پر احرام نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ حلال ہو کر یوم فتح کو مکہ میں داخل ہوئے، اور آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، اس لئے اگر ہم اس شخص پر احرام کو واجب کرتے ہیں جس کی آمد و رفت بار بار ہوتی ہے تو یہ مفصی ہوگا اس کے پورے زمانہ میں محرم ہونے کی جانب، تو حرج کی وجہ سے ساقط ہو گیا، اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہونا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، مگر وہ شخص جو میقات سے خارج ہوا اس لئے کہ حرم کا ارادہ کرنے والے کے لئے میقات سے پار کرنا یہ بغیر احرام کے جائز نہیں ہے“ (معنی و شرحہ ۳۱۸)۔

امام شافعیؒ نے اولاً چند صورتوں کا استثنا فرمایا ہے، اس کے بعد نقلی و عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنحضور ﷺ فتح مکہ کے موقع سے بدون احرام مکہ مکرمہ میں داخل

ہوئے، نیز اگر احرام کو بہر صورت لازم کر دیا جائے تو ایک طرح کا حرج لازم آئے گا۔ ابو بکر کاسانی کی بھی رائے یہی ہے:

”اور اسی طرح اگر کسی نے ان موافقت کو پار کر کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، خواہ حج و عمرہ کے ارادہ سے ہو، یا تجارت یا کسی اور دوسری ضرورت کی وجہ سے تو ہمارے نزدیک بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر کوئی مکہ میں حج و عمرہ کے ارادہ سے داخل ہو تو اس پر احرام واجب ہے، اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا ہے، تو بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور ہماری دلیل جو آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جان لو! کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد، اور تھوڑی دیر کے لئے یہ میرے لئے حلال کیا گیا، پھر قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت لوٹ آئی۔ اور تین طریقے پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے:

(۱) آپ ﷺ کا قول جان لو کہ مکہ قابل احترام ہے، (۲) آپ ﷺ کے قول میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں، (۳) آپ کا یہ قول (جو بغیر فصل کے ہے) کہ قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت باقی رہے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال نہیں، اور اس لئے کہ یہ زمین کا وہ مقدس ٹکڑا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف و عزت اور قدر و منزلت ہے“ (بدائع الصنائع ۴/۱۶۳)۔

امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ کے نزدیک بھی حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے جانے والے کے لئے احرام ہے۔

۲- ”ابن منذر نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا اس آدمی کے بارے میں جو کسی ضرورت سے نکلا اور حج کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، پھر وہ ذوالحلیفہ سے تجاوز کر گیا اور پھر حج کا ارادہ کیا

تو وہ ذوالحلیفہ لوٹ کر احرام باندھے گا اور اسی کے قائل اسحاق بن راہویہ ہیں، اس لئے کہ اس نے خارج میقات سے احرام باندھا ہے تو اس کو دم لازم ہوگا“ (معنی و شرحہ ۳۱۸)۔

ابن رشد قرطبی حضرت امام مالک کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تجاوز بدون الاحرام حج و عمرہ کے ماسوا بکثرت ایاب و ذہاب کی صورت میں جائز ہے (بدیۃ المجتہد لابن رشد قرطبی ۳۳۷)۔

نیز فتاویٰ تاتارخانیہ (۲/۴۷۵) پر مرقوم ہے:

”مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ حج، یا عمرہ کے لئے احرام میقات سے باندھے، خواہ مکہ میں داخل ہوا ہے حج و عمرہ کے ارادہ سے، یا کسی ضرورت کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک احرام اس شخص کو لازم ہوتا ہے جو مکہ میں حج، یا عمرہ کے ارادہ سے داخل ہوا ہو اور اگر دوسری وجہ سے داخل ہوا ہے تو اس کو احرام لازم نہیں ہے“۔

امام ابو یوسف کے نزدیک بھی تجاوز بدون احرام ایک حیلہ سے ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اولاً حل میں داخل ہو، پھر کسی ضرورت سے حد و حرم میں داخل ہو جائے بشرطیکہ حل میں اقامت کی نیت کی ہو (دیکھئے: حوالہ سابق ۳/۴۷۷)۔

مگر مذکورہ صورت میں چونکہ اقامت کی نیت بھی مشروط ہے اس لئے غیر معمولی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، غالباً اسی وجہ سے درج ذیل فقہاء و علماء نے حل میں نیت اقامت کی شرط ختم کر کے مستقلاً اجازت دیدی ہے۔

مفتی سعید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے کسی ضرورت سے جانا چاہتا ہے، مکہ مکرمہ جانے، یا حج و عمرہ کرنے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے، اور اس کے بعد وہ اس جگہ سے مکہ مکرمہ بلا احرام جاسکتا ہے“ (معلم البیان ۷۷)۔

صاحب درمختار علامہ علاء الدین حاکمی لکھتے ہیں:

”اگر حل میں سے کسی جگہ کا قصد کیا جیسے غلیص اور جدہ تو اس کے لئے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز ہے، پھر جب وہ داخل ہو گیا تو اس کے باشندوں کے حکم میں لاحق ہو جائے گا، لہذا اس کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور وہ ایک حیلہ ہے اس کا ارادہ کرنے والے کے لئے، الا یہ کہ وہ جو حج کے لئے مامور ہو“ (درمختار علی رد المحتار ۲/۳۷۷)۔

مسائل حج کے ایک تبحر عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی تحریر فرماتے ہیں:

”اس وقت میں عربستان میں جو موٹریں چلتی ہیں ان کے ڈرائیور یا اوتوں والے بدوی لوگ کئی بار مکہ معظمہ میں بغیر احرام آفاق سے آتے جاتے ہیں، تو حنیفہ کے نزدیک ہر بار مکہ مکرمہ میں آنے سے ان پر نسک لازم ہوگی“ لفظ ابن عباس من جاوز المیقات بغیر إحرام فعلیہ دم“۔

(ابن عباسؓ کے قول کی وجہ سے کہ جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرے تو اس پر دم واجب ہے)۔

یہی مذہب امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا بھی ہے:

”لقول النبی ﷺ من لهن ولمن اتى عليهن من غير اهلهن من اراد الحج والعمرة“۔

البتہ شوافع کے نزدیک اگر کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آئیں تو نسک لازم نہ ہوگی، اگر چہ آفاق سے آئے ہوں چونکہ یہ لوگ ابتلاء عام میں مبتلا ہیں اس لئے ان لوگوں کو یہ حیلہ کرنے سے جواز کی گنجائش ہے اور وہ یہ کہ حل میں کہیں مبین مقام میں جانے کی نیت سے جائیں، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ میں بغرض اپنے کام نوکری کی ادائیگی کے لئے بغیر احرام جاسکتے ہیں، بندہ کے فہم ناقص میں تو موٹریں ڈرائیوروں کو بہت وسعت ہے، کیوں کہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے ضرور پہلے جدہ جانا پڑتا ہے، اولاً وہاں جانے کی نیت کر لیں اس کے بعد مکہ مکرمہ کی، اسی طرح مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت بھی اولاً حل میں کہیں مقام مخصوص کی

نیت کریں بعد میں مکہ مکرمہ کی“ (زبدۃ المناکب مع اضافہ مفیدہ ۳۲۱)۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اہلی اور داخل فی المواقیت تمتع قرآن نہیں کر سکتا اور حضرت امام شافعی کے نزدیک وہ دونوں کر سکتا ہے، دلائل بایں طور ہیں:

”اہل مکہ اور مواقیت میں رہنے والے کے لئے (جو مکہ اور میقات کے درمیان ہیں) قرآن اور تمتع نہیں ہے، اور امام شافعی نے فرمایا کہ ان کا قرآن اور تمتع صحیح ہے، اللہ تعالیٰ کے قول ”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى“ میں اہل مکہ اور ان کے علاوہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: ”ذالك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ یہ خصوص پر ہے، اور وہ مسجد حرام ہے۔“

امام شافعی کا استدلال آیت مذکورہ سے بایں طور ہے کہ آیت مذکور مطلق ہے جس میں مکی وغیر مکی کی تخصیص نہیں، اس لئے مکی بھی تمتع قرآن کر سکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ و حضرت امام مالک کی دلیل بھی نص قرآنی ”ذالك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ ہی ہے جس سے آفاقی کو خاص کر دیا گیا ہے، بنا بریں اہلی تمتع قرآن نہیں کر سکتا، علامہ ابن رشد قرطبی لکھتے ہیں: ”وأبو حنيفة يقول إن حاضري المسجد الحرام لا يقع منهم التمتع وكره ذلك مالك“ (بدیۃ الجہد ۱/۳۲۶) بدیۃ الجہد کی ایک دوسری عبارت سے جس میں امام مالک کے نزدیک تمتع کی شرطیں مذکور ہیں چھٹی شرط یہ تحریر ہے کہ تمتع کا وطن مکہ نہ ہو والسادس أن يكون وطنه غير مكة“ (بدیۃ الجہد ۱/۳۲۷)۔

نیز علامہ ابن تیمیہ ”وجوب العمرة على أهل مكة“ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”ثم من هؤلاء من يقول مثل ذلك من أصحاب الشافعي أي وجوب العمرة على أهل مكة قول ضعيف جداً مخالف للسنة الثابتة وإجماع الصحابة“۔

اسی کے متصل دوسرے صفحہ پر مرقوم ہے: ”ولو كان أهل مكة كلهم أو بعضهم على عهد النبي يخرجون إلى الحل فيعمرن فيه لنقل ذلك كما نقل خروجهم في

الحج إلى عرفات وهم يعتمرون بعلم الحجة ولا قبلها أحد من أدنى الحل لأهل مكة ولا غيرهم“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/۲۵۸-۲۵۹)۔

واضح ہو کہ اہلی کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس نے مکہ المکرمہ کو مستقل وطن بنا لیا، دوسرا جس نے مستقلاً وطن نہیں بنایا، دوسروں کے احکام جدا گانہ ہیں۔ پہلی صورت میں تمتع قرآن نہیں کر سکتا جبکہ دوسری صورت میں جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

”نقل ابن عابدین عن اللباب فی بیان شرائط التمتع: التاسع عدم التوطن بمكة فلو اعتمر ثم عزم على المقام بمكة أبدا لا يكون متمتعا وإن عزم شهرين أي مثلاً وحج كان متمتعا“ (رد المحتار ۲/۲۱۱)۔

(ابن عابدین نے لباب سے نقل کیا کہ تمتع کے شرائط کے بیان میں نویں شرط مکہ میں وطن کا نہ ہونا، پس اگر عمرہ کیا، پھر مکہ میں ہمیشہ ہمیش ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا، اور مثلاً دو ماہ کا ارادہ کیا تو متمتع ہوگا)۔

نیز علامہ ابن الہمام کی بھی تحقیق یہی ہے کہ مکی تمتع قرآن نہیں کر سکتا، حضرت عبداللہ بن عباس کا اثر: ”یا أهل مكة لا متعة لكم أحلت لأهل الآفاق وحرمت عليكم“ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مکی نے تمتع قرآن کر لیا تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، احسن الفتاویٰ میں مفتی رشید احمد صاحب کہتے ہیں کہ ”مناسک کی عام کتابوں میں تحریر ہے کہ مکی نے تمتع، یا قرآن کیا تو بکراہت تحریمی صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر واجب ہوگا، اس لئے اسے خود نہیں کھا سکتا، مگر علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ حکم صحت ہے لکن بہتہ تحریر یہ صرف قرآن کے لئے ہے مکی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر واجب نہیں بظاہر تمتع سے بظاہر حج کا وہم نہ ہو“ (احسن الفتاویٰ ۲/۵۱۳)۔

اس مسئلہ سے متعلق حضرت گنگوہی کی بھی رائے درج ذیل ہے:

”مکہ مکرمہ کے رہنے والوں یا میقات کے اندر حل میں رہنے والوں کو قرآن و تمتع جائز نہیں“ یہ بات غیبتہ کے حوالہ سے حضرت موصوف ”زبدۃ“ کے ص ۳۰۵ پر تحریر کرنے کے بعد آگے خود لکھتے ہیں: ”اسی طرح وہ آفاقی جو مکہ مکرمہ میں آخر داخل ہوا اگرچہ اشہرج میں کسی شرعی طریق کے بغیر احرام عمرہ کے آیا ہو، جیسے پہلے حل کی حد میں کسی حاجت کے لئے آیا تھا، پھر وہاں سے کسی کام کی غرض سے مکہ معظمہ میں بغیر احرام آیا، یا اشہرج سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہو کر عمرہ بجلا کر فارغ ہوا اور وہاں ٹھہر گیا، اس کے بعد اس پر اشہرج واقع ہوئے تو اب مکہ والوں کے حکم میں ہے، پس اس کو بھی وہاں سے قرآن و تمتع کرنا منع ہے“ (زبدۃ المناسک، ص ۳۰۵)۔

تمتع حج سے قبل مزید عمرے کر سکتا ہے، معلم الحج ص ۲۱۴ کے حاشیہ پر مرقوم ہے: ”وہذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لانه عبادۃ مستقلة کا لطواف“۔ نیز حضرت گنگوہی بحوالہ ”مناسک المتوسط“ لکھتے ہیں کہ ”اس میں اختلاف ہے ما رحمۃ اللہ سندھی نے ”مناسک المتوسط“ میں لکھا ہے کہ یہ معترج سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرے اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کی بنا اس پر ہے کہ مکی کو مغر و عمرہ بھی اشہرج میں ممنوع ہے (جیسا کہ ابن الہمام کا مذہب ہے، چونکہ ما رحمۃ اللہ ان کے تلمیذ ہیں اس لئے اس کی اتباع کی وجہ سے مکروہ فرمایا ہو) حالانکہ مکی کو فقط تمتع و قرآن ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے اس کو عمرہ کرنا منع نہیں ہے۔ بلکہ تکرار عمروں کا اس کو جائز ہے کیوں کہ یہ مستقل عبادت ہے مثل طواف کے۔ اس کے بعد حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب آفاقی اشہرج میں آ کر عمرہ کر چکا تو اس کا تمتع اس عمرہ سے منعقد ہوا، پھر اس کے بعد مکہ میں رہ کر دوسرا عمرہ کیا تو وہ مغر و ہوا اور مغر و عمرہ مکی کے لئے سارے سال میں کرنا جائز ہے، سواء روز عرفہ اور عید نحر اور یام تشریق کیا رہویں، بارہویں تیرہویں کے (زبدۃ المناسک، ص ۳۱۳، ۳۱۸، بدائع الصنائع، ص ۲۲۷)۔

احناف کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے مطلقاً عمرہ کے

جواز کا قول کیا ہے: ”ولنا ماروی عن عائشة أنها قالت وقت العمرة السنة كلها إلا يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق والظاهر أنها قالت سماعاً من رسول الله ﷺ لأنه باب لا يدرك بالاجتهاد“ (بدائع الصنائع ۲/۲۲۷) نیز آنحضرت ﷺ کا ارشاد: ”العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما“ (ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیان واقع ہونے والی چیزوں کیلئے کفارہ ہے۔) اور عمرہ کا ارشاد: ”يعتمر إذا أمكن الموسى فى شعره“ (عمرہ کرے گا جب تک کہ ممکن ہو استرہ کا اس کے بال پر چلنا)، عطاء بن ابی رباح کا قول: ”إن شاء اعتمر فى كل شهر مرتين“ (اگر چاہے تو ہر ماہ دو مرتبہ عمرہ کرے) بھی تعدد پر دلالت کر رہا ہے۔

۶- ازدحام کا ہونا عذر کا باعث نہیں ہے، حضرت گنگوہی کہتے ہیں ”جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، یا حمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے، اسی طرح اگر اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ، یا تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے اور معذور دوسرے سے رمی کر سکتا ہے (زبد ۱۸۶، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: معلم الحج ۱۸۱، اصن الفتاویٰ ۳/۵۳۳)۔

مذکورہ جزئیہ کی تائید علامہ ابن تیمیہ اور تاجرانہ کے فتاویٰ سے بھی ہو رہی ہے: ”و كذلك من عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو نحوه فإنه يستنيب من يرمى عنه ولا شيء عليه“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/۲۳۵) (اور اسی طرح وہ شخص جو بذات خود رمی کرنے سے عاجز ہو مرض کی وجہ سے یا اس جیسے عذر کی وجہ سے تو وہ نائب بنائے گا ایسے آدمی کو جو اس کی جانب سے رمی کرے اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا)۔

”اور الولوالجیہ میں ہے کہ اگر مریض ہاتھ میں رکھ دے پھر اس کی جانب سے رمی کی جائے، یا کوئی دوسرا آدمی اس کی جانب سے رمی کرے تو وہ کافی ہے اگر بذات خود وہ قادر نہیں ہے“ (فتاویٰ تاجرانہ ۳/۳۶۳)۔

صورت مسنولہ میں وہ لوگ محصر ہیں بشرطیکہ یہ احصار قوف عرفہ سے پہلے ہوا ہو، اگر قوف عرفہ کے بعد یہ صورت پیش آئے تو یہ احصار نہ ہوگا اور اس نے اگر صرف حج کا، یا عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے تاکہ وہ اس کی طرف سے حرم میں ذبح کر دے اور بعد ذبح یہ حلال ہو جائے، اس کے بعد اس کو آنے والے سال میں قضا کرنی ہوگی چاہے حج فرض ہو، یا نفل، اپنا حج ہو، یا بدل، صحیح ہو، یا فاسد، حر ہو یا غلام، البتہ غلام پر قضا کا ادا کرنا آزاد ہونے کے بعد ہوگا۔ علامہ کا ساقی تحریر فرماتے ہیں:

”و أما وجوب قضاء ما أحرم به بعد التحلل...“ (بدائع الصنائع ۱۸۲/۲)۔

ابن قدامتہ تحریر کرتے ہیں:

”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ محرم جب اس کو مشرکین میں سے کسی دشمن نے، یا ان کے علاوہ نے گھیر لیا اور وہ بیت اللہ تک جانے سے روک دیئے گئے ہوں اور نہ کوئی مامون راستہ پاتے ہوں، تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت کی ہے اپنے قول: ”فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى“ میں اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس دن جس دن حدیبیہ میں وہ محصور ہوئے تھے حکم دیا کہ نحر کریں، حلق کرائیں اور حلال ہو جائیں خواہ احرام حج، یا عمرہ ہو، یا دونوں کا ہو، ہمارے امام کے قول کے مطابق اور ابوحنیفہ اور امام شافعی کے قول کے مطابق۔ اور امام مالک سے بیان کیا گیا ہے کہ معتبر حلال نہیں ہوگا، اس لئے کہ نوات کا خوف نہیں ہے“ (المغنی و شرحہ ۳۷۱/۳)۔

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں: ”جو شخص محصر ہو گیا اور حلال ہونا چاہتا ہے تو پھر وہ حرم میں ذبح کر کے حلال ہو لیتا ہے تو قضا اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے“ (زبدہ ۲۳۵)۔

نیز علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”اور لیکن فرض اس کی جانب سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کے ذمہ میں باقی ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور اگر نفل حج، یا عمرہ کا احرام باندھا، پھر محصر ہو گیا تو کیا اس پر اس کی

قضاء ہے؟ تو دو مشہور قول ہیں اور امام احمد سے دو روایات ہیں: ان دونوں میں سے مشہور روایت یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے اور یہی قول امام مالک اور شافعی کا ہے، اور دوسرا قول اس پر قضاء ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے، اور دونوں فریقین میں سے ہر ایک نے عمرہ قضا سے استدلال کیا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کی قضاء کی ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ حضورین نے اس کی قضاء نہیں کی ہے“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۶/۲۶۶)۔

یہ دم احصار اور اس کے ساتھ سارے دم بالاتفاق حرم کے ساتھ خاص ہیں:
 ”اور قدوری نے تفسیر کی ہے کہ پھر یہ دم اور دوسرے تمام دم جو واجب ہوتے ہیں بالاتفاق علماء اس کا جواز حرم کے ساتھ خاص ہوتا ہے“ (فتاویٰ ابن رضانہ ۲/۵۳۶)۔

جمہور فقہاء وائمہ کی دلیل فرمان باری تعالیٰ: فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ“ ہے، جس سے مراد حرم ہے مگر امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک محلہ سے مراد موضع حصر ہے، مفتی ظفر احمد صاحب عثمانی تحریر کرتے ہیں:

”محل کے سلسلہ میں سلف میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ تو عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، عطاء، طاؤس، مجاہد، حسن اور ابن سیرین نے فرمایا کہ وہ حرم ہے، اور یہی قول ہمارے اصحاب اور امام ثوری کا ہے، اور امام مالک اور شافعی نے فرمایا کہ اس کا محل وہ جگہ ہے جس میں وہ احصار کیا گیا ہے، پس وہ اس کو ذبح کرے گا اور حلال ہو جائے گا“ (احکام القرآن للشیخ ظفر احمد ایشامی ۱/۳۰۲)۔

رمی نجر و حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اگر بغیر عذر ترتیب ملحوظ نہ رکھی جائے تو دم دینا ہوگا۔

”وَأَمَّا التَّرْتِيبُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّمْيِ فَسُنَّةٌ، وَلَوْ تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْوَأَجِبَاتِ بَعْدَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ عَلَيَّ مَا فِي الْبِدَائِعِ“ (رد المحتار علی الدرر ۲/۵۱۷)۔

نیز علامہ علاؤ الدین حصکمی تحریر فرماتے ہیں:

”فیجب فی یوم النحر أربعة أشياء: الرمي ثم الذبح لغير المفرد ثم الحلق ثم الطواف“ (درمنازع الرد ۲/۵۵۵)۔
(نحر کے دن چار چیزیں واجب ہوتی ہیں: رمی، پھر مفرد کے علاوہ کیلئے ذبح، پھر حلق، پھر طواف)۔

”وروی عن النبی ﷺ أنه قال: أول نسكنا في يومنا هذا الرمي ثم الذبح ثم الحلق“ (بدائع ۲/۱۵۸)۔

(آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج ہمارے حج کے احکام میں سب سے پہلے رمی، پھر، ذبح پھر حلق ہے)۔

وجوب ترتیب سے متعلق نص قرآنی: ”فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير ثم ليقضوا نفثهم رتب قضاء النفث وهو الحلق على الذبح“۔

بدون احصار کے اگر ذبح سے قبل حلق کر لیا جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبین و دیگر ائمہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں دیگر ائمہ کی دلیل ”اذبح ولا حرج“ ہے، مگر حنفیہ کے دلائل قوی ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے، چنانچہ حتی المستطاع ترتیب کی رعایت کرنی چاہیے، سعودیہ حکومت کی طرف سے جو کمپنیاں اس کام پر مامور ہیں وہ بطاقتہ (کارڈ) دیتے وقت تعین کر دیتی ہیں اس لئے اس وقت کے بعد ہی کچھ انتظار کر کے حلال ہو جانا چاہئے، نیز مدرسہ صولتیہ میں بھی اس ترتیب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اس لئے اولاً تو حاجی صاحبان کو خود ہی منخر پینچ کر قربانی کرنی چاہئے، اگر خود نہ کر سکیں تو ان محتاط اداروں کے سپرد کر دینا چاہئے پھر بھی اگر کسی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تو فہم ناقص میں یہ بات آتی ہے کہ صاحبین کے قول مرجوح کے مطابق صحیح ہو جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس قول کا انشاء نہ کیا جائے، کیوں کہ اس کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح یکسر فراموش ہو سکتا ہے۔

۹- صاحب تنویر الابصار فرماتے ہیں کہ دم قرآن تمتع و جنایت حاجی (مامور) پر ہوگا۔
 ”و دم القران والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقران
 والتمتع“۔

علامہ شامی اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں:

”أما الأول فلأنه وجب شكرا على الجمع بين النسكين وحقيقة
 الفعل منه وإن كان الحج يقع عن الأمر لأنه وقوع شرعي لا حقيقي“ (رد المحتار علی
 الدر المختار ۲/۶۱۱)۔

(بہر حال پہلا تو اس لئے کہ وہ حج و عمرہ کو جمع کرنے پر شکرانے کے طور پر واجب ہوا
 ہے، اور فعل کی حقیقت بھی اسی سے وابستہ ہے، اگرچہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوا، اس لئے کہ یہ
 وقوع شرعی ہے نہ کہ حقیقی)۔

مامور جو دم دیتا ہے وہ دم شکر ہے اور چونکہ یہ فعل حج واقعہ اسی سے صادر ہوا ہے، اس
 لئے دم شکر بھی حج بدل کرنے والا دے گا۔ مفتی رشید احمد صاحب بھی یہی تحریر فرماتے ہیں (اصن
 الفتاویٰ ۳/۵۱۳)، حضرت گنگوہی لکھتے ہیں: ”دم قرآن اپنے مال سے دے، آمر کے مال سے
 درست نہیں، ہاں اگر آمر اس سے نہ لے تو کچھ حرج نہیں“ (زبدہ ۵۵۸/۳)۔

حج کے مسائل کے ایک زبردست عالم مولانا شیر محمد صاحب سندھی کے نزدیک حج بدل
 میں تمتع نہ کرنا ہی بہتر ہے، لکھتے ہیں کہ ”پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے
 کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (زبدہ میں اضافہ مفیدہ ۵۶/۳)، حاشیہ معلم الحج ص ۷۷ کی عبارت بھی
 مذکورہ حکم کی تائید کرتی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح لباب میں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب
 گنگوہی نے زبدۃ المناسک میں عدم جواز عی کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاد مولانا ظلیل احمد
 صاحب مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد (بروٹلڈ مضجعہ) بھی عدم جواز عی کا فتویٰ دیتے تھے، اس
 لئے حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لئے تمتع کر کے آمر کے حج کو

شراب نہ کرنا چاہئے کہ بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کر دے کہ تمتع نہ کرے۔
 ۱۰- ایسی عورت کو طواف زیارت بحالت حیض و نفاس کر لینا چاہئے اور بعد میں بدنہ
 دے دینا چاہئے: ”من طاف للزیارة جنباً أولم يعد فعلیه بمنذة“ (تاوی سراہیہ علی ہاشم تاضی
 خاں ۲۰۵/۱)۔

(جس شخص نے حالت جنابت میں طواف زیارت کیا اور نہیں لوٹا یا تو اس پر بدنہ ہے)۔
 چونکہ طہارت شرط وجوب ہے اس لئے بدنہ سے اس کی کفایت ہو جائے گی۔
 علامہ ابن نجیم مصری ”الاشباہ والنظائر“ میں لکھتے ہیں: ”ولم يجعل للحج إلا
 ركنين: الوقوف والطواف وكذلك قال بعض الحنفية إن الطهارة ليست
 واجبة في الطواف بل سنة.....وعلى قول هؤلاء فلا يحرم الزيارة ولم
 يشترط الطهارة له“ (الاشباہ والنظائر ۱۳۹)۔

(حج کے لئے صرف دو رکن ہیں، قوف اور طواف اور اسی طرح بعض حنفیہ نے کہا کہ
 طہارت طواف میں واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے،..... اور ان لوگوں کے قول پر طواف
 زیارت حرام نہیں ہوگا، اور نہ طہارت کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے)۔
 نیز دیکھئے: علامہ کاسانی کی بدائع الصنائع۔

زبدۃ کے حاشیہ پر محیط کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے:

”ابن امیر الحاج نے اپنے منک میں ذکر کیا ہے کہ ایک عورت طواف زیارت سے
 پہلے حائضہ ہوگئی اور اب اس کا قافلہ کوچ کرنے کو ہے تو کیا وہ طواف کرے گی، یا نہیں؟ اگر
 طواف کرتی ہے تو اس کا حج پورا ہوا یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ لوگ اس سے کہیں گے کہ
 تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں، پس اگر تو داخل ہوگئی اور طواف کر لیا تو گنہگار ہوگی اور
 طواف صحیح ہوگیا اور تجھ پر بدنہ لازم ہوگیا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں اکثر پریشان
 رہتی ہیں“۔

مولانا قتی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ کتب حنفیہ میں اس اشکال کا کوئی صریح حل احقر کی نظر سے نہیں گذرا، البتہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے کہ ایسی عورت ماپا کی عی میں طواف کرے اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دم دیکر اس کی تلافی کرے (درس ترمذی ۳/۲۱۸)، ابن تیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”پس علماء نے جواب دیا اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، طہارت کے بارے میں کہ کیا یہ صحت طواف کے لئے شرط ہے؟ یا نہیں؟ علماء کے دو مشہور قول ہیں: ان دونوں میں کا ایک تو یہ ہے کہ طہارت شرط ہے، اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا، اور امام احمدؒ کی دو روایتوں میں سے ایک ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے، اور یہ مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ کا اور امام احمدؒ کی دوسری روایت ہے، لہذا ان لوگوں کے نزدیک اگر حالت جنابت، یا حدث، یا نجاست کی حالت میں طواف کیا تو اس کا طواف کافی ہے، اور اس پر دم ہے، اور ابوحنیفہؒ نے دم میں بدنہ کو متعین کیا ہے جب حائضہ یا جنسی ہو، لہذا اس کو طواف کرنا ممکن نہیں مگر حالت حیض میں، اس لئے کہ وہ عذر سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حج اس پر واجب ہے، اور علماء میں سے کسی نے نہیں کہا کہ حائضہ سے حج ساقط ہو جاتا ہے، اور نہ قول شریفہ میں سے کہ فرائض بعض ایسے عذر کی وجہ سے جفرائض میں واجب ہوتا ہے، ساقط ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نماز میں طہارت سے عاجز ہونے کی صورت میں“ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲/۲۳۲، ۲۳۳)۔

مذکورہ حکم مغنی ابن قدامہ اور اس کی شرح سے بھی معلوم ہوتا ہے (دیکھئے: ۳/۳۹۸)۔ نیز مفتی رشید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”اگر حاجی نے طواف زیارت نہ کیا اور پھر عمر بھر ادا نہ کر سکا تو اس پر مرض الموت میں ایک بدنہ یعنی ایک اونٹ، یا گائے حرم میں ذبح کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے“ (احسن الفتاویٰ ۳/۵۲۹)۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار، ہدایہ، فتاویٰ تاتارخانیہ، قدوری وغیرہ۔

اسی طرح فتاویٰ تاتارخانیہ ۲/۵۳۶ پر مرقوم ہے:

”وفسر القلوری..... ثم هذا الدم وجميع من الدماء يختص جوازها

بالحرم باتفاق بين العلماء۔“

(اور قدوری نے تفسیر کی ہے..... کہ پھر یہ دم اور وہ تمام دم جو واجب ہوتے ہیں

بالاتفاق ان کا جائز ہونا خاص ہے حرم کے ساتھ)۔

ساتھ ہی مفتی ظفر احمد صاحب عثمانی کی تحریر بھی پیش ہے: ”اور اسی وجہ سے تمام ائمہ

متفق ہیں کہ تمام ہدی حرم ہی میں نحر کئے جائیں سوائے دم احصار کے“ (احکام القرآن ۱/۳۰۰)۔

۱۱- عورت عدت کی حالت میں (خواہ وہ عدت فسخ نکاح، موت، طلاق رجعی ہو یا

بائن) حج کو نہیں جاسکتی، وہ عورت محصرہ ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی بحوالہ عالمگیری تحریر فرماتے

ہیں: ”کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ محرم نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کا

شوہر ہے، پھر اس کا شوہر مر گیا تو وہ عورت محصرہ ہے“ (زبدۃ بحوالہ عالمگیری ۲/۳۲)۔

اب اگر عورت اس احصار کی حالت میں حج کرتی ہے تو اس کے حکم کے سلسلہ پر مفتی

سعید احمد صاحب رقمطراز ہیں: ”اگر وہ اسی حالت میں حج کرے گی تو حج ہو جائے گا لیکن گنہگار

ہوگی“ (معلم الحجاج ۸۸)۔ غنیۃ ولباب سے بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے: ”فان حجت وہی فی

العلة جازت بالاتفاق و كانت عاصیة“ (حاشیہ زبدۃ ۲/۳۲)۔

۱۲- منیٰ کے مکہ مکرمہ کے ساتھ اتصال اور عدم اتصال سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا

اگر حاجی مکہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ یوم الترویۃ کو پندرہ دن سے کم ہے تو نماز میں قصر کرے گا،

ورنہ نہیں۔ مفتی سعید احمد صاحب ”معلم الحجاج کے ص ۱۵۶“ پر لکھتے ہیں: ”جو حاجی مسافر

مکہ مکرمہ میں ایسے وقت آئے کہ آٹھویں تاریخ تک پندرہ روز سے کم ہے اور وہ مکہ مکرمہ میں

پندرہ روز یا زیادہ کی اقامت کی نیت کرے تو اس کی نیت اقامت صحیح نہ ہوگی، وہ مسافر ہی

رہے گا، کیوں کہ آٹھویں تاریخ کو وہ منیٰ اور نویں کو عرفات ضرور جائے گا۔ اس لئے ایسے شخص کو

قصر کرنا چاہئے۔

۱۳ - چونکہ فصل وعدم فصل دونوں ہی کے ساتھ روایات و احادیث بکثرت موجود ہیں، نیز غیر کے مذہب کی جانب عدول شخصی ضرورت کے تحت عبادات و طہارات کے، باب میں جائز ہے، اس لئے ہر امام حرم کے ساتھ پڑھنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

حج و عمرہ کے چند مسائل اور ان کا شرعی حل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

تیز رفتار سوار یوں کی وجہ سے حج و عمرہ کا سفر ان دنوں جتنا آسان ہوا ہے، ملکی ضابطے، حج کمیٹی اور سعودی حکومت کے مقرر کردہ اصول، تغیر پذیر معاشرہ اور ہر دم رواں دواں زندگی نے عازمین کونت نئے مسائل سے دوچار کر دیا ہے، یہ مسائل اہم ہیں اور موجودہ حالات میں ان پر عمل انتہائی دشوار ہے، ضرورت ہے کہ ان مسائل اور دشواریوں کا شرعی حل پیش کیا جائے تاکہ امت مشقت و حرج سے نکلے اور شرعی یسر سے فائدہ اٹھا سکے، اس مقالہ میں ایسے ہی چند حل طلب مسائل زیر بحث آئے ہیں، واللہ الموفق وھو المعین۔

۱۔ مکہ مکرمہ یا حرم مکی میں بغیر احرام داخلہ

علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی حج یا عمرہ کی نیت سے حرم مکی یا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات میں داخل ہو، بدایۃ الجہد میں ہے:

”ولا خلاف أنه يلزم الإحرام من مَرَبِئِذِهِ الْمَوَاقِيتِ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةَ“ (بدایۃ الجہد ۱/ ۲۳۷)۔

(اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو ان موقیات سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے گزرے اس

پر احرام لازم ہے)۔

البتہ اگر کوئی شخص تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہے اور وہ میقات اور مکہ کے درمیان رہتا ہے تو ایسا شخص اپنی ضرورتوں کے تحت بلا احرام مکہ میں داخل ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا لکڑیاں یا گھاس پھوس لینے جل میں پہنچ گیا پھر مکہ میں داخل ہوا تو یہ شخص بلا احرام داخل ہو سکتا ہے۔

”الصنف الثانی وہم النین منازلہم فی نفس المیقات اوداخل المیقات إلی الحرم فوقتہم الحل.... ولہم دخول مکة بغير إحرام إذا لم یریلوا نسکا“ (ارشاد الساری ۵۷)۔

(دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے گھر نفس میقات یا داخل میقات میں ہیں، ان کا میقات حل ہے..... اگر وہ نسک کا ارادہ نہیں رکھتے تو ان کو بغیر احرام مکہ میں دخول کی اجازت ہے)۔

ہدایہ میں ہے:

”جو میقات کے اندر رہنے والا ہے اس کو اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہے، اس لئے کہ اسے بکثرت مکہ میں داخل ہونا پڑتا ہے اور ہر مرتبہ احرام واجب کرنے سے واضح حرج لازم آئے گا، اس لئے وہ اہل مکہ کے حکم میں ہے جن کے لئے مکہ سے نکلنا اور پھر اپنی ضرورت کے لئے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا مباح ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب ادائیگی نسک کا قصد ہو، اس لئے کہ یہ صورت کبھی کبھی پیش آتی ہے، جس میں کوئی حرج نہیں ہے“ (ہدایہ ۲۱۳)۔

۲- لیکن جو لوگ مکہ مکرمہ میں حج اور عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے آفاق سے آتے ہیں، ان کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا امام ابوحنیفہ کے یہاں درست نہیں ہے، امام شافعی کے یہاں احرام کی شرط صرف حج و عمرہ کے لئے دخول کی صورت میں ہے، دوسرے کسی غرض

سے دخول مکہ میں احرام ضروری نہیں ہے، دراصل امام ابوحنیفہؒ بیت اللہ کی تعظیم کے سلسلہ میں اوروں کی بہ نسبت زیادہ حساس ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کے مسئلہ میں عازم اور غیر عازم دونوں برابر ہیں۔

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام: ”لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً“، لأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما“ (بہاریہ ۱/۲۱۳)۔

(آفاقی اگر ان (میقات) تک مکہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے آیا تو اس پر احرام باندھنا ہمارے نزدیک لازم ہے، خواہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرے یا نہ کرے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ بڑھے“، اور اس لئے بھی کہ احرام کا وجوب بقعہ شریفہ کی عظمت کے پیش نظر ہے، لہذا اس میں حاجی، معتمر اور دوسرے لوگ برابر ہوں گے)۔

دخول مکہ کے قاصد کے لئے ان تمام مواقیت سے احرام مؤخر کرنا حرام ہے۔
بدایۃ المجتہد میں ہے:

”جو ان دونوں (حج و عمرہ) کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان مواقیت سے گزرے تو اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے کہا کہ جو بھی ان سے ہو کر گزرے گا اس پر احرام لازم ہوگا، البتہ جن کی آمد و رفت بکثرت ہوتی ہے، جیسے لکڑہارا وغیرہ (وہ اس سے مستثنیٰ ہیں)، یہی قول امام مالک کا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ سوائے عازم حج و عمرہ کے کسی پر احرام لازم نہیں ہے“ (بدایۃ المجتہد ۱/۲۳۷)۔

بدایۃ کی اس عبارت میں جن لوگوں کے مذہب پر مرور میقات کے لئے احرام کو لازم قرار دیا ہے، ان کے نزدیک بھی ”إلا من يكثر ترداده مثل الحطابين وشبههم“ کا استثناء

نقل کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں اور لکڑیاں یا گھاس پھوس لینے حل میں پہنچ جاتے ہیں، یا کسی دوسرے مقصد کے لئے میقات سے ان کو بار بار گزر کر مکہ آنا جانا پڑتا ہے، ایسے لوگ احرام کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک حیلہ بھی فقہاء نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جن کو میقات سے بار بار تجاوز کرنا پڑتا ہے، لوٹتے وقت آفاق سے بجائے مکہ کے حل کے کسی مقام کا قصد کریں اور وہاں سے مکہ کا عزم کریں، اس طرح حل صغیر میں رہنے والوں کی طرح بلا احرام ان کے لئے بھی مکہ میں داخل ہونا درست ہوگا۔ درمختار میں ہے:

”ولو قصد موضعا من الحل كخليص وجلة حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة لمريد ذلك“ (درمختار ۲/۱۵۳)۔

(اگر حل کے کسی مقام کا قصد کرے جیسے خلیص اور جدہ، تو اس کے لئے بغیر احرام کے آگے بڑھنا حلال ہے، اس لئے کہ جب وہ وہاں پہنچے گا تو وہ ان کے ساتھ ملحق ہو جائے گا اور مکہ میں بلا احرام داخلہ کی اجازت ہوگی اور یہ ایک حیلہ ہے اس شخص کے لئے جو ایسا کرنا چاہتا ہے)۔

۳- مکی کے لئے تمتع اور قرآن

تمتع اور قرآن کی حیثیت شریعت میں رخصت کی ہے، دو دروازے سے سفر کر کے آنے والے لوگ عموماً حج و عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کے متحمل نہیں ہوتے اس لئے شریعت نے ایک ہی سفر میں دونوں امور کی ادائیگی کی اجازت دی، لیکن اہل مکہ اور داخل میقات کے باشندوں کے لئے یہ پریشانی نہیں ہے، اس لئے اللہ نے ”ذکر لمن لم یکن اہلہ حاضر فی المسجد الحرام“ کے ذریعہ مکی کے لئے تمتع اور قرآن کی نفی کر دی ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں:

”لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام“ کا یہی مفہوم ہے کہ جس شخص کے اہل و عیال مسجد حرام کے قرب و جوار یعنی حدود میقات کے اندر نہیں رہتے، مقصد یہ ہے کہ اس کا وطن حدود میقات کے اندر نہیں ہے اس کے لئے حج و عمرہ کو اشہر حج میں جمع کرنا جائز ہے“ (سارف القرآن ۱/۳۸۲)۔

ہدایہ میں ہے:

”ولیس لأهل مكة تمتع ولا قران و إنما لهم أفراد خاصة خلافاً للشافعی...“ (ہدایہ ۱/۲۳۳)۔

(اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران، ان کے لئے صرف افراد ہے، بخلاف امام شافعی کے، اور ان پر اللہ تعالیٰ کا قول ”ذکر لمن لم یکن اہلہ“ حجت ہے اور اس لئے بھی کہ تمتع کی مشروعیت دونوں سفروں میں سے ایک کو ساقط کرنے کی سہولت کے لئے ہے اور یہ آفاقی کے حق میں ہے اور جو میقات کے اندر ہے وہ مکی کے حکم میں ہے، اس لئے اس کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران)۔

۴- مکی پر تمتع اور قران کی صورت میں دم جنائیت

اب اگر مکی نے اس وضاحت اور ممانعت کے باوجود قران کیا تو اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر لازم آئے گا اور یہ قران بکراہت تحریمہ صحیح ہو جائے گا، لیکن اگر اس نے تمتع کیا تو یہ تمتع علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق منعقد ہی نہیں ہوگا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر بھی لازم نہیں آئے گا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تمتع کے بطلان سے حج باطل نہیں ہوگا، اس لئے کہ پہلا دوسرے کے لئے لازم نہیں ہے۔ حیات القلوب میں ہے:

”واما عمرہ پس منعقد نمی شود اصلاً لرحق او... لہذا لازم نہ باشد بروے دم نریں صورت، زیرا انکہ دم از لوازم تمتع است و چون منتفی گشت ملزوم منتفی گشت لازم“ (حیات القلوب ۱/۶۸)۔

(مکی کے حق میں تمتع والا عمرہ اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، لہذا اس صورت میں اس پر دم لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ دم، تمتع کے لوازمات میں سے ہے اور جب ملزوم منٹھی ہو گیا تو لازم بھی منٹھی ہو جائے گا)۔

اس صورت میں یہ بات ضرور غور طلب ہے کہ اشہر حج کا عرصہ طویل ہے اور اہل مکہ میقات سے باہر جانے پر مجبور ہیں، اس سلسلہ میں شریعت کے اصول رفع حرج کو دھیان میں رکھتے ہوئے جیسا کہ سول ۲ کے جواب میں ہدایہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے، ان حضرات کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں اس حیلہ کو بھی کام میں لایا جاسکتا ہے جس کا ذکر سوال ۲ کے جواب میں کیا گیا ہے۔

۵- تمتع کے لئے حج سے پہلے دوسرا عمرہ کرنا

تمتع کا جو طریقہ فقہ کی متداول کتابوں میں مرقوم ہے اس کے پیش نظر اشہر حج میں عمرہ سے فراغت کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کرنا درست نہیں ہے، مفتی شفیع صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آفاقی لوگ جو اشہر حج میں (جو سوال سے ذی الحجہ تک ہے) احرام عمرہ باندھ کر داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے ان کا یہ عمرہ تمتع کا ہوگا، اس عمرہ کے بعد حج سے پہلے کوئی دوسرا عمرہ یہ نہیں کر سکتے، حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ جو آفاقی آدمی اشہر حج سے پہلے یعنی شوال شروع ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ کر کے حلال ہو گیا، اس کا یہ عمرہ تمتع کا نہیں ہے، اس لئے اس کو شوال شروع ہونے سے پہلے دوسرے عمرے کرنے کا بھی اختیار ہے“ (جوہر الفقہ، بحث موافقت احرام ۱/۳۹۲)۔

۶- رمی میں نیابت

صحت مند عازمین حج کے لئے رمی خود سے کرنا ضروری ہے، بوڑھوں اور معذوروں

کے لئے نیابت کی اجازت ہے، نیز ضعف جسمانی کی وجہ سے ان کے حق میں محض ازدحام کے خوف سے بھی نائب بننا درست ہے، فقہاء نے اس سلسلہ میں جو کلیہ ذکر کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ترک واجبات جو عذر من جانب اللہ ہو اس میں کوئی تاوان یا دم نہیں دینا پڑتا ہے اور ازدحام کو ان عذرات میں شمار کیا گیا ہے جو من جانب اللہ ہوتے ہیں، غنیۃ الناسک میں ہے:

”عذر کی وجہ سے واجبات کے ترک سے کچھ لازم نہیں آتا، عذر سے مراد وہ عذرات ہیں جو من جانب اللہ ہوں، اگر من جانب العباد ہوں تو وہ عذر نہیں ہے... بخلاف اس صورت کے کہ ازدحام کا خوف اسے روک دے، تو یہ بھی من جانب اللہ ہے، اس لئے اس پر کچھ بھی لازم نہیں“ (غنیۃ الناسک فی غنیۃ الناسک، ۱۳۸)۔

اس بنا پر احقر کی رائے ہے کہ رمی میں محض ازدحام کے خوف سے بھی بوڑھے اور معذور لوگ نائب بنا سکتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا، البتہ یہ ان لوگوں کے لئے درست نہیں جو خود سے رمی کرنے اور جمرات تک سخت دشواری اور مشقت کے بغیر جانے پر قادر ہوں۔

۷۔ ملکی قوانین کی وجہ سے روکے گئے عازمین حج و عمرہ

قرآن کریم کی آیت ”وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیہ سبیلاً“ کی تفسیر میں مفسرین نے استطاعت میں راستے کے پر امن ہونے کے ساتھ حکومتی اجازت اور ویزا کی بھی صراحت کی ہے، اس لئے ایسے لوگ جنہیں کسی وجہ سے سعودی حکومت نے ویزا نہیں دیا یا وہاں رہنے کے باوجود اجازت سے محروم رکھا ان پر حج فرض ہی نہیں ہے، اس لئے ان حضرات کو جو سعودی عرب میں رہتے ہیں اور حکومت نے حج و عمرہ کی اجازت نہیں دی ہے، ایسے لوگوں کو سفر حج و عمرہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔ البتہ اگر انہوں نے احرام باندھ ہی لیا اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس کر دئے گئے تو یہ محض حکم میں ہوں گے اور ان کو احرام کھولنے کے لئے

وہی کچھ کرنا ہوگا جو محصر مرض اور دشمن کو کرنا ہوتا ہے، یعنی اسے ہدی بھیجنا ہوگا اور ہدی لے جانے والے سے ایک ترار اور وقت مقرر کرنا ہوگا جس میں وہ ہدی ذبح کیا جائے، ہدی کے ذبح کے بعد محصر حلال ہو جائے گا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”وَأَتَمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ، فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ“ (البقرہ ۱۸۶)۔

(اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روک دئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک نہ پہنچ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر)۔
البتہ ہدی کا خرید کر دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ قیمت بھیج دینا بھی کافی ہے کہ وہاں خرید کر ذبح کر دیا جائے، ہدایہ میں ہے:

”وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِمَا ذُكِرْنَا بَعَثَ الشَّاةَ بِعَيْنِهَا لِأَنَّ ذَلِكَ قَدْ تَعَذَّرَ بِلِهَا أَنْ يَبْعَثَ بِالْقِيَمَةِ حَتَّىٰ تَشْتَرِيَ الشَّاةَ هُنَالِكَ وَتَذْبَحُ“ (ہدایہ ۲۷۳)۔

(ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے مراد بکری کا ہی بھیجنا نہیں ہے اس لئے کہ یہ کبھی دشوار ہو سکتا ہے، بلکہ اس کے لئے اس کی قیمت بھیجنا بھی جائز ہے، تاکہ وہاں وہ خریدی جائے اور ذبح کی جائے)۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے مابین ترتیب کی رعایت

متمتع اور تارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کی ادائیگی علی الترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ سنت طریقہ تو وہی ہے جو حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں کیا اور جو رمی، ذبح اور حلق کی ترتیب کے ساتھ کتابوں میں مذکور ہے۔

”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَمَىٰ فِي حَجَّتِهِ الْجُمُرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ نَحَرَ بِلَذَّةٍ ثُمَّ حَلَقَ رَأْسَهُ ثُمَّ طَافَ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ“ (من عہدہ جاہل عند مسلم و من عہدہ الس عند البخاری و مسلم)۔

(رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں قربانی کے دن جمرہ کی رمی کی، پھر بدنہ کا نحر کیا، پھر اپنا سر منڈ لیا، اس کے بعد طواف افاضہ کیا)۔

البتہ اختلاف اس باب میں ہے کہ اس ترتیب کے ترک سے کوئی تاوان لازم آئے گا یا نہیں، امام مالک کا قول ہے کہ اگر کسی نے جمرہ کی رمی سے پہلے حلق کروالیا تو اس پر نذر یہ ہے اور اگر ذبح سے پہلے حلق کر لیا یا ذبح رمی سے پہلے کر لیا تو اس پر کچھ نذر نہیں۔

”جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی شخص کو نذر یہ کا حکم دیا جس نے ضرورتاً محل سے قبل حلق کر دیا، تو بھلا بغیر ضرورت حلق محل سے قبل کرانے پر نذر یہ کا حکم کیسے نہیں لگے گا، باوجودیکہ حدیث میں رمی جمار سے قبل حلق اس کا ذکر نہیں ہے“ (بدیۃ المجتہد، ۲۵۷/۲)۔

امام شافعی، ابو داؤد، اور ابو ثور کے یہاں ترتیب کے فوت ہونے سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا، البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے، اسی لئے اگر کسی نے رمی اور نحر سے پہلے حلق کر لیا تو اس پر دم ہوگا اور اگر وہ تارن ہے تو دو دم لازم آئے گا، جبکہ امام زفر کا کہنا ہے کہ اسے تین دم دینا ہوگا: ایک دم تارن کا اور دو حلق قبل اُخر اور قبل رمی کا۔

جن حضرات کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے ان کی دلیل عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی وہ صحیح اور صریح روایت ہے جس میں ترتیب کے ترک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ولا حرج“ ارشاد فرمایا ہے، اور جس کے الفاظ یہ ہیں:

”وقف رسول اللہ ﷺ للناس بمنی والناس يسألونه فجاءه رجل فقال: يا رسول الله! لم أشعر وحلقت قبل أن أنحر فقال عليه الصلوة والسلام: انحر ولا حرج، ثم جاءه آخر فقال: يا رسول الله! لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي فقال عليه الصلوة والسلام: ارم ولا حرج، قال: فما يسئل رسول الله ﷺ يومئذ من شئ قدم أو أحر إلا قال افعل ولا حرج“ (متفق عليه)۔

(رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کی خاطر ٹھہرے اور لوگ آپ ﷺ سے سوالات

کرنے لگے، ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ مجھے نہیں معلوم تھا میں نے نحر سے قبل حلق کروالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نحر کرو کوئی حرج نہیں، ایک دوسرے صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نہیں جانتا تھا اس لئے رمی سے قبل نحر کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: رمی کر لے کوئی حرج نہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس دن تقدیم و تاخیر سے متعلق جس چیز کے بارے میں بھی دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا: (اب) کر لو کوئی حرج نہیں)۔

ایک دوسری روایت ابن عباسؓ کی ہے جس میں ذبح، حلق، رمی میں تقدیم و تاخیر کی شکل میں آپ ﷺ سے 'لا حرج' کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

”إن النبي ﷺ قيل له في الذبح والحلق والرمي والتقديم والتأخير

فقال: لا حرج“ (متفق علیہ)۔

(نبی ﷺ سے ذبح، حلق، رمی، تقدیم اور تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں)۔

حضرت شیخ ابنہند نے ان روایتوں کی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں حرج کے معنی ”اثم“ کے ہیں، صاحب قاموس نے بھی یہی معنی ذکر کئے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوا ”فلا اثم علیک“۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث میں وجوب صدقہ کا ذکر نہیں ہے اور اس کے وجوب اور عدم سے حدیث خاموش ہے، فرمایا: کہ عدم واقفیت ابتداء اسلام میں عذر تھا لیکن ہمارے زمانہ میں یہ عذر نہیں ہے، پھر خود راوی حدیث نے وجوب فد یہ کا حکم دیا ہے اور اصول حدیث کے اعتبار سے راوی کا فعل اس کی مرویات کا بیان ہوتا ہے۔

اگر آپ ﷺ کے ارشاد ”لا حرج“ کے پیش نظر فد یہ کا عدم وجوب تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ امام شافعی نے سمجھا ہے، تو اس سے مراد زمانہ نبوت ہوگا نہ کہ آج کا، اس لئے کہ نبی ﷺ کا زمانہ ابتداء اسلام کا زمانہ تھا اور اس زمانہ میں جہل قائل اعتبار عذر تھا، ہمارے زمانہ میں ایسا نہیں ہے (تقریر ترمذی)۔

لیکن ان احادیث کو ہی سامنے رکھ کر امام محمدؒ ترتیب کے ساقط ہونے پر ”لا حرج“ کے قائل ہیں، اور ان کے نزدیک ”لا حرج“ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو آخرت میں کوئی گناہ ہوگا اور نہ دنیا میں کوئی تاوان دینا ہوگا، یہ ترتیب قصداً چھوڑ دیا ہو یا نسیاناً، ان کے نزدیک مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

”قال محمد: وبالحدیث الذی روی عن النبی ﷺ نأخذ أنه قال لا حرج فی شیئی من ذلك“ (مؤطا امام محمد، ۲۳۵)۔

امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا متمتع اور قارن پر ترتیب کو ضروری قرار دیتے ہیں، چنانچہ اگر کسی نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا تو اس پر دم واجب ہوگا، مؤطا امام محمد میں ہے:

”وقال أبو حنیفة: لا حرج فی شیئی من ذلك ولم یر فی شیئی من ذلك كفارة إلا فی خصلة واحدة المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن یذبح قال علیہ دم“ (مؤطا امام محمد)۔

(امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی میں کوئی حرج نہیں اور وہ ان صورتوں میں سے کسی میں کفارہ کے قائل نہیں سوائے ایک صورت کے، جو متمتع اور قارن کی ہے، جب وہ ذبح سے پہلے حلق کر لے تو فرماتے ہیں کہ اس پر دم ہے)۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر ہے، جس میں ”من قدم من حجه شینا أو آخر فلیهرق دماً“ کے الفاظ آئے ہیں، اسے ابن ابی شیبہؒ نے ”عن طریق مجاہد عن ابن عباس“ سند حسن سے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابراہیم بن مہاجر ہیں جو ضعیف ہیں، امام طحاویؒ کی روایت کو ابن ابی شیبہؒ کی روایت سے سند زیادہ بہتر ہے، لیکن اس کے باوجود صحیحین کی ”لا حرج“ والی روایت کے بالمقابل اسے پیش نہیں کیا جاسکتا، طریق الرشید میں ہے:

”حافظ ابن حجرؒ نے روایت میں کہا کہ اسے ابن ابی شیبہؒ نے مجاہد عن ابن عباس کے طریق سے باسناد حسن روایت کیا، پھر فرمایا کہ اس میں ابراہیم بن مہاجر ہیں جو ضعیف ہیں، اس

کی طحاوی نے ایک دوسرے طریق سے تخریج کی ہے جو ابن ابی شیبہ کی روایت سے احسن ہے، لیکن اس کی معارض وہ روایتیں ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے صحیحین میں مروی ہیں، جس میں تقدیم اور تاخیر کرنے والے سے ”افعل و لا حرج“ مذکور ہے۔

ان تمام بحث کو دیکھنے، سند و متن پر غور کرنے، نیز فقہ کے رفع حرج کے اصول کو سامنے رکھ کر یہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ترتیب کے ساقط ہونے سے دم لازم نہیں آئے گا اور اس مسئلہ میں امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

حج بدل میں آمر کے حکم اور اجازت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسی لئے فقہاء نے حج بدل کے باب میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے، اس میں ایک یہ بھی ہے کہ حج بدل کرنے والے کو اس کا حکم دیا گیا ہو یا کم از کم اجازت دی گئی ہو، اگر امر یا اجازت کے بغیر کسی نے حج بدل کر دیا تو فرض کی ادائیگی نہیں ہوگی، اسی طرح اگر ایک شخص نے کسی کو اپنی طرف سے الگ حج و عمرہ کرنے کا حکم دیا اور اس شخص نے دونوں کو ملا کر قرآن کر لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس نے حج کرانے والے کے حکم کے خلاف کیا چنانچہ وہ حرج کا ضامن ہوگا، معلوم ہوا کہ آمر کے حکم یا اجازت کے خلاف کرنے کی صورت میں حج بدل صحیح نہیں ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ آمر کو چاہئے کہ وہ حج بدل کرنے والے کو عام اجازت دیدے کہ وہ جیسے چاہے حج کرے اور جس طرح چاہے حرج کرے، اس عمومی اجازت کے نتیجے میں حج بدل کرنے والا تمتع اور قرآن سب کر سکے گا۔ قاضی خاں میں امام ابو بکر محمد بن انفضل سے نقل کیا ہے کہ مامور کو عام اجازت دینا مناسب اور بہتر ہے تا کہ حج بدل کرنے والا کسی تنگی، مشقت اور حرج میں مبتلا نہ ہو اور بقیہ مال و رتلاء کو لوٹانا واجب نہ ہو۔

”إذا أمر غيره بأن يحج عنه فينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول

حج عنى بهذا المال كيف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة و عمرة و إن شئت قرانا و الباقي من المال لك و صية كيلا يضيق الأمر على الحاج و لا يجب رد ما فضل على الورثة“ (قاضی خاں بر حاشیہ مالگیری طبع مصر ۱/ ۳۰۷)۔

ارشاد الساری میں ہے:

”آمر کے لئے مناسب ہے کہ وہ معاملہ مامور کے سپرد کر دے اور کہے کہ میری جانب سے جیسے چاہو مغر دیا متمتع حج کرو“ (ارشاد الساری مناسک ملا علی قاری ۲/ ۳۰۳)۔

لیکن اگر آمر نے عام اجازت نہیں دی بلکہ صرف تمتع کرنے کی اجازت دی تو اجازت کے پائے جانے کی وجہ سے بلا اختلاف تمتع صحیح ہوگا، ارشاد الساری ہی میں ہے:

”لأن الميت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صحح ولا يكون مخالفا بلا خلاف بين الأئمة الأسلاف“ (ایضاً)۔

(اس لئے کہ اگر میت نے تمتع کا حکم دیا اور مامور نے بھی تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ بلا اختلاف ائمہ اسلاف مخالف نہیں کہلائے گا)۔

اجازت کی ایک شکل عرفاً بھی ہوتی ہے، ان دنوں چونکہ عام طور پر تمتع ہی معروف ہے، اس لئے اگر آمر نے نہ اجازت دیا ہے اور نہ ہی تمتع سے منع کیا ہے، اس صورت میں عرفاً اجازت متصور ہوگی اور حج تمتع صحیح ہوگا، لیکن بہتر یہی ہے کہ صراحتاً اجازت حاصل کر لیا جائے، اجازت کے باوجود مختار مذہب یہی ہے کہ دم قتر ان تمتع اور جنایت یہ سب مامور اپنے مال سے ادا کرے۔

”دم القران و التمتع و الجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر و إلا فیصیر مخالفا فیضمن“۔

البتہ اگر آمر نے مال کے سلسلے میں بھی عام اجازت دے دی ہے تو آمر کے مال سے تمتع کی ادائیگی کی جاسکتی ہے، حج عن الميت کی شکل میں اگر میت کی وصیت کی تکمیل مقصود ہے اور میت نے تمتع کرنے سے صراحتاً منع نہیں کیا ہے تو عرف کا خیال کرتے ہوئے تمتع کر سکتا ہے لیکن

بہتر فرادہ ہے، وصیت کے بغیر اگر وراثت حج بدل کر رہے ہیں تو یہ حج تبرع من الوارث ہے، اس لئے یہاں امر وراثت ہوں گے اور ان کے حکم اور اجازت کا ہی اعتبار کیا جائے گا، لیکن اس صورت میں بھی دمتر ان، دم جنایت وغیرہ مامور کے ذمہ ہوگا۔ یہاں یہ بات ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اگر امر نے صراحتہً قرآن یا تمتع سے منع کر دیا ہے تو فرادہ ہی کرنا ہوگا، کسی کی جانب سے کسی شخص خاص کا حج کرنا اس کی مرضی پر منحصر ہے، اب اگر کوئی امر کی طرف سے حج بدل کو تیار ہو گیا ہے تو اسے ہر حال میں امر کے حکم کی پابندی کرنی ہوگی، چاہے اسے طویل عرصہ تک احرام کی پابندیوں کو جھیلنا پڑے۔

ایک شبہ جو تمتع کی اجازت دینے پر پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ حج بدل کی شرائط میں فقہاء نے لکھا ہے کہ مامور امر کے وطن سے حج شروع کرے۔ تمتع کی صورت میں ایسا نہیں ہو پاتا، بلکہ حج مکہ ہو جاتا ہے، میقاتی باقی نہیں رہتا، اس سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ حج بدل کرنے والا امر کی نیابت کر رہا ہے، امر اگر خود حج کرتا تو اس کے لئے تینوں صورتوں کے اختیار کا حق ہوتا، اور فرادہ قرآن، تمتع جو بھی کرنا درست قرار دیا جاتا، تو بھلا مانع کے لئے تینوں شکلیں کیوں جائز نہیں ہوں گی، رہ گئی بات یہ کہ امر کے وطن سے حج شروع نہیں کیا گیا تو اس میں حرج ایک تو اس لئے نہیں ہے کہ فقہاء نے اسے شرط لازم نہیں مانا ہے، بلکہ عرفاً وطن سے حج شروع کرنے کی بات کہی ہے، دوسرے یہ کہ اگر اصیل خود میقات میں کسی ضرورت سے پہنچ جاتا اور حج کر لینا (جیسا کہ سعودی عرب میں مقیم ہندستان سمیت دیگر ممالک کے لوگ کرتے ہیں) تو حج ادا ہو جاتا، باوجودیکہ حج اس کے وطن یا میقات سے نہیں کیا گیا ہے، لہذا اس بنیاد پر حج بدل کرنے والے کا حج بھی باوجودیکہ وہ امر کے وطن سے نہیں کیا گیا ہے، درست ہوگا، خصوصاً اس شکل میں جبکہ امر نے تمتع کی اجازت صراحتاً یا سکوتاً دے دی ہو، حضرت مفتی شفیع صاحب نے اس بحث کے سارے دلائل کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد قول فیصل کے طور پر لکھا ہے:

”اگر چہ من حیث الدلیل رجحان اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں امر کی اجازت

سے قرآن و تمتع دونوں جائز ہوں اور فقہاء متاخرین میں صاحب لباب اور اس کے حاشیہ حباب وغیرہ میں اسی کو اختیار بھی کیا گیا ہے، مگر ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن آمر بھی جائز مقرر نہیں دیتے، معاملہ ادا کے فرض کا نازک ہے، اس لئے احتیاط لازم ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں ہزاروں یا قرآن کیا جائے، تمتع نہ کریں، لیکن اس زمانہ میں حج و عمرہ کرنے میں عام آدمی آزادی نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں اور طول احرام سے بچنے کے لئے ایام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کرنے کی بھی گنجائش ہے“ (جوہر الفقہ ۵۱۶/۱: حج بدل اور اس کے احکام)۔

احسن الفتاویٰ میں ہے:

”اس زمانہ میں عرفا آمر کی طرف سے تمتع قرآن اور دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحت ضروری نہیں، مع ہذا صراحت اذن حاصل کر لینا بہتر ہے“ (احسن الفتاویٰ مفتی رشید احمد ۵۲۳/۲)۔

۱۰- حائضہ یا نفساء کے لئے طواف زیارت

طواف کی صحت کے لئے طہارت کو شرط کا درجہ حاصل ہے، کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے، سوائے اس کے کہ نماز میں بولنے کی اجازت نہیں ہے، جبکہ طواف میں گفتگو کی جاسکتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الطواف بالبیت صلاة إلا أنکم تتکلمون فیہ“ (رواہ ترمذی)۔

(بیت اللہ کا طواف بھی ایک (طرح سے) نماز ہے، البتہ تم اس میں بات کر سکتے ہو)۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ جب دوران حج حائضہ ہوئیں، تو آپ ﷺ نے طواف

کے علاوہ سارے اعمال حج کی ادائیگی کی اجازت دی اور فرمایا:

”افعلیٰ کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبيت حتی تطهری“ (رواہ

بخاری و مسلم)۔

اس زمانہ میں اس کا موقع تھا کہ حائضہ اور نساء طہارت تک انتظار کر لیں اور پھر طواف زیارت کے بعد واپسی عمل میں آئے، لیکن اب پاکی کا انتظار ناقابل عمل ہے، کیونکہ نہ تو ویزہ کی مدت بڑھانا اپنے بس میں ہے اور نہ واپسی کے لئے مقررہ جہاز کی تاریخوں میں تبدیلی یا دوسرے جہاز میں سیٹ کنفرم کرانے پر اپنا قابو ہے، نفقہ کی قلت بھی انتظار کی اجازت نہیں دیتی، ایسے میں اگر وہ بغیر طواف کے واپس ہو جاتی ہے تو دوبارہ آ کر طواف کرنا عام طور پر عدم استطاعت کی وجہ سے حائضہ یا نساء کے لئے ممکن نہیں، اگر کسی طرح وہ نفقہ پر قابو پالیں تو دسیوں قانونی رکاوٹیں ہیں، مثلاً ہندوستان کو ہی لیجئے اگر طواف کے لئے سفر، حج کے ایام میں کرنے کا قصد ہو تو ایک حج کے بعد دوسرے سفر حج کے لئے پانچ سال کا وقفہ ضروری ہے اور یہ قانون حج بدل کی صورت میں بھی ہے، عمرہ کے ارادہ سے سفر ہو تو وہ بھی آسان نہیں، بہت ساری پابندیوں سے جکڑا ہوا ہے، ایسے میں پانچ سال تک شوہر سے الگ رہنا عملاً ممکن نہیں ہے اور خطرہ ہے کہ عورت گناہ میں مبتلا ہو جائے، ان حالات میں عورت کیا کرے یہ ایک اہم سوال ہے۔

الف، ب- شامی میں اس صورت حال میں بعض مفسرین کے حوالہ سے ابن امیر حاج کا مسلک نقل کیا ہے کہ اگر وہ پاک نہ ہو اور قافلہ کے ساتھ جانے کا ارادہ کرے اور مسئلہ دریافت کرے کہ وہ اس حالت میں طواف کر سکتی ہے یا نہیں؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ مسجد میں داخل ہونا تیرے لئے جائز نہیں ہے، اگر تو داخل ہو کر طواف کر لے تو گناہگار ہوگی البتہ تیرا طواف صحیح ہو جائے گا اور بد نہ لازم آئے گا۔

”لو هم الركب علی القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا قالوا: یقال لها: لا یحل لك دخول المسجد وإن دخلت وطفت أئمت و صح

طوافک فعلیک ذبح بدنہ“ (بخاری ۱۸۳/۲)۔

ج۔ اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے سے رکن کی ادائیگی ہو جائے گی اور دم میں بدنہ لازم آئے گا، مبسوط مرحسی میں ہے:

”وإن كان طاف للزيارة جنبا حتى رجع إلى أهله فإنه يعود إلى مكة ليطوف طواف الزيارة وإن لم يرجع إلى مكة فعليه بدنة لطواف الزيارة وعلى الحائض مثل ذلك“ (مبسوط ۳۱/۳)۔

(اگر جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا اور اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آیا تو اسے طواف زیارت کے لئے مکہ جانا ہوگا، اور اگر مکہ واپس نہیں آیا تو اس پر طواف زیارت کے لئے بدنہ ہے اور یہی حکم حائضہ کے لئے بھی ہے)۔

ہدایہ میں بدنہ کے لزوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے اور اس لئے بھی کہ جنابت حدث سے غلیظ ہے، حدث میں طواف کرنے سے بکری لازم ہوتی ہے، تو تفاوت کا تقاضہ ہے کہ جنابت میں بدنہ لازم ہو۔

”ولو طاف طواف الزيارة محدثا فعليه شاة .. وإن كان جنبا فعليه بدنة كذا روي عن ابن عباسؓ ولأن الجنابة أغلظ من الحدث فيجب جبر نقصا نهيا بالبدنة إظهاراً للتفاوت“ (ہدایہ ۲۵۳/۱)۔

د۔ اب یہ بدنہ کہاں ذبح کیا جائے گا؟ مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے یا یہ کہ حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر ادا کیا جاسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے، حرم مکہ سے باہر اور اپنے مقام پر اس دم کی ادائیگی نہیں ہوگی، ہدایہ میں ہے:

”ولا يحوز ذبح الهدايا إلا في الحرم لقوله تعالى في جزاء الصيد هديا بالغ الكعبة فصار أصلا في كل دم هو كفارة ولأن الهدى اسم يهدى إلى مكانه ومكانه الحرم“ (ہدایہ ۲۸۱/۱، باب الہدی)۔

(ہدایا کا ذبح حرم کے سوا کہیں جائز نہیں، اس کی وجہ شکار کے جزا میں اللہ تعالیٰ کا قول ”ہدیا بالغ الکعبۃ“ ہے، پس یہ آیت ہر دم کفارہ کے لئے اصل قرار پائے گی اور اس لئے بھی کہ ہدی نام ہے اس جانور کا جسے اپنی جگہ لے جایا جائے اور اس کی جگہ حرم ہے۔ دیگر فقہاء نے بھی عام طور پر ”بعث بدنہ“ کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بدنہ یا بدنہ کی قیمت بھیجینی ہوگی اور اپنے مقام پر دم کی ادائیگی نا کافی ہوگی۔

۱۱- ایام عدت میں عمرہ و حج کی ادائیگی

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور وہ اتنی دوری پر ہے کہ ”مسیرۃ ثلاثۃ ایام“ سے کم میں اپنے گھر لوٹ سکتی ہے تو اسے عدت گزارنے کے لئے گھر لوٹ جانا چاہئے، لیکن اگر وہ سفر میں اتنی دور نکل گئی ہے کہ ”مسیرۃ ثلاثۃ ایام“ کے فاصلہ پر ہے یا اس سے زیادہ پر، تو اسے اختیار ہے، چاہے توجح کی تکمیل کرے اور چاہے تو لوٹ جائے۔ ہدایہ میں ہے:

”جب عورت اپنے شوہر کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہو اور وہ اسے غیر مصر میں طلاق ثلاثہ دیدے یا مرجائے تو اگر اس جگہ اور عورت کے مصر کے درمیان تین دن سے کم کی مسافت ہے، تو وہ اپنے مصر لوٹ آئے، اس لئے کہ معنی یہ ابتدا و خروج نہیں ہے بلکہ بنا ہے اور اگر مسافت تین دن سے کم کی ہو تو اسے اختیار ہے چاہے تو لوٹ آئے چاہے تو آگے کا سفر جاری رکھے، خواہ اس کے ساتھ ولی ہو یا نہ ہو“ (ہدایہ ۳۹۱، باب العدة)۔

اس اقتباس کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر عورت مکہ پہنچ چکی ہے اور وہاں ایسا حادثہ پیش آتا ہے تو اس کے لئے عمرہ و حج کی ادائیگی درست ہوگی، کیونکہ عدت میں سفر سے فوری واپسی ضروری نہیں ہے اور بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ”مسیرۃ ثلاثۃ ایام“ پر مبنی ہے، چونکہ وہ مکہ پہنچ چکی ہے اور اب اس کا سفر ”مسیرۃ ثلاثۃ ایام“ سے کم ہے، اس لئے بغیر محرم

.....
کے بھی حج کی ادائیگی ہو جائے گی، اس کے علاوہ عورت کا یہ سفر بقاء ہے ابتداء نہیں، عدت کی حالت میں ابتداء سفر ممنوع ہے بقاء نہیں، اسی طرح عورت کا بغیر محرم کے حج کے سفر پر نکلنا غیر شرعی ہے نہ کہ سفر جاری ہونے کے بعد حادثہ کی وجہ سے بغیر محرم کا رہ جانا، البتہ ابھی سفر کا آغاز ہوا ہے، مثلاً گھر سے نکل گئی ہے، لیکن ملکی حد سے باہر نہیں گئی ہے یا رجوع کے لئے 'مسیرة ثلاثة أيام' سے کم کا فاصلہ ہے تو لوٹ آنا بہتر ہے۔

۱۲- قیام کے لئے پندرہ دن کی نیت ضروری

حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا، کیونکہ منیٰ کی آبادی کے متصل ہونے کے باوجود شہر کی حدود الگ الگ ہیں اور منیٰ کو مکہ کے محلہ کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

۱۳- جماعت و مجمع کی رعایت میں امام مسجد کی اقتدا کرے۔

حج اور عمرہ سے متعلق کچھ نئے مسائل

مولانا نور علی اعظمی ☆

۱- جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور ضرورت سے حرم مکی کے حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی احرام باندھ ہی کر آگے بڑھنا ہے یا نہیں اس سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کے مسالک اور دلائل اس طرح ہیں:

مسلك حنفیہ: حنفیہ کے نزدیک ہر شخص کے لئے چاہے وہ حج و عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہیں بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے: ”الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد“ (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے:

”قال رسول الله ﷺ لا يجاوز أحد الميقات إلا محرم“ (یعنی شرح الہدایہ ۱/۱۳۰۳، اعلیٰ صبح ۱/۱۷۶۳)۔

نیز تعلق صبح میں ابو الشعثاء سے ابن عباس کا یہ عمل منقول ہے: ”عن أبي الشعثاء انه رأى ابن عباس يرد من جاوز الميقات غير محرم“ (۱۷۶۳)۔

مسلك مالکیہ: امام مالک نے فرمایا کہ جو شخص مکہ میں بغیر احرام عمد آیا جہالتہ داخل ہو گیا تو اس نے برا کام کیا لیکن اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں، یعنی میں ہے: ”قال مالك من دخل

مکہ غیر محرم متعمداً أو جاهلاً فقد أساء ولا شئ علیہ“ (یعنی شرح ہدایہ ۱/ ۱۳۰۳)۔
 موطائیں ہے: ”أخبرنا مالك حدثنا نافع أن ابن عمر اعتمر ثم أقبل إذا
 كان بقليد جاءه خبر من المدينة فرجع فدخل مكة بغير إحرام“ (موطا امام محمد ۲/ ۲۱۹)۔
 مسلک شوافع: امام شافعی کے نزدیک مکہ مکرمہ میں حج و عمرہ کے علاوہ دوسرے مقصد
 سے دخول ہو تو اس پر احرام واجب نہیں، امام نووی نے منہاج میں ایسے شخص کے لئے احرام کو
 مستحب قرار دیا ہے، اور ایک قول میں امام نووی نے وجوب بھی نقل کیا ہے، اور جس شخص کا دخول
 بار بار ہوتا ہو جیسے خطاب صیاد، ان کو وجوب والے قول سے مستثنیٰ کیا ہے۔

”وفي المنهاج للنووي: من قصد مكة غير محرم لا شك أنه يستحب
 له أن يحرم بحج أو عمرة وفي قول يجب ألا يتكرر دخولها كخطاب أو
 صياد“ (یعنی ۱/ ۱۳۰۳)۔

مسلک حنابلہ: اس سلسلے میں حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں بلا ارادہ قتال
 شرعی یا بلا حاجت متکررہ جانا چاہتا ہو تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام جانا جائز نہیں، البتہ جو
 شخص بلا ارادہ قتال مباح یا حاجت متکررہ کی بنا پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اس کے لئے
 احرام باندھنا واجب نہیں: ”من دخلها لقتال مباح أو من خوف أو حاجة متكررة
 كالحشاش و الخطاب ...“

تیسرے اور چوتھے قول کی دلیل:

”إن النبي ﷺ دخل يوم الفتح مكة حلالا وعلى رأسه المغفر
 وكذلك أصحابه ولم نعلم أحدا منهم أحرم يومئذ وكذلك روى أن ابن عمر
 دخلها بغير إحرام، لو أوجبنا الإحرام على كل من يتكرر دخوله أفضى إلى أن
 يكون جميع زمانه محرما فسقط للحرج“۔

۲۔ جن فقہاء کے نزدیک حرم کی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے خواہ وہ حج و

عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو، احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے جیسے حنفیہ، ان کے نزدیک بھی ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا چاہئے جو تقریباً روزانہ اور کبھی کبھی ایک سے زائد مرتبہ تجارت، ملازمت یا دوسرے مقاصد سے حرم مکی کے اندر آمد و رفت رکھتے ہیں، ایسا نہ کرنے میں مذکورہ بالا لوگوں کے لئے بہت بڑا حرج لازم آئے گا اور حرج کو شریعت میں اٹھادیا گیا ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک میقات کے اندر رہنے والے لوگوں کو مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی اجازت و دفع حرج ہی کی بنیاد پر دی گئی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

”ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثُر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين“ (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

علامہ عینی اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے یہ روایت پیش کرتے ہیں: ”روی عن ابن عباس أنه عليه السلام رخص للحطابين أن يدخلوها بغير إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات“۔

لیکن علامہ عینی کے مذکورہ احتمال ”والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات“ کے برخلاف (ہائیکیری ۲/۱۱۳) پر یہ صراحت موجود ہے: ”وكذلك الآفاقي إذا صار من أهل البستان كذا في محيط السرخسي“ (ہائیکیری ۲/۱۱۳)۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد عمرہ نہیں کر سکتا یعنی مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش نہیں ہے، اور یہی حکم ان تمام لوگوں کا ہے جو مکی کے حکم میں آتے ہیں، فتح القدير شرح ہدایہ میں حضرت عمر کا قول منقول ہے:

”وصح عن عمر أنه قال ليس لأهل مكة تمتع ولا قران“ (فتح القدير ۲/۲۲۸)۔

لیکن اگر مکی یا اس کے حکم میں آنے والا شخص باوجود ممانعت کے تمتع یا قرآن کرے تو فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہ دونوں عمل اس کی طرف سے واقع ہو جائیں گے، البتہ ایسا کرنے کی

وجہ سے گنہگار ہوگا اور اس کے اوپر دم جبر واجب ہوگا، فتح القدر (۲/۲۲۸) میں یہ منقول ہے:

”قال في تحفة: ومع هذا لو تمتعوا جاز و أساؤا۔ أو عليهم دم الجبر“

اور اسی مفہوم کی عبارت (۲/۲۴۰) میں بھی موجود ہے۔

مکی کے حق میں تمتع اور قرآن کی ممانعت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

”ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ (بقرہ/۹۶)، مکی کے لئے قرآن اور تمتع کے ممنوع ہونے پر علامہ برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں: ”لأن شرعها للترفة بإسقاط إحدی السفرتین وهذا فی حق الآفاقی“ (بذریعہ/۲۳۳)۔

ما اعلیٰ قاری اس مسئلہ میں متوطن مکی اور مکہ مکرمہ میں مقیم شخص کے درمیان فرق کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں متوطن مکی کے لئے تمتع جائز نہیں ہے، ہاں جو شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو اس کیلئے بعض صورتوں میں تمتع جائز ہے اور اس کا تمتع بالکل صحیح اور سنت کے مطابق ہوگا، اور اس کے اوپر جنایت کا دم نہیں ہوگا بلکہ دیگر تمتع کرنے والوں کی طرح صرف دم شکر واجب ہوگا:

”ولا یبعد أن یفرق بین المکی المستوطن و بین المکی المقیم فی تمتع التمتع الأول دون الثاني“ (شرح للباب/۱۵۳)۔

لہذا اگر مکہ میں اقامت کرنے والا شخص اشہرج سے پہلے مکہ مکرمہ سے نکلا اور میقات کے باہر جا کر اپنی حاجت پوری کر کے اشہرج میں عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ آیا اور پھر اسی سال حج بھی کیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اس پر دوسرے متمتعین کی طرح صرف دم شکر ہوگا۔

۴۔ مکی شخص اشہرج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر جاسکتا ہے اور لوٹنے کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ اور اسی سال حج کرنا چاہے تو حج بھی کر سکتا ہے، اس کے لئے اس مسئلہ میں کوئی تنگی اور دشواری نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک اس کا یہ عمل خلاف سنت بھی نہیں ہوگا اور اس پر دم جنایت بھی لازم نہیں ہوگا، یہ تمتع اس صورت میں مسنون ہوگا، اس میں کسی طرح کی کراہت نہیں ہوگی (شرح للباب/۱۵۳)۔

پھر آگے لکھتے ہیں: ”والمراذ بعد لزوم الدم دم الجبر المتفرع علی ترکہ السنۃ لأن دم المتعة سواء یكون شکرا عندنا وجبرا عند غیرنا فهو لازم اتفاقاً“ (خولہ سابق، ۱۵۳)۔

پھر اس سے آگے ملا علی قاری اپنی اسی شرح میں لکھتے ہیں: ”فمقصودہ ان تمتعہ حیثئذ مسنوناً غیر مکروہ“ (شرح طباب، ص ۱۵۳)۔

الغرض حنفیہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک مکی کے لئے جب ایسا کرنے کی گنجائش موجود ہے، حنفیہ کے نزدیک مکی کا تمتع مسنون اور غیر مکروہ ہے، لہذا اس میں تنگی اور دشواری کا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔

۵۔ تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتا ہے، کیونکہ عمرہ ایک مستقل عبادت ہے اور اس کے لئے کسی مہینے اور تاریخ کی قید نہیں ہے، صرف سال کے پانچ دنوں میں جو حج کے مخصوص ایام ہیں عمرہ مکروہ ہے، اور وہ پانچ دن، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

تمتع آفاقی عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے گا اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے گا، لہذا حج سے پہلے دوسرے حلال اشخاص کی طرح سارے کام طواف اور عمرہ وغیرہ اس کے لئے جائز ہوگا۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: ”هذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز لها تکرارها لأنها عبادة مستقلة أيضا كالطواف“ (البحر الرائق، نیز دیکھئے ۲۶۸/۳)۔

علامہ رازی نے حضرت ابن عباس کے واسطے سے حضرت عمرؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے: ”عن عبد الله بن عباس قال سمعت عمر يقول: لو اعتمرت ثم اعتمرت ثم حججت لمتعت“ (أحكام القرآن للجصاص، ۲۸۵)۔

دو عمروں کے درمیان فصل کا مسئلہ

بعض حضرات کے نزدیک ایک سال میں صرف ایک مرتبہ کیا جاسکتا ہے، جیسے حسن بصری، ابن سیرین، امام مالک اور نخعی وغیرہم اسی کے قائل ہیں۔

”قال النخعی: ما كانوا يعتمرون في السنة إلا مرة ولأن النبي ﷺ لم يفعلہ“ (معنی ۳/۲۲۳)۔

صحابہ کرام کے ایک گروہ اور بہت سے تابعین اور فقہاء کے نزدیک ایک سال میں ایک سے زائد عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ قول حضرت علی، ابن عباس، انس، عائشہ، عطاء، طاؤس، بکرہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

پھر مجوزین کے درمیان دو عمروں کے مابین کتنا فصل ہونا چاہئے اس بابت مختلف آراء ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ میں ایک عمرہ کی اجازت دی ہے۔
حضرت انس ایک عمرہ کے بعد حلق کراتے اور جب بال نکل آتا تو دوسرا عمرہ کرتے،
حضرت بکرہ کی رائے بھی یہی ہے، جبکہ حضرت عطاء کے بقول پے درپے عمرہ غیر مستحب ہے۔
امام احمد کے نزدیک دس دن سے قبل تکرار عمرہ نہیں ہونا چاہئے۔
احناف کے نزدیک آفاقی متمتع اپنی سہولت کے ساتھ حج سے پہلے بار بار عمرہ کر سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

۶: الف - عمل رمی میں نیابت مریض اور معذور کے لئے درست ہے:

رمی جمرات حج کے واجبات میں سے ایک واجب ہے، بلاعذر اس واجب میں نیابت درست نہیں، حاجی کو حتی الوسع اس کام کو خود انجام دینا چاہئے، البتہ جان کی حفاظت بھی شرع کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے، اس لئے جہاں رمی میں اتلاف جان یا ضرر شدید کا اندیشہ ہو

نیابت صرف اسی جگہ درست ہو سکتی ہے، بغیۃ المناسک میں رمی کی ادائیگی صحت کی شرائط بیان کرتے ہوئے مصنف تحریر فرماتے ہیں:

”الشرط السادس: أن يرمى بنفسه فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة“

(بغیۃ المناسک، ۱۰۰)۔

معذورین کے لئے نیابت کا جواز مسند احمد اور ابن ماجہ کی اس روایت سے معلوم

ہوتا ہے:

”وعن جابر رضي الله عنه قال: حججنا مع رسول الله ﷺ ومعنا

النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم“ (فتاویٰ المسائل، ۱/۲۳۳)۔

ب- نیابت الرمی میں معذوری کا معیار

تحدید عذر میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ عذر من جانب العباد کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ اسی عذر کا اعتبار ہوگا جو من جانب اللہ ہو، جیسے محظورات احرام کا ارتکاب کوئی محرم کسی انسان کے مجبور کرنے سے کر ڈالے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا لیکن جزاء لازم ہوگی، چنانچہ بغیۃ میں یہ تفصیل مذکور ہے:

”ثم مرادهم بالعذر ما يكون من الله فلو كان من العباد فليس بعذر

حتى لو أكره على محظورات الإحرام كالطيب واللبس فيجب عليه الجزاء“۔

نیز اس کی تحدید اس بات سے کی جائے گی کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ

ہو بلکہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو، چنانچہ بغیۃ کے اندر اس کی صراحت اس

طرح ہے:

”وحد المريض أن يصير بحيث يصلى جالسا لأنه لا يستطيع الرمی

راكبا ولا محمولا إما لأنه تعذر عليه الرمی أو يلحقه بالرمی ضرر“ (بغیۃ المناسک، ۱۰۰)۔

کیونکہ ایسا شخص نہ تو سوار ہو کر رمی کر سکتا ہے اور نہ ہی محمول ہو کر۔ لہذا اس کے لئے رمی معذور اور دشوار ہو چکی ہے، یا کم از کم اتنی بات تو ضرور ہے کہ رمی کی بناء پر اسے ضرر لاحق ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر مریض اٹھا کر مری کے پاس لے جایا جاسکتا ہے اور رمی کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ نہ ہو اور اٹھا کر لے جانے والا موجود ہو یا اجرت پر کوئی آدمی مل جائے اور یہ اجرت پر قادر ہے تو ایسے شخص کی نیابت درست نہ ہوگی (بخاری المناسک، ۱۰۰)۔

عمل رمی میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں

عمل رمی میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ عورتوں کے لئے رات میں افضل ہے، لہذا بغیر عذر کے نیابت عن المرأة بھی جائز نہیں ہوگی (حولہ سابق)۔

ازدحام کے خوف سے رمی میں عورت کی نیابت درست نہیں

رمی میں نیابت مذکورہ تحدید کے ساتھ درست ہے، محض ازدحام کی وجہ سے کسی صحت مند عورت کا دوسرے سے رمی کرانا درست نہیں ہوگا، اور ایسا کرنے کی صورت میں عورت پر جزا لازم ہوگی، چنانچہ بخاری میں مذکور ہے:

”قد تبين مما قدمنا أنهم جعلوا خوف الزحام عنراً للمرأة وللمن به علة أو ضعف في تقديم الرمي قبل طلوع الشمس أو تأخيره إلى الليل لافي جواز النيابة عنهم لعدم الضرورة فلو لم يرموا بأنفسهم لخوف الزحام تلزمهم الفدية“ (بخاری، ۱۰۰)۔

۷۔ حکومت کا حج یا عمرہ سے روکنا بھی احصار ہے

سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکوں کو حج کرنے کے لئے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، ایسے لوگ اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد پکڑ کر واپس کر دیئے جائیں

تو وہ بھی محصر ہیں کیونکہ جن اسباب سے احصار متحقق ہوتا ہے ان میں ایک سبب منع السلطان بھی ہے، بغیر کے اندر مذکور ہے:

”و یتحقق بكل حابس يحبسہ ولو بمكة بالاتفاق بين أئمتنا علی الأصح كالکسر والفرج والعرج ومنع السلطان“ (غیۃ المصابیح، ۱۶۶)۔

محصر کا احصار کس طرح ختم ہوگا

احصار کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے محصر پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے توسط سے ہدی کا جانور یعنی بڑے جانور کا ساتواں حصہ یا ایک چھوٹا جانور بھیڑ یا بکری حرم میں بھیجے، اور اس کے ذبح کی تاریخ اور وقت کی تعیین کرے، جب اس جانور کے ذبح ہونے کا وقت گزر جائے تو یہ شخص حلال ہو جائے گا، اس سے پہلے محصر حالت احرام میں رہے گا اور منظورات احرام سے بچے گا، البتہ محصر ہدی کے ذبح ہونے سے پہلے احصار کی جگہ میں رہ سکتا ہے اور اپنے اہل و عیال میں بھی جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَأَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ“

شرح المصابیح میں ما علی القاری یہ آیت ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”يجب عليه أن يبعث الهدى لقوله تعالى فيذبح عنه وكيه نيابة عنه

في الحرم ويجب أن يواعده يوماً معلوماً يذبح حتى يعلم وقت إحلاله“ (ص ۲۳۶)۔

محصر کے حلال ہونے کے لئے حلق یا قصر ضروری نہیں ہے

محصر کے لئے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد حلق یا قصر ضروری نہیں ہے لیکن اگر کرا لے تو یہ بہتر ہوگا، لیکن اس کے علاوہ دوسرے منظورات احرام کے کرنے سے بھی اس کا احرام ختم ہو جائے گا، مثلاً مونچھ مونڈ لے، ناخن تراش لے وغیرہ (شرح المصابیح، ۲۳۱)۔

حلال ہونے کے صورت میں محصر پر کیا واجب ہوگا

اگر محصر نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر ایک عمرہ کی نیت ہے، اگر حج کا احرام باندھا تھا تو اس کے ذمہ ایک حج اور ایک عمرہ ہے، اور اگر قرآن کی نیت سے احرام باندھا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے ہیں۔

۸- رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا سنت

فقہ حنفی کے راجح اور مفتی بقول میں رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کو واجب قرار دیا گیا ہے لیکن صاحبین کے یہاں ان امور میں ترتیب ائمہ ثلاثہ کی طرح سنت ہے واجب نہیں، اور ترتیب کے خلاف ہو جانے کی صورت میں دم واجب نہیں ہے، امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں اس مشہور قول کے علاوہ دوسرے اقوال بھی موجود ہیں، درس ترمذی کے حاشیہ میں کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ کے حوالہ سے مذکور ہے:

”عن أبي حنيفة في الرجل يجهل وهو حاج فيحلق رأسه قبل أن يرمي الجمره أنه لا شيء عليه“ (باب الذي يجهل فيحلق رأسه قبل أن يرمي جمره العقبة)۔

تیسری روایت موطا امام محمد میں ”باب من قدم نسكا قبل نسك“ کے تحت منقول ہے:

”قال محمد: وبالحدیث الذی روی عن النبی ﷺ نأخذ أنه قال لا حرج فی شیء من ذلك وقال أبو حنيفة رحمه الله لا حرج فی شیء من ذلك ولم ير فی شیء من ذلك كفارة إلا فی خصلة واحملة: المتمتع والقارن إذا حلق قبل أن يذبح قال: عليه دم، وأما نحن فلا نرى عليه شيئاً“ (بحوالہ درس ترمذی ۱۵۲-۱۵۳)۔

حجۃ الوداع میں اس مسئلہ میں صریح روایتیں ملتی ہیں، ترتیب کے خلاف کرنے والوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا لیکن آپ نے جواب میں ”لا حرج“ فرمایا (العلین للصبح ۲۳۲/۳)۔ مختلف صحابہ کے جواب میں یہی جملہ ارشاد فرمایا اور دم کے وجوب کا حکم نہ کرنا اپنے ظاہر کے اعتبار سے وجوب دم کی نفی کرتا ہے، اگر وائغہ وجوب دم ہوتا تو صریح سوال میں اس کے ذکر سے آپ کا سکوت بڑا تعجب خیز معلوم ہوتا ہے، سائل کے جملہ میں لم اشعر مذکور ہے لیکن فقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ عدم علم کی وجہ سے آدمی معذور نہیں مانا جاتا۔

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجی مناسک حج اچھی طرح سیکھے سارا کام مرتب کرے، لیکن اس خاص مسئلہ میں اگر ترتیب بدل جائے اور وہ موجودہ صورت حال میں جس کی تفصیل سوال میں مذکور ہے تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا، اور اس مسئلہ میں امام کی دوسری روایت پر جو صاحبین کے قول کے قریب ہے عمل کی گنجائش موجود ہے۔

۹: الف - آج عام طور پر دو دروازے سے جانے والے لوگ حج تمتع کرتے ہیں، پھر بھی حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا محض عرف کی وجہ سے تمتع کی تعیین نہیں کرتا، اس کے لئے صریح اجازت کی ضرورت ہے، کسی ایک علاقے کا عرف احکام شرع کو بدلنے کے لئے کافی نہیں ہے (الاشاہ وانظار ۱۱۳)۔

حج فرض میں نیابت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ نے تقریباً بیس شرطیں ذکر فرمائی ہیں، مجملہ ان شرائط کے ایک یہ بھی ہے کہ مامور سفر کو اسی کام کے لئے خاص رکھے جس کا آمر نے حکم دیا ہے، مثلاً آمر نے حج کا حکم دیا ہے تو مامور پہلے مکہ جا کر حج ادا کرے، اور اگر حج سے پہلے عمرہ کر لے گا تو یہ سفر حج کے لئے نہیں مانا جائے گا۔

ایک دوسری شرط فقہاء نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حج کا حکم دینے کی صورت میں مامور کو میقات آمر سے احرام باندھنا ہوگا، اور تمتع کی صورت میں اس شرط کی خلاف ورزی لازم آئے گی، اس لئے مطلق حج کا حکم دینے کی صورت میں تمتع کرنا آمر کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی،

البتہ آمر کی اجازت کے بعد کوئی حرج نہیں ہے (نعیۃ المناسک، ۱۷۹)۔
ہندوستان کے مشہور علماء کرام کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے، مولانا ظفر احمد تھانوی نے ”فتویٰ مظاہر العلوم“ میں اس مسئلہ میں آمر کی اجازت کے بعد تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، مولانا عبدالرحیم لاچپوری ”فتاویٰ رحیمیہ“ (۶۰/۲) پر تحریر فرماتے ہیں کہ احوط اور ارجح یہ ہے کہ اجازت کے باوجود تمتع کا احترام نہ باندھا جائے لیکن بہر حال آمر کی اجازت کے ساتھ تمتع کر لینے کی گنجائش ہے۔

ب۔ صریح اجازت کے بغیر محض اپنی آسانی کی خاطر حج بدل کرنے والے کے لئے درست نہیں ہے۔

ج۔ اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ آمر سے اجازت لیتا تو وہ تمتع کی اجازت دے دیتا اس صورت میں مامور کے لئے تمتع کا جواز نکل سکتا ہے، لیکن ہمارے فقہاء کی مذکورہ تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے مامور کو چاہئے کہ آمر سے اس مسئلہ کو واضح کرے۔

د۔ اگرچہ مامور بال حج آمر کی اجازت سے تمتع کرتا ہے پھر بھی اسے دم تمتع اپنے پاس سے ادا کرنا چاہئے، کیوں کہ اس دم کی بنیادی وجہ ایک سفر میں دو عبادتوں کی ادائیگی سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہ فائدہ مامور بال حج کو مل رہا ہے، اس لئے بنیادی طور پر دم تمتع بھی اسی کے ذمہ ہے، لہذا یہ کہ آمر نے اس کی بھی اجازت دے دی ہو۔

۱۰۔ حائضہ اور نفساء کے لئے حیض و نفاس کے دوران طواف زیارت جائز نہیں

الف۔ سوال میں لکھی ہوئی جملہ پریشانیوں کے باوجود حیض و نفاس کے دوران طواف زیارت جائز نہیں، اگر کرے گی تو گنہ گار ہوگی، ایسی عورت کو حتی الامکان حج کمیٹی کے ذریعہ ویزا بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر کوئی گنجائش ٹھہرنے کی نہیں نکل سکی اور بغیر زیارت واپس جانے سے حج نامکمل رہ جاتا ہے، دور دراز والوں کے لئے لوٹ کر آنا ایک غیر معمولی مسئلہ ہے،

اس طرح کی مجبوری میں پھنس کر اگر کوئی عورت حیض و نفاس کے دوران طواف زیارت کر ہی ڈالے تو اگرچہ وہ گنہگار ہوگی لیکن اس کا رکن ادا ہو جائے گا، اس کے گناہ کا تعلق اللہ رب العزت سے ہے اور انہوں نے ایک ضابطہ بیان کر دیا ہے: ”لایکلف اللہ نفسا إلا وسعها“ اگر واقعی اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا تو اللہ رب العزت کی ذات سے پوری امید ہے کہ اس کا عذر قبول فرمائیں گے۔

فتح القدیر میں دو وجہوں سے ایسی عورت کے لئے طواف کو ناجائز کہا گیا ہے: ایک تو اس لئے کہ طواف مسجد میں کیا جاتا ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ طواف بذات خود بھی ایک عمل ہے جو طہارت کا متقاضی ہے، یعنی طہارت واجبات طواف میں سے ہے، لہذا ان دو امور کی وجہ سے ناجائز ہوگا (دیکھئے فتح القدیر ۲/۲۳۸)۔

ب۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی حالت میں طواف زیارت کر ہی لے تو وہ مہی عنہ ہے اور اس کے ذمہ اعادہ لازم ہے، اگر اعادہ نہ کر سکی تو اس پر دم لازم ہے اور حج مکمل ہو جائے گا، فتح القدیر کی عبارت میں اس کی صراحت ہے:

”فإن طافت كانت عاصية ولزمها الإعادة فإن لم تعده كان عليها بدنة وتم حجها“ (۲/۲۳۸)۔

علامہ شامی نے ابن امیر الحاج کی منک کے حوالہ سے اسی طرح کی بات نقل کی ہے (دیکھئے شامی ۲/۲۵۷)۔

ج۔ حالت ناپا کی یعنی جنابت، حیض و نفاس میں طواف زیارت کرنے والوں اور کرنے والیوں پر بدنہ کا ذبح کرنا واجب ہوگا، بکرانا کافی ہوگا، درمختار میں ہے:

”وتجوز الشاة (فی الحج) فی کل شیء إلا فی طواف الرکن جنبا أو حائضا“ (درمختار علی ہامش رد المحتار ۲/۳۳۳)۔

و- دم کی ادائیگی حدود حرم کی میں ہوگی، اپنے مقام پر اسے نہیں ادا کیا جاسکتا، درمختار اور فقہ کی دوسری کتب میں اس کی صراحت موجود ہے: ”ویتعین الحرم للکل“ (۳۳۳/۴)۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں محرم کے مرنے پر عورت کب محصر ہوگی اور کب نہیں ہوگی؟

عدت: حج و عمرہ ادا کرنے سے مانع نہیں، عدت طلاق یا وفات میں عورت کے لئے حج اور عمرہ ادا کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

اس سلسلہ میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عمرہ اور حج کے سفر میں شوہر یا دوسرا محرم جو عورت کے ساتھ ہے اگر مر جائے تو عورت محصر ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کی صراحتیں موجود ہیں، اگر زوج یا محرم کا انتقال ایسی جگہ ہو کہ اس مقام اور مکہ کے درمیان شرعی مسافت کی دوری ہے تو عورت محصر قرار پائے گی اور اس کے لئے آگے جانا ممنوع ہوگا، اور اگر ایسی جگہ انتقال ہوا کہ اس مقام اور مکہ کے درمیان شرعی مسافت کی دوری نہیں پائی جاتی تو عورت محصر نہیں ہوگی اور اس کے لئے حج اور عمرہ کرنا درست ہوگا، بغیۃ المناسک میں ہے:

”ومنه (من الإحصار) موت المحرم للمرأة فی الطريق أو زوجها إذا كان بينها وبين مكة وبلدھا أقل منه أو أكثر لكن يمكنھا المقام فی موضعها أو قریب منه وإلا فلا إحصار“ (ص ۱۶۷)۔

شرح الملباب میں ہے: ”السادس موت المحرم أو الزوج للمرأة وزاد فی نسخة أن علی مسیرة سفر من مكة ولا بد من ههنا القید علی القول الأصح (شرح الملباب ۲۳۳)، اور علامہ شامی نے اسی طرح کی عبارتیں لباب اور بحر کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔

۱۲- مکہ اور منیٰ دو مستقل موضع ہیں، اگرچہ مکہ شہر کی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے آج درمیان کا خلاء پر ہو چکا ہے، اور ممکن ہے کہ انتظامی امور میں مکہ مکرمہ کو ضلع کا ہیڈ کوارٹر اور منیٰ کو اس

کا حصہ ہونے کی حیثیت ہو، لیکن فقہاء نے ان دونوں موضوع کو دو الگ الگ آبادیاں تسلیم کی ہیں اور ان کو مکہ کا تابع مانا ہے، فقہاء نے تابع ماننے کے لئے ایک معیار یہ بنایا ہے کہ ایک موضع کے مکان کے لئے جمعہ کی حاضری ضروری ہو اور انہیں جمعہ کے لئے دوسرے موضع میں جانا پڑے، دریافت کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اہل منیٰ جمعہ منیٰ ہی میں پڑھتے ہیں، پہلے منیٰ کوئی مستقل آبادی نہیں تھی اب ایک مستقل آبادی ہو چکی ہے، دوسرے یہ کہ منیٰ جانے والا حاجی ۹ رات رات کو عرفات جاتا ہے اور رات مزدلفہ میں گزارتا ہے اور صبح کو منیٰ میں آتا ہے، اس لئے بھی مکہ کے قیام اور منیٰ کے قیام کو الگ الگ حیثیت حاصل ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں:

”وفی المنیة والتحفة هذا إذا كان کل واحد منهما أصلاً کمکة و منیٰ
أو کالکوفة والحیرة فإذا کان أحدهما تبعاً لآخر بأن نوى الإقامة فی المصر
وفی موضع آخر تبع لها وهو ما یلزم ساکنیه حضور الجمعة یصیر مقيماً لأنهما
مکان واحد“ (عینی ۲/۵۲۵)۔

لہذا اگر مکہ میں پندرہ یوم کی اقامت کی نیت ہے تو حج کرنے والا شخص مقیم ہوگا اور اگر مکہ اور منیٰ میں ملا کر پندرہ یوم اقامت کی نیت ہے تو وہ مسافر ہوگا۔

۱۳- حریمین میں رمضان میں وتر کی نماز جماعت سے ہوتی ہے، امام وتر کی دو رکعتوں کے بعد فصل کرتا ہے اور سلام کے بعد ایک رکعت پڑھتا ہے، حنفی مقتدی اس صورت میں کیا کرے۔ در مختار میں فصل کی صورت میں اقتداء کو ممنوع لکھا ہے، لیکن بہر حال مسئلہ مجتہد فیہ ہے، حریمین کی جماعت سے علیحدگی، درمیان صف سے نکلنا، جماعت مسلمین میں اختلاف کی ایک ظاہری شکل کا پیدا ہونا، یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ اس سے اجتناب امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے، حدیث میں اس کی گنجائش موجود ہے، حنفی فقیہ ابو بکر الرازی نے اس کو جائز قرار دیا ہے مبتلی بلوکوں سے دریافت کرنے پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حریمین کی جماعت کی مخالفت یا اس سے علیحدگی ایک مشکل مسئلہ ہے، اس لئے حنفیہ کو حدیث کی گنجائش کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں زیادہ

.....
شدت اپنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، البحر الرائق میں یہ عبارت ملتی ہے۔

”وجوز أبو بكر الرازي ويصلى معه بقية الوتر لأن الإمام لم يخرج

بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كما لو اقتدت بإمام قد عرف“ (البحر الرائق ۳۹۴)۔

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا محمد ابو الحسن علی ☆

۱- حج یا عمرہ کی نیت کئے بغیر حدود حرم میں داخلہ

احناف کے نزدیک حج و عمرہ کے علاوہ تجارت اور دیگر حاجات کے لئے بھی حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ امام شافعی و امام مالک کے نزدیک بغیر احرام کے دخول جائز ہے، البتہ امام شافعی سے عدم جواز کی روایت بھی مشہور ہے، بعض علماء نے تو جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک عدم جواز کا ثابت کیا ہے، البتہ امام مالک و شافعی سے جواز کی روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

دلائل حنفیہ

آیت کریمہ: ”لتدخلن المسجد الحرام إن شاء الله آمنین محلقین رؤوسکم ومقصرین“، امام شافعی اس آیت سے عدم جواز ثابت کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ احرام کے ساتھ تشریف لائے ہیں، کسی بھی نبی کے بارے میں بغیر احرام کے آنا ثابت نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ (سوائے فتح مکہ مکرمہ کے) بغیر احرام کے داخل ہوئے ہیں۔ ان دلائل کی وجہ سے ہم نے یہ کہا ہے کہ سنت اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے بارے میں یہی ہے کہ بندے بغیر احرام کے داخل نہ ہوں اور ہم نے اپنے علماء سے

سنا ہے کہ اگر کسی نے بیت اللہ کی منت مانی تو اس کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آنا ضروری ہے۔ امام شافعی اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان ہی دلائل کی وجہ سے احرام کی شرط لگائی جو میں نے ذکر کی، حق تعالیٰ نے بھی دخول حرم کی کیفیت ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”لقد صلق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام الخ.... قال الشافعي فدل على وجه دخوله للنسك وفي الأصل وعلى رخصة الله تعالى في الحرب و عفوہ فيه عن النسك“۔

آگے اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دلالت ہے اس بات کی طرف کہ مکہ مکرمہ اور دوسرے شہروں میں فرق ہے کہ تمام بلاد اس بات میں یکساں ہیں کہ وہاں بغیر احرام کے داخل ہوتے ہیں اور مکہ مکرمہ اس بات میں منفرد ہے کہ وہاں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتے ہیں (کتب الام ۱۲/۱۲۱)۔

اس روایت سے اور اس کے بعد والی طویل عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی حنفی کی طرح عدم جواز ہی کے قائل ہیں، کیونکہ آگے جو عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے اس میں بھی استثنائی شکلیں، مثلاً لکڑی چننے والے، ضرورت مند، لڑائی سے بچنے والے وغیرہ کے لئے تاویل کی ہے اور وہ بھی خود امام شافعی کا قول نہیں، بلکہ آپ کے ساتھیوں کا قول نقل کیا ہے:

”إلا أن من أصحابنا من يخص للحطابين، ومن دخلها أياما لمنافع أهلها والكسب لنفسه ورأيت أحسن ما يحمل هذا القول إلى أن انتياب هؤلاء مكة انتياب كسب لا انتياب تبرر، وأن ذلك متتابع كثير متصل فكانوا يشبهون المقيمين فيها“۔

آگے علت ذکر کی کہ یہ غلام ہوں گے جو حج کے سلسلہ میں غیر ماذون ہوں گے۔ پس جبکہ فرض حج غلام سے ساقط ہو سکتا ہے تو احرام بھی ساقط ہو جائے گا (حولہ بالا ۱۲/۱۲۱)، مگر ہمارے

بعض ساتھی لکڑی چننے والوں اور اس میں اس کے باشندوں کے فائدے کے لئے اور اپنی کمائی کے لئے داخل ہونے والوں کے لئے تخصیص کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ اس قول کا سب سے بہتر مجمل یہ ہے کہ ان لوگوں کا مکہ آنا کسب کی خاطر ہے، نہ کہ عبادت کی خاطر اور یہ پیہم، کثرت سے اور بار بار پیش آتا ہے تو یہ لوگ وہاں کے مقیم باشندوں کے مشابہ ہو گئے۔

”امام نووی کی کتاب ”المہاج“ میں ہے: جس نے احرام کے بغیر مکہ کا قصد کیا تو کوئی شک نہیں کہ اس کے لئے حج یا عمرہ میں احرام باندھنا مستحب ہے اور ایک قول کے مطابق واجب ہے، مگر یہ کہ بار بار داخل ہونا پڑتا ہو، جیسے لکڑی چننے والے اور شکاری کے لئے اور مغنی میں ہے امام احمد نے فرمایا: بغیر احرام کے کوئی اس میں داخل نہ ہوگا اور ان ہی سے ایک روایت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام مستحب ہے“ (النہای شرح الہدایہ ۳۲۳)۔

نیز احادیث کا عموم ”لا یجاوز أحد المیقات إلا محرماً“ (ہدایہ) کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے آگے نہ بڑھے ”لا یجاوز الوقت إلا یا حرام“ (مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی)، اسی طرح مسند شافعی میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ میقات سے بغیر احرام کے گزرنے والوں کو واپس کرتے تھے، یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے (اعلام سنن ۱۸/۱۰)، اسی طرح ابن ابی عمیر کی فتح القدر میں ہے۔ یہ تمام روایات منطوقہ اس روایت کے مفہوم مخالف سے استدلال میں اولی ہوں گی جس روایت میں احرام کے لئے حج و عمرہ کا لفظ صراحتہ مذکور ہے، جبکہ اس روایت میں یہ تحقیق بھی باقی ہے کہ وہ راوی کا کلام ہے، یا آپ ﷺ کا کلام ہے، کچھ حضرات نے اس کو راوی کا کلام مانا ہے کہ حدیث مرفوعہ نہیں ہے، نیز حدیث شریف کے مرفوع تسلیم کرنے کے بعد بھی احادیث منطوقہ کے مقابلہ میں مخالف مفہوم قابل اعتبار نہ ہوگا۔

احناف کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ احرام مقام کی عظمت و شرافت کے پیش نظر ہے اور وہ علت باقی ہے، لہذا احرام لازمی ہوگا، حاجی وغیر حاجی اس میں برابر ہیں (فتح القدر ۲۷/۲۷-۲۸)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”ألا أن مكة حرام منذ خلقها الله تعالى لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدي إنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراما إلى يوم القيامة“۔

(خبر دار مکہ حرام ہے اس وقت سے جب اللہ نے اس کو پیدا کیا تھا، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، صرف میرے لئے دن کے ایک وقت میں حلال کیا گیا اور پھر قیامت تک کے لئے اس کی حرمت واپس ہوگئی)۔

علامہ کاسانی مذکورہ حدیث سے تین طرح استدلال کرتے ہیں: (۱) ألا إن مكة حرام (۲) لا تحل لأحد بعدي (۳) ثم عادت حراما إلى يوم القيامة مطلقا من غير فصل ”سے“ اور: ”روى ابن عباس عن النبي ﷺ أنه قال لا يحل دخول مكة بغير احرام“ سے بھی (آپ ﷺ نے فرمایا: بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں) (بدرائع ۲۳/۱۶۳)۔

اسی طرح کے دلائل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں مذکور ہیں، البتہ اس میں ابن عباس کی روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے: ”لا يدخل أحد مكة إلا باحرام“ (تبیین الحقائق ۲۳/۷۷)، اعلاء السنن میں الفاظ ہیں: ”لا يتجاوز أحد المواضع إلا باحرام“، تہمتی کے الفاظ: ”لا يدخل أحد مكة إلا محرما“ ہیں (اعلاء السنن ۱۰/۱۷)۔

مجوزین کے دلائل

حدیث شریف کے الفاظ ”لمن كان يريد الحجة والعمرة“ سے معلوم ہوا کہ حج و عمرہ کے علاوہ کے ارادہ سے آنے والے کیلئے احرام کی ضرورت نہیں ہے، حدیث ابن عباس: ”أنه عليه الصلوة والسلام قال : فيهن أي هذه المواضع لهن أي لأهل هذه المواضع و لمن أتى عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحجة والعمرة“ (

لمدبرک منقول علیہ۔)

(آپ ﷺ نے فرمایا ان مقامات اور ان کے باشندوں کے لئے اور ان مقامات کے باشندوں کے علاوہ ان لوگوں کے لئے جو حج اور عمرہ کے ارادے سے یہاں آئیں۔)

(۲) صحیح مسلم اور سنن نسائی میں ہے: ”أنه عليه الصلوة والسلام دخل يوم الفتح مكة و عليه عمامة سوداء بغير إحرام“۔

(آپ ﷺ مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر کالی گٹری تھی اور آپ بغیر احرام کے تھے۔)

(۳) حدیث ابن عباس: ”لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً“ میں ایک راوی خصیف کو بعض نے ضعیف کہا ہے۔ ”قال الحافظ في الدراية: وقبه خصيف إلى آخره“۔

(۱) دلیل اول کا جواب گزر چکا ہے۔

(۲) فتح مکہ والی روایت کا جواب تا کلمین عدم جواز یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے لئے اس وقت کے ساتھ مختص ہے حکم عام نہیں ہے جیسا کہ روایت کے الفاظ خود دلالت کرتے ہیں: ”لا تحل لأحد قبلي ولا لأحد بعدي“۔

امام مالک کا بھی صحیح قول عدم جواز کا ہے: ”وزعم ابن عبد البر أن أكثر الصحابة والتابعين على القول بالواجب“ (تختم الاثبات ۳/۱۶۸) (ابن عبد البر کے خیال میں بھی اکثر صحابہ و تابعین کا قول وجوب کا ہے۔)

مذکورہ نقلیہ و عقلیہ دلائل کے پیش نظر، نیز امام شافعی و امام مالک سے بھی عدم جواز کی روایت کے منقول ہونے کی وجہ سے حنفیہ ہی کے قول کو ترجیح دی جانی چاہئے۔

۲- احناف کا مسلک اس سلسلہ میں وہی ہے جو جواب نمبر ایک میں مذکور ہے، البتہ دفع حرج و دفع مشقت کے لئے امام شافعی و امام مالک کے قول کے مطابق ٹیکسی ڈرائیور،

ملازمین اور تجارتی کمپنی کے ایجنٹ وغیرہ جن کو بار بار حدود حرم میں آمد و رفت کرنی ہوتی ہے، بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہئے۔

کتب حنفیہ میں بھی میقات کے اندر رہنے والے حضرات کے لئے بغیر احرام داخل ہونے کی اجازت کو حاجت و ضرورت پر محمول کیا ہے، ہدایہ میں ہے:

”اور جو میقات کے اندر رہنے والا ہو، اس کے لئے جائز ہے کہ ضرورت کی بنا پر مکہ میں بغیر احرام داخل ہو اور ہر مرتبہ احرام کو واجب کرنے میں واضح حرج ہے، تو یہ مکہ کے باشندوں کی طرح ہو گیا جن کے لئے ضرورت کی بنا پر اس سے بغیر احرام نکلنا اور اس میں داخل ہونا جائز قرار دیا گیا ہے، برخلاف اس کے کہ اگر عبادت کی ادائیگی کی نیت سے داخل ہوا ہو، اس لئے کہ اس کا تحقق کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا کوئی حرج نہیں“ (بداویع الفتح ۲/۳۲۷)۔

عنا یہ میں لکھا ہے: ”والأصل أنه صلی اللہ علیہ وسلم رخص للخطابین دخول مكة بغیر إحرام“ (عناویع الفتح ۲/۳۲۶)۔

(اصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی چننے والوں کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونے کی رخصت دی ہے)۔

علامہ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں روایت ذکر کرتے ہیں: ”روی عن ابن عباس أنه عليه الصلوة والسلام رخص للخطابین أن يدخلوها بغیر إحرام والظاهر أنهم لا يجاوزون الميقات“ (بنایہ ۳/۳۳۳، فندل آئینہ کان داخل الميقات)۔

الغرض فقہاء حنفیہ نے اہل حل کے لئے بغیر احرام کے دخول کی وجہ حوائج ضروریہ اور رفع مشقت کو قرار دیا ہے اور گذشتہ زمانوں میں حوائج و مسائل محدود تھے جبکہ آج کے ترقی یافتہ دور میں پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر بن گئی ہے۔

نیز حنفیہ کے اصول میں ”المشقة تجلب التيسير“ اور ”الحرج مدفوع“ وغیرہ سے اس کی گنجائش نکلتی ہے، لہذا میقات سے تجاوز کرنے کے لئے کے بعد بھی اشد ضرورت

اور کثرت سفر والوں کو تو گنجائش دی جائے، مگر جو لوگ بہت کم سفر کرتے ہوں وہ اس گنجائش سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں کیونکہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرنے کی روایات بہت موکد و مسلسل ہیں جن کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

۳- مکی کا تمتع اور قرآن کرنا

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”اہل مکہ کے لئے تمتع ہے اور نہ قرآن، بلکہ ان کے لئے صرف فراد ہے، برخلاف امام شافعی کے، سورہ بقرہ کی اس آیت سے ان کے خلاف دلیل ملتی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے ”یہ (رعایت) ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل و عیال مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں“ اور اس لئے کہ اس کی مشروعیت ترفہ کے لئے دونوں سفروں میں سے کسی ایک کے اسقاط پر ہے، یہ دور کے رہنے والے (آفاقی) کے حق میں ہے، جو میقات کے اندر رہو وہ مکی کے درجہ میں ہے، یہاں تک کہ اس کے لئے تمتع ہوگا اور نہ قرآن“ (ہدایہ کتاب الحج، ۱/۲۶۳)۔

در مختار میں ہے: ”والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط ولو قرن أو تمتع

جاز و أساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم ولو معسرا“۔

(مکی اور جو اس کے حکم ہے صرف فراد کرے گا اور اگر اس نے قرآن یا تمتع کر لیا تو جائز ہے اور اس نے غلط کیا، اور اس کے ذمہ تلافی کا دم لازم ہوگا، اور اس کے لئے روزہ کافی نہ ہوگا، خواہ تنگ دست ہی ہو)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

”یہ اس وقت ہے جب وہ مقیم ہو، تو اگر وہ کوفہ کی طرف نکل گیا اور اس نے قرآن کر لیا تو درست ہے بغیر کسی کراہت کے، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقات سے جڑے ہوئے ہیں، تو یہ آفاقی کی طرح ہو گیا، محبوبی کہتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب اشہر حج سے پہلے کوفہ کی

طرف نکل گیا ہو اور اگر اس کے بعد نکلے تو اسے قرآن سے روکا جائے گا، لہذا وہ میقات سے نکلنے کی وجہ سے متغیر نہ ہوگا اور قرآن کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس کی نے اسی سال اشہرج میں عمرہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ دو عبادتوں کے درمیان اپنے گھر والوں میں جا کر آرام کر کے حلال ہو گیا، اگرچہ ہدی ساتھ نہیں لے گیا، اسی طرح اگر لے گیا تو وہ متمتع نہ ہوگا“ (۲۱۳/۳)

حاصل یہ کہ علامہ شامی کی تحقیق (بحوالہ مبسوط) کے مطابق یہ لوگ قرآن کر سکتے ہیں، متمتع نہیں کر سکتے، قرآن کے لئے البتہ یہ شرط ہے کہ وہ اگر اشہرج سے پہلے میقات سے باہر (کوفہ وغیرہ) گیا، تو مثل آفاقی ہونے کی وجہ سے قرآن صحیح ہے اور اگر اشہرج میں گیا تو اب قرآن سے بھی روکا جائے گا۔

تتمتع کے سلسلہ میں یہ وضاحت ہے کہ اگر متمتع عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے گھر چلا گیا اور ساتھ میں ہدی نہیں لایا تو متمتع باطل ہے، کیونکہ اس نے دو عبادتوں کے درمیان اپنے گھر والوں میں جا کر آرام و راحت حاصل کر لی اور اس سے متمتع باطل ہو جاتا ہے، امام طحاوی نے احکام القرآن میں حضرت سعید بن المسیب، عطاء ابن ابی رباح، مجاہد، اور ابو اہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ متمتع عمرہ سے فراغت کے بعد اگر گھر لوٹ جائے تو اس کا متمتع باطل ہو جاتا ہے، البتہ حضرت حسنؓ کے نزدیک وہ متمتع باقی رہتا ہے (بنا یہ اثر جہاد ۲۲۶)۔

فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ نے متمتع یا قرآن کیا تو بکراہت تحریمی صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر واجب ہے، لہذا وہ خود نہیں کھا سکتا، مگر علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ صحت مع کراہت تحریمی صرف قرآن کے لئے ہے اور مکہ کا متمتع منعقد ہی نہیں ہوتا اس لئے متمتع کی صورت میں دم جبر واجب نہیں، البتہ بطلان متمتع سے بطلان حج کا وہم نہ ہو۔

مکہ کی متمتع قرآن سے منع کرنے کی وجہ عند الاحناف معلول بعلت ہے، اسی وجہ سے وہ علت ”الترفہ یا سقاط إحدی السفرتین“ ختم ہونے کی صورت میں (مثلاً مکہ کے میقات کی

طرف سفر کر کے واپسی میں) قرآن کرنا صحیح ہو جاتا ہے: ”لأن عمرته و حجته ميقاتيان فصار بمنزلة الآفاقي“ علامہ شامی فرماتے ہیں:

”غالبا اس کی صورت یہ ہے کہ مشروع قرآن وہ ہے جو حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھنے کے ساتھ ہو اور امام صحیح وہ ہے جو عمرہ کے احرام اور حج کے احرام کے درمیان ہو، اور یہ تمتع میں ہونا ہے قرآن میں نہیں، اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مکئی کا تمتع باطل ہے اس کا قرآن نہیں، یہ تیسرا قول ہے، میں نے اس کی صراحت کرنے والا نہیں پایا، لیکن اس پر بدائع کی وہ تصریح دلالت کرتی ہے جو مکئی کے تمتع کے عدم تصور سے متعلق ہے“ (شامی ۲/۲۱۳، ۲۱۵، دیکھئے فتح القدیر ۳/۱۵-۱۷)۔

الغرض علامہ ابن ہمام و علامہ شامی کے طویل محققانہ کلام کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمتع قرآن سے مکئی کو روکا جائے، البتہ امام و عدم امام کی قید سے اور اس پر دم جبر کے وجوب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قرآن و تمتع کر لے تو ادا ہو جائے گا اور پھر تمتع کے سلسلہ میں بقول علامہ شامی بحوالہ بدائع صاحب بدائع حاکم کی تصریح کے مطابق ان کا تمتع ہی ادا نہیں ہو رہا ہے، نیز قرآن کا صحیح ہونا اور تمتع کا صحیح نہ ہونا بھی تمتع کے ادا نہ ہونے کی طرف مشیر ہے۔

۴- ما قبل کی طویل گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مکئی کا تمتع ہی باطل ہے تو ملزوم کے باطل ہونے سے بقول علامہ سندھی لازم یعنی دم جبر بھی باطل ہو جائے گا، لہذا سوال میں مذکور صورت میں اس کا میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے سے اس پر دم جبر لازم نہیں ہوگا اور ظاہراً چاہے اس کو تمتع کہا جائے لیکن وہ صحیح نہ ہوگا، نیز تمتع قرآن سے بالارادہ (اور وہ بھی معلول بعلت) روکا ہے اور مذکورہ صورت میں اضطرراً اس کو عمرہ کرنا لازم آتا ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

”اور کہا جاتا ہے کہ اس سے مطلقاً ممانعت کا خطاب متعلق نہیں ہے، بلکہ اس صورت سے متعلق ہے جب وہ مکہ میں ہو اگر وہ آفاق کی طرف نکل گیا تو وہاں کے باشندوں سے ملحق ہو گیا، اس لئے کہ معروف ہے کہ جو کسی جگہ پہنچ گیا تو وہ وہاں کے باشندوں سے ملحق ہو گیا، جیسے

آفاقی جب وہ بنی عامر کے باغ کا قصد کرے یہاں تک کہ اس کے لئے مکہ میں بغیر احرام داخل ہونا جائز ہے وغیرہ ذلک، اس کلیہ کی بنیاد یہ اجماع ہے کہ آفاقی جب اشہر حج میں عمرہ کی نیت سے مکہ آئے تو اس کا احرام حج حرم سے ہوگا، اگرچہ مکہ میں صرف ایک ہی روز قیام کرے، اس وقت مصنف کے اپنے کلام کو مطلق رکھنے کا مطلب ہوگا کہ انہوں نے ایک صورت مراد لی ہے، (فتح القدیر ۳/ ۱۳-۱۵)۔

ان دونوں مثالوں اور قاعدے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے مکہ ہی نہیں رہا بلکہ آفاقی ہو گیا اور آفاقی کے لئے تمتع یا قرا ان کرنا بلا کر اہت جائز ہے، لہذا اب اس پر دم جبر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب: ۵- حج کا احرام باندھنے سے پہلے تمتع کیلئے مزید عمرہ کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ جن ایام میں عمرہ کرنے سے روکا گیا ہے وہ ایام تشریق و یوم تر و یہ ہیں۔ راجح قول یہی ہے کہ تمتع آفاقی یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے علاوہ باقی دنوں میں نفلی عمرہ بدون حرج کر سکتا ہے (نویۃ المناہک)، مصنف ارشاد الساری شیخ عبدالغنی تحریر فرماتے ہیں: ما واقف تمتع حجاج کو جاہل معلم نفلی عمرہ سے روکتے ہیں، یہ حالت ہے غریب ما واقف حجاج کی کہ ایسی عبادتوں سے محروم رہتے ہیں، جس کو وہ لوگ اپنے وطن میں نہیں کر سکتے، ایک بڑی عبادت سے محروم رہتے ہیں (۱۹۳)، لہذا عمرہ کرنے میں حرج نہیں، جائز ہے، احقر کا عمل یہی ہے (عبد الرحیم فتاویٰ رحمیہ ۲/ ۷۲)۔

۶- مرد، عورت، بیمار، ضعیف سب خود اپنے ہاتھ سے رمی کریں، کسی کو نائب بنا کر رمی کرنا بغیر عذر شرعی جائز نہیں ہے، اور عذر معتبر صرف ایسی بیماری یا کمزوری ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہو، یا حمرات تک سوار ہو کر پہنچنے میں بھی سخت تکلیف ہو، یا مرض کے شدت اختیار کرنے کا قوی اندیشہ ہو، یا پیدل چلنے پر قدرت نہیں اور سواری ملتی نہیں، ایسا شخص معذور ہے، وہ اپنی طرف سے دوسرے آدمی کو نائب بنا کر رمی کر سکتا ہے (نویۃ ۱۰۰ بحوالہ احکام حج مفتی شفیع صاحب)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

”رمی میں ان کے لئے جو مرض یا جس، یا بوڑھا پے اور اگر عورت ہو تو حمل کی وجہ سے خود سے رمی کرنے سے معذور ہوں، نیابت جائز ہے، چنانچہ مریض کے لئے کسی ایسی بیماری کی بنا پر انابت جائز ہے، جس کے ختم ہونے کی امید رمی کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے نہ ہو، مجبوس، کبیر السن اور حاملہ کے لئے یہ صورت ہے کہ ان کی طرف سے ایسے لوگوں کو وکیل بنایا جائے گا جو ان کی طرف سے رمی کریں، کئی اشخاص کی طرف سے بھی توکل جائز ہے بشرطیکہ وکیل سب سے پہلے اپنی طرف سے تینوں کنکریاں مارے“ (فقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۱۹۳)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: ”ومن كان مريضاً لا يستطيع الرمي يوضع في يده ويرمي بها أو يرمي عنه غيره وكذا المغمى عليه“ (فتح القدير ۲/۹۸، دیکھئے بدائع ۲/۱۳۷، الہند یہ ۱/۲۳۶)۔

(اور جو مریض ہو اور رمی پر قادر نہ ہو، اس کے ہاتھ میں کنکریاں رکھی جائیں گی اور وہ خود سے رمی کرے گا، یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا رمی کر دے گا، یہی صورت بیہوش آدمی کے لئے بھی ہے)۔

نیابت کے لئے محض ازدحام عذر نہیں، لہذا جو لوگ دس ذی الحجہ کو طلوع آفتاب سے زوال تک ازدحام کی وجہ سے رمی نہ کر سکیں اور زوال کے بعد یا غروب آفتاب کے بعد رمی کرنے پر قادر ہوں ان کے لئے کسی کو نائب بنا کر رمی کرانا جائز نہیں، وہ گیارہ ذی الحجہ کی صبح سے پہلے خود رمی کریں۔

البتہ ازدحام مکروہ اوقات میں رمی کی گنجائش و جواز کے حق میں عذر ہے، لہذا اس کی وجہ سے مکروہ اوقات میں عورت، بیمار، اور ضعیف آدمی کے لئے رمی کرنا درست اور جائز ہے۔ لیکن نیابت کا عذر نہ ہونے کی صورت میں محض ازدحام کی وجہ سے کوئی رمی نہیں کرے گا، تو اس پر دم واجب ہوگا، چاہے ایک دن کی رمی نہ کرے یا تینوں دنوں کی رمی نہ کرے،

دم ایک ہی واجب ہوگا۔ وہ روایات جن سے مکروہ اوقات میں ضعفاء اور عورتوں کے حق میں فقہاء کرام نے گنجائش نکالی ہے، ابن ہمام نے نقل کیا ہے:

(۱) ”ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عورتوں کو حکم دیتے تھے.... جمعہ کی صبح کو کہ ابتدائے فجر کے اندھیرے ہی میں افاضہ کر لیں اور رمی نہ کریں مگر صبح کے وقت“۔

(۲) ”کان رسول اللہ ﷺ يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم أن لا يرموا الجمره حتى تطلع الشمس“۔

صاحب ہدایہ نے شواہح کی موید ایک روایت ذکر کی ہے: ”إن النبی ﷺ رخص للرعاء أن يرموا ليلاً“۔

(بے شک نبی ﷺ نے چرواہوں کو رخصت دی کہ وہ رات ہی میں رمی کر لیں)۔
ابن ہمام دارقطنی سے ضعیف سند کے ساتھ اس میں زیادتی نقل کرتے ہیں:

”وآية ساعة شاء وأمن النهار. و حمله المصنف على الليلة الثانية والثالثة لما عرف أن وقت الرمي كل يوم إذا دخل من النهار إمتدا إلى آخر الليلة التي تتلو ذلك النهار فيحمل على ذلك“ (فتح القدير ۳/۵۰۰)۔

(اور دن کے جس حصے میں چاہیں۔ مصنف نے اس کو دوہری اور تیسری رات پر محمول کیا ہے، اس لئے کہ معلوم ہے کہ ہر روز رمی کا وقت دن کے دخول سے اس دن کے بعد میں آنے والی رات کے آخری حصہ تک ممتد ہوتا ہے تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا)۔

۷- احصار: سعودی میں رہنے والے غیر ملکیوں کو حالت احرام میں حرم سے واپس کرنا۔
احصار کے سلسلہ میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی کے نزدیک احصار صرف دشمن ہی سے ہوگا، بیماری وغیرہ سے نہیں ہوگا: ”قلت وهذا قول مالک والشافعي وإسحاق وأحمد في رواية“ (بنا ۳/۳۸۶)۔

حنفیہ کے نزدیک ہر وہ شخص جو احرام باندھے پھر اس کو احرام کے مقتضیات پر عمل کرنے سے روکا جائے، دشمن، بیماری، قید، عضو کا ٹوٹ جانا، یا اس کے علاوہ کوئی بھی مانع ہو (بدائع ۲/۵۵۱، تا یہ ۳۸۶۸۳)۔ اس عموم کی وجہ سے عند الاحناف سعودی میں رہنے والے غیر ملکی کو رہنا بھی احصار میں سے شمار کیا جائے گا۔

البتہ اگر تارن، یا مفرد طواف، یا قوف دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے تو محصر نہ ہوگا، اگر قوف عرفہ کر لیا اور طواف زیارت سے روک دیا گیا، تو اس کا حج ہو گیا، بال منڈوا کر احرام کھول دے، لیکن جب تک طواف نہ کرے گا عورت حائل نہ ہوگی اور طواف زیارت جب چاہے کر سکتا ہے، لیکن ایام نحر گزرنے کے بعد کرے گا تو ایک دم تاخیر کا واجب ہوگا اور اگر صرف قوف سے روکا گیا تو جب تک حج کا وقت باقی ہے انتظار کرنا چاہئے جب حج فوت ہو جائے تو عمرہ کے انعال کر کے حائل ہو جائے۔

الغرض احصار میں عرفات اور طواف دونوں سے، یا رکن عمرہ یعنی طواف سے روکنا ضروری ہے، احصار کے بہت سارے اسباب کتب فقہ میں مذکور ہیں، ان میں بادشاہ کا منع کرنا بھی ہے جو غیر ملکی پر صادق آتا ہے۔

محصر کا حکم

جب اسباب احصار میں سے کوئی سبب کسی میں پایا جائے تو وہ شرعاً محصر ہوگا، اس کو اولاً اس مانع کے زوال کا انتظار کرنا ہے اور حج یا عمرہ کرنا ہے، اگر مانع دور ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے، مثلاً حکومت نے واپس ہی کر دیا تو اب اگر صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے دے تاکہ وہ حرم میں جا کر ذبح کر دے اور تا ریح اور وقت متعین کر دے۔

محصر کو احرام کھولنے کے لئے بال کٹانے یا منڈوانے کی شرط نہیں ہے، ذبح کے وقت

مقرر پر صرف ذبح ہی سے حلال ہو جائے گا، البتہ منڈ و نا مستحسن ہے، اب اگر تارن ہے تو دو دم واجب ہوں گے۔

اگر وقت مقررہ سے پہلے حلال ہو گیا یعنی وقت مقررہ سے پہلے کوئی فعل موجب جنایت کر لیا یا معلوم ہوا کہ ذبح حرم میں نہیں ہوا ہے تو کفارہ جنایت واجب ہوگا۔

دم احصار یا منحر میں ذبح کرنا شرط نہیں، البتہ حرم میں ذبح ہونا شرط ہے (بواع ۱۷۹/۲) اور احصار دور ہونے کے بعد اس کی قضاء کرنا لازم ہے اور یہ وجوب قضا ہر مضر پر ہے، خواہ حج فرض ہو یا نفل، اپنا حج ہو یا حج بدل، حج صحیح ہو یا فاسد، دم احصار کے بدلہ میں روزہ رکھنا یا صدقہ دینا کافی نہیں، مذہب مشہور یہی ہے، لیکن امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ اگر ہدی نہ ملے تو اس کی قیمت لگا کر ہر مسکین کو نصف صاع صدقہ دے دیا جائے، اگر صدقہ بھی نہ دے سکتا ہو تو ہر نصف صاع کے بدلہ ایک روزہ رکھے پھر حلال ہو جائے، ضرورت شدیدہ کے وقت اس پر عمل کی گنجائش ہے۔

احصار کے دو حکم اصلی ہیں: (۱) احرام سے حلال ہونے کے جواز کی شکلیں (۲) وجوب قضاء "فالاحصار يتعلق به أحكام لكن الأصل فيه حکمان أحدهما جواز التحلل عن الإحرام والثاني وجوب قضاء" (بواع ۱۷۷/۲، باب ۳۸۶/۳-۳۹۳)۔

۸- متمتع و تارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے، جبکہ دیگر ائمہ، نیز صاحبین کے نزدیک سنت ہے، تفصیل مذاہب یہ ہیں: امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے ایک قول کے مطابق واجب ہے، نیز امام شافعی کے دوسرے قول کے مطابق مستحب ہے، اگر نحر پر حلق کو مقدم کیا تو جائز ہے اور کوئی چیز واجب نہیں ہوگی "ہلما عند الشافعی و کذا عند الصحیبین" اور اگر رمی پر حلق کو مقدم کیا تو امام شافعی و امام مالک کے نزدیک دم لازم ہوگا، امام احمد کے نزدیک کسی کو بھی کسی پر مقدم کیا سہوا یا جہالت کی وجہ سے تو کوئی چیز واجب نہیں اور عمداً کیا ہے تو امام احمد کے نزدیک وجوب کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں، امام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک سہو و جہالت و عمد سب صورتوں میں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا
(النبہایہ شرح بہاریہ ۲۹۵/۳)۔

و جو ب ترتیب کے دلائل ذکر کرتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی روایت کے الفاظ یوں
نقل کرتے ہیں:

”عن انسؓ أن النبي ﷺ أتى منى فأتى الجمرة ورمها ثم أتى منزله
بمنى فنحر ثم قال للحلاق خذ وأشار إلى جانبه الأيمن، ثم الأيسر أخرجه
الخمسة“ (بہاریہ ۱۹۸)۔

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ منیٰ آئے اور جمرہ آئے اور وہاں رمی کی،
پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی، پھر منیٰ سے کہا اپنے دائیں جانب اشارہ کرتے
ہوئے اسے لے لو، پھر اسی طرح بائیں طرف کے بارے میں ارشاد فرمایا)۔

اس حدیث شریف میں ”القاء“ اور ”ثم“ کا استعمال ہوا ہے اور اصول کی کتابوں میں
ان کو ترتیب کے لئے مانا گیا ہے، جس سے ان افعال کا مرتب ہونا ثابت ہوتا ہے اور کسی نے بھی
اختلاف نہیں کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اولاً جمرہ کی رمی فرمائی، پھر ذبح، پھر حلق فرمایا اور
آپ ﷺ نے فرمایا: ”خذوا عني مناسككم“ (مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو)۔ لہذا یہ
تینوں کی ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور جب تک کوئی دلیل عدم و جو ب پر دلالت نہ کرے ترتیب
ثابت رہے گی، غرض جو روایت عدم ترتیب کے قائلین ذکر کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ سے
ایک صحابی نے آ کر عرض کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
”اذبحوا ولا حرج“ پھر دوسرے صحابی نے آ کر عرض کیا میں نے رمی سے پہلے ذبح کر لیا تو
آپ ﷺ نے فرمایا ”ارم ولا حرج“ (متفق علیہ) دوسری روایت میں اسی طرح کے تقدیم و
تاخیر والے اعمال کے سوال کے جواب میں ہر مرتبہ میں ”افعلوا ولا حرج علیکم“ فرمایا تو
ان روایات میں گناہ کی نفی ہے، کیونکہ یہ عمل نسیاناً غیر شعوری طور پر ہوا تھا۔

یہ حدیث صراحۃً اثم کی نفی کرتی ہے اور دم اور اعادہ کا ذکر نہ ہونا عدم و وجوب پر دلیل نہیں ہے، کیونکہ اسی روایت کے ایک روای حضرت ابن عباسؓ عدم ترتیب کی صورت میں دم لازم کرتے ہیں اور اباحت کے معنی مراد نہیں لیتے، نیز حدیث شریف میں طواف سے قبل سعی کرنے کے سلسلہ میں بھی ”فلا حرج“ کا لفظ ہے، حالانکہ تمام علماء کا طواف سے پہلے سعی کے باطل ہونے پر اتفاق ہے اور طواف کے بعد اس کا اعادہ لازمی ہے، لہذا نفی حرج سے نفی اثم مراد لیا جائے نہ کہ نفی اعادہ اور نفی دم مراد ہوگا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کا کثرت سے تقدیم و تاخیر کے سلسلہ میں سوال کرنا ہی حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اس کے جواب میں آپ ﷺ کا ”فلا حرج“ فرمانا ان کو تسلی دینے کے لئے تھا نہ کہ وجوب دم کی نفی کے لئے، کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ شان تھی کہ غیر واجب چیز کے بارے میں کثرت سے سوال کیا کرتے (اعلاء السنن ۱۰/۱۶۰)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: ”من قدم شینا من حجه أو آخره فليهرق لذلك دما، وهذا مسند صحيح على شرط مسلم“ (الجمیر المئی ۱/۳۳۷)۔
(جس نے اپنے حج میں سے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کیا تو وہ ایک دم ادا کرے، یہ مستند اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح حدیث ہے)۔

ابن ہمامؒ امام صاحب کی طرف سے ”افعل ولا حرج“ کے جواب میں اسی طرح نفی اثم و فساد مراد لیتے ہیں اور اس کو ابتدائے اسلام کے واقعات میں شمار کرتے ہیں:

”ان کا عذرنا واقفیت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ یہ حال اس کی ابتدا میں تھا، اور جب دونوں میں سے ہر ایک (ترتیب واجب ہے یا مسنون) کا احتمال ہو تو احتیاط اعتبار تعیین میں ہے اور اس کو اخذ کرنا مقام اضطراب میں واجب ہے، جس سے امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ہی دلیل فراہم ہوتی ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے: جس نے کسی نیک کو کسی نیک پر مقدم کیا تو اس کے ذمہ ایک دم ہے بلکہ وہ ہمارے نزدیک

مستقل دلیل ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول کی دلالت سے استدلال کا تعلق ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) تو جو کوئی مریض ہو، یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزہ یا صدقہ یا قربانی کا نذیر دے، تو قبل از وقت حلق کرانے کی وجہ سے نذیر کا ایجاب عذر کی حالت ہے جس سے جزا واجب ہوتی ہے، تو عدم عذر کی صورت میں تو بدرجہ اولیٰ واجب ہوتی ہے“ (فتح القدیر ۳، ۶۲، ۶۳)۔

حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہ کا قول دلائل کے اعتبار سے قوی ہے اور حضرات صاحبین، نیز دیگر ائمہ کرام ”فلا حرج“ والی روایات کثیرہ کی بنیاد پر ترتیب کی سنیت کے قائل ہیں، ابن ہمام بھی امام ابوحنیفہ کی دلیل نقل کرتے ہوئے صاحبین کے قول کو احتمال کے درجہ میں صحیح قرار دیتے ہیں۔

آج کل ازدحام اور قربانی میں پریشانی، نیز قربان گاہ کا دور ہونا، دھوپ کا شدید ہونا، معقول شخص کا بطور نائب نہ مل سکرنا، جو قربانی کر سکے، نیز قربان گاہ میں شدید ازدحام کا ہونا، حکومت کے ادارے کو خود جنجلی، یا غیر مقلد ہونے کی وجہ سے ترتیب کا قائل نہ ہونا عوام کا اس مسئلہ سے ناواقف ہونا (جو جو ب کی نفی نہیں کرنا لیکن کثرت ابتلاء عمر کو یسر میں تبدیلی کا باعث ہوتا ہے) اور پریشان کن عذر واقعی کی بنا پر حضرات صاحبین کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن جو حضرات اس ترتیب کو قائم رکھ سکتے ہیں اور کسی مشقت شدیدہ کے بغیر اپنے کسی ایک آدمی کو وکیل بنا کر قربان گاہ پہنچا سکتے ہیں ان کو ترتیب پر عمل کرنا چاہئے ”فلا حرج“ کے الفاظ نبوی ﷺ خود دلالت کرتے ہیں کہ افضل تو ترتیب ہی ہے۔

۹- حج بدل کرنے والے کا تمتع کرنا:

حج بدل کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امر کی مخالفت نہ کرے، ہشامی میں ہے:

”الرابع عشر عدم المخالفة فلو أمره بالافراد ففقرن أو تمتع ولو

لمیت لم يقع عنه ويضمن النفقة“ (۲۶۰/۲)، درمختار میں ہے: ”و دم القران أو التمتع على الحاج إن أذن له الأمر بالقران و التمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن“۔
(چودھویں شرط عدم مخالفت، تو اگر آمر نے نذر ادا کا حکم دیا اور اس نے قرآن یا تمتع کر لیا چاہے کسی مرحوم شخص ہی کی طرف سے، یہ اس کی طرف سے نہ واقع ہوگا اور نفقہ کا ضامن ہوگا اور قرآن و تمتع کا دم حاجی پر ہوگا اگر اسے آمر نے قرآن، یا تمتع کا حکم دیا ہو، ورنہ وہ مخالفت کرنے والا ہوگا، پس وہ ضامن ہوگا)۔

علامہ شامیؒ اس کی وجہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مامور پر کواوا نہیں کیا، کیونکہ آمر نے صرف حج کی ادا کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ اس کے علاوہ کا، پس اس نے آمر کے امر کی مخالفت کی، لہذا وہ ضامن ہوگا، محیط میں یہ بھی اضافہ ہے کہ عمرہ آمر کی طرف سے ادا نہ ہوگا، کیونکہ اس نے عمرہ کا حکم ہی نہیں دیا، پس گویا اس نے حج تو آمر کی طرف سے کیا اور عمرہ اپنی طرف سے کیا اور یہ مخالفت ہوگی (۲۶۹، ۲۶۸/۳)۔

فقہاء کرام کی عبارات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و تمتع کا عدم جواز مخالفت آمر کی بنیاد پر ہے اور فقہی عبارات میں اگرچہ قرآن کا ہی ذکر ہے تمتع کا ذکر نہیں ہے، لیکن علت چونکہ ایک ہی ہے (یعنی عدم مخالفت)، لہذا بعض فقہاء نے دونوں کو یکساں شمار کیا ہے، البتہ اکثر فقہاء کرام نے صرف قرآن کا جواز ثابت کیا ہے اور تمتع کو اجازت کے باوجود جائز قرآن دیا ہے۔

نیابت خود دلالت کرتی ہے کہ جو امور آمر کے لئے جائز ہوں وہ مامور کے لئے بھی جائز ہونے چاہئیں صرف قرآن کا باذن آمر جائز ہونا اور تمتع کا جائز نہ ہونا اس کی کوئی فقہی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

ما قبل میں شامیؒ کی عبارت سے تمتع قرآن کا جفرق معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں حج و عمرہ دونوں آمر کی میقات سے ہوتے ہیں اور تمتع میں حج آمر کی میقات سے ادا نہیں ہوتا، لیکن اس میں بھی جب علت مخالفت آمر معلوم ہوتی ہے تو اب اجازت سے وہ علت بھی باقی نہیں رہے گی۔

لیکن کتب فقہ میں باذن آمر تمتع کے جواز کی صریح عبارات مذکور نہیں ہیں، لہذا فقہائے کرام نے تمتع کے عدم جواز ہی کو ذکر کیا ہے، لیکن اس زمانہ میں حج و عمرہ میں حکومتوں کی پابندیوں اور طول احرام کے باعث اگر کسی پر احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے یا ایام حج کے بالکل قریب سفر کرنے سے کوئی عذر مانع ہو تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی اجازت ہے۔

ب۔ آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع نہیں کر سکتا ہے، البتہ آمر چونکہ اکثر جاہل ہوتے ہیں ان کو اس سلسلہ کا کوئی علم نہیں ہوتا ہے نہ وہ اقسام حج کا علم رکھتے ہیں نہ فرق جانتے ہیں، اگر ان کو فرق سمجھایا جائے اور اس کی دشواریوں کا پتہ چل جائے تو ضرور وہ تمتع کی صراحت کریں گے، لہذا کچھ فقہائے عصر نے عرفاً آمر کی طرف سے تمتع قمران و دم شکر کا اذن ثابت سمجھا ہے اور وہ صراحتاً اذن کو ضروری سمجھتے نہیں ہیں، پھر بھی صراحتاً اذن حاصل کر لینا بہتر ہے۔

د۔ کتب فقہیہ کی صراحت کے اعتبار سے مامور نے افراد کے بجائے تمتع کیا تو آمر کی مخالفت کی صورت میں ضمان واجب ہوتا ہے اور حج مامور کا ہوگا، اسی طرح اگر قمران کر لیا تو بھی مخالف ہوگا اور ضمان دینا ہوگا، البتہ قمران آمر کی اجازت سے کرنا جائز ہے، لیکن دم قمران اپنے پاس سے دینا ہوگا آمر کے روپے سے دینا جائز نہیں اور تمتع کرنا اجازت سے بھی جائز نہیں اگر اجازت سے تمتع کرے گا تو مامور پر کو ضمان واجب نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔

لیکن جیسا کہ ماقبل میں تمتع کی گنجائش کا ذکر کیا گیا اس اعتبار سے تمتع باذن لا آمر کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے کے مال سے لازم ہوگا، ثامی میں در مختار کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”دم قمران تمتع اور جنایت حاجی کے ذمہ ہے، اگر آمر نے اس کو قمران اور تمتع کا حکم دیا ہو، ورنہ وہ مخالفت کرنے والا ہوگا، پس ضامن ہوگا، ان کے قول حاجی کے ذمہ کا مفہوم مامور ہے، جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو اس وجہ سے کہ وہ شکر واجب ہو، دونسک کے درمیان جمع

کرنے کی وجہ سے اور حقیقتاً فعل تو اسی کی طرف سے ہے، اگرچہ حج آمر کی طرف سے واقع ہو رہا ہے، اس لئے کہ وقوع شرعی وقوع حقیقی نہیں، رہا دوسرا تو اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس کی جنائیت سے متعلق ہے)۔

باذن الامر کی صورت میں علامہ شامی کے قول کے اعتبار سے تو مامور ہی پر دم آئے گا۔ دم احصار آمر کے ذمہ ہے اور دم قتر ان اور دم جنائیت مامور کے ذمہ ہے، مامور اس نعمت کے ساتھ مختص ہے، اس لیے کہ حقیقتاً فعل اسی کی طرف سے ہے۔ رہا اس وقت کا معاملہ جب اس نے بغیر اجازت کیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوا، پس وہ نفقہ کا ضامن ہوگا۔ بدون اذن لآمر تو فقہاء کے قول کے مطابق حج کرنا ہی صحیح نہیں ہے، اس صورت میں تو نفقہ کا ذمہ دار ہوگا، جیسا کہ شامی میں ہے:

”یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس نے مامور بہ کو انجام نہیں دیا، اس لئے کہ آمر نے اس کو ایسے سفر کا حکم دیا تھا جو اسے صرف حج کی طرف پھیرنا ہو تو اس نے آمر کی مخالفت کی، لہذا وہ ضامن ہوگا، محیط میں اضافہ ہے: اس لئے کہ عمرہ آمر کی طرف سے واقع نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو اس کا حکم نہیں دیا ہے، تو ایسا ہی ہوا گویا اس نے اس کی طرف سے حج کیا اور اپنے لئے عمرہ کیا تو وہ مخالفت کرنے والا ہوگا“ (شامی ۲/۲۶۷)۔

لہذا اس صورت میں تو بدرجہ اولیٰ مامور کے مال سے ہی دم تمتع لازم ہوگا۔
 ھ۔ اس دشواری کا حل یہی ہے کہ آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش دی جائے۔
 و۔ حج عن المیت کی صورت میں تفصیل یہ ہے کہ جس پر حج فرض ہوا اگر اس نے مرتے وقت وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج تمتع کرنا تو ایسی صورت میں حج تمتع کرنے سے آمر کی جانب سے حج ہو جائے گا۔

ورنہ کی اجازت سے تمتع کرنے کی صورت میں مامور کیلئے روپیہ واپس کرنا لازم نہیں ہے، لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا اور اگر میت نے باوجود حج فرض ہونے کے وصیت نہیں کی ہے اور

اس کی طرف سے اس کے بیٹے وغیرہ بطور احسان کے خود، یا کسی دوسرے کو بھیج رہے ہیں تو اب تمتع بقران وغیرہ حج کرا سکتے ہیں، اب اجازت و عدم اجازت کی کوئی شرط نہیں لازم ہوگی، بلکہ اور بھی بہت سی وہ شرطیں لازم نہیں ہوگی جو آمر کی طرف سے بھیجنے کی شکل میں لازم ہوتی ہیں۔

اگر والدین یا کسی میت پر حج فرض نہیں تھا اور بیٹا صاحب حیثیت ہونے کی وجہ سے خود، یا کسی کو بھیج رہا ہے تو اس کو حج بدل تو نہیں کہیں گے، کیونکہ خود ان پر حج فرض نہیں تھا، لیکن ایصال ثواب کے لئے ایسا کرنا مستحب ہے، اس صورت میں بھی بیٹا تمتع وغیرہ کوئی بھی حج کی نیت سے بھیج سکتا ہے، اس شکل میں بھی حج بدل کی تمام (یعنی بیسوں) شرطوں کا لحاظ ضروری نہیں ہے، مکہ مکرمہ سے بھی حج کرا سکتے ہیں اور تمتع کی بھی گنجائش ہے۔

۱۰- ہمارے نزدیک (یعنی حنفیہ) طہارت جو از طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ فرض ہے، بلکہ واجب ہے، مولانا بنوریؒ معارف السنن میں فرماتے ہیں: "قال شیخنا وقد أفتى الحافظ ابن تيمية للمرأة التي لا تستطيع البقاء بعد الحج ولم تطف للإفاضة بأنها تطوف طواف الإفاضة في حال طمئتها و تهرق الدم و تحل على مذهب أبي حنيفة"۔

(ہمارے شیخ نے فرمایا: اور حافظ ابن تیمیہؒ نے اس عورت کے حق میں فتویٰ دیا ہے جو حج کے بعد نہ ٹھہر سکتی ہو اور طواف افاضہ نہ کر سکتی ہو کہ وہ حالت حیض میں طواف افاضہ کر لے اور دم ادا کر دے، اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق حلال ہو جائے)۔

مولانا بنوریؒ فتاویٰ ابن تیمیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

”جو طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو جائے تو اس پر ضروری ہے کہ ظہرہ ہونے اور طواف کرنے تک ٹھہرے اگر ممکن ہو تو، یہ اس وقت ہے جب راستے پر امن ہوں اور امیر قافلہ کی طرف سے ٹھہرنا آسان ہو، پھر انہوں نے ان اوقات کا ذکر کیا ہے، چنانچہ بہت سی عورتیں کئی وجوہ سے نہیں ٹھہر سکتی ہیں، تو یہ مسئلہ عموم بلوی سے تعلق رکھتا ہے تو وہ حالت حیض میں طواف کر

لے گی اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے مسلک کے مطابق ایک دم، یا بدنہ دے گی“ (سارف السنن ۶/۵۹۲، تاوی ابن تیمیہ ۲۶/۲۲۳، ۲۲۵)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

”جہاں تک طہارت عن الحدث اور جنابت اور حیض و نفاس کا تعلق ہے تو وہ جواز طواف کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ ہمارے نزدیک فرض ہے حتیٰ کہ اس کے بغیر جائز ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حج میں دو موقعوں پر بدنہ واجب ہوتا ہے، ایک اس وقت جب حالت جنابت میں طواف کر لیا ہو، دوسرے اس وقت جب قوف کے بعد جماع کر لیا ہو، جب طہارت شرائط جواز میں سے نہیں ہے تو اگر اس نے حالت جنابت یا حدث میں طواف کر لیا تو وہ اپنے محل میں واقع ہوا، یہاں تک کہ اگر اس کے بعد جماع کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ وطی احرام سے مصادف نہیں ہوئی طواف سے تحلل کے حصول کی وجہ سے، یہ اس صورت میں ہے جب حلق یا قصر کے بعد طواف کیا ہو، پھر جماع کیا ہو“ (بدائع الصنائع ۲/۱۳۹)۔

مذکورہ عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے یہاں طہارت فرض نہیں ہے، لہذا:

الف - انتہائی مجبوری کی حالت میں (سوال میں مذکور مجبوریوں کے علاوہ بھی) جب ایام حیض کے ختم ہونے تک قیام مشکل ہو تو بدرجہ مجبوری ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی گنجائش ہے۔

ب - رکن ادا ہو گیا لیکن دم (بدنہ) واجب ہوگا، عند الاحناف احکام شرعیہ اپنی ممانعت کے باوجود مشروعیت کا تقاضا کرتے ہیں۔

ج - بکرا کافی نہ ہوگا بلکہ بدنہ واجب ہوگا، کیونکہ طواف زیارت فرض ہے، لہذا اس کو بے وضو کیا تو بکرا اور ناپاکی (جنابت و حیض و نفاس) کی حالت میں کیا تو بدنہ واجب ہوگا (دیکھئے بدائع الصنائع ۲/۱۳۹)۔

د - جتنے مسائل میں دم واجب ہونے کا ذکر ہے، ان سب میں ضروری ہے کہ جانور

حد و حرم کے اندر ذبح کیا جائے، حرم سے باہر ذبح کرنا کافی نہیں اور ذبح شدہ جانور کا صدقہ کرنا لازم ہے، اس میں خود کھانا یا اغنیا کو کھلانا جائز نہیں، دم جنائیت کی قیمت دینا جائز نہیں، جانور کی قربانی حرم میں کرنا واجب ہے،، البتہ جہاں دم اور اطعام میں اختیار دیا ہے اس میں دم کی قیمت ادا کرنے سے ادائیگی ہو جائے گی، اگر مفلسی کے سبب دم، یا صدقہ میسر نہ ہو تو یہ کفارہ اس کے ذمہ واجب رہتا ہے، جب میسر ہو ادا کرے، یہ حکم بلا عذر کی شکل میں ہے اور اس کو روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ کفارہ ہمیشہ باقی رہے گا، لیکن اگر عذر سے جنائیت کا ارتکاب کیا ہے تو دم اور صدقہ کے بجائے تین روزے بھی کافی ہیں (احکام حج ۱۰۵، بحوالہ زبدۃ)، جزاء جنایات اور کفارات کا فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے، مگر افضل ہے کہ جلد ادا کرے، مرنے سے پہلے ادا نہ کر سکا تو وصیت کرنا واجب ہے (معلم الحجاج ۲۱۹، احکام الحج بحوالہ زبدہ ۸۷، وردیکھے بدائع ۲/۲۲۳)۔

۱۱- عورت کے لئے وجوب حج کی شرائط مردوں سے دو اعتبار سے مختلف ہیں:

(۱) حرم کا ہونا، (۲) عدت کا نہ ہونا، علامہ کا ساقی بدائع میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب اپنی بیوی کے ساتھ سفر کرنا ہوا نکلا، پھر اس نے راستہ میں اسے طلاق دے دی، یا اس کو چھوڑ کر مر گیا تو اگر اس عورت کے درمیان اور اس شہر کے درمیان جہاں سے وہ نکلی ہے تین دنوں سے کم مدت کی مسافت ہے اور اس کے درمیان اور اس کی منزل کے درمیان تین، یا اس سے زائد دنوں کی دوری ہے تو وہ اپنے شہر واپس آ جائے گی، اس لئے کہ اگر جانے کو جاری رکھے گی تو وہ نئے سفر کے آغاز کی محتاج ہوگی جبکہ وہ معتدہ ہے اور گھر واپس آ جائے گی تو اسے اس کی ضرورت پیش نہ آئے گی، لہذا رجوع ہی اولیٰ ہے اور اگر اس کے درمیان اور اس کے شہر کے درمیان تین دنوں سے زائد کی مدت کی مسافت ہے اور اس کے درمیان اور اس کے منزل کے درمیان تین دنوں سے کم مدت کی مسافت ہے تو وہ سفر جاری رکھے گی، اس لئے کہ سفر جاری رکھنے میں انشائے سفر نہیں ہے اور رجوع میں انشائے سفر ہے اور معتدہ کو سفر سے روکا گیا ہے“ (۲/۲۵۷)۔

اگر شوہر نے سفر میں طلاق بائن دی، یا اس کی موت واقع ہوگئی تو جس طرف مدت سفر

کم ہوا دھر جائے جس طرف مدت زیادہ ہوا دھر نہ جائے، کیونکہ عدت میں سفر سے اس کو روکا گیا ہے اور یہ انشاء سفر کے حکم میں ہوگا، اگر ایک طرف مدت سفر کی مسافت سے کم ہے تو عورت اسی طرف لوٹ جائے جدھر مدت کم ہو، امام صاحب کی یہ بھی روایت ہے کہ اگر دونوں کے درمیان میں مدت سفر کی مسافت ہے اور شہر میں ہے تو اس کو اسی شہر میں عدت گزارنی چاہئے۔ چاہے حرم بھی ساتھ میں موجود ہو، صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر حرم موجود ہو تو عدت ختم کرنے سے پہلے بھی اس کو شہر سے نکلنا جائز ہے۔

اگر کسی گاؤں، یا جنگل میں عدت لازم ہوگئی اور وہاں جان و مال کا خطرہ ہے تو اس جگہ سے کسی ایسے گاؤں، یا شہر میں جانا کہ جہاں امن ہو جائز ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھر اس جگہ سے بلاعدت ختم کئے جانا جائز نہیں ہے، اگرچہ حرم بھی موجود ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر حرم موجود ہو تو جانا جائز ہے (بدائع ۳/۲۰۷)۔

عورت کے لئے حرم ہی کی طرح عدت سے فراغت بھی وجوب حج کی شرائط میں سے ہے، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ حرم کی موجودگی میں بھی عدت اسی شہر میں ختم کرنے کا حکم فرماتے ہیں، لیکن آج کل احوال بدل گئے ہیں، حکومت کے قانون پھر، عورت کا تنہا سفر کرنا وغیرہ بے شمار پریشانیوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے، لہذا جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ گئی ہے تو بہتر یہی ہے کہ حج ادا کرے، ویسے بھی ہمارے یہاں بغیر حرم و عدت میں حج ادا کرنے والی عورت عام احوال میں سخت گنہگار ہوتی ہے، لیکن اس کا حج ادا ہو جاتا ہے، یہ اجازت نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے گنجائش ہے۔

۱۲- منیٰ کے سلسلہ میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ”وإذا نوى المسافر أن يقيم بمكة ومنى خمسة عشر يوماً لم يتم الصلوة لأن اعتبار النية في موضعين يقتضى اعتبارها في مواضع وهو ممتنع لأن السفر لا يعرى عنه إلا إذا نوى المسافر أن يقيم بالليل في أحدهما فيصير مقيماً بدخوله فيه لأن إقامة المراً

مضافة إلى مبيته“ (برای مع فتح القدر ۲/ ۳۳)۔

(جب مسافر یہ نیت کرے کہ مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرے گا تو اتمام صلوٰۃ نہ کرے گا، اس لئے کہ دو مقامات پر نیت کا اعتبار کئی مقامات میں اس کے اعتبار کا مقتضی ہے، اور یہ ممنوع ہے، اس لئے کہ سفر اس سے خالی نہیں ہوتا، ہاں اگر مسافر یہ نیت کر لے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک مقام پر رات میں قیام کرے گا تو اس میں داخل ہونے سے وہ مقیم ہو جائے گا، اس لئے کہ آدمی کی اقامت اس کے رات گزارنے کی جگہ میں شامل کی جاتی ہے)۔

علامہ ابن ہمام صلوٰۃ الجمعہ کے سلسلہ میں شیخین اور امام محمد کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے شیخین کی دلیل: ”ولہما أنها تتمصر فی ایام الموسم“ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے منیٰ کے عارضی مصر ہونے کی دلیل ذکر کی ہے، یہ نہیں کہا کہ منیٰ مکہ کے فناء میں سے ہے: ”دون التعلیل بأن منیٰ من أفنثة مكة لأنه فاسد لأن بینہما فرسخین و تقدیر الفناء بذلك غیر صحیح“۔

(وہ ایام حج میں مصر کے حکم میں ہو جاتا ہے، بغیر اس علت کے کہ منیٰ مکہ کی مسلم آبادیوں میں سے ہے اور یہ غلط ہے، کیونکہ مکہ اور منیٰ کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ ہے اور اس طرح مسلم آبادی کی تعیین درست نہیں ہے)۔

نیز امام محمد کی عبارت جو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے اس کو بھی ابن ہمام نے ذکر کرتے ہوئے دونوں کو دو الگ مقامات قرار دیا ہے: ”فعلم اعتبارہما شرعا موضعین“ (فتح القدر ۲/ ۵۳، تبیین الحقائق ۲/ ۲۱۲، بدائع ۱/ ۹۸، بنایہ عینی ۳/ ۵۳، ۳۶، ۳۷)۔

لہذا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دونوں شرعاً دو الگ الگ مقامات ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک منیٰ ایام حج میں شہر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، جبکہ عرفات کی یہ حیثیت نہیں ہے۔

فقہاء متقدمین کی عبارات کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے منیٰ میں اقامت کو

اتقامت مکہ مکرمہ شمار نہیں کیا، بلکہ اس کو مستقل مکان شمار کرتے ہوئے دونوں کی اتقامت کے پندرہ روز کو اتقامت شرعی نہیں سمجھا ہے، بلکہ اس کو مسافرت ہی سمجھا ہے، البتہ اس میں جمعہ کے صبح ہونے کے سلسلہ میں کچھ فقہائے کرام نے (ماقبل میں) (بدائع کا حوالہ گذر چکا ہے) منیٰ کو فنائے مکہ میں شمار کیا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: ”ولأن منی من أفننة مكة وتوابعها لأنها في الحرم و توابع الشئى يقوم مقام ذلك الشئى و أما عرفات فإنها من الحل وليست من فناء مكة و بينها و بين مكة أربعة فراسخ“ (۵۵/۳)۔

(اس لئے کہ منیٰ مکہ کی مسلم آبادیوں اور اس کے توابع میں سے ہے، اس لئے کہ وہ حرم میں ہے اور کسی چیز کے توابع اس اصل چیز کے قائم مقام ہوتے ہیں، جہاں تک عرفات کا تعلق ہے تو وہ حل میں سے ہے اور وہ مکہ کے فناء میں سے نہیں ہے اور اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان چار فرسخوں کی مسافت ہے)۔

اگرچہ علامہ عینی نے صاحب ہدایہ کی دو جگہ کو مقام اتقامت ٹھہرانے والی عبارت میں مکہ مکرمہ اور منیٰ کو علیحدہ علیحدہ مقامات شمار کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ فقہاء کرام نے منیٰ کو فنائے مکہ میں سے شمار نہیں کیا ہے، لیکن سب کے نزدیک حلت اس کا فنائے مکہ میں سے نہ ہونا تھا، اب جبکہ مکہ مکرمہ کی آبادی اور منیٰ کی آبادی متصل ہو گئی ہے تو وہ حلت نہیں رہی جس کی بنیاد پر دونوں دو علیحدہ موضع سمجھے گئے تھے، لہذا اب دونوں کو ایک موضع سمجھتے ہوئے اتقامت سفر میں دونوں کو شمار کیا جانا چاہئے۔

پھر بھی اس سلسلہ میں سعودی حکام، یا وہاں کے مقیمین حضرات سے اس کی تحقیق کر لی جائے کہ وہاں کے بلدیہ کے اعتبار سے دونوں کا حکم کیا ہے، کیونکہ بظاہر ابھی بھی دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ تو ضرور نظر آتا ہے، لیکن اب تو ترنبہ کے طور پر بھی لوگ دور دور تک مکانات بناتے ہیں اور ایک ہی شہر اپنے رقبہ کے اعتبار سے دور تک پھیلا ہوا ہوتا ہے، لہذا اس سلسلہ میں مسئلہ کا مدار وہاں کے ذمہ داروں کی تحقیق پر منحصر رہے گا۔

۱۳- وتر کی نماز کا مسئلہ

در مختار میں ہے:

”اگر اسے مراعات کا تیقن ہو تو مکروہ نہیں، یا عدم مراعات کا تیقن ہو تو درست نہیں اور اگر شک ہو تو مکروہ ہے، یہی معتبر ہے اس لئے کہ محققین اسی کی طرف مائل ہیں اور مذہب کے اصول اس پر شاہد ہیں اور بہت سے مشائخ کا کہنا ہے کہ اگر اس کی عادت موضع اختلاف کی رعایت کرنا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ سندی نے اسے بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اس بنا پر ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور کہا گیا ہے کہ اعتبار امام کی رائے کا ہے اور یہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔“

حاصل یہ ہے کہ اگر وہ نماز کے فرائض و شرائط و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا صحیح ہے، چاہے وہ واجبات و سنن کی رعایت نہ کرتا ہو۔
البتہ شیخ مسندی شاگرد ابن ہمام فرماتے ہیں: ”الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ولو مراعیاً۔“

(اور احتیاط اس کی اقتداء نہ کرنے میں ہے، اگرچہ وہ رعایت کرنے والا ہو)۔
علامہ شامی آخری فیصلہ کی بابت بیان فرماتے ہیں کہ میرا دل اس طرف مائل ہے اگر وہ فرائض کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے: ”لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمة مجتہدين وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباین مذاهبہ“ (۴۱۷/۱)۔

در مختار میں وتر کے بیان میں ہے کہ وتر میں اقتداء صحیح ہے (اس کے علاوہ میں بدرجہ اولیٰ صحیح ہے)، جب تک مقتدی کے اعتقاد کے مطابق فساد ظاہر نہ ہو، البتہ آگے عبارت میں ہے: ”مثلاً کسی (شافعی) کی اقتداء (جس نے سلام سے فصل نہ کیا ہو)، اس لئے کہ اس کا فعل (زیادہ صحیح قول کے مطابق) ان دونوں میں اتحاد کیلئے ہے، اگرچہ اعتقاد مختلف ہو“ (۴۱۷/۱)۔

یعنی اگر سلام سے فصل کرنا ہے تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ فصل سلام کی صورت میں ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہے: بعض کے نزدیک پھر بھی اقتداء صحیح ہے اور بعض کے نزدیک اقتداء مفترض بالمتنفل نیز سلام کا قاطع صلوة ہونا (مقتدی کے اعتقاد میں) ان علتوں کی وجہ سے اقتداء صحیح نہیں ہے، اس شکل میں اب اگر حرم شریف کے کسی حصہ میں حنفیوں کی علیحدہ جماعت کا امکان ہو اور حکومتی رکاوٹ نہ آتی ہو تو افضل یہ ہے کہ علیحدہ جماعت سے وتر پڑھی جائے ورنہ حرم شریف کے احترام اور ثواب کو مد نظر رکھتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ امام حرم کے پیچھے ہی نماز پڑھے، لیکن یہ صرف حرم محترم کے ساتھ مشروط رکھا جائے دوسری جگہوں میں انفرادی ہی پڑھی جائے۔

حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل

مولانا محمد امجد ارخان ندوی ☆

۱- حرم مکی میں دخول کیلئے احرام

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حج یا عمرہ کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو، لیکن جو لوگ حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں، بلکہ تجارت، ملاقات، یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی میں داخل ہونا چاہتے ہیں، تو کیا ان پر ضروری ہوگا کہ احرام باندھ کر ہی میقات کے اندر جائیں؟ تو اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے، ذیل میں فقہاء کے مسالک اور ان کے دلائل اور راجح قول کو ذکر کیا جاتا ہے۔

احناف کا مسلک

اس سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک ہے کہ آفاقی کے لئے بلا احرام باندھے ہوئے حدود حرم یعنی میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے، خواہ حج و عمرہ کی نیت سے آئے یا کسی اور مقصد کے تحت داخل ہو۔

فتاویٰ ہندیہ میں حنفیہ کے مسلک کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”لا يجوز للآفاقي أن يدخل مكة بغير إحرام نوى النسك أو لا، ولو دخلها فعليه حجة أو عمرة كذا في محيط السرخسي في باب دخول مكة بغير“

إحرام“ (فتاویٰ ہندیہ ۱/۱۲۲)۔

(آفاقی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہو، خواہ حج کا قصد ہو یا نہ ہو، اور اگر داخل ہو گیا تو اس پر حج یا عمرہ ضروری ہوگا، اسی طرح محیط سرخسی کے اندر باب دخول مکہ بغیر احرام کے تحت ذکر کیا ہے)۔

نیز فقہ حنفی کے ترجمان علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں:

”آفاقی شخص جو مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اس کے لئے میقات سے احرام میں تاخیر کرنا ممنوع ہے، چاہے حج کے سوا کسی اور ضرورت سے آئے“ (رد المحتار ۲/۵۳، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۱۶۳، خانیہ مع الہندیہ ۱/۲۸۳)۔

احناف کی دلیل

احناف کی دلیل حضور ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا احرام مکہ میں داخلہ ممنوع ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا وہ ارشاد گرامی، کہ مکہ کو خدا رب اعزت نے اس کے تعمیر کے دن سے لے کر تا قیامت حرام قرار دیا ہے، صرف ایک مرتبہ میرے لئے حلال کیا گیا، اس کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا، نیز وہ دنیا کا عظیم و مبارک خطہ ہے، جس کو خدا نے برتر نے شرف و منزلت کا اعلیٰ مقام عطا کیا ہے، اس کی عظمت و تقدس کا تقاضا ہے کہ وہاں احرام کے بغیر داخل نہ ہو جائے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۱۶۳، ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

حنابلہ کا مذہب

لیکن اس سلسلہ میں حنابلہ کے یہاں سہولت ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو بلکہ کسی اور مقصد مثلاً جہاد اسلامی، تجارت، یا کوئی ضرورت جو بار بار پیش آتی ہو، اس کے لئے حرم مکی میں احرام کے ساتھ داخل ہونا ضروری نہیں ہے۔

معروف حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہ نے مسلک حنابلہ کو بہت تفصیل اور وضاحت کے

ساتھ ذکر کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

”دوسری قسم: جو لوگ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں یا مکہ کا ارادہ ہو یا مکہ کے علاوہ کا، ان کی کل تین قسمیں ہیں: نمبر ایک وہ لوگ جو مکہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کسی مباح جنگ کی وجہ سے، یا خوف کی بنا پر یا کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جو بار بار پیش آتی ہو، مثلاً گھاس اور لکڑی جمع کرنے والا، یا خوراک و غذائے جانے والا، بادشاہ کا سفیر، یا کسی کی وہاں جائداد ہو جس کی وجہ سے وہاں بار بار آمدورفت ہوتی ہے تو ان افراد پر احرام ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ بھی تھے، ان میں سے کسی کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے اس دن احرام باندھا ہو، اور جن لوگوں کو بار بار داخل ہونا پڑتا ہے، اگر ان پر ہم احرام کو ضروری قرار دیں، تو ان کو ہر وقت احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا (جس سے وہ تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے)، اس لئے حرج کی وجہ سے یہ ساقط ہو گیا، یہی امام شافعی کا مسلک ہے“ (المغنی ۲۱۸/۳)۔

مذکورہ عبارت سے حنا بلہ کا مسلک بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اگر ان پر جو بار بار حدود حرم میں آتے جاتے ہیں احرام کو لازم قرار دیا جائے تو ساری عمر وہ احرام سے چھٹکارا نہ حاصل کر سکیں گے، اس طرح امت تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو جائے گی، اس لئے امت کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے ان پر سے احرام کی پابندی ختم کر دی گئی ہے، اس سلسلہ میں حنا بلہ کی دلیل تاریخ اسلام کا وہ روشن اور مبارک دن ہے جس دن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام ”لا تشریب علیکم الیوم و انتم الطلقاء“ کا اعلان کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے، اس دن سارے لوگ جنگی اسلحوں سے لیس تھے، حضور ﷺ اور صحابہ میں سے کوئی احرام باندھے ہوئے نہیں تھا۔

ابن قدامہ سنن ترمذی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں:

”ولنا ما ذکرناه، وقد روى الترمذی أن النبی ﷺ دخل يوم الفتح وعلی رأسه عمامة سوداء وقال هذا حدیث حسن صحیح“ (المغنی ۳/۲۱۹)۔
 (ہم اپنی دلیل بیان کر چکے ہیں، امام ترمذی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے دن اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر کالا عمامہ تھا، اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

لیکن بلا ضرورت، یا ضرورت بار بار پیش آنے والی نہ ہو، بلکہ شاذ و نادر کبھی کبھار داخلہ کی ضرورت پڑے تو اس کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

”النوع الثالث: المكلف الذی یدخل لغير قتال ولا حاجة متكررة فلا یجوز له تجاوز المیقات غیر محرم، وبه قال أبو حنیفة“ (المغنی ۳/۲۱۹)۔
 (تیسری قسم: وہ مکلف انسان جس کا مکہ میں داخلہ نہ کسی جنگ کیلئے ہو اور نہ بار بار پیش آنے والی ضرورت کے وجہ سے ہو تو ایسے شخص کے لئے بلا احرام میقات کا عبور کرنا جائز نہ ہوگا، یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے)۔

مالکیہ کا نقطہ نظر

حج و عمرہ کے علاوہ کسی دوسرے مقصد سے میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا، اس سلسلہ میں علماء مالکیہ کی آراء مختلف ہیں، بعض مطلق جواز کے قائل ہیں اور بعض کا رجحان یہ ہے کہ ضرورت بار بار پیش آتی ہو جس کی وجہ سے بار بار میقات سے گزرنا پڑتا ہو تو بلا احرام داخل ہونے کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں۔

فقہ مالکی علامہ ابن رشد نقل فرماتے ہیں:

”کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے میقات سے گزرے اس پر احرام ضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر وہاں سے گزرے، تو

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو میقات سے گزرے اس پر احرام ضروری ہے، البتہ وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہوں گے جن کی آمد و رفت کثرت سے ہو، جیسے لکڑہارا اور اس جیسے دوسرے لوگ، یہی مسلک امام مالک کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ احرام ضروری نہیں ہے، سوائے اس شخص کے لئے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھے، یہ سارے احکام غیر مکی کے لئے ہیں“ (بویہ الجہد ۱/۳۲۵)۔

شواہد کا نقطہ نظر

امام شافعی کا رجحان اور زاویہ فکر وہی ہے جو حنابلہ کا ہے، امام شافعی نے اپنی کتاب ”کتاب الام“ کے اندر اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فتح مکہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے ہمراہ عاشقان اسلام اور آپ کے شیدائیوں کی کثیر تعداد تھی، وہ سب کے سب بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے، یہ واقعہ اس بات کی بین دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ بلا احرام بھی داخل ہونا جائز ہے۔

امام شافعی تحریر فرماتے ہیں:

”مکہ کی اس سلسلہ میں سب سے جداگانہ حیثیت ہے کہ جو شخص وہاں داخل ہونے کے لئے آئے وہ بغیر احرام کے داخل نہ ہو، امام شافعی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے بعض نے لکڑہارے اور ان لوگوں کے لئے جو اپنے اہل و عیال کے منافع یا خود کمائی کرنے والوں کے لئے اس بات کی رخصت دی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس قول کا سب سے بہترین مجمل یہ ہے کہ ان لوگوں کا مکہ میں داخل ہونا کسب معاش کے لئے ہے نہ کہ کسی نیکی کے لئے، اگر ان کے لئے رخصت اس وجہ سے ہے کہ مکہ میں ان کا داخلہ عبادت یا حج و عمرہ کے قصد سے نہیں ہے اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ان کا داخل ہونا وہاں ہمیشہ رہنے والوں کی طرح ہے، تو جو اس طرح ہوگا اس کے لئے رخصت ہے، اور انہوں نے نبی ﷺ کے اس عمل سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ بلا احرام تھے“ (کتاب الام ۲/۱۳۲)۔

ترجیح

تجاز مقدس کے مختلف مقامات کے باشندوں اور دیگر جگہوں کے افراد کو حج و عمرہ کے علاوہ بہت سی ضروریات کی خاطر مکہ مکرمہ آنا جانا پڑتا ہے، مثلاً تجارت پیشہ افراد، سواری لے جانے والی گاڑیوں کے ڈرائیور، صنعتی کمپنیوں کے ایجنٹ وغیرہ، ان پر احرام کی پابندی عائد کرنا اور بلا احرام میقات کے اندر داخلہ سے روکنا، ان کے لئے پریشانی کا باعث ہوگا، خصوصاً حدود حرم یا مکہ مکرمہ کے باشندوں کے لئے تجارت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا، اس لئے اس سلسلہ میں جمہور کے مسلک کو اپنانا بہتر ہوگا کیونکہ دشواری اور سخت تنگی کے وقت دوسرے مسلک کو اختیار کرنا جائز ہوتا ہے، اس لئے کہ جمہور حج و عمرہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے بلا احرام داخلہ کی اجازت دیتے ہیں۔

۲- بار بار میقات میں آمد و رفت

جن افراد کو مکہ مکرمہ بار بار آنا پڑتا ہے، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور، صنعتی کمپنیوں کے ایجنٹ، تجارت پیشہ اشخاص کو حدود حرم کے اندر باہر آمد و رفت کرنی پڑتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور پریشانی کا باعث ہو، تو ایسے حضرات کی دشواری کا کیا حل ہو، اس سلسلہ میں کو فقہاء حنفیہ کے یہاں اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ کسی بھی مقصد سے آئے حرم میں بلا احرام داخل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اصول و قواعد پر نظر ڈالنے اور کتب اصول فقہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ نے حرج و تنگی، حاجت و ضرورت کے وقت بہت سارے مسائل میں آسانی اور سہولت کا پہلو تلاش کیا ہے، اور اس میں جواز کی راہ اختیار کی ہے، مثلاً نجس اشیاء سے علاج کرانا (اشباہ و نظائر ص ۷۵)، ڈاکٹر کے لئے مریض کا ستر عورت دیکھنے، اور اضطراری کیفیت

کے وقت شراب نوشی کا مباح ہونا وغیرہ وغیرہ (بدائع الصنائع ۵/۱۲۳، مجمع الاضہار ۲/۵۳۸، قاضی خاں ۳/۳۰۳)۔

اس سلسلہ میں اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے: ”المشقة تجلب التيسير“۔ اس قاعدہ کے ذیل میں شیخ علی احمد الندوی رقمطراز ہیں:

أن الشريعة الإسلامية تتوخى دائما رفع الحرج عن الناس وليس في أحكامها ما يجاوز قوى الإنسان الضعيفة“ (القواعد الفقهية ص ۲۶۶)۔
(شریعت اسلامیہ ہمیشہ حرج کو لوگوں سے رفع کرنا چاہتی ہے اور اس کے احکام انسان کے ناتواں اور کمزور قوی کے مقابلہ میں بھاری نہیں ہیں)۔
راقم کا خیال ہے کہ سب سے بہتر ہوگا کہ امام شافعی کا مسلک اختیار کر لیا جائے۔

۳- مکی کے لئے تمتع اور قرآن کا حکم

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مکی تمتع یا قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ یعنی حنفیہ کے علاوہ دیگر ائمہ ثلاثہ مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی اجازت دیتے ہیں:

”واتفق الثلاثة على أنه يصح الحج بكل وجه من الأوجه الثلاثة المشهورة وهي: الأفراد والتمتع والقران لكل مكلف على الإطلاق من غير كراهة وقال أبو حنيفة: المكي لا يشرع في حقه التمتع والقران ويكره له فعلهما“ (رمز لا مت في اختلاف الأئمة ۱۳۱، الدين الخالص ۹/۲۵۲)۔

(ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ مطلقاً بلا کسی کراہت کے ہر مکلف بندے کے لئے اجازت ہے کہ وہ حج کی تینوں مشہور صورتوں میں سے کوئی بھی ادا کر سکتا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں رہنے والے کیلئے تمتع اور قرآن کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ان کا کرنا مکروہ ہوگا)۔

نیز فتاویٰ ہندیہ میں مسلک حنفیہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”مکہ کے باشندوں کے لئے تمتع وقرآن کرنا جائز نہیں ہے، ان کے لئے صرف افراد ہے، اسی طرح ہدایہ میں ہے اور اسی طرح میقات کے اندر رہنے والے اور ان کے علاوہ مکہ کے قریب و جوار کے افراد، اہل مکہ کے حکم میں ہوں گے، سراج الوصاح میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے“ (الفتاویٰ الہندیہ، ۲۳۹/۱، التعمیر للضروری المسائل القدوری ۱۶۹/۱)۔

۴- اہل مکہ کا اشہرج میں حرم سے باہر آمد و رفت

اشہرج میں اہل مکہ کو بہت ساری ضروریات کے تحت میقات سے باہر جانا پڑتا ہے پھر مسلک حنفیہ پر عمل کرنے کی صورت میں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ بلا احرام کے میقات کو تجاوز نہیں کر سکتے اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوتے ہیں تو اسی سال حج کرنے کی صورت میں دم تمتع دینا ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا۔

راقم گزشتہ صفحہ سوال ۲ کے جواب میں تحریر کر چکا ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ دیگر ضروریات کے لئے مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں داخل ہونے والے کے سلسلہ میں امام شافعی کے مسلک پر فتویٰ دیدیا جائے کہ بلا احرام داخل ہونے کی اجازت ہوگی اور بلا احرام داخل ہونے میں دم جنایت سے بچا جاسکے گا، اس مسئلہ کا حل اور پریشانیاں و سوالات رفع ہوئیں گے، لہذا اس مجبوری اور دشواری کو مد نظر رکھتے ہوئے امام شافعی کا مسلک اپنانا مناسب ہوگا اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔

امام شافعی کا مسلک انہی کی زبانی ملاحظہ ہو:

”پوسٹ مین جو خطوط لے کر آتا ہو یا اپنے اہل و عیال کی زیارت کے مقصد سے آئے، اور ہمیشہ آنا جانا نہ ہوتا ہو، تو اگر وہ شخص اجازت حاصل کر کے احرام باندھ کر داخل ہوتو مستحسن ہوگا اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں کہ اس سے احرام کی پابندی ساقط

ہو جائے گی“ (مطب الام ۲۲/۱۳۲۲)۔

۵- متمتع آفاقی کا ایک سے زائد عمرہ کرنا

تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام حج باندھنے سے قبل مزید عمرہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کھلی اجازت ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے پہلے جتنے عمرے کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

صاحب ”غنیۃ الناسک“ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”ويعتمر قبل الحج ماشاء، ومافی اللباب لا يعتمر قبل الحج فغیر

صحیح“ (نویۃ الناسک، ص ۱۱۵)۔

(حج کا احرام باندھنے سے قبل جس قدر عمرہ کرنا چاہے اجازت ہے اور ”لباب“ کے اندر حج سے قبل عمرہ کا عدم جواز ذکر کرنا، وہ درست نہیں ہے)۔

۶- رمی جمرات میں نیابت کا حکم

شریعت اسلامیہ نے بعض افعال حج میں نیابت کی اجازت دی ہے، انہیں میں سے ایک عمل رمی جمرات کا بھی ہے، جس کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا ہے، علامہ کاسانی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

”إن أفعال الحج تجزی فیہ النيابة“ (بواع الصنائع ۲/۱۳۷۲) (افعال حج میں

نیابت جائز ہے)۔

لیکن مسئلہ صرف نیابت کا نہیں ہے، بلکہ شریعت نے اس کو کچھ شرائط کے ساتھ مقید بھی کر دیا ہے، تاکہ لوگ سستی و کالی، عیش پسندی اور آرام طلبی کی خاطر نیابت کا عمل شروع کر دیں اور حج جو اسلام کا اہم فریضہ ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ عیش پسندی اور کالی کی نذر نہ ہو جائے۔

لہذا عمل رمی میں نیابت درست ہے، لیکن یہ گنجائش اور رخصت صرف مریض، ضعیف، معمر حضرات، حاملہ عورت اور قید خانہ میں بند لوگوں کے لئے ہے، اس معذوری کی حد یہ ہے کہ وہ رمی جمرات کے میدان تک جانے سے عاجز ہو، خود رمی کرنے پر قدرت نہ ہو تو مائب بنانا جائز ہوگا، یعنی مرض بڑھ جانے یا مرض پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے (زبدۃ النساء، نقل عن الملباب، ۱۶۵)۔

عالم اسلام کے معروف عالم دین ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رقم فرماتے ہیں:

”ایسا شخص جو مرض، قید، یا عمر زیادہ ہونے کے سبب، یا عورت کے پیٹ میں بچہ ہو اسکی بنا پر خود رمی نہ کر سکتی ہو، اس کے لئے رمی میں مائب بنانا جائز ہے اور ایک شخص چند افراد کی جانب سے نیابت کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اپنی طرف سے تینوں جمرات کی رمی پہلے کر لے“ (فقہ الاسلامی وادلائہ، ۳/۱۹۳، بدائع، ۲/۱۳۷)۔

لیکن نوجوان مرد یا عورت کا محض ازدحام کے خوف سے رمی میں مائب مقرر کرنا درست نہ ہوگا، البتہ عورت کے لئے اس کی اجازت ہوگی کہ شوہر اس کی جانب سے رمی کر سکتا ہے، خواہ ازدحام ہو یا نہ ہو۔

شیخ محمد متولی اشعراوی اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”يجوز أن تنوب عن زوجتك في رمي الجمار ولو لم يكن الطريق مزدحماً“ (الفتاویٰ کل ماہم المسلمین فی حیاتہ و یومرہ و غدہ، ۶/۳۱۲، مکتبہ القرآن قاہرہ)۔

(تم شوہر) اپنی بیوی کی جانب سے رمی جمار میں نیابت کر سکتے ہو، خواہ راستہ میں ازدحام ہو یا نہ ہو)۔

۷- حالت احرام میں حکومت کی جانب سے روکنے پر احصار کا حکم

سعودی عرب میں مقیم غیر ملکی باشندوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ حج و عمرہ کے لئے پہلے حکومت سے اجازت لیں، ورنہ بلا اجازت حج یا عمرہ کا جو لوگ احرام باندھ لیتے ہیں، حکومت

انہیں اسی حال میں قید کر دیتی ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سعودی حکومت جو مسلمان ہے اس کی جانب سے حالت احرام میں حج یا عمرہ سے روکنا کیا احصار سمجھا جائے گا؟

فقہاء حنفیہ کے نزدیک احصار خواہ مسلمان کی جانب سے ہو یا کافر کی طرف سے، یا مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو، یا عورت کے پاس محرم نہ ہو، سب احصار میں داخل ہیں اور اس سے حائل ہونے کے لئے حرم میں بکری یا اس کی قیمت کا بھیجنا ضروری ہے۔

”یکون الحصر عند الحنفیین بكل حابس عن البیت من عدو ولو مسلماً... وقال مالک والشافعی الإحصار لا یکون إلا بالعدو“ (الدرین الخالص ۲۷۲/۹، مجمع لا شہر ۱/۳۰۵)۔

(حنفیہ کے نزدیک احصار بیت اللہ سے روکنے والی ہر شئی سے ہوگا، جیسے دشمن خواہ مسلمان ہو، امام مالک و شافعی کہتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کی جانب سے ہوتا ہے)۔

۸- رمی ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب

متمتع اور تارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے یا مسنون، بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں، بعض سنت قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ فقہاء کرام کے مسالک کو بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حنفی نقطہ نظر: فقہاء حنفیہ رمی، ذبح اور حلق کے مابین ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے (فتح القدیر ۲/۶۶۳، دار الفکر بیروت)، البتہ مغرد کے لئے ترتیب صرف رمی اور حلق میں ضروری ہوگی۔

علامہ ابن عابدین بڑے واضح انداز میں لکھتے ہیں:

”تین چیزوں کے درمیان ترتیب ضروری ہے، پہلے رمی، پھر ذبح، (اس کے بعد) پھر حلق، لیکن مغرد پر قربانی نہیں ہے، اس لئے صرف رمی اور حلق کے درمیان ترتیب ضروری ہے“

(رد المحتار ۲/۲۰۹، التمهیل للضروری مسائل القدوری ۱/۱۵۰)۔

مالکی نقطہ نظر: لیکن اس سلسلہ میں مالکیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ترتیب مستحب ہے، شیخ عبدالرحمان الجزیری مالکیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا مَنْدُوبَاتُهُ: مِنْهَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ وَصُولِهِ إِلَى مَنَىٰ وَبَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ..... وَفَعَلَ الذَّبْحَ وَالْحَلْقَ قَبْلَ الزَّوَالِ يَوْمَ الْعِيدِ وَتَأْخِيرَ الْحَلْقِ عَنِ الذَّبْحِ“ (لفقہ علی المزاہب ۱/۶۷۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

(مستحبات حج میں سے ہے کہ منیٰ پہنچنے کے وقت طلوع شمس کے بعد جمرۃ العقبہ کی رمی کرے گا اور عید کے دن زوال سے پہلے پہلے حلق اور قربانی کرنا، البتہ حلق کو قربانی سے مؤخر کرے گا)۔

مگر اس سلسلہ میں مالکیہ کا راجح قول سنت ہونے کا ہے:

”وَالرَّاجِحُ أَنْ التَّرْتِيبُ بَيْنَ أَعْمَالِ يَوْمِ النُّحْرِ سُنَّةٌ“ (الدين الخالص ۸/۱۷۷)۔
(مگر راجح یہی ہے کہ یوم النحر کے اعمال کے درمیان ترتیب مسنون ہے)۔

شافعیہ اور حنابلہ کی رائے

امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ ترتیب مسنون ہے، ترتیب کے برعکس کرنے کی صورت میں کوئی جنایت لازم نہ ہوگی۔

امام اہل سنت محقق سیدائین محمود خطاب تحریر فرماتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ اور ابن ماجہوں مالکی کے نزدیک رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ ترتیب مذکور سنت ہے، اسی لئے رمی اور ذبح سے پہلے حلق کرنے، اسی طرح تارن کے لئے رمی کرنے سے قبل قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع سے

ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے ذبح کرنے سے قبل رمی کر لی ہے، تو آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارے کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، اس حدیث کو تہیتی اور کتب سبعہ میں روایت کیا گیا ہے سوائے ترمذی کے، یہاں مذکورہ حدیث میں مسند احمد کے الفاظ ہیں اور امام مسلم نے بھی ابن عمر وغیرہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے (فتح الربانی ۲۰۶/۱۲، مسلم نووی ۵۷۷، تلمذہ المسئل ۱۵۱/۱۳۳)۔

احناف کے قول مرجوح کو اختیار کرنا

فقہاء حنفیہ کے مفتی بقول کے مطابق یوم النحر کے اعمال میں ترتیب کو لازم قرار دیا گیا ہے، یعنی پہلے رمی جمرہ عقبہ، پھر ذبح، پھر حلق کرائے، ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہو تو دم واجب ہوتا ہے، لیکن آج کے احوال کے پیش نظر ترتیب کا باقی رکھنا مشکل ہو گیا ہے، دشواری کے یہ وجوہات ہیں کہ حج کے بے پناہ ازدحام و ہجوم، قیام گاہ سے مذبح کا کافی دور ہونا، گرمی کی شدت اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حاجی کا خود اپنی قربانی کرنا بہت معذور ہوتا ہے۔

لہذا راقم کا خیال ہے کہ ان اہل اہل کے پیش نظر صاحبین کے مسلک کو اختیار کیا جانا چاہئے اور عذر کی بنیاد پر واجب ترتیب کو چھوڑنے سے کوئی دم بھی واجب نہ ہوگا۔
علامہ شامی لکھتے ہیں:

”ان ترک واجب بعد مسقط للدم“ (فتاویٰ ثانی ۲۰۶/۲، طبع بیروت)۔

(عذر کے سبب واجب کا ترک کرنا دم کو ساقط کر دیتا ہے)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ترتیب بین الرمی والذبح والحلق اگرچہ واجب فی نفسہ ہے، لیکن عذر شرعی کی وجہ سے اگر چھوٹ جائے یا ٹوٹ جائے اور اس پر عمل نہ ہو سکے تو اس پر دم جنایت وغیرہ یا کوئی وزریا کفارہ وغیرہ لازم نہ آئے گا، بلکہ ادائیگی حج بلا کراہت مکمل ہو جائے گی (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱۵۷، طبع اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

نوٹ: بوقت مجبوری فقہ حنفی میں گنجائش موجود ہے اور ائمہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف و امام محمد کا قول بھی ترتیب کے عدم و وجوب کا ہے، تو اس مسئلہ میں حنفیہ ہی میں سے صاحبین کے قول کو اختیار کر لیا جائے، تو دوسرے ائمہ کی تقلید اور ان کے مسلک کو اپنانے کا سول ہی ختم ہو جاتا ہے۔

۹- حج بدل میں تمتع

جس شخص پر حج فرض ہو، لیکن مجبوری و اعذار کے سبب خود حج نہ کر سکتا ہو بلکہ اپنی نیابت میں کسی کو حج بدل میں بھیجنا چاہتا ہے، تو چند شرائط کے ساتھ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، تاہم یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حج بدل کرنے والا کیا حج تمتع یا قرآن کر سکتا ہے یا نہیں، تو اس سلسلہ میں تھوڑی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اگر امر مامور کو حج تمتع یا قرآن کی اجازت دے دے تو مامور کو تمتع یا قرآن دونوں کرنا جائز ہوگا، اس لئے کہ امر خود حج کرے تو وہ نیز او، تمتع یا قرآن میں سے جو چاہے کر سکتا ہے، اسی طرح اس کو اختیار ہے کہ اس میں سے جس کا نائب بنانا چاہے بنا سکتا ہے، لیکن امر کی اجازت کے بغیر حج تمتع یا قرآن جائز نہ ہوگا، اگر کسی نے کر لیا تو حج امر کی مخالفت کی وجہ سے اس کا نہ ہوگا بلکہ مامور کا ہوگا، اس صورت میں مامور پر ضمان بھی لازم آئے گا۔

فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ علامہ شامی رقم فرماتے ہیں:

”الرابع عشر: عدم المخالفة فلو أمره بالافراد فقرون أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه ويضمن النفقة“ (رد المحتار ۲/۲۳۹)۔

(چودہویں شرط یہ ہے کہ امر کی مخالفت نہ کی جائے گی، اگر امر نے اس کو حج یا قرآن کا حکم دیا ہے، لیکن اس نے تمتع یا قرآن کیا تو خواہ یہ حج میت کی جانب سے کیوں نہ ہو اس کا حج نہ ہوگا اور مامور آخر اجات کا ضامن ہوگا)۔

دم تمتع مامور پر ہوگا

حج بدل کرنے والا تمتع امر کی اجازت سے کرے یا بلا اجازت کرے، دونوں ہی صورت میں دم تمتع مامور پر واجب ہوگا، اجازت کی صورت میں کو حج امر کی جانب سے ادا ہو جائے گا مرد و عبادتوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کا عمل مامور انجام دے رہا ہے، اس لئے اصل فعل مامور سے صادر ہوا، لہذا دم بھی مامور کے مال میں ہوگا، اور اگر امر کی اجازت کے بغیر تمتع کیا گیا تو اس میں بھی دم تمتع مامور پر ہوگا اور حج بھی اسی کا ہوگا، جس کے سبب اس پر ضامن لاکوثر ار دیا گیا ہے۔

علامہ داماد آفندی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”دم تمتع مامور پر ہوگا، کیونکہ یہ دو عبادتوں کی ادائیگی پر موقوف ہوتا ہے اور اس نعمت کے لئے مامور خاص ہے، اس لئے کہ اصل فعل اسی سے متعلق ہے، اگرچہ حج امر کا ادا ہوگا کیونکہ شرعی اعتبار سے اس کا وقوع ہوا ہے اور دم شکر کے واجب ہونے کا سبب اصل فعل کا پایا جاتا ہے اور وہ مامور کے ذریعہ صادر ہو رہا ہے (لہذا دم شکر بھی مامور ہی کے ذمہ ہوگا)“ (مجمع لانہر ۳۰۹۱، الدین الخالص ۳۹۹)۔

نیز علامہ شامی کے مطابق بلا اجازت امر حج تمتع کی صورت میں اس پر ضامن واجب ہوتا ہے، اسکی وجہ اور سبب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ووجهہ إن لم یأت بالمأمور بہ، لأنه أمرہ بسفری صرفہ إلی الحج لا غیر فقد خالف أمر الأمر فضمن“ (رد المحتار ۲/۲۳۷، فتح القدیر ۳/۱۵۳)۔

(اس کی وجہ یہ ہے کہ امر نے اس کو جس چیز کا حکم دیا تھا وہ اس کو بجا نہیں لایا، اس لئے کہ اس نے صرف حج کا حکم دیا تھا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نہیں، مگر اس نے امر کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، لہذا اس پر ضامن واجب ہوگا)۔

اسی طرح حج بدل کرنے والے نے امر سے صریح اجازت تو نہیں لی ہے مگر اس کا ظن

غالب ہے کہ امر اس کی اجازت دے دے گا، تو صرف گمان غالب کی بنیاد پر حج تمتع جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ مسئلہ امر کی جانب سے حج فرض کی ادائیگی کا ہے، کہ اگر بعد میں امر نے اجازت نہ دی تو اس کی جانب سے حج ہی نہ ہوگا، لہذا صرف ظن غالب کی بنیاد پر حج تمتع نہ کرنا چاہئے۔

اور جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ آج کل عام طور پر معروف حج تمتع ہی ہے، اس لئے صریح اجازت کے بغیر حج بدل میں عرفنا تمتع سمجھنا صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ مسئلہ فرض کی ادائیگی کا ہے اور بہت نازک ہے، لیکن راقم کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں حج و عمرہ کرنے کی عام آدمی کو اجازت نہیں ہے، ہر طرف حکومت کی پابندیاں، ویزا اور سرحد عبور کرنے کے بے شمار مسائل درپیش ہیں، نہ جانے کتنی قانونی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے تمتع کی اجازت ہونی چاہئے۔

حج عن المیت میں تمتع کی گنجائش

حج عن المیت میں تھوڑی تفصیل ہے جس کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

۱- اگر میت پر حج فرض تھا، اس نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور ترکہ سے تمام متعلقہ حقوق ادا کرنے کے بعد اتنا حصہ بچ جائے جو حج بدل کے لئے کافی ہو، خواہ حج بدل میت کے گھر سے کیا جائے یا میقات سے، جہاں سے ممکن ہو، اس صورت میں مامور کو حج قرآن و تمتع کرنا درست نہ ہوگا اور نہ وراثہ کی اجازت موصی کی اجازت سمجھی جائے گی، بلکہ ہر حال میں حج و عمرہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

۲- اگر امر یعنی میت پر حج فرض نہ تھا، لیکن اس نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور اس کے مال سے تمام متعلقہ حقوق ادا کرنے کے بعد ترکہ اتنی مقدار میں موجود ہو کہ اس کے مکان سے نہ سہی، راستہ کے ہی کسی حصہ سے حج بدل میقاتی کر لیا جاسکتا ہے اور وراثہ کے لئے یہ ممکن بھی ہے تو وراثہ پر حج بدل ضروری ہوگا، لیکن مامور کے لئے قرآن و تمتع کی اجازت نہ ہوگی۔

۳- آمر پر حج فرض نہ تھا اور نہ ہی اس نے حج کی وصیت کی ہو، یا کی ہو مگر میت کے مال سے متعلق حقوق کو ادا کرنے کے بعد اتنا روپیہ بھی نہ بچ سکے جس سے مکہ کو ہی حج کر لیا جاسکے تو اس صورت میں ورثاء پر حج بدل کرنا ضروری نہ ہوگا، اگر ورثاء تمہارا اپنی جانب سے حج بدل کرادیں تو مستحسن ہے اور اس میں قرآن و تمتع سب کرنا جائز ہے۔

یہ بات یہاں بھی ملحوظ رہے کہ حج عن المیت کی جن صورتوں میں تمتع کی اجازت ہے اس میں دم تمتع مامور کے ذمہ ہوگا (نظام الفتاویٰ، ۱/۵۱، ۵۲، طبع اسلامک فقہ اکیڈمی)، اور میت کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا، اگر کر لیا گیا تو یہ حج میت کا نہ ہوگا اور مامور کو ضمان ادا کرنا ہوگا۔

فقہ حنفی کے معروف فقیہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

”فلو أمره بالافراد ففرون أو تمتع ولوللمیت لم يقع عنه وبضمن النفقة“ (رد المحتار، ۲/۲۳۹)۔

(اگر آمر نے مامور کو افراد کا حکم دیا ہو لیکن وہ تمتع یا قرآن کر لے تو یہ حج اس کا نہ ہوگا خواہ میت ہی کے لئے کیا جائے اور وہ نفقہ کا ضامن قرار پائے گا۔
نیز فقہ حنفی کے ممتاز محقق علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

”جب عمرہ میت کی جانب سے نہ ہو تو وہ خود اس کی جانب سے ہوگا اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ وہ ابتداء میں عمرہ کی نیت اپنی طرف سے کرتا، اس طرح کی صورتوں میں تمتع ممنوع ہوتا ہے، کیونکہ عمرہ میت کی طرف سے ادا نہیں ہوتا ہے“ (فتح القدیر، ۳/۱۵۳، طبع دار الفکر بیروت)۔

۱۰- حیض و نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرنا

حالت ناپاکی میں طواف زیارت کرنا گرچہ درست نہیں ہے، لیکن ایسی حالت میں طواف زیارت کر لینا چاہئے اور کر لینے سے رکن ادا ہو جائے گا، البتہ بدنہ لازم ہوگا اور بدنہ یعنی

دم کی اونگلی مکہ مکرمہ میں کرنا ضروری ہے۔

فقہ حنفی کے مایینا زفقیہ شمس لائمر حسنی رقمطراز ہیں:

”اگر طواف زیارت حالت جنابت میں کیا ہو یہاں تک کہ اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ آئے، تو ایسے شخص کو مکہ واپس جا کر طواف زیارت کرنا ہوگا اور وہ از سر نو احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل نہ ہوگا، اگر وہ مکہ دوبارہ نہیں جاتا ہے تو پھر طواف زیارت کے عوض بدنہ دینا ہوگا اور طواف زیارت کے سلسلہ میں یہی حکم حائضہ عورت کا ہے“ (بسوط السنن ص ۳۱/۳، فتح القدیر ۴/۲۶۲)۔

نیز شیخ برہان الدین مرغینانی نے لکھا ہے کہ بدنہ اگر مکہ بھیج دے تو بھی کافی ہو جائے گا، البتہ افضل ہے کہ مکہ جا کر دوبارہ طواف زیارت کیا جائے۔

”وإن لم يعد وبعث بدنة أجزاء ۵ لما بینا أنه جابر إلا أن الأفضل هو العود“ (بدیعیہ مع الفتح ص ۵۳، البحر الرائق ص ۲۰۳)۔

۱۱- ایام عدت میں حج و عمرہ

کوئی خاتون اپنے شوہر کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کے لئے جا رہی تھی کہ راستہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا، تو یہ عورت حصر کے حکم میں ہوگی اور وہ عدت کے ایام کو گزارے گی، ان ایام میں اس کے لئے حج یا عمرہ کرنا درست نہ ہوگا۔

امام سیدائین محمود خطاب تحریر فرماتے ہیں:

”یکون الحصر عند الحنفیین بكل حابس عن البیت من عملو ولو مسلما أو موت محرم أو زوج لامرأة فی الطریق“ (الدین الخالص ص ۲۷۲)۔

(احناف کے نزدیک احصار ہر اس چیز سے ہوگا جو بیت اللہ سے روک دے، دشمن سے خواہ مسلمان ہو، یا راستہ میں محرم یا شوہر کا انتقال ہو جائے)۔ لیکن صاحبین کا مسلک ہے کہ

راستہ میں شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا حرم موجود ہو تو وہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے، مگر امام صاحب کہتے ہیں کہ مطلقاً اس کو کہیں جانے کی اجازت نہ ہوگی۔
مجمع الانہر میں ہے:

”عورت سفر سے کم مسافت پر بلا حرم کے جا سکتی ہے، لیکن معتدہ کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے، جب اس کے لئے بلا حرم نکالنا جائز ہے تو عدت کی حالت میں بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا“ (مجمع الانہر ۱/ ۴۷۴)۔

۱۲- منیٰ و مکہ میں ۱۵ یوم قیام کا حکم

ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچ جائے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے، پھر دونوں کے قیام کی مدت ۱۵ یوم سے زائد ہوتی ہو تو کیا وہ شخص مقيم سمجھا جائے گا یا مسافر ہوگا؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ اور منیٰ شہر کی آبادی الگ الگ تھی مگر اب مکہ شہر کی آبادی پھیل کر منیٰ کی آبادی سے متصل ہو گئی ہے۔

فقہاء کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پندرہ یوم قیام دو مقامات پر کیا اور وہ دونوں مقام مستقل اپنی الگ جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں جیسے مکہ اور منیٰ ہے تو وہاں قیام کرنے والا شخص مقيم نہیں ہوگا، اس کے برعکس اگر ان دونوں جگہوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے تابع ہو تب تو وہ مقيم کے حکم میں ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ”ولو نوى الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة و منى والكوفة والحيرة لا يصير مقيماً، و إن كان إحداهما تبعاً للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيماً“۔

(اگر دو جگہوں میں پندرہ دن قیام کی نیت کرے، تو ان میں سے ہر ایک مستقل ہو جیسے مکہ و منیٰ، کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہیں ہوگا، لیکن اگر ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو، یہاں تک کہ اس کے باشندوں پر جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہو، تو ایسا شخص وہاں مقیم کے حکم میں ہوگا)۔

۱۳- وتر میں شافعی امام کی اقتداء کرنا

فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعی امام وتر کی نماز فصل کے ساتھ ادا کرتا ہے، اس لئے حنفی کے لئے شافعی کی اقتداء کرنا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق اس طرح نماز پڑھنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن عابدین ثامی لکھتے ہیں: ”وفی حاشیة الأشباہ للخیبر الرملى الذى یمیل إلیه خاطرى القول بعدم الكراهة إذا لم يتحقق منه مفسد“ (رد المحتار ۱/۳۷۸)۔

(خیبر الربی کے حاشیہ اشباہ میں ہے اور میرا قلب بھی اسی طرف مائل ہے کہ اگر اس سے کوئی مفسد صلاہ عمل سرزد نہ ہو تو اقتداء شافعی بلا کراہت جائز ہے)۔

مگر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حنفی مقتدی حرین کی جماعت کو چھوڑ کر کیا تنہا نماز ادا کرے گا اور اپنے آپ کو جماعت حرین کے ثواب سے محروم رکھے؟ تو اس مسئلہ کا حل فقہاء نے بیان کر دیا ہے کہ دو رکعت تو شافعی المسلمک امام کی اقتداء میں ادا کرے گا، اور جب امام سلام پھیرے تو یہ سلام نہیں پھیرے گا، بلکہ اپنی رکعت مسبوق کی طرح مکمل کرے (مجمع الانہر ۱/۱۲۹)۔

حج و عمرہ سے متعلق مسائل

مولانا ابراہیم فلاحی ☆

۱- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاق سے آنے والے شخص کے لئے جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا قصد کرے خواہ یہ قصد کسی دنیوی غرض، تجارت یا عزیزوں سے ملاقات کی نیت سے کیا ہو، مگر بیت اللہ شریف کی تعظیم کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بھی وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہو اور بیت اللہ کے عمرہ یا حج کا حق ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میقات سے آگے مکہ کی طرف بغیر احرام کے نہ بڑھے۔

معلم الحجاج میں لکھا ہے:

”اگر کوئی شخص مسلمان، عاقل، بالغ جو میقات سے باہر رہنے والا ہے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے، خواہ حج یا عمرہ کی نیت سے ہو یا اور کسی غرض سے میقات پر سے بلا احرام باندھے آگے گزر جائے گا تو گنہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا، اگر لوٹ کر میقات کی طرف نہ آیا اور میقات کے آگے ہی سے احرام باندھ لیا تو ایک دم دینا واجب ہوگا اور اگر میقات پر واپس آ کر احرام باندھا تو دم ساقط ہو جائے گا“ (معلم الحجاج ۹۱)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ پابندی صرف اس شخص کے لئے ہے جو حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ کا قصد کرے۔ کسی تجارت کی غرض یا عزیزوں سے ملاقات یا تفریحی طور پر جانے والوں کے لئے احرام باندھ کر جانا اور کم از کم عمرہ کرنے کی پابندی نہیں ہے۔

بدائع کی عبارت ملاحظہ ہو:

”أما الصنف الأول فميقاتهم ما وقت لهم رسول الله ﷺ لا يجوز لأحد منهم أن يجاوز ميقاتهم إذا أراد الحج أو العمرة إلا محرماً“۔
 ”ولنا ما روى عن النبي ﷺ أنه قال: ألا إن مكة حرام منذ خلقها الله تعالى لم تحل لأحد قبلي ولا تحل لأحد بعدي، وإنما أحلت لي ساعة من نهار ثم عادت حراماً إلى يوم القيامة“، والاستدلال به من ثلاثة أو جه: أحدها بقوله ﷺ ألا إن مكة حرام والثاني بقوله لا تحل بعدي۔ والثالث بقوله ثم عادت حراماً إلى يوم القيامة مطلقاً من غير فصل۔

مذکورہ بالا بدائع کی عبارت سے پتہ چلا کہ صورت مسئلہ میں بلا احرام باندھے آگے گذرنا ہر ایک کے لئے ممنوع ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل ”أنه تجوز السكنى بمكة من غير إحرام الخ“۔ یعنی یہ کہ جب مکہ میں رہنا اہل مکہ کے لئے بغیر احرام کے جائز ہے تو دخول مکہ بغیر احرام تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا عالی فرمان ہے: سن لو! کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے مکہ مکرمہ (کعبۃ اللہ) بنایا ہے تب سے وہ حرمت والا ہے، نہ تو وہ مجھ سے پہلے والوں کے لئے حلال رہا اور نہ ہی میرے بعد والوں کے لئے، ہاں! چند ساعت کے لئے وہ میرے لئے حلال ہوا تھا پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہو گیا۔ اس روایت سے تین طریقوں سے استدلال کیا جاتا ہے: اولاً یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے لفظ آلا کے ذریعہ سے فرمایا: ”ألا إن مكة حرام“۔ دوسرا یہ کہ میرے بعد بھی وہ کسی کے لئے حلال نہ ہوگا۔ تیسرا یہ کہ میرے لئے کچھ ساعت کے لئے حلال ہوا تھا (ضرورتاً) پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہو گیا، معلوم ہوا کہ اس کی حرمت ابدی ہے۔

دوسری دلیل حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

دخول مکہ بلا احرام جائز نہیں ہے، وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ ایک مبارک جگہ ہے، اللہ رب اعزت کے نزدیک اس کی قدر و منزلت ہے، لہذا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ حج یا عمرہ کی عبادت کے التزام کے ساتھ ہو، تاکہ روئے زمین کی تمام جگہوں کے مقابلہ میں اس کے شرف کا اظہار ہو، لہذا بلا احرام میقات سے گذر کر حرم میں داخل ہونا جائز نہیں۔

لہذا سوال مذکور کا جواب یہی ہوگا کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا اور کسی مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام کے ساتھ ہی میقات سے آگے بڑھیں۔

۲- صورت مسئلہ کے بارے میں حضرت مفتی شفیع صاحب جوہر الفقہ میں رقم طراز

ہیں:

”کوئی مکہ امکرمہ اور حدود حرم کا رہنے والا اگر حدود حرم سے باہر آفاق میں کسی وجہ سے چلا جائے تو اب اس کا حکم بھی آفاق کے مانند ہوگا، اگر وہ وہاں سے مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں جانے کے قصد سے حدود و اقیات کے اندر آئے گا تو اس پر لازم ہے کہ میقات یا محاذات میقات سے احرام باندھ کر آئے، بغیر احرام کے داخل ہونا آفاق میں جانے کے بعد اس کے لئے بھی جائز نہیں“ (جوہر الفقہ ۱/ ۳۹۲-۳۹۳)۔

لہذا نیگیسی ڈرائیور وغیرہ کے لئے جو بار بار مکہ مکرمہ، جدہ، مدینہ المنورہ کے درمیان آمد و رفت کرتے ہیں اسی طرح تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین، تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو حدود حرم کے اندر باہر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے ایسے لوگوں کے لئے بھی ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا ضروری ہے، وہ اس سے مستثنیٰ نہیں۔

رہ گیا سوال یہ کہ اس میں وقت و حرج ہے تو حرج کی وجہ سے احکام میں جو فرق آتا ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہاں کوئی نص نہ ہو اور یہاں نص موجود ہے دخول مکہ بلا احرام جائز نہیں، الاشباہ میں ہے: ”المشقة والخرج إنما يعتبران عند عدم النص“ (الاشباہ ۸۳)۔

اور الاشاہ میں اسی قاعدہ کے فائدہ نمبر ایک کے تحت لکھا ہے:

”المشاق علی قسمین: مشقة لا تنفک عنها العبادة غالباً“، اس کے
جزئیات بیان فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”فلا أثر لها في إسقاط العبادات“، اور دوسری ”مشقة تنفک عنها
العبادات“ غالباً اس کے دو درجے ذکر کئے ہیں: مشقة عظيمة قاذحة فهي موجبة
للتخفيف، مثلاً إذا لم يأمن للحج طريق إلا من البحر و كان الغالب عدم
السلامة لم يجب، الثاني مشقة خفيفة فهو لا أثر له ولا الالتفات إليه۔ لأن
تحصيل مصالح العبادات أولى من دفع هذه المفصلة التي لا أثر لها“ (الاشاہ، ۸۲)۔
لہذا مذکورہ بالا شہل کو مشقت کی قسم اول میں شمار کیا جائے گا: ”لا تنفک عنها
العبادات غالباً فلا أثر لها في إسقاط العبادات“، لہذا بلا احرام حدود و میقات سے تجاوز
کرنے سے دم لازم ہوگا۔

۳- مکی کے لئے تمتع وقران کی گنجائش ہے یا نہیں

مکی اور حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے تمتع وقران کی گنجائش نہیں ہے (عمدة المفہر
۲۸۰، کتاب الحج)۔

مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: ”اسلام سے پہلے عرب
اہل جاہلیت کا خیال یہ تھا کہ جب حج کے مہینے شروع ہو جائیں یعنی ماہ شوال شروع ہو جائے تو ان
ایام میں حج و عمرہ کو جمع کرنا سخت گناہ ہے، اس آیت کے آخری حصہ میں ان کے اس خیال کی
اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ حدود و میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے تو حج و عمرہ دونوں کو اشہر
حج میں جمع کرنا ممنوع رکھا گیا کیونکہ ان کو اشہر حج کے بعد دوبارہ عمرہ کے لئے سفر کرنا مشکل نہیں،
لیکن حدود و میقات کے باہر سے آنے والوں کے لئے جمع کرنا جائز قرار دیا گیا کہ دو دروازے

مستقل عمرہ کے لئے سفر کرنا ان کے لئے آسان نہیں“ (ستارف القرآن ۱/۳۲۶)۔

۵۔ تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا حکم یہ ہے کہ آفاقی حاجی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے مزید عمرہ کر سکتا ہے۔ عمدۃ الفقہ میں لکھا ہے: ”یہ جو عمدۃ المناسک میں مذکور ہے کہ تمتع کرنے والا تمتع کا عمرہ ادا کر لینے اور اس کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد حج سے پہلے اور عمرہ نہ کرنے“۔ شارح الملباب ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ مکی کو صرف عمرہ سے بھی منع کیا گیا ہے، لیکن قول صحیح نہیں ہے۔ مکی کو تمتع اور قرآن سے منع کیا گیا ہے عمرہ اس کے لئے ممنوع نہیں ہے اور یہ تمتع تو آفاقی ہے جو کہ عمرہ سے منع نہیں کیا گیا ہے، لہذا اس کے لئے تکرار عمرہ جائز ہے، کیونکہ عمرہ بھی طواف ہی کی طرح ایک مستقل عبادت ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہمارے تمام اصحاب کے نزدیک یام ممنوعہ خمسہ کے علاوہ باقی تمام سال میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اس بارے میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں اس کی صراحت ہے (عمدۃ الفقہ ۱/۲۹۳، کتاب الحج، موردیکھنے: صفحہ الخالق ۲/۳۹۳)۔

لہذا جو جاہل معلمین ایسے تمتع آفاقی کو جو اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا اس کو حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع کرتے ہیں یہ صحیح مذہب کے خلاف ہے اور وہ آفاقی حاجیوں کو ایک ایسی عظیم عبادت سے محروم کرنے کا سبب بنتے ہیں جو ان کو اپنے ممالک میں میسر نہیں آسکتی اور اکثر ان کے پاس حج کے بعد وقت اتنا تنگ ہوتا ہے کہ عرفات و منیٰ سے مکہ مکرمہ واپس آنے کے بعد ان کو عمرہ کرنا ممکن نہیں ہوتا (کذا فی عمدۃ الفقہ ۱/۲۹۳، کتاب الحج)۔

لہذا خلاصہ یہ ہوا کہ تمتع کرنے والا حاجی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کے احرام سے قبل دوسرے نقلی عمرے کر سکتا ہے۔

۶: الف۔ عمل رمی میں نیابت کا مسئلہ

رمی کی جملہ شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ رمی کا خود کرنا ہے، قادر ہونے کے باوجود بلا

عذر رمی میں نیابت جائز نہیں، البتہ عذر کی وجہ سے نیابت درست ہے، لہذا کسی مریض کی طرف سے اس کے حکم سے یا غشی والے کی طرف سے اس کے امر سے یا امر کے بغیر، یا نا سمجھ بچہ یا نیم پاگل یا مجنون کی طرف سے رمی میں نیابت جائز ہے۔

رمی میں نیابت کے لئے مریض سے مطلق طور پر ہر مریض مراد نہیں ہے، بلکہ مریض کی حد یہ ہے کہ اگر مریض ایسا ہو کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تب اس کی نیابت میں دوسرا رمی کر سکتا ہے، وہ سوار ہو کر بھی رمی نہ کر سکتا ہو یا یہ کہ اس کے لئے سواری میسر نہ ہو اور رمی کرنے سے اس کو اندیشہ ضرر ہو، لہذا اگر مریض کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو یا کمزور ہونے کے باوجود سواری میسر ہے اور اس کو شدید ضرر کا بھی اندیشہ نہیں ہے اور نہ ہی مرض کی زیادتی اور دیر میں صحت یاب ہونے کا خوف ہے تو ایسے شخص کی طرف سے رمی میں نیابت جائز نہیں، لیکن کوئی سواری یا اٹھانے والا نہ ملے تو رمی میں نیابت جائز ہوگی۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ معذور کے لئے ہے اور مرد و عورت دونوں کے لئے ہے، لیکن عورت کے لئے رات میں رمی کرنا بہتر ہے، لہذا عورت کو بھی بلا عذر رمی میں نیابت نہیں کروانی چاہئے۔

فقہاء نے تو عورت، بیمار وضعفاء کے لئے جہوم کے خوف کو عذر قرار دیتے ہوئے قربانی کے دن طلوع سے قبل رمی کر لینے کو یا پہلے تین دن رات تک رمی کو مؤخر کرنے کو اور چوتھے دن زوال سے قبل رمی کر لینے کو جائز کہا ہے، ان کی طرف سے نیابت کو عدم ضرورت کی وجہ سے جائز نہیں کہا گیا، پس اگر یہ لوگ جہوم کے خوف کی وجہ سے خود رمی نہیں کر سکتے تو ان پرند یہ لازم ہوگا (عمدة القدر ۵/ ۲۲۳ ۲۲۰)۔

۷۔ سعودیہ میں مقیم غیر ملکیتوں کی حالت احرام میں گرفتاری کا حکم

حصر کا معنی مفردات القرآن للراغب میں یہ ہے: ”الحصر والإحصار المنع

من طریق البيت۔ فالاحصار يقال في المنع الظاهر كالعدو والمنع الباطن كالمرض والحصار لا يقال إلا في المنع الباطن“ (مفردات)۔

شرعاً حصر کا معنی قوف عرفہ اور طواف زیارت سے روکنا ہے، البحر میں احصار کی یہ تعریف ہے:

”وفي الشريعة هو منع الوقوف والطواف“ (البحر الرائق ۵۷۳)۔

احصار کے آٹھ اسباب عمدۃ الفقہ میں مذکور ہیں جن کو اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے:

- ۱- کسی مسلمان یا کافر دشمن کا حج سے روکنا اور اس راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو یا یہ کہ راستہ تو ہو لیکن اس میں ضرر کا معتبر درجہ کا اندیشہ ہو یا دوسرا راستہ طویل ہو۔
- ۲- کسی ایسے درندہ کا اندیشہ ہو جس کے دفع کرنے سے عاجز ہو۔
- ۳- قید ہونا یا بادشاہ کا منع کرنا، اگر چہ منع کرنا احرام باندھ لینے کے بعد ہو۔
- ۴- ہڈی ٹوٹ جانا یا اتانگڑا ہو جانا کہ سفر نہ کر سکے۔
- ۵- پیدل یا سواری پر چلنے کی وجہ سے مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو۔
- ۶- عورت کے محرم یا شوہر کا راستہ میں فوت ہو جانا جبکہ مکہ مکرمہ وہاں سے مسافت سفر یا اس سے دور ہو۔

۷- نفقہ کا بلاک ہو جانا، لیکن اگر وہ سفر کے خرچ کے بغیر پیدل چلنے پر قادر ہے مثلاً یہ کہ وہ مکہ مکرمہ یا عرفات کے قریب ہے، تو وہ محصر نہیں اور اگر وہ پیدل چلنے پر قادر نہیں تو وہ محصر ہے۔ اس کو اس حالت میں احرام سے باہر ہونا جائز ہے، ورنہ پیدل چلے اور لوگوں سے سوال کرے۔

۸- سواری کے جانور کا بلاک ہو جانا، بشرطیکہ وہ پیدل چلنے پر قادر نہ ہو اور نہ اس کے پاس جانور خریدنے کا نفقہ ہو۔

۹- احرام باندھنے کے بعد شروع ہی سے پیدل چلنے سے عاجز ہونا جبکہ اس کو صرف

نفقہ پر قدرت ہو، سواری کے جانور کی قدرت نہ ہو، اس وقت وہ محصر شمار ہوگا۔

۱۰- مکہ مکرمہ یا عرفات کا راستہ بھول جانا، لیکن اگر وہ کسی ایسے شخص کو پائے جو اس کو راستہ بتا دے تو وہ محصر نہیں ہوگا۔

۱۱- شوہر کا زوجہ کو نفل حج یا واجب تعمیر یا عمرہ سے روکنا جبکہ زوج کی اجازت کے بغیر احرام باندھا ہو، بخلاف فرض حج کے۔

۱۲- احرام باندھنے کے بعد عورت پر عدت طلاق واجب ہونا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر اور خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا اس سے باہر، اگر چہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اس پر واجب ہے کہ جہاں اس پر عدت طلاق واقع ہوئی وہیں رات بسر کرے، پس اگر وہ مکہ مکرمہ میں ہے تو عرفات کے لئے نہ جائے اور ذوق عرفات کے بعد جب حلال ہونا چاہے تو جب چاہے عمرہ کے انعال ادا کر کے حلال ہو جائے (عمدة القدر، ۶۱۰، احصار کا بیان)۔

لہذا صورت مسئولہ میں کوئی شخص اس طرح پکڑا جائے گا وہ محصور کے حکم میں ہوگا۔ اب رہ گیا ان کے احرام کھولنے کا مسئلہ تو احصار کا حکم یہ ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد ذوق عرفہ سے قبل یہ صورت پیش آئی ہے تب تو وہ محصر شمار ہوگا اور اگر اس نے ذوق عرفہ کر لیا تھا اس کے بعد پکڑا گیا تو محصر نہ ہوگا۔ لہذا جو شخص ذوق عرفہ سے قبل پکڑا گیا اس کا حکم یہ ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنی جگہ (جدہ وغیرہ) واپس آجائے اور احرام کی حالت میں رہے یہاں تک کہ وہ رکاوٹ دور ہو جائے، اس کے بعد اگر اس کو کسی طریقہ سے حج مل سکتا ہے تو انعال حج ادا کر کے حلال ہو جائے اور اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے، اس پر ہدی واجب نہیں ہے۔

اگر ایسی صورت میسر نہ ہو کہ وہ عمرہ یا حج کے انعال ادا کر سکے، بلکہ اس کا احصار برابر باقی رہا تو اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی کو ایک ہدی یا اس کی قیمت دے کر حرم بھیجتا کہ اس قیمت سے وہاں ہدی خریدے اور اس کی طرف سے

حد و حرم میں جا کر ہدی ذبح کرے۔

اگر محصر کو قربانی کا جانور نہ مل سکے یا اس کی قیمت میسر نہ ہو، یا کوئی ایسا شخص نہ مل سکے جس کے ہاتھ ہدی کا جانور بھیج سکے تو وہ میسر آنے تک احرام کی حالت میں رہے گا، جب میسر ہو جائے تو وہ اس کے ذریعہ احرام سے حلال ہو جائے یا مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کے انفعال ادا کر کے احرام سے حلال ہو جائے۔

لیکن اگر کوئی شخص ہمیشہ اسی حالت پر رہا کہ نہ وہ مکہ مکرمہ جانے پر قادر ہے اور نہ ہی ہدی روانہ کرنے پر قادر ہے تو وہ ہمیشہ احرام ہی میں رہے گا جب تک کہ وہ قادر نہ ہو جائے، یہ ہمارے طرفین کا ظاہری مذہب ہے، امام ابو یوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس ہدی نہ ہو تو ہدی کی قیمت کے مطابق غلہ صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع دے، اور اگر اس کے پاس غلہ بھی نہ ہو تو ہر نصف صاع کے بدلہ ایک روزہ رکھے اور پھر حلال ہو جائے، امام ابو یوسف نے امالی میں کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ اس میں بہت بڑی تنگی سے نجات مل جاتی ہے، لہذا ضرورت کے وقت اس پر عمل کی گنجائش ہے (عمدة المفہم / ۶۱۲)۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب کے وجوب اور سنت کا اختلاف

اس باب میں حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ان افعال ثلاثہ میں ترتیب مسنون ہے، واجب نہیں اور اس کے ترک کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوتا، یہی ہمارے صاحبین کا مسلک ہے، امام مالک کے یہاں بھی بعض میں ترتیب واجب ہے، اور امام احمد کے یہاں اگر عمداً ترتیب ترک کر دے تو دم واجب ہوگا سہواً ترک ہونے سے دم واجب نہ ہوگا اور امام ابو حنیفہ کے یہاں عمداً و سہواً دونوں صورتوں میں دم واجب ہوگا۔

علامہ کشمیری کی المعروف اشذی (۱/ ۱۸۲) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث

”إن رجلا سأل رسول الله ﷺ قال حلقمت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج
وسأله آخر فقال نحوت قبل أن أرمي فقال ارم ولا حرج“ (سنن ترمذی ۱۸۲۱) کی
تشریح میں لکھی عبارت سے یہ پتہ چلا کہ حنظیہ کے یہاں ترتیب واجب ہوگی اور ان تینوں انفعال
میں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ رہ گیا یہ سول کہ مذبح اور قیام گاہ کی دوری کی وجہ سے
عورتوں اور ضعفاء کا مذبح جانا دشوار ہے اس لئے وہ ترتیب کو ترک کر دے یہ درست نہیں، کیونکہ یہ
ممکن ہے کہ کسی ایک دیندار، متقی پرہیزگار آدمی کو وکیل بنا دیا جائے کہ ہماری طرف سے قربانی
کر دے اور وہ وکیل جب قربانی سے فارغ ہو جائے تو فوراً مطلع کر دے تاکہ وہ اپنے باقی ماندہ
انفعال سے فارغ ہو جائے، لہذا ایسے اعذار جن کا بدل ممکن ہو اس میں کسی واجب کو چھوڑنا جائز
نہیں، عذر کی وجہ سے واجب چھوڑ سکتے ہیں۔

”كذا في الشامية من اللباب لو ترك شيئا من الواجبات بعذر لا شيء
عليه على ما في البدائع“۔

اور اعذار سے مراد وہ اعذار ہیں جو منجانب اللہ ہوں جیسے مرض، جیسا کہ بشامی میں ہے:
اور از دحام، مذبح وغیرہ کا دور ہونا مراد نہیں۔

۹- حج بدل میں تمتع کا حکم

یہ بات تو ظاہر ہے کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) محض مالی عبادت جیسے زکوٰۃ، صدقہ فطر، عشر وغیرہ، (۲) محض بدنی عبادت جیسے
نماز، روزہ، اعتکاف، قرأت قرآن وغیرہ، (۳) وہ عبادت جو مالی اور بدنی دونوں سے مرکب
ہوں جیسے حج۔

پہلی قسم یعنی محض مالی عبادت میں مکلف کی طرف سے قدرت و عجز یعنی اختیار و اضطرار
دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو سکتی ہے، خواہ وہ خود اس کے ادا کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو اپنے

مائب کے ذریعہ ادا کی جاسکتی ہے اور محض بدنی عبادات میں کسی بھی حالت میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی، چنانچہ نسائی شریف کی روایت ہے: ”لا یصم أحد عن أحد ولا یصل أحد عن أحد“ (خرجہ النسائی عن ابن عباس)۔

جو بدنی اور مالی سے مرکب عبادت ہے اگر وہ واجب ہے جیسے حج فرض یا حج منذور، تو اس میں صرف عجز کی وجہ سے نیابت جاری ہو سکتی ہے نہ کہ حالت قدرت میں اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ عذرنا موت قائم رہے، اس لئے کہ حج تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ فقہاء کرام نے حج فرض و واجب کی نیابت کے جواز کے لئے ۲۰ شرائط ذکر کئے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی شرط فوت ہو تو حج بدل ادا نہ ہوگا، اور مجملہ ان ۲۰ شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ آمر کی مخالفت نہ ہو۔

یعنی جب تک آمر مامور کو حج قرآن یا تمتع کی اجازت نہ دے مامور کو حج قرآن یا تمتع ادا کرنا جائز نہ ہوگا، اگر بلا اجازت حج کرے گا تو حج بھی آمر کا نہ ہوگا بلکہ مامور کا ہوگا اور اس صورت میں مامور پر ضمان لازم آئے گا۔ شامی میں باب الحج عن العیر کے تحت لکھا ہے: ”الرابع الأمر ای بالحق فلا یجوز حج غیرہ بغیر إذنه“ (۲۵۹/۳)۔

الف- اب رہ گیا سوال یہ کہ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب درمختار کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت سے قرآن و تمتع کرنا جائز ہے۔

”و دم القرآن والتمتع والجنایة علی الحاج إن أذن له الأمر بالقرآن والتمتع وإلا فیصیر مخالفا فیضمن“ (درمختار ۲/۲۶۷، ۲۶۸)۔

ب- دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آمر کی صریح اجازت ضروری ہے؟

اس کا جواب نظام الفتاویٰ میں ہے کہ اگر آمر نے قرآن اور تمتع کی اجازت دے دی

ہے خواہ مجملاً ہی دی ہو، مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کر آؤ، تو اس صورت میں مامور کو قرآن و تمتع کرنا جائز ہوگا، لیکن دمقرآن و تمتع و جنایت مامور کے ذمہ رہے گا، مامور کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرنا ضروری ہوگا (نظام الفتاویٰ، ۱۱۱)۔

ج۔ رہ گیا سوال کہ غلبہ ظن کی کیا حیثیت ہے؟ تو الاشباہ میں لکھا ہے:

”أما أكبر الرأي وغلبة الظن فهو الطريق الراجح إذا أخذ به القلب

وهو المعتبر عند الفقهاء...“ (الاشباہ، ص ۷۳)۔

معلوم ہوا کہ فقہاء کے یہاں اس کا اعتبار ہوتا ہے اور اس کو یقین کا درجہ حاصل ہے، لہذا جب امر کی طرف سے ظن غالب اجازت کا ہے تو تمتع قرآن کی گنجائش ہوگی۔

د۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ باذن آمر و بلا اذن آمر کی صورت میں دمقرآن و تمتع کا حکم یہ ہے کہ بدون اذن آمر کی صورت میں تو پورے مال حج کا ضمان مامور پر ہوگا اور اذن آمر کی صورت میں دمقرآن و تمتع مامور کے ذمہ ہوگا جیسے کہ اوپر کی صراحت سے معلوم ہوا۔

ھ۔ حج بدل کرنے والے کو آمر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہے، لہذا اس کے جواب

کی ضرورت نہ رہی۔

و۔ حج عن المیت کی صورت میں تمتع کا مسئلہ، اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً:

۱۔ میت پر حج فرض نہیں تھا اور حج کی وصیت کی اور حقوق مقدمہ کی ادائیگی کے بعد تہائی ترکہ کی مقدار اتنی ہے کہ میت کے مکان سے نہ سہی راستہ ہی سے حج بدل کر لیا جاسکتا ہے، ایسا کرنا ورنہ کی قدرت میں بھی ہو تو ورنہ کو ایسا کرنا ضروری ہے اور اس حج بدل کرنے والے مامور کے لئے قرآن و تمتع کی اجازت نہ رہے گی اور موصی کے ورنہ کی اجازت قرآن و تمتع کے لئے کافی نہ ہوگی۔

۲۔ اگر میت پر حج فرض نہ ہو اور نہ اس نے حج کی وصیت کی ہو، یا وصیت تو کی ہو مگر

حقوق مقدمہ واجبہ کی ادائیگی کے بعد اتنی مقدار بھی مال نہ چھوڑا ہو جس سے حج مکمل ہی ہو، کی

جائے، اس صورت میں کسی وارث پر حج بدل کرنا ضروری نہیں، اگر حج بدل کر ادا کرے تو کرا سکتا ہے بلکہ مستحسن ہے، اس میں قرآن و تمتع دونوں کر سکتا ہے۔

۳- اگر وصیت تو کی ہے لیکن ترکہ بالکل نہ چھوڑا ہو کہ مکی حج بھی ہو سکے، یا ترکہ کافی چھوڑا ہے لیکن وصیت نہیں کی تو اگرچہ اس پر فرض حج باقی رہا ہو مگر اس صورت میں ورنہ پر کسی قسم کا حج مکی یا میقاتی کرنا ضروری نہ رہے گا، البتہ اگر ورنہ اپنی طرف سے تبرع کر دیں تو بہتر و احسن ہوگا، اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو کرنا چاہئے (اور میں بھی تمتع و قرآن کی گنجائش ہوگی) (عمدة الفقہ)۔

۱۰- ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کا حکم

طواف زیارت کو ایام قمر بانی سے مؤخر کرنے میں کراہت اور دم کا وجوب اس صورت میں ہے کہ طواف زیارت کو بلا عذر مؤخر کر دے، لیکن اگر عذر کی وجہ سے مؤخر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی عورت کو ایام نحر سے قبل حیض شروع ہو اور ایام نحر گزرنے تک وہ حیض کی حالت میں رہی تو تاخیر کی وجہ سے اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

لہذا صورت مسئلہ میں بھی حیض اور نفاس والی عورت طواف زیارت نہ کر سکے تو اس پر بھی دم کا وجوب اس وقت ہوگا جبکہ وہ امکان کے باوجود تاخیر کرے، لہذا اگر کوئی حیض والی عورت قمر بانی کے آخری دن میں غروب سے قبل ایسے وقت حیض سے پاک ہوئی کہ ایسے وقت میں وہ غسل کے لوازمات مثلاً غسل کر کے مسجد الحرام میں آ کر طواف زیارت پورا یا اکثر حصہ ادا کر سکے لیکن اس کے باوجود اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر دم تاخیر واجب ہوگا اور اگر حیض سے پاک ہونے کے بعد اس کو اس قدر وقت نہ ملا تو اس پر طواف زیارت نہ کرنے سے کچھ بھی واجب نہیں۔

نسک ابن امیر الحاج میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قافلہ واپس لوٹنے کا ارادہ کرے اور اس

تافلہ کی کوئی عورت حیض سے پاک نہ ہوئی ہو اور وہ فتویٰ دریافت کرے کہ وہ طواف زیارت کرے یا نہ کرے؟ اور اس حالت میں طواف زیارت ادا کرنے سے اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو کہا جائے کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود اگر تو داخل ہوگئی اور طواف زیارت کر لیا تو گنہگار ہوگی اور تیرا طواف صحیح ہوگا اور تجھ پر ایک بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کرنا واجب ہوگا، یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے، عورت اس مسئلہ میں حیران و پریشان ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ حدیث اکبر یعنی حیض و نفاس کی حالت میں مسجد میں جانا سخت گناہ ہے اور اس حالت میں مسجد جا کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا تو اور سخت گناہ ہے، اس لئے اس پر اس طواف کا اعادہ کرنا یا سالم اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہے اور کفارہ دینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے، اس لئے حیض یا نفاس والی عورت کو اپنے اوپر سے فرض اتارنے اور پوری طرح حلال ہونے کے لئے جان بوجھ کر ایسا ناجائز اور حرام فعل کرنا نہایت قبیح ہے، اس کو چاہئے کہ پاک ہونے تک وہاں ٹھہرے اور شرعی حکم کے مطابق پاک ہو کر طواف زیارت کر کے حج پورا کرے۔ محض سستی اور سہولت پسندی کی وجہ سے ہرگز حالت حیض میں طواف زیارت نہ کرے۔ آج کل جہازوں کی کثرت سے اور کوشش کر کے جہازوں میں بعد کی تاریخوں میں نشست تبدیل کرائی جاسکتی ہے، لیکن اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسی حالت میں طواف زیارت کر لیا تو حکماً اس کا حج پورا ہو جائے گا وہ احرام سے حلال ہو جائے گی اور اس پر سالم اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہوگا۔

لیکن سوال کے مطابق اس کا رکنا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو، حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہو اور اس کی اور اس کے محرم کی روانگی کی تاریخ تبدیل نہ ہو سکتی ہو، تو مجبوراً طواف زیارت کر لے گی اور کفارہ ادا کر دے گی، حضرت امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اس کا حج پورا ہو جائے گا، احرام سے حلال ہو جائے گی اور بدنہ واجب ہوگا، لیکن یہ معاملہ مبتلی بہا عورت

اور اس کے تافلہ پر موقوف ہے کہ وہ خود اس کا فیصلہ کریں کہ ان کو ٹھہرنا ممکن ہے یا نہیں۔
سوال کی چوتھی شق کہ دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہونا ضروری ہے یا اپنے مقام پر بھی کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدود حرم میں دم کو ذبح کرنا بالاتفاق شرط ہے خواہ وہ ہدی شکرانہ (قرآن و تبریح) کی ہو یا سزا کی ہو، سب کا یہی حکم ہے (عمدة الفقہ، ۶۰۱، کتاب الحج)۔

۱۱۔ سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کرے یا نہیں؟

شامی میں احصار کے بیان میں لکھا ہے: ”ومنها العدة فلو اهلّت بالحج فطلقها زوجها و لزمتهما العدة صارت محصورة و لومقيمة أو مسافرة معها محرم“ (شامی ۳۲۰/۲)۔

عمدة الفقہ میں ہے: ”ایسی صورت کے لئے حکم یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک سال رہ کر حج کر کے آئے یا آئندہ سال حج کے لئے واپس جائے، اور اگر عذر شرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت کر جائے یا اصل مسئلہ ہے، (بعد چند سطور کے فرماتے ہیں) لیکن اس مسئلہ میں اس وقت بہت ہی مشکل پیش آئے گی جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہو اور اس کا خاوند اس کو وہاں طلاق دے دے اور وہ عورت عرفات نہ جائے، یہ عورت بھی اسی طرح معذور سمجھی جانی چاہئے، جیسے جنگل وغیرہ میں اقامت مشکل ہو تو مکہ معظمہ چلے جانے کا جواز ہے، تو اب اس حالت میں عرفات میں جائے تو جواز ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر وہ انحال عمرہ بجالا کر حال ہو گئی تو پھر حج کی تفضلاً لازم ہوگی پھر اس کے لئے وہاں رہنا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا۔“

کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذرتھی، لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی غالباً کبیرعی میں کہیں یہ عبارت تھی، (عمدة الفقہ، ۶۰، کتاب الحج)۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج یعنی ۸ رذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے قبل ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو اب اس کو مسافر شمار کیا جائے یا مقیم؟ جبکہ پہلے دونوں آبادیاں الگ الگ تھیں مگر اب مکہ مکرمہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی سے متصل ہو گیا، اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اگر مکہ مکرمہ سے منیٰ تک مسلسل عمارت نہیں بلکہ بقدر (غلوہ ۷، ۱۳، ۱۶ میٹر) یا اس سے زائد خلا ہے یا درمیان میں زرعی اراضی ہے تو یہ مستقل آبادی شمار ہوگی۔

عبارت فقہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار روایت ظاہرہ پر ہے یعنی دیکھنے میں اتصال نظر آئے مگر وجود مزارع یا قدر غلوہ بہر کیف موجب انقطاع ہے، کیونکہ فناء مصر صحت جمعہ میں اگرچہ مطلقاً بحکم مصر ہے مگر حکم قصر میں وجود مزارع یا قدر غلوہ الحاق بالمصر سے مانع ہے، البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عام عرف میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا (حسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۷۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان کم از کم قدر غلوہ کا فاصلہ تو ضرور ہے اور عرف میں بھی دونوں کو مستقل آبادی سمجھا جاتا ہے، لہذا مذکورہ حاجی منیٰ میں رہتے ہوئے بھی مسافر ہی ہوگا۔

۱۳- بلا و عرب اور حرمین میں امام کے پیچھے وتر ادا کرنے کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، اگر جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے تو بہت ہی برے معلوم ہوتا ہے، اور اگر پڑھے تو دو سلام سے پڑھنا لازم آتا ہے، اس صورت میں یہ کرے کہ امام کے ساتھ پہلی دو رکعت میں نفل کی نیت کرے اور جب امام تیسری رکعات کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت بھی دو رکعت نفل کی نیت سے کھڑا ہو اور امام کے سلام کے بعد مسبوق کی طرح اپنی ایک رکعت پڑھ لے، اور الگ سے اپنی جماعت کر لے تاکہ دونوں منظورات سے محفوظ ہو (نظام الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۲)۔

جدید فتنہ تحقیقات

تیسرا باب

مختصر تحریریں

حج اور عمرہ کے جدید مسائل اور ان کا حل

مولانا محمد رضوان القاسمی ☆

۱، ۲- حج و عمرہ کے قصد سے حدود میقات سے گزرنا ہو تو بالاتفاق میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے، لیکن عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد سے، مثلاً تجارت وغیرہ کی غرض سے حدود میقات میں داخل ہونا پڑے تو اس سلسلہ میں مشہور مسلک یہی ہے کہ میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ موجودہ حالات میں نت نئی ایجادات نے مسافروں کے فاصلے کم کر دیے ہیں، ایک ہی دن میں کئی مرتبہ پیشہ ور حضرات، مثلاً ٹیکسی ڈرائیور وغیرہ کو حدود میقات میں آنا اور جانا پڑتا ہے، ایسے لوگوں پر ہر مرتبہ احرام کا لزوم جس مشقت و پریشانی کا باعث ہوگا، وہ محتاج بیان نہیں، اس لئے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کے اس قول کو اختیار کیا جائے جو جمہور کی رائے کے موافق ہے، جسے علامہ سرخسیؒ یوں نقل فرماتے ہیں:

”وإن أراد دخولها للتجارة أو طلب غريم له فله فيه قولان في أحد قوليه لا يجب عليه الإحرام، لأن الإحرام غير مقصود لعينه بل لأداء النسك به بهذا الرجل غير قاصد أداء النسك فكان الحرم في حقه كسائر البقاع فكان له أن يدخلها بغير إحرام“ (المبسوط ۱۶۷/۳)۔

امام ابوحنیفہ کے اس قول سے واضح ہے کہ ایسے پیشہ ور حضرات جن کا بار بار حدود میقات میں داخل ہونا ہو، احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، لہذا دفع حرج کی خاطر موجودہ حالات

میں امام صاحبؒ کے اس قول کو اختیار کیا جائے تو قرین صواب ہوگا۔
 ۴، ۳- تمتع قرآن کے سلسلہ میں مسئلہ یہی ہے کہ مکی کے لئے تمتع کی بالکل گنجائش نہیں،
 البتہ قرآن کرنا چاہے تو کراہت کے ساتھ اس کی گنجائش ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ
 فرماتے ہیں:

”إن أهل مكة ومن في حكمهم لا يتصور منهم التمتع و يتصور منهم
 القرآن ، لكن مع الكراهة“ (۲۱۵/۲)

علامہ شامی کے کلام سے معلوم ہوا کہ مکی کے لئے قرآن ہی بہتر ہے، لیکن مکی کیلئے تمتع
 کی گنجائش نہ دینے کی صورت میں بالخصوص موجودہ زمانہ میں جس قدر مشقت و حرج ہے، وہ ظاہر
 ہے، کہ اشہر حج میں ناگزیر حالات میں میقات سے باہر نہ جانے کی پابندی نہیں لگائی جاسکتی،
 کیوں کہ ضروریات زندگی انسان کے ساتھ ہر وقت لگی ہوتی ہے، اس لئے کسی شدید ضرورت کی
 بناء پر میقات سے باہر جانے کی نوبت آئے اور اسی سال حج کا ارادہ ہو تو مکی کو تمتع کی اجازت دینا
 مناسب ہوگا، جیسا کہ امر ثلاثہ کی رائے ہے۔

”وإن خروج المقيم بمكة سنة لحاجة في أشهر الحج ثم دخل محرما
 بعمرة ندب أن لا تلزمه“ (کتاب التہلیل ۶۳/۲)

۵- تمتع آفاقی شخص اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد از روئے شریعت کسی اور عمل
 میں مشغول نہیں ہے، اور نفس عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے حج کا احرام باندھنے
 سے پہلے مزید عمرہ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، علامہ نوویؒ کا بیان ہے:

”ثم المعتمر إن كان متمتعا أقام بمكة حلالا يفعل ما أراد من الجماع
 وغيره ما كان عليه حرام بالإحرام فإذا أراد أن يعتمر تطوعا كان له ذلك
 ويستحب الإكثار من الاعتماد“ (کتاب الايضاح فی مناسک الحج والعمرة ۲۶۳/۲)

۶: الف، ب- اگر کوئی شخص کسی عذر کی بناء پر رمی نہ کر سکے تو رمی کے لئے کسی کو نائب

بنانا درست ہے، کیوں کہ جب پورے حج میں نیابت درست ہے تو رمی حج کا ایک رکن ہے، اس میں عذر کی بناء پر نائب بنانا بدرجہ اولیٰ درست ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

”ومن كان مريضاً لا يستطيع الرمي يوضع في يده و يرمى بها أو يرمى عنه غيره“
(فتح القدير ۲/۳۹۸)۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ طاقن اور جوان محض مرض کے احتمال و وہم یا ازدحام کی وجہ سے تن آسانی کے لئے نائب نہ بنائیں، بلکہ مشقت بھی ہو تو وقت مستحب کی بجائے ایسے جائز وقت کا انتخاب کرنے کی کوشش کریں، جس میں رمی مباح قرار دی گئی ہے، جیسے غروب آفتاب سے دوسرے دن طلوع صبح سے پہلے تک کا وقت۔

۷۔ اول تو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اس طرح کے قوانین جو اجتماعی سہولت اور نظم و نسق کی اصلاح کے لئے بنائے گئے ہیں، اس کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے، تاہم احرام باندھ لیا اور پولیس نے ارکان حج ادا کرنے سے روک دیا تو یہ ”محصّر“ سمجھا جائے گا، اس احصار کی وجہ سے حلال ہونے کے لئے جو دم دیا جائے گا، اسے حرم بھیجنا ضروری ہے، اور بعد میں اس کی قضاء بھی اس کے ذمہ لازم ہوگی، چنانچہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

”المحصّر في عرف الشرع هو اسم لمن أحرم ثم منع عن المضى في موجب الإحرام سواء كان المنع من العدو أو المرض أو الحبس و غيره ما من الموانع“ (بدائع ۲/۱۷۷-۱۷۵)۔

”و حکمہ فی الشرع أن يتحلل بشاة يبعثها إلى الحرم فقد ذبح هنا“ (فتاویٰ دارخانیہ ۲/۵۳۵)۔

۸۔ یوم نحر کے انعال میں امام ابوحنیفہ ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور ترک ترتیب پر دم لازم قرار دیتے ہیں، صاحبین (امام ابو یوسف اور محمد) کے نزدیک ان انعال میں تقدیم و تاخیر سے دم لازم نہیں، چنانچہ صاحب الملباب لکھتے ہیں:

”ومن آخر الحلق عن وقته حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبي حنيفة و كذلك إن آخر الطواف عنده عنها، وقال لا شئى عليه“ (المباب فی شرح الكتاب ۲۱۰/۱)۔

آج کل احکام حج سے ماواقفیت، قربانی گاہ کی دوری کے تحت اور قربانی کے اختیاری نظام میں سہولت کے تحت ان افعال میں ترتیب کا لحاظ دشا رہتا ہے، اس لئے موجودہ زمانہ میں صاحبین کے قول کے مطابق ان افعال حج میں ترتیب کا واجب نہ ہو تا زیادہ ترین مصلحت نظر آتا ہے۔

۹: الف- آمر نے مامور کو صراحتہً تمتع کی اجازت دی ہو تو مامور امر کی طرف سے تمتع ادا کر سکتا ہے، ”و دم القران و التمتع و الجنایات علی الحاج إن أذن له الأمر بالقران و التمتع ، و إلا فیصیر مخالفا فیضمن“ (۲۲: ۵۲۸/۲)۔

ب، ج- حج ایک عبادت ہے، اور عبادت میں کسی کو اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے ادا کرے، لہذا آمر کی صریح اجازت کے بغیر مامور تمتع نہیں کر سکتا، چنانچہ محقق علامہ ابن ہمام کا بیان ہے:

”ولا ولاية للحاج فى إيقاع نسك عنه لم يأمره به، ألا ترى لولم يأمر بشيئى لم يجزأداؤه عنه فكذلكم يأمره بالعمرة“ (فتح القدير ۳/۱۵۳)۔

د- آمر کی اجازت کے بغیر تمتع درست ہی نہیں، اگر آمر کی اجازت سے تمتع کر رہا ہو تب بھی دم تمتع آمر پر نہیں بلکہ مامور پر لازم ہوگا، کیوں کہ اصلاً ہر راست مامور ہی تمتع سے تمتع ہو رہا ہے، جیسا کہ تا تاریخانیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا، ”و دم القران و التمتع و الجنایات علی الحاج إن أذن له الأمر“۔

ھ- حج بدل کرنے والا اجازت سے تمتع کر سکتا ہے، لہذا قانونی اعتبار سے فراد یا قرآن کی صورت میں جو دشا ریاں پیش آسکتی تھیں، ان کا حل یہی ہے کہ آمر کی اجازت سے تمتع

کرے،

و- اگر میت نے حج و عمرہ کی وصیت کی ہے تب تو اس کی طرف سے تمتع درست ہے، لیکن اگر وصیت نہیں کی ہے تو اس کی طرف سے تمتع کی گنجائش نہیں، کیوں کہ عبادت اجازت کے بغیر دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کی جاسکتی، اس سلسلہ میں علامہ سرخسیؒ کے کلام سے روشنی ملتی ہے۔

”لأن العمرة التي زادها لا يقع عن الميت لأنه لم يأمره بذلك ولا ولاية عليه للحاج في أداء النسك عنه إلا بقدر أمره“ (الموسم ۱۵۵۳)۔

۱۰: الف، ب، ج، د- طواف کے لئے طہارت ضروری نہیں، بغیر طہارت کے بھی طواف درست ہے، اسی لئے حالت حیض میں عورت طواف افاضہ کر لے تو یہ فرض طواف کے لئے کافی ہوگا، البتہ حالت حیض میں طواف کرنے کی وجہ سے دم جنائیت کے طور پر بدنہ کی قربانی لازم ہوگی، اور چوں کہ دم کی ادائیگی حرم ہی میں ہو سکتی ہے، اس لئے حرم ہی میں قربانی ضروری ہوگی، چنانچہ شامی میں ہے:

”ولو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفت هل تطوف أم لا ، قالوا يقال لها: لا يحل لك دخول المسجد وإن دخلت وطفقت أئمت وصح طوافك و عليك ذبح بدنة“ (رد المحتار ۱۹۹/۲)۔

”وجميع ما يجب من الدماء يختص جوازها بالحرم“ (۲۲۲/۲ ۵۳۶)۔

۱۱- شوہر کی وفات کی وجہ سے عورت اپنے انفعال حج یا عمرہ کو ترک نہ کرے، بلکہ اسی حالت میں حج یا عمرہ مکمل کرے، جیسا کہ ”تاتارخانیہ“ کی عبارت سے واضح ہے:

”وإن لزمتها العدة بعد الخروج إلى الحج وهي مسافرة أو كانت عدة الوفاة إن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعداً وبينها وبين مكة دون ذلك فعليها أن تمضي عليها“ (۲۳۵/۲)۔

۱۲- مذکورہ صورت میں اگر مکہ مکرمہ و منیٰ دونوں کو ایک ہی آبادی تصور کیا جائے تب بھی منیٰ جانے کے بعد ۱۵ دن مکمل نہیں ہو رہے ہیں، تو یہ شخص مسافر کے حکم میں رہے گا، اور اگر ۱۵ دن مکمل ہو رہے ہیں تو مکان واحد ہونے کا اعتبار کر کے وہ شخص مقیم ہو جائے گا، چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

”إذا نوى الإقامة بمكة شهرا، ومن نيته أن يخرج إلى عرفات و منى قبل أن يمكث بمكة خمسة عشر لا يصير مقيما لأنه يكون ناويا لإقامة، مستقبلة فلا يعتبر“ (مختار الخلق على البحر ۲/۱۳۳)۔

البتہ مکہ و منیٰ دونوں کو ایک ہی آبادی شمار کرے یا نہ کرے، اس سلسلہ میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ شہر اور اس سے متصل آبادی کے درمیان کوئی مزرعہ وغیرہ یا قدر غلوہ کا فصل نہ ہو تو وہ آبادی اس شہر میں شامل سمجھی جائے گی، اس اصول کے مطابق مکہ و منیٰ میں اتصال ہے تو انہیں مکان واحد شمار کرنا چاہئے، ورنہ نہیں، چنانچہ فتاویٰ تافہی خاں میں ہے: ”إن كان بينه وبين المصر أقل من قدر غلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء أيضا“ (۱/۱۶۷)۔

۱۳- حرمین شریفین میں حنفی نقطہ نظر کے اعتبار سے ایک بڑی وقت یہ پیش آتی ہے کہ حرمین میں وتر کی نماز و سلام کے ساتھ ہوتی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ ہیں، اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور حرم شریف میں جماعت کی فضیلت سے سرفرازی کے لئے مناسب ہوگا کہ اس مسئلہ میں مشہور حنفی فقیہ امام ابو بکر جصاص رازی کی رائے پر عمل کر لیا جائے، جو فصل کے ساتھ وتر پڑھنے والے امام کی اقتداء کو درست قرار دیتے ہیں:

”لا يجوز اقتداء الحنفى بمن يسلم من الركعتين فى الوتر، وجوزه أبو بكر الرازى ويصلى معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كمالوا اقتدى بإمام قد رُغف“ (البحر الرائق ۲/۳۹)۔

حج اور عمرہ کے حل طلب مسائل

مولانا عتیق احمد بستوی ☆

۱، ۲- جو آفاقی حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی فقہاء حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہوں اور حج یا عمرہ کریں، یہ مسلک حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہاء کا بھی ہے، اس سلسلے میں حنفیہ کے یہاں کوئی استثناء نہیں ملتا، لیکن میرے نزدیک ان حضرات کو احرام کی اس پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے جنہیں تجارت، ملازمت یا کسی اور وجہ سے بار بار مکہ مکرمہ سے خارج میقات آمد و رفت کرنی پڑتی ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے ہر آمد و رفت پر میقات میں داخل ہوتے ہوئے احرام باندھنا اور عمرہ یا حج کرنا انتہائی حرج و مشقت کی بات ہے، ایسی حرج و مشقت کی صورت میں فقہ حنفی سے عدول کر کے دوسرے فقہاء کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے احرام کو لازم نظر اردینا خود فقہ حنفی کے اصول و ضوابط کے مطابق ہے۔

۳، ۴- جمہور فقہاء کے برخلاف حنفیہ کے نزدیک مکہ کی لئے تمتع اور قرآن نہیں ہے۔ سوال نمبر ۴ میں مذکور مشکل کا حل علامہ شامی کی تشریح و تعبیر کے مطابق خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔ علامہ شامی کا کہنا یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ کی عبارت ”لا تمتع لمکي“ کا مطلب یہ ہے کہ مکہ کی طرف سے تمتع متصور ہی نہیں ہے، کیونکہ تمتع کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں اشہر حج میں الگ الگ احرام کے ساتھ اس طرح عمرہ اور حج کیا جائے کہ ان دونوں کے درمیان اپنے اہل کے

ساتھ ”المام صحیح“ نہ ہو، اور مکی نے جب عمرہ کرنے کے بعد مکہ میں قیام کیا اس کے بعد احرام باندھ کر حج کیا تو عمرہ اور حج کے درمیان ”المام صحیح“ پایا گیا اس لئے تمتع نہیں پایا گیا، لہذا نہ دم تمتع لازم ہوگا نہ دم جنایت۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہ حنفی میں دونوں قول ملتے ہیں، اختلاف سے بچنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ مزید عمرے نہ کرے بلکہ جس قدر ہو سکے خانہ کعبہ کا طواف کرے، اذکار، نوافل، تلاوت وغیرہ میں وقت گزارے۔

۶ (الف، ب) - رمی میں نیابت صرف مریض یا ضعیف و معذور کے لئے ہو سکتی ہے، محض ازدحام کے خوف سے کوئی عذر شرعی نہ ہونے کے باوجود خود رمی نہ کرنا بلکہ کسی کو نائب بنا کر رمی کرادینا درست نہیں ہے۔

۷- ایسے لوگوں پر محصر کے احکام جاری ہوں گے۔

۸- رمی، ذبح، حلق کی ترتیب کے مسئلہ میں سوال میں مذکور دشواریوں کی بنا پر صاحبین اور دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۹: الف- حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

ب، ج- بہتر تو یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا امر سے صراحتہ حج بدل کی اجازت لے لے، لیکن اگر ایسا نہیں کر سکا تو دلالتاً اجازت بھی جواز تمتع کے لئے کافی ہے، خصوصاً جبکہ یہ عرف بن چکا ہے کہ آج کل حج پر جانے والے عموماً تمتع ہی کرتے ہیں اور امر کی طرف سے حج تمتع کی اجازت دینے میں تنگی نہیں کی جاتی ہے۔

د- دم تمتع مامور (حج بدل کرنے والے) کے ذمہ ہے، ہاں اگر امر بطیب خاطر از خود دم تمتع کی قیمت دے دے تو امر سے قبول کر سکتا ہے۔

ھ- مذکورہ بالا شقوں (الف، ب، ج، د) کے جواب کے بعد اس شق کے جواب کی

ضرورت نہیں ہے۔

و- حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع کی گنجائش ہے، ہاں اگر میت نے صراحتاً حج
بفرادہ کی وصیت کی ہو تو تمتع نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰: الف- سوال میں مذکور مجبوریوں اور دشواریوں کی بنا پر حیض یا نفاس والی عورت
کے لئے ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی گنجائش ہے۔
ب- رکن ادا ہو گیا۔

ج- بدنہ ذبح کرنا ہوگا اور حرم میں ذبح کرنا ہوگا، کسی اور مقام پر نہیں۔

۱۲- مکہ اور منیٰ کی آبادی اگر بالکل متصل ہو چکی ہو اور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہو یعنی
انتظامی طور پر حکومت دونوں کو ایک شہر مانتی ہو تو سوال میں مذکور صورت میں انسان مقیم قرآن پائے گا
اور نمازوں میں قصر کے بجائے اتمام کرے گا، اور اگر مذکورہ بالا صورت حال نہ ہو تو قصر کرے گا۔
۱۳- امام ابو بکر صاص رازی اور بعض دوسرے فقہاء حنفیہ کی صراحت کے مطابق حنفی
وتر میں ایسے امام کی اقتداء کر سکتا ہے جو اپنے مسلک کے مطابق دو رکعت پر سلام پھیر کر تین
رکعت وتر پوری کرتا ہو۔

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا شمس پیرزادہ ☆

۱- جو لوگ حج و عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو کیا ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں؟

حدیث میں میقات کا حکم جہاں بیان کیا گیا ہے وہاں یہ صراحت بھی ہے کہ:

”ممن كان يريد حجا أو عمرة“ (جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو)۔

یعنی میقات سے گزرنے والا حج یا عمرہ کی نیت سے گزر رہا ہو تو اسے میقات سے احرام باندھ لینا چاہئے، بالفاظ دیگر جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے نہیں گزر رہا ہو اس پر احرام کی پابندی نہیں ہے۔ اس صریح حدیث کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور نبی ﷺ کی عملی مثال بھی اس کی تائید میں موجود ہے، فتح مکہ کے موقع پر آپ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے، ترمذی کی روایت ہے:

”إن النبي ﷺ دخل يوم الفتح مكة وعلى رأسه عمامة سوداء، وقال هذا حديث حسن صحيح“ (نبی ﷺ فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا، ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

معنی میں ہے:

”جو شخص حرم میں داخل ہونا چاہتا ہو خواہ مکہ میں یا اس کے باہر، تو اس کی تین صورتیں ہیں: ایک وہ شخص جو جائز قتل کے لئے یا خوف کی وجہ سے یا بار بار پیش آنے والی ضرورت کی وجہ سے مثلاً گھاس والا، بکڑی والا یا کھانے کی چیزیں لانے والا، نیز وہ شخص جس کی وہاں ملکیت ہو جس کی وجہ سے بار بار جانا آنا پڑ رہا ہو تو ایسے اشخاص پر احرام کی پابندی نہیں ہے، کیوں کہ نبی ﷺ فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تھے اور آپ کے سر پر مغفر تھا، اسی طرح صحابہ بھی داخل ہوئے تھے، اور ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ ان میں سے کسی نے اس دن احرام باندھا تھا، اگر ہم ہر اس شخص پر جس کو بار بار داخل ہونا پڑتا ہو احرام کو واجب قرار دیں تو انہیں ہر وقت احرام کی حالت میں رہنا ہوگا لہذا یہ پابندی حرج کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اور یہی قول امام شافعی کا ہے“ (معنی ۳/۲۶۸)۔

۲- آج کل اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہوتا ہے نیز مدینہ منورہ وغیرہ کے باشندوں کا بھی مختلف اغراض سے بار بار مکہ مکرمہ آنا ہوتا ہے مثلاً ٹیکسی ڈرائیور، تجارتی سامان لانے لے جانے والے ملازمین اور تجارتی کمپنیوں کے ایجنٹوں کو بار بار حدود حرم کے اندر باہر آمد و رفت کرنی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے ہر بار میقات میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنا اور ارکان عمرہ کی ادائیگی وقت طلب اور وقت طلب ہے، جن فقہاء کے نزدیک حرم مکی میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے خواہ وہ حج یا عمرہ کی نیت نہ رکھتا ہو احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہونے کی پابندی ہے، کیا ان کے نزدیک ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟

جہاں تک حنفی فقہ کا تعلق ہے اس معاملہ میں بڑی سختی ہے، علامہ سرحسی لکھتے ہیں:

”مکہ کا رہنے والا اگر اپنی ضرورت سے مکہ سے باہر چلا جائے لیکن وقت (حرم) سے باہر نہ نکلے تو وہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے، اور اگر حرم کے باہر چلا جائے تو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ جو شخص کسی جگہ جانے کا ارادہ

کرے تو اس کا معاملہ احرام کے حکم میں اس جگہ کے رہنے والے کے معاملہ جیسا ہی ہوگا“
(الموسوٰط ۳/۱۷۰)۔

لیکن یہ قول موجودہ حالات میں قابل عمل نہیں ہے اور اس کی پشت پر کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہے، لہذا اہل مکہ وغیرہ کی ان ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے جو اس وقت پیش آرہی ہیں اور چونکہ ان کے لئے ہر وقت احرام کی پابندی ایک ناقابل عمل بات ہے اور یہ پابندی تعطل پیدا کرنے کا موجب ہے اس لئے ان پر احرام کی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

اس لئے اس سوال کا جواب کتاب وسنت کی روشنی میں وہی ہے جو اوپر سوال نمبر (۱) کے جواب میں بیان ہوا۔

۳- مکہ مکرمہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا درست ہے یا نہیں یعنی مکی کے لئے تمتع قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟
علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

”أما المكي فلائنه ليس له أن يتمتع بالنص لأن الله تعالى قال في ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام“۔

(جہاں تک مکہ میں رہنے والے کا تعلق ہے اس کے لئے تمتع جائز نہیں یہ نص قرآنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے، تمتع اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں)۔

نیز لکھتے ہیں:

”أگر مکہ کا رہنے والا یہ شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کرے تو اس کی حیثیت تمتع کرنے والے کی نہیں ہوگی“ (الموسوٰط ۳/۱۶۹)۔

علامہ سرخسی کی رائے قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے مطابقت رکھتی ہے، لہذا مکہ کا رہنے والا اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کرتا ہے تو اس کی حیثیت تمتع کرنے والے کی نہیں ہوگی بنا

ہیں اس پر ہدی دینے کی پابندی عائد نہیں ہوتی۔

۴- اس سوال کا جواب سوال نمبر (۳) کے جواب میں گزر چکا، اتباع قرآن و سنت کی ہونی چاہئے نہ کہ مسالک کی، موجودہ حالات میں جو مسائل پیدا ہو گئے ہیں ان کا اندازہ ایک ہزار سال پہلے کے فقہاء کو کہاں تھا، پھر ان کے اقوال پر جسے رہنا اور قرآن و سنت سے براہ راست تحقیق نہ کرنا محض تقلید جامد ہے اور مشکلات میں اضافہ کا باعث بھی۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس کی کوئی مثال دور رسالت میں نہیں ملتی کہ تمتع کرنے والے آفاقی شخص نے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کئے ہوں، جب مکہ میں آدمی موجود ہو تو اس کا باہر جا کر عمرے کے قصد سے مکہ میں داخل ہونا سہر تکلف ہے کیوں کہ عمرہ تو حقیقتہً خانہ کعبہ کی زیارت ہے، اور جب مکہ میں رہتے ہوئے زیارت کا فیض اٹھایا جاسکتا ہے تو باہر جا کر زیارت کے لئے آنا کیا معنی رکھتا ہے؟ البتہ اگر کوئی شخص عمرہ کرنے کے بعد حج کے مہینوں میں ضرورتاً میقات کے باہر چلا جائے مثلاً مدینہ کا سفر کرے تو واپسی میں میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کر سکتا ہے کیونکہ یہ صورت تکلف کی نہیں ہے۔

رہا حضرت عائشہ کا عمرہ کے لئے مکہ سے معیم جانا تو یہ عذر کی بنا پر تھا اور یہ عمرہ حج کے بعد کیا گیا تھا۔

۶: الف- عمل رمی میں کوئی شخص دوسرے کی نیابت عذر کی بنا پر کر سکتا ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

”حججنا مع رسول اللہ ﷺ ومعنا النساء و الصبيان فلبينا عن الصبيان و رمينا عنهم“ (نور السیاحۃ ۱/۷۳۵)۔

(ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے تو ہم

نے بچوں کی طرف سے لبیک کہی اور ان کی طرف سے رمی کی)۔
معنی میں ہے:

”إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنيب من يرمى
عنه“ (معنی ۳۳/۹۰)۔

(اگر آدمی مریض ہو یا محبوس ہو یا اسے کوئی عذر ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ کسی ایسے
شخص کو نائب بنائے جو اس کی طرف سے رمی کرے)۔

ب۔ رمی میں اگر نیابت ہو سکتی ہے تو صرف مریض یا معذور کے لئے یا ہر شخص کے
لئے، اس معذوری کی کیا حد ہے جس کی وجہ سے نیابت جائز ہے، کیا محض ازدحام کے خوف سے
نائب بنانا درست ہے؟

علامہ سرحسی لکھتے ہیں:

”مریض جو جہار کی رمی نہ کر سکتا ہو اس کے ہاتھ میں کنگری رکھ دی جائے تاکہ وہ رمی
کر سکے کیونکہ جس کام کے کرنے سے وہ عاجز ہو اس کے لئے وہ دوسرے شخص کی مدد لے
سکتا ہے، اور اگر اس کی طرف سے کسی نے رمی کی تو وہ ادا ہو جائے گی کہ اس کا حال بے ہوش شخص
کی طرح ہے اور وجہ یہ ہے کہ نسلک میں نیابت چلتی ہے جس طرح ذبح کرنے میں نیابت جائز
ہے“ (الموسم ۳/۱۶۹)۔

اور بدائع میں ہے کہ معذور شخص کی طرف سے کسی دوسرے شخص کا رمی کرنا جائز ہے،
اس سلسلہ میں مزید وضاحت ہے:

”لأن أفعال الحج تجرى فيها النيابة كالطواف والوقوف بعرفة ومزدلفة
والله أعلم“ (بدائع ۳/۱۳۷)۔

(کیوں کہ حج کے افعال میں نیابت روا ہے، مثلاً طواف اور عرفہ مزدلفہ میں قوف)۔
نیابت صرف معذور شخص کے لئے ہے ہر شخص کے لئے نہیں، البتہ موجودہ حالات میں

جب کہ حج کے لئے بیس بیس لاکھ کا اجتماع ہوتا ہے اور رمی کے دوران ازدحام کی وجہ سے حادثات ہوتے رہتے ہیں اور کتنے ہی لوگ کچلے جاتے ہیں اور اموات واقع ہوتی ہیں، ان لوگوں کے لئے جواز دحام کی کثرت سے گھبراتے ہوں اور ازدحام میں چلنے کا حوصلہ نہ رکھتے ہوں بالخصوص عورتیں اور بوڑھے ان کاری کے لئے کسی کو نائب بنانا درست ہوگا۔

۷۔ بہتر ہونا اگر اس سول کا جواب دار الافتاء ریاض سے حاصل کیا جاتا۔

علامہ سرخسی نے احصار کی تحقیق میں لکھا ہے:

”کیوں کہ اہل لغت کہتے ہیں احصار مرض کی صورت میں ہوتا ہے، اور دشمن کی طرف سے رکاوٹ پیش آ جانے پر کہا جاتا ہے حصر اور وہ محصر ہوا، اور مرض میں کہا جاتا ہے أحصر اور وہ محصر ہوا۔ فرما رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: دشمن اور مرض دونوں رکاوٹوں کی صورتوں میں احصر کہا جاتا ہے، اور خاص طور پر دشمن کے تعلق سے حصر کا لفظ استعمال ہوتا ہے، لہذا اس بات پر سب اہل لغت متفق ہیں کہ لفظ احصار کا اطلاق مرض کی صورت میں بھی ہوتا ہے“ (الموسم ۱۰۸۳)۔

رہی قانونی رکاوٹ تو وہ اس زمانہ کا مسئلہ ہے، سعودی حکومت نے یہ پابندی حاجیوں کی کثرت سے پیدا ہونے والے مسائل کے پیش نظر عائد کی ہے اور حاجیوں کی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کچھ قانونی پابندیاں بھی عائد کی جائیں تاکہ حاجیوں کو ارکان کی ادائیگی میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا نہ پڑے اور حادثات کم سے کم ہوں، لہذا اگر کوئی شخص حکومت سے اجازت لئے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے تو اس کے اس فعل کو صحیح نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ یہ خلاف مصلحت ہے اور قانوناً اس کو اس کا حق نہیں ہے، لہذا حکومت اگر ایسے شخص کو پکڑ کر واپس بھیج دیتی ہے تو وہ محصر کی تعریف میں نہیں آتا اور اس پر ہدی کی پابندی نہیں ہے، احصار تو اس صورت میں ہے جب کہ اس کا سفر حج یا سفر عمرہ صحیح ہو اور پھر دشمن یا مرض وغیرہ کی طرف سے رکاوٹ کھڑی ہو جائے، واللہ اعلم۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب مسنون ہے واجب نہیں، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے:

”عن ابن عباس قال كان النبي ﷺ يسئل يوم النحر بمنى فيقول لا حرج فسأله رجل فقال حلقت قبل أن أذبح قال اذبح ولا حرج وقال رميت بعد ما أمسيت فقال لا حرج“ (بخاری: کتاب المناسک)۔

(حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے یوم النحر کو منیٰ میں سوالات کئے جاتے تو آپ جواب میں فرماتے: کوئی حرج نہیں، ایک شخص نے پوچھا میں نے قربانی سے پہلے سرمنڈ لیا، آپ نے فرمایا: قربانی کر لو کوئی حرج نہیں، اس نے کہا میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں)۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ترتیب مطلوب تو ہے لیکن اگر کسی وجہ سے ترتیب برقرار نہیں رہ سکی تو مذکورہ مناسک ادا ہو جائیں گے اس توسع کے بعد جو حدیث میں بیان ہوا ہے، فقہی تنگی پیدا کر کے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا صحیح نہیں، موجودہ حالات میں منیٰ میں قربانی کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے جو ادارے حکومت کی اجازت سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں ان کی یہ خدمت لائق قدر ہے، دارالافتاء ریاض سے وہاں کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ اس کے جواز میں شائع ہو چکا ہے۔

۹- عام طور پر معروف حج متمتع ہے لہذا قربان شاذ و نادر ہے، کیا اس صورت میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفات حج متمتع تصور کیا جائے گا؟

جی ہاں عرف کا اعتبار کیا جائے گا اور حج بدل کے لئے جس کو بھیجا جائے گا اس کا متمتع کرنا صحیح ہوگا، نبی کریم ﷺ نے حج متمتع ہی کو ترجیح دی ہے اور صحابہ کرام کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت کی تھی، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ حج بدل کرنے والا متمتع نہ کرے، حج کے ساتھ عمرہ کی تکمیل کا حکم قرآن نے دیا ہے ”وأتموا الحج والعمرة لله“ (سورہ بقرہ: ۱۹۶) (حج اور عمرہ اللہ کے

لئے پورا کرو)۔

حج بدل میں حج کے ساتھ عمرہ کرنا اس حکم کے بالکل مطابق ہے، اس کے لئے امر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ حج عن المیت کی صورت میں بھی تمتع ہی کیا جانا چاہئے۔

۱۰- کوئی حج کرنے والی عورت حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی، اس کے لئے پاکی کا انتظار ناقابل عمل ہے کیوں کہ اس کا ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہے یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہو پارہی ہے ایسی عورت کیا کرے؟

یہ بات صحیح نہیں کہ ویزا اس طرح ختم ہو جاتا ہے کہ حیض والی عورت کو طواف زیارت کا موقع نہیں ملتا، ویزا کی مدت موسم حج ہے جو کم از کم ذوالحجہ کے اخیر تک رہتی ہے گویا حائضہ کو کم از کم بیس دن کا موقع طواف زیارت کے لئے مل جاتا ہے، اس لئے کوئی قانونی دشواری نہیں ہے، رہا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی کا مسئلہ تو یہ بھی ممکن ہے، عام طور سے لوگ مقررہ تاریخوں میں تبدیلی کراتے رہتے ہیں، اور اس عذر کو کہ عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت نہیں کر سکتی ایرالائنز کے ذمہ داروں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ضرور تاریخ تبدیل کر دیں گے۔

بصورت آخر حائضہ عورت طواف زیارت کے لئے اپنے ساتھی کو یا کسی اور شخص کو نائب بنا سکتی ہے کیونکہ مناسک میں مجبوری کی صورت میں نیابت کی گنجائش ہے۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

ایسی صورت میں عورت ایام عدت میں عمرہ و حج ادا کر سکتی ہے کیونکہ حج یا عمرہ کا سفر ایک معقول اور شرعی عذر ہے۔

۱۲- حج کے دوران منی، عرفات اور مزدلفہ میں نماز قصر پڑھنا اور عرفات میں اور مزدلفہ میں جمع بین المصلاتین کرنا حج کے مناسک میں داخل ہے کیوں کہ نبی ﷺ کا یہی طریقہ رہا اور آپ نے اس موقع پر ایسی کوئی ہدایت نہیں دی کہ جو شخص مکہ میں مقیم رہا ہو وہ قصر یا

جمع نہ کرے۔

۱۳۔ رمضان میں جو لوگ عمرہ کے لئے جاتے ہیں نیز سعودیہ وغیرہ میں مقیم حنفیہ کے لئے ایک مسئلہ وتر میں اقتداء کا ہے کہ امام فصل کے ساتھ وتر ادا کرتا ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ جماعت و جمع کی رعایت میں وہ امام مسجد کی اقتداء کرے؟

اگر اس کا جواب حنفی مسلک کی رو سے مطلوب ہے تو حنفی علماء ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں ورنہ شریعت نے تو امام کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے، اور اختلافی مسائل میں اگر امام کی اقتداء نہیں کی گئی تو تفرقہ کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

حج و عمرہ کے متعلق اہم مسائل

مفتی محبوب علی وجیہی ☆

۱- صورت مذکورہ میں علماء حنفیہ کے نزدیک مسئلہ تو یہی ہے کہ اگر کوئی میقات کے باہر سے آئے تو دخول مکہ کے لئے اس پر ضروری ہے کہ میقات سے احرام باندھے، لیکن وہ لوگ جو ملازمت یا کاروبار کی وجہ سے بار بار مکہ آتے اور جاتے ہیں ایسے لوگ اگر ہر بار احرام باندھ کر آئیں اور پھر عمرہ ادا کریں تو ان کے کاموں میں بڑا خلل واقع ہوگا اور اس مشقت سے نظم و انتظام درہم برہم ہو جائے گا، شریعت مطہرہ میں ایسی مشقت اور حرج مدفوع ہے اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اصول فقہیہ جو علماء حنفیہ نے قائم کئے ہیں وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ حرج دفع کر دیا جائے۔

چنانچہ الاشباہ والنظائر کے القاعدة الرابعہ میں ہے: ”المشقة تجلب التيسير“ (مشقت آسانی کو کھینچتی ہے) اور خود قرآن پاک میں ہے:

”يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر“ (اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتا ہے اور تم سے سختی نہیں چاہتا)۔

اور دوسری جگہ ہے: ”وما جعل عليكم في الدين من حرج“ (اور دین کے سلسلہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں بنایا)۔

علماء نے فرمایا: اسی قاعدہ کے تحت شریعت کی تمام رکھتیں نکلتی ہیں۔

ہدایہ جلد اول کتاب الحج میں ہے:

”اور جو شخص میقات میں رہتا ہو اس کو مکہ میں بغیر احرام کے اپنی ضرورت کی وجہ سے داخل ہونا جائز ہے، اس لئے کہ مکہ میں اس کا دخول کثرت سے ہوگا اور ہر مرتبہ احرام کے واجب کرنے میں کھلی ہوئی تنگی ہے تو اس اعتبار سے اہل مکہ کے لئے ان کی ضرورت کی وجہ سے مکہ سے خروج و دخول بغیر احرام کے مباح ہو گیا، بخلاف اس صورت کے جب کہ حج کی ادائیگی کا ارادہ کرے، اس لئے کہ اس کا تحقق کبھی کبھی ہوتا ہے تو کوئی تنگی نہیں ہے“ (ہدایہ کتاب الحج)۔

صاحب ہدایہ کی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ مکہ مکرمہ اکثر آتے جاتے ہیں اور میقات کے اندر رہتے ہیں اگر ان کے لئے احرام ضروری قرار دیا جائے تو وہ تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے، لہذا وہ اہل مکہ کے مثل ہیں، میقات یا اس کے اندر کے رہنے والے بلا احرام آ جاسکتے ہیں، البتہ وہ عمرہ یا حج کی نیت سے جانا چاہیں تو بلا احرام باندھے نہیں جاسکتے، کیوں کہ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے، لہذا آج کی ضروریات اور کثرت آبادی اور قسم قسم کی تیز رفتار سواریوں نے مکہ میں آمد و رفت کو کثیر بنا دیا اور صاحب ہدایہ کی اس تغلیل کے پیش نظر ایسے لوگ جو ملازمت یا پیشہ وغیرہ کی ضرورت سے بار بار مکہ آتے جاتے ہیں انہیں احرام باندھنا معاف ہے، ورنہ وہ لوگ مشقت میں پڑ جائیں گے اور مشقت مدفوع ہے، البتہ عبادت کی نیت سے آئیں یا کبھی کبھار آنے کا اتفاق ہو تو احرام باندھ کر آئیں کیوں کہ اس میں مشقت نہیں پائی جاتی۔

۳- مکی کے لئے حج تمتع اور حج قرآن درست نہیں ہے، کیونکہ اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے وہ جب چاہے عمرہ کر سکتا ہے، اس کی ضرورت صرف آفاقی کے لئے ہے، کیوں کہ وہ بار بار سفر کے کثیر مصارف برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے شریعت مطہرہ نے اس کو یہ چھوٹ دی کہ ایک ہی سفر میں وہ دو عبادتوں سے فائدہ حاصل کر سکے، لیکن اگر مکی حج تمتع یا قرآن کرے تو اس کا حج ہو جائے گا، مگر ایک دم بطور حرم مانہ دینا پڑے گا۔

۴- وہ لوگ جو مکہ میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حیلہ ہے کہ یہ ایسے مقام کے قصد اور نیت سے واپس آجائیں جو محل میں ہے جیسے جدہ، پھر وہاں سے بلا احرام باندھے مکہ میں داخل ہو جائیں، چنانچہ درمختار کی کتاب الحج میں ہے:

”أما لو قصد موضعا من الحل“ (بہر حال اگر محل میں سے کسی مقام کا ارادہ کرے)۔ اور درمختار میں ہے:

”قصداً أولياً كخليص وجدة حل مجاوزته بلا إحرام“ (جیسے خلیص اور جدہ تو اس کی آمد و رفت بغیر احرام کے حلال ہے)۔ اگر بار بار آنا جانا پڑتا ہو تو ”الضرورات تبيح المحظورات“ (ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں) اور وہ دلائل جو اوپر آچکے ہیں ان کی روشنی میں بلا احرام باندھے مکہ میں آسکتا ہے، مزید احتیاط یہ کرے کہ ایک دم جنائیت دیدے اور پھر حج کے موقع پر حج فرض ادکا احرام باندھ کر حج فرض ادا کرے۔

۵- قوی اور صحیح بات یہ ہے کہ آفاقی عمرہ سے فارغ ہو کر اگر مزید عمرہ کرنا چاہے تو حج کا احرام باندھنے سے پہلے کر سکتا ہے، چنانچہ علامہ ثامی فرماتے ہیں:

”تنبیہ: أفاد أنه يفعل مايفعله الحلال فيطوف بالبيت مايدنا له ويعتمر من العمرة في أشهر الحج وإن لم يحج“ (رد المحتار باب التمتع ۲۶۸) (معلوم یہ ہوا کہ وہ وہی افعال کرے جو غیر محرم کرتا ہے، چنانچہ بیت اللہ کا طواف کرے جو ہو سکے، اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اگر چہ حج نہ کرے)۔

۶- عبادت کی تین قسمیں ہیں: ۱- بدنی، ۲- مالی، ۳- دونوں سے مرکب۔ بدنی میں نیابت کسی حال میں جائز نہیں ہے، جیسے نماز، عبادت مالی میں نیابت جائز ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔ جو عبادت دونوں سے مرکب ہے اس میں بلا عذر نیابت جائز نہیں، البتہ عذر میں جائز ہے، جیسے حج اور اس کے متعلق افعال اس تیسری قسم میں داخل ہیں، لہذا اس میں عذر کی وجہ سے نیابت درست ہے، جیسے حج بدل۔ اور بلا عذر درست نہیں ہے، پس ایسے بوڑھے اور کمزور جو حمرات تک

نہیں جاسکتے، یہاں تک کہ وہ سواری پر بھی نہیں جاسکتے، یا سواری جمرات تک نہیں جاسکتی تو ان کے لئے رمی میں اپنا مَنَب بنانا جائز ہے۔ ایسے ہی وہ لوگ جو اپنی جسمانی بناوٹ یا قلبی امراض کی وجہ سے اس مجمع کے ازدحام کو برداشت نہیں کر سکتے وہ بھی اپنا مَنَب بنا سکتے ہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: ”اعلم أن أسباب التخفيف في العبادات وغيرها سبعة“ (جان لو کہ عبادات اور غیر عبادات میں تخفیف کے سات اسباب ہیں)، اس کا دوسرا سبب یہ ہے: ”الثاني المرض و رخصه كثيرة“ (دوسرا سبب مرض ہے اور اس کی رخصتیں بہت ہیں)۔

اسی کے تحت بیان کیا ہے: ”والاستنابة في الحج وفي رمي الجمار“ (اور حج و رمی جمار میں مَنَب بنانا)۔ پس تندرست لوگ جو جمرات تک جاسکتے ہیں ان کے لئے ازدحام کے خوف سے نیا بہت درست نہیں ہے، ایسے لوگ مَنَب بنائیں گے تو ان کو دم دینا پڑے گا۔ گیارہ اور بارہ تاریخ میں غروب آفتاب کے بعد بھی رمی کر سکتا ہے کو فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے، مگر فی زمانہ تہاج کی کثرت اور وقت کی کمی کو دیکھتے ہوئے کراہت کا قول بھی مرتفع ہو جاتا ہے۔ عذر کی حد یہ ہے کہ ایسی بیماری اور کمزوری کہ جس کی وجہ سے حاجی جمرات تک نہ جاسکے۔

الف - عذر کی حالت میں دوسرے کو مَنَب بنانا جائز ہے۔

ب - ہر شخص کے لئے مَنَب بنانا جائز نہیں ہے اور نہ بھیڑ کے خوف سے مَنَب بنانا

جائز ہے۔

۷۔ یہ لوگ اگر حالت احرام میں پکڑ لئے جائیں تو ان کے لئے محصر کا حکم ہے اور ان

پر ہدی بھی نہیں ہے۔

رد المحتار میں ہے:

”اور جان لو کہ جس کو کسی حق کی وجہ سے موجب احرام میں گزرنے سے روک دیا

جائے تو وہ بغیر ہدی کے حلال ہو جائے گا، جب عورت یا غلام شوہر یا آقا کی اجازت کے بغیر

احرام باندھیں تو ان دونوں کو چاہئے کہ فوراً حلال ہو جائیں جیسا کہ اس کا بیان حج کے اخیر میں آئے گا اور ان کا حلال ہونا ذبح کرنے پر موقوف نہیں ہوگا“ (رد المحتار)۔

چونکہ یہ لوگ اس ویزا سے گئے ہیں جو کام کرنے کے لئے ہے حج اور عمرہ کرنے کے لئے نہیں ہے، ان کو اپنا کام بلا اجازت اس شخص کے جس کے یہ ملازم ہیں چھوڑنا جائز نہیں ہے، نہ ان کو حکومت کی بلا اجازت اس مقام کا چھوڑنا درست ہے، پس یہ بیوی یا غلام کے حکم میں ہے۔
۸- احناف کے نزدیک متمتع اور تارن کے لئے رمی، ذبح، حلق میں ترتیب واجب ہے، بقیہ اماموں کے نزدیک سنت ہے، اس لئے حنفی کے لئے لازم ہے کہ ان میں ترتیب قائم رکھے ورنہ اس کو دم دینا پڑے گا۔

میرے نزدیک کورنمنٹ کی طرف سے جو ادارے یا بعض سماجی کمیٹیوں کی طرف سے ادارے قربانی کی رقم جمع کرتے ہیں ان سے ذبح کا وقت طے کر لینا چاہئے، چنانچہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اب وہ ادارہ ذمہ دار ہو گیا اور قربانی کرنے والا بری الذمہ ہو گیا، اگر وہ اپنے وقت پر قربانی نہیں کرے گا اور یہ حلق کرالے گا تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی اور درحقیقت یہ تحقیق بھی نہیں ہو سکتی کہ اس نے وقت معین پر قربانی نہیں کی اور وعدہ خلافی کی، پس مسلمان کو بے دلیل بد عہد اور جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۹- عام طور سے حج بدل میں بھیجنے والوں کو حج کی قیمتیں معلوم ہی نہیں ہوتی ہیں، اس لئے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ متمتع کے معنی اتنے عام ہو گئے ہیں کہ اس کو عرف میں داخل کر لیا جائے۔
الف- البتہ حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج متمتع کر سکتا ہے۔

ب- اجازت دو قسم کی ہوتی ہے صراحتہ اور دلالت۔

ج- اگر دلالت بھی امر کی اجازت ہو تو حج متمتع ہو جائے گا، مثلاً اگر امر سے کہتے تو وہ اجازت دیدیتا اور کوئی تامل نہ کرتا۔

د- دم متمتع مامور کے ذمہ میں ہوگا، لیکن اگر امر نے مصارف حج کا اس کو مالک بنا دیا تو

پھر دم تمتع آمر کے مال میں سے ہوگا۔

ھ۔ اس کا جواب پہلے آچکا ہے کہ آمر کی اجازت سے حج تمتع جائز ہے خواہ دلالتہ اجازت ہو۔

و۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج فرض ادا کرے لیکن سفر کی صعوبت کی وجہ سے آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

۱۰: الف۔ ایسی عورت ناپاکی میں طواف زیارت کر سکتی ہے۔

ب۔ اس کا رکن ادا ہو جائے گا یعنی طواف افاضہ ادا ہو جائے گا اور اس پر دم واجب ہو جائے گا۔

ج۔ اس کے ذمہ بدنہ ہوگا، بکر اور غیرہ سے کام نہیں چلے گا، ایک بدنہ (گائے یا اونٹ) ذبح کرے۔

د۔ اس کی ادائیگی حرم میں ہی ضروری ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

”بعض محشین نے منک ابن امیر الحاج سے نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ واپس ہونا چاہے اور کوئی عورت اس میں پاک نہ ہو تو پوچھا کہ وہ طواف کرے گی یا نہیں تو لوگوں نے کہا کہ اس سے کہا جائے کہ تم کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور اگر داخل ہو گئی اور طواف کر لیا تو گنہگار ہوگی اور طواف درست ہوگا، لیکن اس پر (بدنہ) یعنی گائے یا بھینس ذبح کرنا واجب ہوگا“ (شامی)۔

میں کہتا ہوں کہ وہ صاحب عذر ہے اور مجبور ہے قانون اس کے ہاتھ میں نہیں ہے نہ نظم اس کے اختیار میں ہے، لہذا اس کو بتایا جائے کہ وہ طواف کرے اور ایک بدنہ ذبح کرے اور گھر کو جائے، ان شاء اللہ گنہگار بھی نہ ہوگی۔

۱۱۔ درحقیقت جس کے شوہر کا انتقال سفر میں ہو جائے تو اگر اس کا وطن مدت سفر سے کم ہے تو وہ وطن واپس ہو جائے اور اگر جہاں جا رہی ہے مثلاً مکہ، وہ مدت سفر سے کم ہے تو وہ وہاں چلی جائے، اب اس کے لئے محصر کا حکم ہوگا، اگر احرام باندھ لیا ہے تو ہدی ذبح کرنے کے بعد وہ

حالی ہو جائے، عدت گزارے اگر ممکن ہو اور عدت کے بعد وطن چلی جائے، اور اگر وہاں عدت گزارنا ممکن نہ ہو تو وطن واپس چلی جائے ہدی ذبح ہونے کے بعد، اور آئندہ وہ حج کرے۔ اگر وطن کی مسافت مدت سفر سے کم ہو اور گھر لوٹنا چاہے جب بھی ہدی ذبح کرنا ہوگی جو مکہ میں ہی ذبح ہوگی، اگر حج ادا کرے گی یا عمرہ کرے گی تو ادا ہو جائے گا مگر شریعت کی نظر میں اس نے نافرمانی کی۔ مگر میری رائے میں فقہ کے قواعد کلیہ اور شریعت کی آسانی پر نظر کرتے ہوئے وہ گنہگار یا نافرمان نہ ہوگی، بلکہ آج کل کے حالات کے مطابق اس کو اس کی اجازت دی جائے کہ وہ اگر مکہ میں پہنچ جائے تو ارکان ضروری ادا کر کے واپس جائے کیونکہ درمیانی طبقہ کے لوگ خصوصاً اس قدر وسعت نہیں رکھتے کہ دوبارہ حج کو آئیں۔

۱۲- اگر سعودی حکومت نے منیٰ کو مکہ میں شامل کر لیا ہے اور وہ حدود مکہ میں داخل ہو گیا ہے اور حاجی کے دونوں مقامات پر قیام کی مدت ۱۵ دن یا اس سے زائد ہو جاتی ہے تو وہ مقیم ہوگا، اور اگر حکومت نے منیٰ کو مکہ سے علیحدہ رکھا ہے تو پھر وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ احکام قصر اس پر جاری ہوں گے۔

۱۳- حنفی لوگ وتر کی نماز میں ان ائمہ کی اقتداء نہ کریں جو وتر کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں پھر ایک رکعت علیحدہ سے پڑھتے ہیں، ایسے لوگ یا تو اپنی جماعت علیحدہ قائم کریں یا تنہا وتر پڑھیں، چنانچہ درمختار میں ہے کہ بعض فقہاء کے یہاں مطلقاً اقتداء درست نہیں ہے ”لما فی الإرشاد من أنه لا يجوز أصلاً یا جماع أصحابنا“ (درمختار ۶۲۵)، اور بعض اصحاب کے نزدیک ابتداء تو اقتداء درست ہے لیکن وہ جب سلام کے ذریعہ فصل کرتا ہے تو اس کی اقتداء فاسد ہو جاتی ہے۔

اور اسی میں ہے: ”والسلام قاطع فی اعتقاده فیفسد اقتداءه وإن صح شروعه معه إذ لا مانع منه فی الابتداء“ (اور سلام اس کے اعتقاد کے مطابق قاطع صلوة ہے تو اس کی اقتداء فاسد ہو جائے گی گرچہ اس کا شروع کرنا اس کے ساتھ صحیح ہے، اس لئے کہ

.....
شروع میں اقتداء سے روکنے والی کوئی چیز نہیں تھی)۔

ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ مقتدی کا اعتبار نہیں، لہذا اسلام کے ذریعہ فصل کرنے سے بھی فساد پیدا نہیں ہوگا، لیکن اصح قول یہی ہے کہ حنفی شافعی کے وتر میں اقتداء نہ کرے، کیونکہ سلام کے ذریعہ فصل سے اقتداء فاسد ہو جائے گی۔

حج و عمرہ کے حل طلب مسائل

مفتی شیر علی غفرلہ ☆

۱- اگر کوئی آفاقی شخص مکہ المکرمہ جانے کے ارادہ سے میقات پر پہنچا تو ہمارے نزدیک اس پر احرام باندھنا واجب ہے خواہ اس کا ارادہ حج کا ہو یا عمرہ کا، یا ان کے علاوہ تجارت وغیرہ کا اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔

امام شافعی و دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ جب حج یا عمرہ کی نیت سے میقات سے گذرنا ہو تو اس وقت احرام باندھنا واجب ہے ورنہ عام حالات میں مستحب ہے۔

”وقال الشافعی إن دخلها للنسک وجب علیه الإحرام وإن دخلها لحاجة جاز دخوله من غیر إحرام“ (بدائع المنافع ۲/ ۱۶۳)۔

حنفی مذہب کی ترجمانی کرتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أولم يقصد، عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما“ (ہدایہ ۱/ ۲۳۵، نیز دیکھئے البحر الرائق ۲/ ۳۱۸، رد المحتار مع الدر المختار طبع بیروت ۳/ ۲۸۲، تجزیۃ الفقہاء ۲/ ۳۹۳)۔

حنفی کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے:

”لا یجاوز أحد المیقات إلا محرما وأیضا عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال لا تجاوزوا المواقیت إلا بإحرام“ یہ حدیث حجت ہے اگرچہ حافظ ابن حجر نے نصیف راوی پر کلام کیا ہے، اس لئے کہ صاحب إعلاء السنن مولانا ظفر تھانوی فرماتے ہیں:

”قلت فماله وهو حسن الحدیث علی الأصل الذی أصلنا غیر مرة وقال ابن معین لا بأس به وقال مرة ثقة وقال ابن سعید كان ثقة وأخرج البيهقي بلفظ - لا يدخل أحد مكة إلا محرما قال الحافظ إسناده جيد“ (نیل الاوطار)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ احرام باندھنا اس مقدس سرزمین کی تعظیم کے پیش نظر واجب ہے نہ کہ حج و عمرہ کی شرط ہونے کی وجہ سے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ میقات اور حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر بھی احرام باندھنا واجب ہے۔ بہر حال احرام کا وجوب حرم کی سرزمین کے معظم اور مکرم ہونے کی وجہ سے ہے اور تعظیم میں سب برابر ہیں یعنی تعظیم حرم سب پر واجب ہے، خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا ان کے علاوہ تجارت وغیرہ کا۔

شوافع کی دلیل ہے: ”إنه عليه السلام دخل يوم الفتح وعليه عمامة سوداء بغير إحرام“ (رواه مسلم)۔

ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جب مکہ میں قیام بغیر احرام کے جائز ہے تو دخول بلا احرام بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ یہ تو قیام سے انہوں ہے: ”وجه قوله إنه تجوز السكنى بمكة من غير إحرام فالدخول أولى لأنه دون السكنى...“۔

ترجیح ان تمام احادیث شریفہ کو سامنے رکھ کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے مستدلان کے الفاظ عام ہیں، لہذا عموم کا تقاضہ بھی ہے کہ ہر شخص پر احرام واجب ہونا چاہئے جو بھی میقات سے گزرے۔ جہاں تک شوافع کی مستدل حدیث کا تعلق ہے تو یہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہے، اس تخصیص کی دلیل خود ایک دوسری روایت مشکوٰۃ (۱/۳۸۸) میں مذکور ہے۔

شوافع کی عقلی دلیل کا ضعف بھی واضح ہے، سکن حرام پر آفاقی کو قیاس کرنا قیاس مع

الفارق ہے، اصل میں تو آفاقی کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ سکان حرم تو ہمیشہ رہتے ہیں ان کو احرام کا پابند کرنے میں عظیم مشقت ہے، پھر اس کا ایک جواب صاحب بدائع الصنائع دیتے ہیں:

”وَأَهْلُ مَكَّةَ بِسُكْنَاهُمْ فِيهَا جَعَلُوا مَعْظَمِينَ لَهَا بِقِيَامِهِمْ بِعِمَارَتِهَا وَسِدَانَتِهَا وَحِفْظِهَا وَحِمَايَتِهَا لِذَلِكَ أُبِيحَ لَهُمُ السُّكْنَى“ (۲/۱۶۳)۔

نیز حرم کی شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم ہر مسلمان پر ضروری ہے، لہذا تعظیم کا تقاضہ یہی ہے کہ احرام باندھ کر داخل ہو۔

اس لئے ان فقہی روایات اور احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ بغیر احرام کے میقات سے تجاوز ہر صورت ناجائز ہے۔

۲- کتب فقہ کی عبارتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آفاقی کو بدون احرام میقات سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، چاہے حج و عمرہ کا قصد ہو یا کوئی دوسری ضرورت ہو۔

اب رہا فتویٰ علی مذہب ائیر جیسا کہ زوج مفقود میں بعض متاخرین حنفیہ نے امام مالک کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے اور بھی اسی طرح دیگر وہ مسائل جن پر علماء حنفیہ نے دوسرے ائمہ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے جب کہ زوج مفقود میں حنفی مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے، یہ خروج عن المذہب یا بالفاظ دیگر فتویٰ علی مذہب ائیر اس وقت جائز ہے جب کہ اپنے مذہب میں عمل کرنے میں ضرر عظیم ہو اور ایسی صورت ہو کہ جس کا ازالہ ممکن نہ ہو جیسا کہ زوج مفقود میں۔

جہاں تک ضرورت کا مسئلہ ہے تو یہ دفع مضرت کے لئے ہے، یعنی ضرورت کی بناء پر کسی حرام کے ارتکاب و استعمال کی اس وقت اجازت ہوگی جب کہ کسی ضرر کو دفع کرنا مقصود ہو کسی نفع کے حصول کے لئے نہیں، لہذا اگر ضرورت کی بنیاد مال و دولت کی بڑھوتری و زیادتی، اسراف، عیش پرستی، حفاظت مال و اسباب ہو تو حرام کے ارتکاب و استعمال کی اجازت نہ ہوگی،

جیسا کہ حضرت تھانوی امداد الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں، صاحب الاشباہ کا ایک قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، زیادتی کے حق میں کوئی ضرورت نہیں پائی جاتی، یعنی ضرورت کا اعتبار صرف ضرورت پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے مال و دولت میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں (بحوالہ ”المباہ“ از مولانا عبید اللہ امجدی، ۲۵۹)۔

ان اقوال و قیودات اور ان تمام قیودات کی روشنی میں جو دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دینے کے لئے ملحوظ ہیں بظاہر اس مسئلہ میں میرے خیال میں ضرورت کا تحقق اس درجہ کا نہیں ہے کہ حنفی مذہب چھوڑ کر دیگر ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیا جائے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر اس مسئلہ کا حل کیا ہے تو اگر واقعی ضرورت ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو ضرورت و حاجت کا تعین نہ تو خود صاحب ضرورت کر سکتا ہے اور نہ ہی ہر کس و ناکس، بلکہ شرعی قوانین و اصول کی روشنی میں کوئی متدین عالم، ماہر شریعت اور ایسا صاحب بصیرت شخص ہی کر سکتا ہے جو وہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہو اور اس نے پچشم خود دیکھا ہو کہ واقعی لوگ ضیق و تنگی میں مبتلا ہیں۔

ویسے جہاں تک نیگی ڈرائیوروں کی کثرت آمد و رفت کا مسئلہ ہے تو اس کا ایک حل یہ بھی تو نکالا جاسکتا ہے کہ حل میں حدود حرم کے قریب ایک نیگی ڈرائیور لائے اور پھر وہاں سے دوسری سواری کا نظم کیا جائے، اگرچہ موجودہ دور کے بعض علماء نے آفاقی کو بلا احرام مثلاً نیگی ڈرائیور اور تاجر کو حرج کی بناء پر داخل ہونے کی اجازت دی ہے لیکن ہمیں ان سے اتفاق نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حرج کی وجہ سے اصل کو وہاں چھوڑا جاتا ہے جہاں اس کا کوئی بدل ہو جیسا کہ نماز میں قیام پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو لیٹ کر ادا کرے، اسی طرح پانی کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا بدل تیمم ہے، لیکن یہاں کوئی ایسا بدل نہیں ہے جس کی وجہ سے اصل کو چھوڑ دیا جائے اور ضرورت بھی تحصیل ہواں اور اس کے اضافہ کی ہے۔

۳- مکہ اہل مکہ میں مقیم شخص اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر حج کا ارادہ نہ ہو تو مکروہ نہیں، شامی میں ہے:

” (تنبیہ) یزاد علی الأيام الخمسة ما فی اللباب وغیره من کراهة فعلها فی أشهر الحج لأهل مكة ومن بمعناهم : أي من المقيمين ومن فی داخل الميقات لأن الغالب علیهم أن یحجوا فی سنتهم، فیکونوا متمتعین وهم عن التمتع ممنوعون وإلا فلا منع للمکی عن العمرة المفردة فی أشهر الحج إذا لم یحج فی تلك السنة ومن خالف فعلیه البیان، شرح اللباب ومثله فی البحر“

(شامی ۳/۲۷۷ کذا فی زیارة المناسک ۱/۲۵۵)۔

مکی کے لئے قرآن و تمتع مکروہ ہے لیکن اگر کر لیا تو ادا ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا۔

” (والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط) ولو قرن أو تمتع جازو أساء وعلیه دم جبر“ (شامی ۳/۵۶۷، بولغ المنافع ۲/۱۶۹، الفتاویٰ الہندیہ ۱/۲۳۹)۔

۴- وہ مکی جس کا ارادہ اسی سال حج کا ہے اگر وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے میقات سے باہر گیا تو اب چونکہ واپسی میں میقات سے بلا احرام گذرنا جائز نہیں ہے، اس لئے احرام باندھنا ضروری ہوگا اور احرام سے حلال ہونے کے لئے ارکان عمرہ بھی ادا کرنا ضروری ہوگا، پھر جب اسی سال حج بھی کرے گا تو تمتع بھی ہو جائے گا، حالانکہ تمتع اس کے لئے ممنوع ہے لیکن اس کا تمتع ہونا ضرورۃ یا ضمناً ہے اصلاً یا تصداً نہیں ہے، جو چیز ضرورۃ یا ضمناً ثابت ہوتی ہے اس کا حکم اس چیز سے جو اصلاً یا تصداً ثابت ہو مختلف ہوتا ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں، لہذا اس صورت میں اگر چہ دم جبر واجب ہوگا لیکن ضمناً یا تبعاً اس کے غیر ممنوع اور جائز ہونے کی گنجائش خاص طور سے اس وقت جبکہ اتنی طویل مدت تک مکہ سے نہ نکلنے میں حرج اور نقصان ہو سکتی ہے اور یہ علماء کے درمیان غور طلب مسئلہ بھی ہے۔

۵- تمتع آفاقی ایک عمرہ کے بعد دوسرے حج سے پہلے کر سکتا ہے (معلم البیان ۲/۲۳۸)۔

اس لئے کہ نہایہ مبسوط بحر واخی زاوہ وعلامہ قاسم وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے، پانچ ایام ممنوعہ کے سوا باقی تمام سال میں عمرہ کرنا بلا کراہیت جائز ہے اور اس بارے میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے (بحوالہ عمدۃ المفقہ ۳/۲۹۳)۔

۶: الف- عمل رمی میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے: ”لأن أفعال الحج يجزى فيها النيابة“ (بدائع المنابع ۲/۱۳۷)۔

ب- یہ نیابت صرف مریض اور معذور کے لئے ہو سکتی ہے، ”وسواء رمى بنفسه أو بغيره عند عجزه عن الرمي بنفسه كالمریض الذی لا یستطیع الرمی فوضع الحصى فی کفه فرمی بها أو رمی عنه غیره“ (بدائع المنابع ۲/۱۳۷)۔

اس معذوری کی حد یہ ہے کہ ایسا معذور ہو کہ کھڑے ہو کر نماز ادا نہ کر سکتا ہو اور حمرات تک پیدل یا سواری پر آنے میں سخت تکلیف ہو یا فرض میں زیادتی تاخیر سے صحت یاب ہونے کا خوف ہو یا سواری یا اٹھانے والا کوئی شخص نہ ملے تو ایسا شخص معذور ہے اور اس کی طرف سے دوسرا شخص رمی کر سکتا ہے، اگر مذکورہ بالا اعذار نہ ہوں تو خود رمی کرنا ضروری ہوگا اور اس کے لئے نیابت جائز نہ ہوگی، ازدحام کے خوف سے نائب بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے جس کو ازدحام کا خوف ہو رات کو رمی کر سکتا ہے، ویسے رات کو رمی کرنا مکروہ ضرور ہے لیکن معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے، اگر خوف ازدحام کی وجہ سے خود رمی نہ کرے تو دم واجب ہوگا (نویۃ المناسک فی خیۃ المناسک ۱۰۰)۔

۷- ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، لہذا محصر کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے۔
”فی نہایۃ ابن الأثیر یقال أحصره المرض أو السلطان إذا منعه من مقصده فهو محصر“ (فتح القدر ۳/۵۲)۔

محصر سے کہا جائے گا کہ حرم میں ذبح کرنے کے لئے ہدی بھیج دے اور جس کے ساتھ ہدی بھیجے اس سے ایک معین دن کا وعدہ کر لے کہ فلاں دن ذبح کرے اور جب محصر کو اس بات کا

یقین ہو جائے کہ ہدی ذبح ہوگئی تو اپنے آپ کو حلال کر لے (ہدایہ ۱/ ۲۹۳)۔

۸- امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور حنفیہ میں سے صاحبین ان امور اربعہ میں ترتیب کی سنیت کے قائل ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک ان امور میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں، موجودہ دور میں چونکہ بوجہ ازدحام ترتیب کی رعایت میں کافی دشواری درپیش ہے اور جبکہ صحیح روایت ”افعل ولا حرج، افعل ولا حرج“ بھی موجود ہے، لہذا ان امور پر نظر کرتے ہوئے صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، یہ بات ملحوظ رہے کہ امام صاحب کا مذہب باعتبار دلیل قوی ہے، اس لئے حتی الامکان ترتیب کا لحاظ کیا جائے۔

حج و عمرہ سے متعلق حل طلب مسائل

مولانا سید مصلح الدین احمد قاسمی ☆

۱- وہ آفاقی شخص جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ جانا چاہتا ہو اس پر باجماع امت میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا موجب دم ہے، لیکن وہ آفاقی جو حج یا عمرہ کے علاوہ اور کسی غرض مثلاً تجارت، ملازمت، عیادت، ملاقات وغیرہ سے حرم مکہ یا مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اس شخص کے لئے بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور بلا احرام داخلہ موجب دم ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے احرام باندھنا افضل ہے واجب نہیں۔

مخاڑی میقات شخص کا حکم

وہ آفاقی شخص کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے اس کے خشکی، دریائی، فضائی راستہ میں پانچ میقاتوں میں سے کوئی میقات نہ پڑتا ہو اور دو میقاتوں کے درمیان سے اس کا گذر ہونا ہو تو وہ غور و فکر اور تھری کرے، خوب کوشش کرے تاکہ اس کے راستہ کے قریب تر میقات کی محاذ اہ سے اس کا احرام واقع ہو سکے اور جو میقات اپنے سے قریب تر ہو اس کی محاذ اہ سے احرام باندھے۔ اگر اس کو اپنے راستہ کے قریبی میقات کی محاذ اہ کا علم نہ ہو تو احتیاطاً برتے اور اتنی دور اور اتنے فاصلہ سے احرام باندھے کہ اس کو میقات سے بلا احرام تجاوز نہ کرنے کا اطمینان و یقین

ہو جائے، کیونکہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا تو جائز ہے مگر تاخیر جائز نہیں۔
 اور اگر کسی کا گذر کسی میقات پر سے یا کسی میقات کی محاذ اذاعہ سے واقع نہ ہوتا ہو تو وہ
 شخص مکہ معظمہ سے دو مرحلے (۸۹ کیلومیٹر) کے فاصلہ سے احرام باندھ لے اس لئے کہ مکہ
 معظمہ سے کوئی میقات اس سے کم مسافت پر واقع نہیں (فقہ اسلامی ۲/۷۳)۔

۲- اس سوال میں مذکور اشخاص کی مکہ معظمہ بار بار بہ کثرت آمد و رفت کی بنا پر ہر مرتبہ
 کے داخلہ کے وقت ان پر احرام کو لازم قرار دینے میں بڑی مشقت و حرج و تنگی ہے، لہذا دخول مکہ
 کے وقت ان کے حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں دفع حرج کی بنیاد پر امام شافعیؒ کے
 مسلک پر عمل کرتے ہوئے ان کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

۳- مکہ معظمہ اور حل (داخل موافقت خمسہ) میں رہنے والے کے لئے صرف افراد
 جائز ہے، حنفیہ کے نزدیک ان کے لئے تمتع قدر ان جائز نہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک اہل مکہ و اہل
 حل کے لئے بھی تمتع قدر ان جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے: ”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج
 فما استيسر من الهدى (سورہ بقرہ) جس نے حج کے ساتھ عمرہ کا بھی فائدہ اٹھایا اس کے ذمہ وہ
 ہدی جو اسے میسر ہو، واجب ہے، آیت کریمہ میں یہ حکم عام ہے، اس میں مکی وغیر مکی کی کوئی
 تخصیص و قید نہیں۔“

حنفیہ کی دلیل ”ذکر لمن یکن اہلہ حاضرۃ المسجد الحرام“ (سورہ
 بقرہ) ہے، آیت کریمہ میں لام اختصاص کے لئے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تمتع قدر ان مسجد حرام
 کے غیر حاضرین کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسجد حرام کے حاضرین کا مصداق کون ہے؟

مسجد حرام کے حاضرین سے حنفیہ کے نزدیک اہل مکہ اور اہل حل (داخل موافقت
 خمسہ) مراد ہیں، مالکیہ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اہل مکہ و ذی طوی ہیں، شافعیہ اور حنابلہ

کے نزدیک اس کا مصداق مکہ اور مسجد حرام سے غیر مسافت قصر کے باشندے ہیں: ان اقوال میں حنفیہ کا قول راجح ہے کیونکہ داخل موافقت خمسہ تو بلع مکہ میں سے ہیں، اس لئے کہ ان کے لئے مکہ معظمہ میں کسی حاجت کی بنا پر بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، لہذا یہ لوگ مسجد حرام کے حاضرین کے حکم میں داخل ہیں، نیز عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل مکہ کے لئے تمتعِ قرآن (جائز) نہیں۔

علامہ ابن عابدین ثامی لباب المناسک سے قرآن کی صحت و جواز کی شرائط کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”السادس أن يكون آفاقياً ولو حكما فلا قران لمكى إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج“ (رد المحتار ۲/۵۳۰) جواز قرآن کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ شخص آفاقی ہو اگرچہ وہ حکماً آفاقی ہو، پس مکی شخص کے لئے قرآن جائز نہیں مگر اس صورت میں جب کہ وہ حج کے مہینوں سے پہلے آفاق میں چلا جائے۔

علامہ ثامی لباب المناسک سے نقل کرتے ہوئے جواز تمتع کی شرائط میں فرماتے ہیں:

”نویں شرط جواز تمتع کی یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں وطن کا نہ ہونا، پس کسی نے عمرہ کر کے مکہ میں مقیم ہو جانے کا ارادہ کیا تو وہ تمتع نہ ہوگا۔“

”جواز تمتع کی گیارہویں شرط یہ ہے کہ وہ آفاقی ہو اور اس بارے میں اعتبار وطن بنا لینے کا ہے، چنانچہ کسی مکی نے مدینہ کو وطن بنا لیا تو وہ آفاقی شمار ہوگا اور کسی مدنی نے مکہ معظمہ کو وطن بنا لیا تو وہ مکی کہلائے گا“ (رد المحتار ۲/۵۳۶)۔

۴- مکی کسی ضرورت کی بنا پر خارج میقات جا کر وہاں سے مکہ معظمہ واپس آ رہا ہے تو وہ میقات سے احرام باندھ کر تمتعِ قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر سوال شروع ہونے کے بعد مکہ معظمہ سے آفاق (خارج میقات) میں گیا تو وہاں سے واپسی میں وہ صاحبین کے نزدیک تمتعِ قرآن کر سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ

شخص بہ حکم کی ہے، اس لئے تمتع قرآن نہیں کر سکتا اسی پر فتویٰ ہے، لہذا ایسا شخص اگر ادعیٰ کرے۔
 ”آفاق شخص جب میقات میں داخل ہوا، یا مکہ معظمہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر داخل
 ہوا اور عمرہ کر کے حج کے مہینوں کے شروع ہونے سے پہلے حلال ہو گیا اور پھر حج کے مہینے یعنی
 شوال شروع ہونے تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہا تو ایسا شخص امام صاحب اور صاحبین کے یہاں
 بالاتفاق حکم کی ہے، اور اگر وہ انحال عمرہ سے فارغ ہو کر اشہر حج سے پہلے آفاق میں چلا
 گیا تو وہ بالاتفاق آفاق کے حکم میں ہے اور جو شخص عمرہ سے فارغ ہو کر شوال شروع ہونے کے
 بعد آفاق میں گیا تو وہ شخص امام ابوحنیفہ کے نزدیک آفاق کے حکم میں ہے، مگر وہ آفاق میں اپنے
 وطن واپس لوٹ گیا ہو تو پھر وہ حکم میں نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ شخص آفاق کے حکم
 میں ہے“ (نعیہ ۱۲۱)۔

مناسک کی عام کتابوں میں تحریر ہے کہ کبھی نے تمتع کیا یا قرآن کیا تو بکر اہت تحریر صحیح
 ہو جائے گا اور اس پر دم شکر کے بجائے دم جبر (جنایت) واجب ہے، اس لئے وہ خود اس میں سے
 نہیں کھا سکتا۔ مگر علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ حکم صحت مع الکرہۃ تحریر صحیح قرآن کے لئے
 ہے، کبھی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر (جنایت) واجب نہیں،
 بظاہر تمتع سے بظاہر حج کا وہم نہ ہو (دیکھئے: حیات القلوب، ۶۸، بحوالہ احسن الفتاویٰ ۵۲۵/۳)۔

بہر حال کئی ضرورت کی بنا پر خارج میقات جا کر وہاں سے مکہ معظمہ واپس آ رہا ہو تو اس
 پر میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ حج تو عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے، اس لئے
 زندگی بھر میں ایک سال نیز اس کے بعد جب نفل حج کا ارادہ ہو اس سال اشہر حج میں خارج
 میقات سفر سے بچنے میں کوئی خاص دشواری اور تنگی نہیں، اور حج فرض ایک مرتبہ ادا کر لینے کے بعد
 اشہر حج میں خارج میقات کا سفر کرنے کی صورت میں واپسی کے وقت میقات سے عمرہ کا احرام
 باندھ کر مکہ معظمہ واپس آتا ہے۔

سوال میں مذکور تنگی اور دشواری کی بنیاد پر کبھی اور داخل میقات کے باشندوں کو تمتع و

قرآن کی گنجائش نہیں۔

۵- آفاقی متمتع کے لئے انعال عمرہ سے فراغت کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے نفل عمرہ کرنا جائز ہے۔

لباب المناسک کی عبارت میں صراحتاً مذکور ہے کہ آفاقی متمتع کے لئے تکرار عمرہ جائز ہے، اس لئے کہ عمرہ طواف کی طرح مستقل عبادت ہے (لباب المناسک، ۱۵۶)۔

۶- حج کے انعال و مناسک میں اصل یہی ہے کہ آدمی بذات خود ان کو بجالائے اور کسی کو نائب نہ بنائے، بنا پر یہ تندرست اور چلنے پر قادر شخص کو بذات خود رمی کرنی چاہئے، بلاعذر کسی دوسرے سے رمی کرنا موجب دم ہے۔

معذور و عاجز کے لئے دوسرے سے رمی کرنا جائز ہے، کیونکہ بہ حالت عذر انعال حج میں نیابت جائز ہے، چنانچہ ایسا مریض و معذور کہ انتہاء وقت رمی تک اس کے مرض و عذر کے زائل ہونے کی پہ ظاہر امید نہ ہو، اسی طرح مجبوس (قیدی) اور ایسا بوڑھا کمزور یا صرف کمزور کہ جو جمرات تک پیدل نہ چل سکتا ہو، یا چلنے میں ناقابل برداشت تکلیف ہو، نیز حاملہ عورت وغیرہ ایسے معذورین کے لئے کنکر مارنے کے لئے کسی کو وکیل بنا دینا اور اس سے رمی کرنا جائز ہے۔ ایک آدمی کسی ایک شخص یا چند اشخاص کی طرف سے وکیل بالرمی (کنکر مارنے کا وکیل) بن سکتا ہے، لیکن اس صورت میں وکیل بالرمی پر لازم ہے کہ وہ تینوں جمرات کی رمی خود کی طرف سے کرنے کے بعد اپنے موکل کی طرف سے رمی کرے یعنی کنکر مارے۔

جواز نیابت کا معیار

جمرات تک پیدل چلنے پر قدرت نہ ہونا یا چلنے سے ناقابل برداشت تکلیف کا ہونا یا قید ہونا وغیرہ ہے۔ سستی، آرام، سہولت پسندی اور صرف خوف ازدحام (بھیڑ کا خوف و اندیشہ) شرعاً عذر معتبر نہیں، لہذا ایسی صورت میں دوسرے کسی سے رمی کرانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ میں سے ہر ایک دن کی رمی کا وقت دوسرے دن کی طلوع صبح

صادق تک رہتا ہے لہذا رات کو گیارہ بارہ بجے دیر سے نکل مارنے میں بھیڑ کا خوف و خطرہ خود پہ خود ختم ہو جاتا ہے، البتہ ۱۳ رذی الحج کی رمی کا وقت زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک رہتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔

۷- احصار کے لغوی معنی روک دینا، منع کرنا ہے اور احصار کے شرعی معنی حنفیہ کے نزدیک ”محرم کو حج کے دونوں رکن (وقوف عرفہ اور طواف زیارت) کی ادائیگی اور بجا آوری سے روک دینا“ ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک محرم کو تمام راستوں سے حج یا عمرہ کی تکمیل سے روک دینا، حنفیہ کے نزدیک احصار، دشمن کے روک دینے کے ساتھ مخصوص نہیں، چنانچہ دشمن، بیماری، قید، ہڈی وغیرہ ٹوٹ جانا، لولا لنگڑ اور پاچھ ہو جانا وغیرہ عوارض و موافع ہیں جن کی بنا پر محرم اپنے احرام کے مقتضی (حج یا عمرہ) کی تکمیل سے عاجز ہو، اس سے احصار متحقق ہو جاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک احصار، دشمن کے روک دینے کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے نزدیک مذکورہ بالا اعذار میں سے کسی عذر کی بنا پر تکمیل (احرام سے حلال ہو جانا۔ احرام کھول دینا) جائز نہیں، محصر کو احصار کی بنا پر تکمیل جائز ہے۔

محصر کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ کہ ہدی (دم احصار) ذبح کئے بغیر حلال نہ ہو سکے، دوسرا محصر کہ ہدی کا جانور (دم احصار) ذبح کئے بغیر اس کے لئے حلال ہونا جائز ہو۔ ہر وہ احصار کہ جو حق اللہ کی بنا پر متحقق ہو اس سے حلال ہونے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا لازم ہے۔ نیز ہر وہ احصار کہ جو حق العبد کی بنا پر پیش آئے اس سے حلال ہونے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا لازم اور ضروری نہیں۔

سعودی عرب میں رہنے والے کسی غیر ملکی نے حج کا احرام یا عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ یا حرم میں داخل ہونے سے پہلے یا داخل ہونے کے بعد گرفتار کر کے واپس کر دیا گیا اور وہ قوف بہ عرفہ اور طواف زیارت دونوں کی ادائیگی سے عاجز ہو تو ایسا شخص محصر ہے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک رکن کی ادائیگی پر قادر ہو تو وہ محصر کے حکم میں نہیں۔

موجب دم ہے۔

لیکن آج کل بے پناہ ہجوم و ازدحام، موسم کی شدت، قیامگاہ اور مذبح میں کافی دوری اور سواری نہ ملنا وغیرہ اذکار و دُشوار یوں کی بنا پر اگر حجاج ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

۹۔ حج بدل کا اصلی حکم تو یہی ہے کہ مامور بالْحج فرما کرے، لیکن آمر یا وصی کی اجازت سے قرآن اور تمتع کرنا بھی جائز ہے۔ میت پر حج فرض ہو یا نہ ہو اور میت نے حج بدل کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، ان تمام صورتوں میں آمر یا وصی کی اجازت سے مامور کو تمتع کرنا جائز ہے۔

آج کل عام طور پر حج تمتع معروف و معتاد و متعارف ہے، لہذا حج بدل میں مطلق امر بالْحج، حج تمتع کی اجازت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن احوط و انسب یہی ہے کہ آمر سے صراحت و وضاحت کرائی جائے اور حج بدل میں جانے والا شخص آمر سے ہر قسم کے احرام کی اجازت لے لے (تاوی قاضی خاں علی ہاشم الہندیہ)۔

آمر کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے تمتع یا قرآن کرنے کی صورت میں دم تمتع اور دم قرآن مامور پر خود کے مال میں سے واجب ہوگا، نیز اگر مامور بالْحج سے موجب دم کوئی جنائیت صادر ہو جائے تو دم جنائیت بھی مامور پر خود کے مال میں سے واجب ہوگا، آمر کے مال میں سے واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر آمر کی جانب سے دم تمتع و قرآن اور دم جنائیت کی اجازت (صراحتاً یا دلالتاً) ہو تو مال آمر میں سے ادا کیا جانا جائز ہے (رد المحتار)۔

۱۰۔ حالت حیض میں طواف زیارت

بہ حالت حیض طواف زیارت کرنا (جو حج کا رکن اعظم ہے) بہت سنگین گناہ ہے، لہذا پاک ہونے کے بعد ہی طواف زیارت کر کے واپسی کی تمام ممکنہ تدابیر اختیار کرنا اس کے ذمہ لازم اور ضروری ہے۔

لیکن اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن واپسی بھی مشکل ہو اور وہ عورت بہ حالت حیض طواف زیارت کر لے تو وہ پیشک سخت گناہ گار ہوگی، مگر اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا اور وہ اپنے احرام سے پورے طور پر حلال ہو جائے گی، لیکن بہ حالت حیض طواف زیارت کرنے کی وجہ سے بہ طور دم جنایت ایک بدنہ یعنی بڑے جانور (اونٹ، گائے وغیرہ) کو ذبح کرنا اس کے ذمہ واجب ہوگا، نیز اس بڑے جانور کو حدود حرم میں ذبح کرنا واجب ہے کیونکہ یہ دم جنایت ہے اور دم جنایت کا ذبح حدود حرم کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا اور کسی جگہ خارج حرم ذبح کرنا معتبر نہ ہوگا۔

اگر وہ عورت مذکورہ بالا دم جنایت (بڑا جانور) ذبح کئے جانے سے پہلے کسی وقت بھی طواف زیارت کا اعادہ کر لے تو یہ دم جنایت اس سے ساقط ہو جائے گا۔

۱۱- سفر حج کے دوران معتدہ کا حکم

عمرہ یا حج کے سفر کے دوران عورت پر عدت واجب ہو جائے تو عدت میں حج یا عمرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ علامہ کا ساقی فرماتے ہیں کہ عورت پر وجوب حج کی مخصوص شرائط میں سے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کی عدت میں نہ ہو کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: "وَلَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْخ... ." (سورہ طلاق) یعنی معتدہ عورتوں کو ان کے گھر سے مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو سفر حج یا عمرہ میں عدت لازم آ جائے، پس اگر خاوند نے طلاق رجعی دی ہے تو خاوند کو دوران سفر اس سے جدا نہ ہونا چاہئے کیونکہ طلاق رجعی سے زوجیت زائل نہیں ہوتی جبکہ اس سے رجعت کر لیا بہتر ہے اور اگر طلاق بائن یا وفات کی عدت لازم ہوئی ہے تو اس کے حکم کی تفصیل درج ذیل ہے:

جائے وفات و طلاق اور اس عورت کے وطن کے درمیان مدت سفر شرعی سے کم

مسافت ہے اور اس جگہ اور مکہ معظمہ کے درمیان مدت سفر کی مسافت ہے تو وہ اپنے گھر واپس لوٹ جائے۔

اگر اس جگہ سے مکہ معظمہ کی طرف مسافت سفر شرعی سے کم ہو تو مکہ معظمہ چلی جائے اور اگر دونوں طرف مسافت سفر شرعی سے کم ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وطن واپس چلی جائے یا مکہ معظمہ چلی جائے۔ اگر دونوں جانب مسافت سفر کا فاصلہ ہے، پس اگر وہ عورت شہر میں ہے تو وہاں سے اختتام عدت تک نکلتا محرم میسر ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ محرم میسر ہو تو وہاں سے نکلتا جائز ہے اور اگر محرم میسر نہ ہو تو بالاتفاق وہاں سے نکلتا جائز نہیں۔

دونوں جانب مسافت سفر کا فاصلہ ہونے کی حالت میں اگر وہ عورت جنگل یا ایسے دیہات میں ہے جہاں اس کو جان و مال کا خطرہ لاحق ہے تو اس غیر محفوظ جگہ سے مامون و محفوظ جگہ سفر کر کے منتقل ہو جانا اس کے لئے جائز ہے (بدایع ۲/ ۱۲۳)۔

۱۲- آج کل مکہ معظمہ کی آبادی کے پھیلاؤ اور منیٰ تک پہنچ جانے کی وجہ سے اگر منیٰ کو داخل شہر یا فناء شہر مان بھی لیا جائے پھر بھی مزدلفہ اور عرفات تو یقیناً مکہ معظمہ سے الگ خارج شہر جگہ ہے اسے تو فناء شہر نہیں کہا جاسکتا اور ہر حاجی ایک رات یقیناً مزدلفہ میں گزارتا ہے، لہذا مسئلہ کا حکم جو توسیع سے پہلے تھا وہی برقرار رہے گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی (بدایع ۱/ ۹۸)۔

۱۳- رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے جانے والے، نیز سعودی عرب میں مقیم حنفی المسلمک لوگ اپنی وتر کی نماز رمضان المبارک میں الگ سے منفرداً تین رکعت بہ یک سلام (بلا فصل) پڑھیں، امام کے ساتھ وتر کی نماز باجماعت بہ دو سلام (فصل کے ساتھ) نہ پڑھیں۔

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- صورت مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کے دلائل نقلیہ و عقلیہ دونوں ہی بہت مضبوط و اقویٰ ہیں، لہذا یہی قائل ترجیح ہے (بدایع الصالح ۲/۱۶۳، فتح القدیر ۲/۳۳۵)۔

الایہ کہ صرف تجارت کے لئے روزانہ آمد و رفت کرنی پڑتی ہے تو اس مجبوری کے تحت صرف ان تجارت کے لئے بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، واللہ اعلم۔

۲- صورت مسئلہ میں ایسے لوگوں پر احرام اور اس کی پابندی لازم کرنے میں تمام اوقات ان کو حرم رہنا پڑے گا جس میں حرج عظیم ہے، بنا بریں ایسے لوگوں کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کرنا جائز ہے، ان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر احرام حدود حرم میں داخل ہو ”لأن الحرج مرفوع شرعاً“ تو امام شافعی کے قول پر عمل کرنا جائز ہے چونکہ سنت رسول اللہ اور عمل سلف اسی کے مؤید ہیں۔

۳- اور مفتی عبدالرحیم صاحب حفظہ اللہ نے تمتع کی بھی گنجائش نکالی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ اگر تمتع کر لیا تو حج میں خرابی نہ آئے گی یعنی ناسد نہ ہوگا البتہ دم دینا پڑے گا (فتاویٰ جمعیہ ۲۲۱/۵)۔

اس مسئلہ میں مکی کے لئے قرآن کی بھی گنجائش ہے یعنی مکی کیلئے اولیٰ و افضل توجح افراد ہی کرنا ہے لیکن قرآن اور تمتع کی بھی گنجائش ہے کہ قرآن و تمتع کرنے پر حج فاسد نہ ہوگا، البتہ دم دینا پڑے گا جو دم جبر ہوگا۔

۴- اپنی مختلف ضرورتوں اور تجارتی اغراض سے روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام باندھنے میں حرج و مشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے، یہی ان کے لئے شرعی حل ہے

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتا ہے، لیکن پانچ ایام یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۶: الف- رمی میں کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے اس کی اجازت سے و حکم سے نیابت کر سکتا ہے۔

ب- رمی میں نیابت صرف معذور یا مریض ہی کے لئے ہے ہر شخص کے لئے نہیں ہے، معذوری کی حد یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا دشوار ہو، لیکن خوف ازدحام کی وجہ سے ماتب بنانا درست نہیں ہے۔

۷- سعودیہ عربیہ میں رہنے والے بعض غیر ملکی حکومت کی اجازت کے بغیر حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں تو ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہیں، ان کا احرام ذبح اور حلق اور بال کتروانے کے ذریعہ ختم ہوگا اور آئندہ ان کو حج کی تضا لازم ہوگی۔

۸- مذکورہ حالات کے پیش نظر حنفیہ کے قول مرجوح اور دوسرے ائمہ رحمہم اللہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے جب کہ حنفیہ میں صاحبین کے نزدیک بھی ترتیب سنت ہے، اس کے

ترک پر دم لازم نہیں ہے، آج کل حجاج ازدحام یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے۔

۹- حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفہ حج تمتع کرنے کی صورت ہے، کہ کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات حج کی پابندیاں مشکل نظر آئیں تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ یہ آزادی نہیں ہے کہ طول احرام سے بچنے کے لئے یام حج کے بالکل قریب سفر کریں، ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں۔

الف- حج بدل کا اصل حکم تو یہی ہے کہ مامور افراد کرے، لیکن امر یا وصی تمتع کی اجازت دیدے تو تمتع بھی درست ہے، البتہ دم تمتع مامور اپنے مال سے ادا کرے گا الا یہ کہ آدم دم تمتع ادا کرنے کی بھی اپنے مال سے اجازت دیدے، خواہ یہ اجازت صراحتاً ہو یا دلالتاً۔

ب- حج بدل کرنے والا امر کی صریح اجازت کے بغیر حج تمتع نہیں کر سکتا، کیوں کہ امر کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

ج- اجازت کے ظن غالب پر حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے۔

”و دم القران و دم الجنایة علی المأمور لأنه الجنانی و صورة دم القران أن يأمره أحد بالقران أو يأمره إثنان أحدهما بالحج والآخر بالعمرة وأذنا له بالقران و أما إذا فعل ذلك بغير إذن فقد صار مخالفاً فيضمن النفقة و إنما كان دم القران علی المأمور لأنه وجب شكراً لما وفقه الله تعالى عن الجمع بين النسكين وهو مختص به“ (...../۱/۱۱۱)۔

د- بإذن الأمر یا بدون إذن الأمر ہر دو صورتوں میں تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے پر لازم ہوگا۔

ھ- حج بدل کرنے والے کے لئے امر کی اجازت سے تمتع کی گنجائش ہے اور سوال

میں مذکورہ شواری کا شرعی حل یہی ہے کہ اس کے لئے تمتع کی گنجائش بنا دی جائے
و- اس کا جواب یہ ہے کہ حج عن المیت کی صورت میں قانونی دشواریوں کے پیش نظر
تمتع کی گنجائش ہے۔

۱۰: الف- حائضہ یا نساء عورت کو مذکورہ اعذار اور مجبوریوں کے پیش نظر ناپاکی کی
حالت میں طواف زیارت کی اجازت ہے اور طواف صحیح ہو جائے گا اور حلال ہو جائے گی۔
ب- عورت کا ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر لینے سے طواف صحیح ہو جائے گا
اور رکن ادا ہو جائے گا لیکن دم لازم ہوگا۔
ج- بدنہ ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہ ہوگا۔

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ اور حرم مکہ میں ہی ضروری ہے اور حرم مکہ سے باہر اور اپنے
مقام جو حرم مکہ سے خارج ہو وہاں ادا نہیں کیا جاسکتا، اور اس ذبح کے لئے منیٰ شرط نہیں ہے بلکہ
حد و حرم کافی ہے۔

۱۱- صورت مسئلہ میں ایسی عورت کے لئے تو اصل مسئلہ محصر ہو جانے کا ہے اور حلال
ہو کر آئندہ حج کرنے کا ہے لیکن ناقابل برداشت دشواریوں و مجبوریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور
پھر آئندہ حج کی استطاعت ہوگی کہ نہیں، لہذا امام احمد کے قول کے مطابق ایسی عورت یام عدت
میں صرف حج فرض ادا کر سکتی ہے اور مفتی عبدالرحیم حفظہ اللہ کے فتوے سے بھی یہی مترشح ہے،
لہذا ایسی عورت کے لئے حج فرض کرنے کی گنجائش ہوگی اور اس کے لئے جائز ہے کہ وہ یام عدت
میں حج فرض ادا کرے یہی اولیٰ و بہتر ہے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا یعنی ۷-۸ رزی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ پہنچا ہے کہ مکہ میں
پندرہ یوم سے قبل ہی یام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ مسافر
ہی رہے گا اگرچہ مکہ شہر پھیلے ہوئے منیٰ کی آبادی سے متصل ہو گیا ہے کیوں کہ وہ اس کے باوجود
دونوں مستقل شہر ہیں کہ مکہ کے نام سے نہیں جانا جاتا ہے نہ مکہ کا کوئی محلہ ہی ہے۔

۱۳ - سعودیہ میں مقیم حنفیہ کو رمضان میں نماز وتر وہاں کے امام کی اقتدا میں ادا کرنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ اپنے مذہب کی رعایت میں تنہا پڑھنے سے یہ اولیٰ ہے کہ جماعت سے ادا کی جائے، اور تنہا پڑھنا بالکل مناسب نہیں ہے۔

مسائل حج و عمرہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی ✽

۱- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر اس شخص کے لئے جو مکہ میں داخل ہونا چاہے احرام کا باندھنا ضروری ہے خواہ اس کی نیت حج و عمرہ کے بجائے تجارت و ملازمت ہی کی ہو، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صرف حج و عمرہ کا ارادہ کرنے والے پر بحالت احرام مکہ میں داخل ہونا ضروری ہے، تجارت و ملازمت وغیرہ ضرورت کے لئے بحالت احرام مکہ میں داخل ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ ہدایہ کتاب الحج میں ہے:

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما“ (ہدایہ ۱/۲۱۳)۔

اور شامی میں ہے: ”والمواقیت آی المواضع التي لا يجاوزها مرید مكة أي ولو لغير نسك كتجارة ونحوها كما يأتي“ (۱۵۳/۲)۔ امام شافعیؒ کی دلیل نقلی تو نہیں مگر عقلی دلیل ہدایہ کے حاشیہ پر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احرام کی مشروعیت حج و عمرہ کے لئے ہوئی ہے، لہذا اگر حج یا عمرہ کی نیت کرے تو احرام واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

”لأن الإحرام شرع لأحدهما فإذا نوى ذلك يجب وإلا فلا“ (حاشیہ ہدایہ ۱/۲۱۵، کتاب الحج)۔

دلیل کے اعتبار سے چونکہ حدیث ”لا یجاوز أحد الميقات إلا محرماً“ عام ہے، لہذا امام صاحب کا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے۔

۲- مدینہ طیبہ و دیگر قریبی شہروں کے رہنے والے جن کو روزانہ تجارتی حاجات وغیرہ کی بنا پر مکہ مکرمہ ایک بار یا کئی بار آنا جانا پڑتا ہے، ان حضرات کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته لأنه يكثر دخوله وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين فصار كأهل مكة حيث يباح لهم الخروج منها ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم بخلاف ما إذا قصد أداء النسك لأنه يتحقق أحياناً فلا حرج“ (۲۱۳/۱)۔

اور شامی میں ہے: ”و حل لأهل داخلها يعني لكل من وجد في داخل المواقيت دخول مكة غير محرم ما لم يرد نسكاً للحرج“ (ثانی مع درمختار ۲/۱۵۵)۔
۳- مکی اور جو لوگ ان کے حکم میں ہیں، ان کے لئے قرآن و تمتع جائز مع الکراہتہ ہے۔
چنانچہ درمختار مع الشامی میں ہے:

”والمكي ومن في حكمه يفرد فقط ولو قرن وتمتع جاز وأساء وعيله دم جبر وأساء أي صح مع الكراهة للنهي عنه“ (۱۹۷/۳)۔

اور علامہ شامی اپنی کتاب میں درمختار کی مذکورہ عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

”وعلى هذا فقول المتون لا تمتع ولا قران لمكي معناه نفى المشروعية والحل“ (ثانی ۲/۱۹۸)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے لئے قرآن و تمتع جائز ہی نہیں۔
اور ہدایہ میں ہے:

”لأن الجمع بينهما في حق المكى غير مشروع“ (ہدایہ ۲۷۰/۱)۔

۴- اہل مکہ کو چونکہ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے اشہر حج میں میقات کے باہر جانا پڑتا ہے، لہذا جو کسی حج کرنا چاہتا ہو تو چونکہ اس کے لئے مجبوری ہے، لہذا شرعاً مکہ کو احرام کی پابندی سے مستثنیٰ کیا جانا چاہئے جب کہ حج یا عمرہ کے علاوہ کسی ضرورت سے میقات کے باہر جا کر مکہ میں آنا چاہئے۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مزید عمرے کر سکتا ہے لیکن وہ احرام اہل مکہ کی میقات سے باندھے، کیونکہ ایک عمرہ کرنے کے بعد وہ مکہ کے حکم میں ہو گیا، لہذا مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کر سکتا ہے، اگرچہ کثرت طواف کو فقہاء نے کثرت عمرہ پر ترجیح دی ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں نیابت جائز ہے۔

ب- صرف معذور و مریض کے لئے نیابت چل سکتی ہے، ہر شخص کے لئے نہیں، معذوری کی حد یہ ہے کہ کوئی آدمی اتنا کمزور ہو کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا مشکل ہو تو دوسرا آدمی اس کی طرف سے رمی نیابتا کر سکتا ہے۔ لیکن محض ازدحام کے خوف سے نائب بننا درست نہیں۔

۷- احصار حقیقتاً تو اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ دشمن یا کسی مرض کی وجہ سے رک جائے، لیکن سعودیہ عربیہ میں غیر ملکوں کے بلا اجازت حکومت حج کرنے کی صورت میں جب کہ حکومت ان کو پکڑ کر حج سے روک دے، ان کو بھی احصار کے حکم میں داخل ہونا چاہئے، اور ان کے حلال ہونے کی صورت یہ ہے کہ ہدی روانہ کر دیں تاکہ حرم میں ذبح کی جائے:

”والممنوع لو بمكة عن الركنين محصر على الأصح والقادر على

أحمدہما لا أما علی الوقوف فلتمام حجه به وأما علی الطواف فلتحلله به كما مر“ (در مختار مع الشامی ۵/۲۳۳ باب لإحصان طبع نعمانیہ)۔

البتہ یہ امر قابل غور ضرور ہے کہ قانونی پابندی کی خلاف ورزی اس انداز کی عبادات میں درست ہے یا نہیں؟ اس پر شرکاء کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۸- امام ابوحنیفہ و امام مالک کے نزدیک رمی، ذبح، حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے اس کے فوت ہونے سے دم واجب ہے، لیکن امام شافعی و احمد کے نزدیک ترتیب مسنون ہے، چنانچہ مشکوٰۃ (۱/۲۳۳) کے حاشیہ پر ہے: ”واختلفوا فی أن هلما الترتیب سنة أو واجب فذهب جماعة ومنهم أبو حنیفة ومالک إلى الوجوب“۔

اور حدیث میں آپ علیہ السلام سے جو سوال کیا گیا کہ اگر کوئی ذبح سے پہلے حلق کرا لے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا حرج“ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں کوئی گناہ نہ ہوگا باقی دم واجب ہے: ”والمراد بنفی الحرج نفی الإثم للجهل والنسیان لكن الدم واجب“ (حاشیہ مشکوٰۃ نقلاً عن المصنفات)۔

”والحاصل أن الطواف لا يجب ترتیبه علی شیء من الثلاثة وإنما يجب ترتیب الثلاثة الرمی ثم الذبح ثم الحلق“ (شامی ۱۳۹/۲)۔

۹- تہاج کرام کے بارے میں جو حالات ذکر کئے گئے ہیں کہ جن سے ترتیب کی رعایت مشکل ہے، بنا بریں فقہ حنفی کے قول مرجوح کو اختیار کئے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے۔

الف- حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنے میں جب تک آمرقران تمتع کی صراحت نہ کرے وہ یعنی حج بدل کرنے والا حج افراد کرے گا، محض عرف کی وجہ سے اس صورت میں حج تمتع تصور نہیں کیا جائے گا۔

ب- آمر کی صریح اجازت کے بغیر حج بدل کرنے والا حج تمتع تو کر سکتا ہے کیوں کہ

صراحتاً اذن ضروری نہیں ہے، لیکن صراحتاً اجازت لینا بہتر ہے۔

ج۔ جب ظن غالب ہے کہ آمر حج تمتع کی اجازت دیدیتا ہے تو حج بدل کرنے والا حج تمتع کر سکتا ہے۔ احسن الفتاویٰ (۴/۵۲۳) میں ہے: ”حج بدل کرنے والے کو حج بفراد کرنا چاہئے، آمر کی اجازت سے قرآن و تمتع بھی کر سکتا ہے، اس زمانہ میں عرفا آمر کی طرف سے تمتع بقرآن و دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحتاً اذن ضروری نہیں، مع ہذا صراحتاً اذن حاصل کرنا بہتر ہے۔“

د۔ آمر کی اجازت اور بغیر اجازت آمر دونوں صورتوں میں تمتع کرنے کی صورت میں دم تمتع حج بدل کرنے والے پر واجب ہوگا، چنانچہ در مختار مع الشامی میں ہے:

”و دم القرآن و التمتع و الجنایة علی الحاج ای المأمور إن اذن له الأمر بالقرآن و التمتع و إلا فیصیر مخالفاً فیضمن“ (شامی ۲/۲۳۷، ہدایہ ۱/۲۷۸)۔

ھ۔ حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے لیکن اگر آمر صراحتاً تمتع کی نفی کر دے تب ایسی صورت میں مامور کے لئے تمتع کی گنجائش نہیں بصورت تمتع ضمان لازم ہوگا۔

و۔ میت کی جانب سے حج بدل کرنا جب کہ میت نے وصیت کی ہو یا حکم دیا ہو، حج بدل ہو جائے گا اور یہ جائز ہے، البتہ اگر میت کا وارث میت کی وصیت کے بغیر حج بدل کر دے تو بھی میت کا حج فرض ادا ہونے کی امید ہے، رہی یہ بات کہ میت کی طرف سے حج تمتع کرنا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر میت نے حج بفراد کا حکم دیا ہو تو مامور کا حج بدل میں تمتع بقرآن کرنا جائز نہیں اور دریں صورت میت کا حج ادا نہیں ہوگا۔

۱۰۔ جب کسی عورت کو طواف زیارت سے قبل حیض یا نفاس شروع ہو گیا اور وہ عورت دوبارہ مکہ مکرمہ نہیں آ سکتی ہو اور ویزا نہیں بڑھ پا رہا ہو تو مذکورہ صورت میں عورت بحالت حیض و نفاس طواف زیارت کر لے اور اس پر بطور جنایت بد نہ واجب ہوگا، لیکن اس کا طواف زیارت

صحیح ہو جائے گا اور وہ حلال ہو جائے گی۔

الف- ناپاکی کی حالت میں اس کے لئے طواف زیارت جائز ہے۔

چنانچہ ثامی میں ہے:

”لو هم الركب على القبول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا؟ قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وإن دخلت وطفقت أئمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة“ (ثامی ۲/۱۸۲، ہدایہ ۱/۲۵۲، ۲۵۳)۔

د- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ ہی میں ضروری ہے اپنے مکان پر نہیں دے سکتی، ”وإن لم

يعد وبعث بدنة أجزأه لما بينا“ (ہدایہ ۱/۲۵۳)۔

۱۱- اگر سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو وہ عورت ایام عدت

میں حج یا عمرہ نہیں کر سکتی، ”منها العدة فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصورة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم“ (ثامی ۲/۳۲۰)۔

معلم الحجاج میں ہے کہ عدت خواہ طلاق کی ہو یا وفات کی سب کا حکم ایک ہے۔

۱۲- مذکورہ صورت میں جبکہ حاجی اتنے دن قبل پہنچا ہے کہ پندرہ دن کے قیام سے

پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں تو وہ شخص مسافر رہے گا۔

”فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته (أي الإقامة) لأن يخرج

إلى منى وعرفة فيقتصر إن نوى فيه لكن بموضعين مستقلين كمكة ومنى“

(در مختار مع الثمائی ۱/۵۲۸)۔

مکہ منی الگ الگ دو مستقل جگہیں ہیں اور کسی ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے

کی نیت سے وہ مقیم ہوگا (ہدایہ ۱/۱۳۶)، البتہ بڑھتی ہوئی آبادی کے تحت حضرات اہل علم کو غور

کرنا چاہئے کہ موجودہ صورت حال میں منی کو مکہ کے مضافات میں داخل کیا جائے یا نہیں؟

۱۳- مسئلہ کے اعتبار سے تو کسی حنفی مقتدی کا ایسے امام کی اقتداء کرنا وتر میں جو دو سلام

.....
سے وتر پڑھانا ہوتا صحیح نہیں ہے۔

لیکن اگر مجمع و جماعت کی رعایت میں وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اور دو رکعت پر امام سلام نہ پھیرے اور جب امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو یہ مقتدی حنفی بھی نیت سابقہ کے ساتھ کھڑا ہو کر تیسری رکعت میں شامل ہو جائے اور امام کے ساتھ سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرے تو حنفی مقتدی کی وتر کی نماز درست ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حج اور عمرہ کے چند اہم مسائل

مفتی شکیل احمد سیتا پوری ☆

۱، ۲- ”عن جابر أن النبي ﷺ دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغير إحرام“ (رواه مسلم والنسائي)۔

”وعن أنس أن النبي ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلي رأسه المغفر، قال مالك ولم يكن رسول الله ﷺ يومئذ محرماً“ (رواه احمد و البخاري)۔
(نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی، امام مالک فرماتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ حرم نہیں تھے)۔

یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں حرب کے لئے بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قتال کا جواز تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جواز قتال کا اختصاص تسلیم ہے، لیکن دخول بلا احرام کا جواز تو مختص نہیں تھا کیونکہ اس اختصاص پر کوئی نص وارد نہیں، لہذا یہ جواز امت کے لئے بھی ثابت ہوگا، علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

”والحدیثان تدلان علی جواز دخول مكة للحرب بغير إحرام، وقد

اعتراض علیہ بأن القتال فی مکة خاص بالنبی ﷺ، ویجاب بأن غایة ما فی
ہذا الحدیث اختصاص القتال بہ ﷺ و أما جواز المجاوزة فلا “ (نیل الاوطار
۳۰۰۳)۔

آگے چل کر امام شوکانی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مسلمان مکہ
مکرمہ میں بغیر احرام کے آتے جاتے رہتے تھے اور کہیں منقول نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے
کسی کو احرام باندھے رہنے کا حکم دیا ہو، جیسے حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی
اللہ عنہ کا واقعہ کہ انہوں نے میقات کے اندر نیل گائے کا شکار کیا اور وہ بغیر احرام کے تھے اور حج
سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مقصد کے تحت بھیجا تھا چنانچہ انہوں نے میقات کو بغیر
احرام کے پار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، نیز جب تک
دلیل نہ قائم ہو برائے اصلیہ کے انتصحاب کی رو سے عدم وجوب احرام برقرار ہے گا (دیکھئے: نیل
الاطار ۳۰۱۳)۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی
ہے: ”لا یدخل أحد مکة بغیر إحرام إلا الحطابین و العمالین و أصحاب منافعها“
یعنی احرام کے حکم سے مزدور پیشہ لوگ اور جن کو مکہ مکرمہ معیشت کے لئے بار بار آنا پڑتا ہے وہ
مستثنیٰ ہیں، نیز امام مالک مؤطا میں لائے ہیں: ”إن ابن عمر جاوز الميقات غیر محرم“
یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میقات سے بغیر احرام کے گزرے۔

الفقه الاسلامی وادلتہ میں ہے:

”من كان يتكرر دخوله كالحطاب والحشاش والصياد والسقاء
والبريد ونحوهم ، يجوز دخوله بغیر نسك لما روی ابن عباس ” لا یدخل
أحد مکة إلا محرما و رخص للحطابین“ ولأن فی إيجاب الإحرام علی هؤلاء
مشقة“ (۳/۷۳)۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص مکہ مکرمہ میں قتال مباح کے لئے یا کسی خوف کی بنا پر یا حاجت مکررہ کی وجہ سے، جیسے گھسیارے، لکڑہارے اور لاج اور سبزی لانے والے یا وہ جن کا ایسا پیشہ ہے جس کی وجہ سے انہیں بار بار آنا جانا پڑتا ہے، یہ لوگ اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہوں تو ان کے ذمہ احرام نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں حائل ہونے کی صورت میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر خود تھا، اسی طرح آپ کے اصحاب میں سے کوئی احرام میں نہیں تھا، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اگر ان کے ذمہ احرام لازم کر دیا جائے جنہیں بار بار آنا پڑتا ہے تو وہ زندگی بھر احرام ہی میں رہیں گے، اس لئے حرج کی بنا پر احرام ساقط ہو جائے گا، امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں“ (المغنی ۳/۲۶۸)۔

۳- مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابن کثیر نے امام ابن جریر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ مکی کے لئے تمتع نہیں ہے۔

البتہ قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مکی کے لئے یہ حیلہ نکالا تھا کہ وہ باہر چلا جائے اور حرم سے کافی دور جا کر عمرہ کا احرام باندھ لے، لیکن ابن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ جس کے اہل و عیال مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں وہ چاہے مسافت کی مسافت طے کر لے مکی ہی رہے گا، اور ”أهله حاضری المسجد الحرام“ میں شمار ہوگا اور اس کو تمتع کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

امام شعبلی نے بھی ”ذکر لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام“ میں ذلک کا مشارکاً لہ رخصت تمتع کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہی راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ لمن کالفظ اور خاص کر لام مکسور رخصت ہی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے (الجوہر المحسان فی تفسیر القرآن للہمالی)۔

۴- سوال دوم کے جواب میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ احرام کی پابندی اسی کے لئے ہے جو حج اور عمرہ کے ارادہ سے آرہا ہے، جو حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتا وہ بغیر احرام کے آسکتا ہے، اس پر احرام واجب نہیں ہے، سول چہارم میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ مکی شہر حج میں

میقات سے باہر گیا اور وہ اس سال حج کا ارادہ بھی رکھتا ہے وہ واپسی میں میقات پر پہنچ کر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر احرام کے مکہ آجائے، پھر جب حج کے لئے احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اسی میقات پر جا کر احرام باندھے، اگر وہ ایسا کر لے گا تو اس پر دم نہیں آئے گا۔

”لو جاوز الشخص ميقاتاً من المواقيت الخمسة يريد الحج أو العمرة بغير إحرام ثم عاد قبل أن يحرم وأحرم من الميقات وجاوزه محرماً لا يجب عليه دم بالإجماع لأنه لما عاد إلى الميقات قبل أن يحرم وأحرم التحقت تلك المجاوزة بالعدم وصار هذا ابتداء إحرام منه“ (مفتی اسلامی وادانہ ۷۶۳)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے دوسرا عمرہ کر سکتا ہے، حنفیہ ایام تشریق کے سوا ہر تاریخ میں اور ہر روز عمرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام شوکانی نے باب باندھا ہے، ”جواز العمرة في جميع السنة“ اس کے تحت روایت لائے ہیں۔

”عن علي رضي الله عنه قال: في كل شهر عمرة“ (رواہ الثانی)۔

باب اور اس کے تحت روایت کا حاصل یہ ہے کہ عمرہ پورے سال اور ہر مہینہ میں ہو سکتا ہے، ”حياة القلوب في زيارة أئمة“ جو فارسی زبان میں حنفیہ کے نزدیک مناسک پر عمدہ ترین کتاب ہے اور جس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اہتمام میں شائع کروایا تھا، اس میں ہے: ”وقت جواز عمرہ ایام سال تمام است إلا آنکہ مکروہ است تحریماً إنشاء إحرام عمرہ لثلاثة أيام خمسة أعني روز عرفہ روز عید نحر و أيام تشریق ثلاثة بعد از عید نحر واما اگر ادا کرد عمرہ نریں ایام خمسة بإحرام سابق مکروہ نباشد کنا فی البحر العمیق“ (ص ۲۳۰)۔

لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ طواف کعبہ عمرہ سے افضل ہے (حوالہ سابق)۔

۶- حیاة القلوب فی زیارة ائمة (ص ۲۱۳) میں ہے: ”چہارم آنکہ رمی نماید بنفس خود پس جائز نباشد نروے نیابت باوجود قدرت و جائز

است نر وقت عجز پس مغمیٰ علیہ ومریض کہ استطاعت رمی نہ دارند
جائز است رمی دیگرے برائے ایشان بطریق نیابت۔“

یعنی رمی کی چوتھی شرط یہ ہے کہ بذات خود رمی کرے، لہذا قدرت کے باوجود اس میں
نیابت جائز نہیں ہے، عدم قدرت کے وقت جائز ہے، لہذا بے ہوش اور وہ بیمار جو رمی کی
استطاعت نہیں رکھتا، ان کے حق میں جائز ہے کہ کوئی دوسرا ان کی طرف سے نائب ہو کر رمی
کرے ”وتجوز الإنابة فی الرمی لمن عجز عن الرمی بنفسه لمرض أو حبس
أو کبر سن أو حمل المرأة“ (مفتی اسلامی وادانہ ۱۹۳/۳)، جو بذات خود رمی سے قاصر ہو وہ
نائب بنا سکتا ہے مثلاً بیمار، قیدی، کبیر السن اور حاملہ عورت۔

”إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنيب من
یرمی عنه“ (المغنی ۳/۳۹۰)۔

(بیمار اور قیدی اور معذور کے لئے نائب بنانا جائز ہے)۔

جمرات پر ازدحام کثیر دیکھنے کے بعد یہ بات دل میں آتی ہے کہ ”اولہ عذر“ کی
فہرست میں وہ شخص بھی آجاتا ہے جو نہایت ناتواں ہے، اگرچہ سن رسیدہ نہیں ہے اور اسے قوی
اندیشہ ہے کہ میں بھیڑ کی دھماکی کا تحمل نہ کر سکوں گا اور مجمع کے پیروں تلے روند جاؤں گا، یا وہ شخص
جو انتہائی ضعیف القلب اور مجمع کثیر سے گریزاں طبیعت کا حامل ہے اور اسے قوی اندیشہ ہے کہ وہ
غیر معمولی اختلاج میں مبتلا ہو جائے گا۔

لیکن کسل اور آرام پسندی کی بنا پر استنابت ہرگز جائز نہیں ہے، بیمار اور معذور کے حق
میں بھی بعض مالکیہ کا قول ہے کہ وہ نائب مقرر کرنے کی صورت میں دم ادا کریں۔

۷۔ سعودیہ عربیہ میں رہنے والے غیر ملکیوں کو سرکاری اجازت نہ لینے کی وجہ سے اگر
حالت احرام میں گرفتار کر لیا جائے تو وہ محصر ہیں، ان کے لئے حکم یہ ہے کہ حرم میں اونٹ یا گائے
یا بکری کی ہڈی ذبح کریں اور خود نہ ذبح کر سکیں تو کسی کو نائب بنا کر ذبح کرنے کی تاریخ اور وقت

مقرر کر لیں، اس وقت کے گزر جانے کے بعد حلق کروائیں اور حلال ہو جائیں اور آئندہ عمرہ اور حج کی نضا کریں، ”فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله“۔

۸- مؤطا امام محمد (ص ۲۲۹) میں ”باب من قدم نسكا قبل نسك“ کے تحت وارد ہے: ”رسول اللہ ﷺ لوکوں کی خاطر حجۃ الوداع میں ایک جگہ ٹھہر گئے تاکہ لوگ آکر مسائل دریافت کر لیں تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نہیں جان سکا اور میں نے رمی سے پہلے ذبح کر دیا تو آپ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اب رمی کر لو، دوسرے نے کہا اے اللہ کے رسول میں نہیں سمجھ سکا میں نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کر دیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اب ذبح کر لو، اس دن کسی شئی کی بھی تقدیم و تاخیر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں اب کر لو۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث کو ہم لیتے ہیں کہ اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس تقدیم و تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں اور نہ اس میں کوئی کفارہ یا دم ہے، لیکن ایک صورت ہے کہ متمتع اور قارن جب ذبح کرنے سے پہلے حلق کروائیں تو ان کے نزدیک اس پر دم عائد ہوتا ہے، لیکن ہم اس پر کسی چیز کو عائد نہیں کرتے۔“

مؤطا کے محشی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے ”نحن“ یعنی ہم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا

ہے: أنا و أبو یوسف و غیرہما۔

یعنی ترتیب کے عدم و وجوب کے قائل صرف صاحبین ہی نہیں اور دیگر ائمہ حنفیہ بھی ہیں، امام شوکانی نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور قائلین و وجوب ترتیب کے ایک ایک جز کا معقول جواب دیا ہے، عجیب اتفاق ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ یکہ و تنہا کھڑے ہیں، کوئی مسلک ان کا ہمنوا نہیں حتیٰ کہ صاحبین اور دیگر ائمہ حنفیہ بھی ان کے ساتھ نہیں ہیں (نیل الاوطار

امام ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ رمی، حلق، ذبح، طواف اور سعی میں جس کو چاہیں آپ مقدم کر دیں اور جس کو چاہیں مؤخر کر دیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے (المکلی ۵/۱۹۱)۔

۹- حج بدل کرنے والے کو اگر مستحب نے کسی خاص قسم کے ساتھ پابند نہیں کیا ہے تو وہ المعروف کا لمذکور کے تحت تمتع پر محمول ہوگا اور حج بدل آج کل اسی طرح مروج ہے، دم تمتع اور اگر مستحب نے قرآن کا حکم دیا ہے تو دم قرآن آمر کے مال میں لازم ہوگا، نائب کے مال میں نہیں، ہاں اگر آمر نے صراحتاً تمتع یا قرآن سے منع کر دیا ہے تو دم نائب کے مال سے دیا جائے گا:

”و دم المتعة والقران إن أذن له في ذلك على المستحب لأنه إذن في سببهما وإن لم يؤذن له فعليه“ (المغنی ۳/۲۳۳)۔

میت کی طرف سے حج تمتع کیا جاسکتا ہے: ”متی توفی من وجب علیه الحج ولم يحج وجب أن يخرج عنه من جميع ماله ما يحج به عنه ويعتمر“ (المغنی ۳/۲۳۲)۔

۱۰- عورت نے طواف زیارت نہیں کیا اور وہ حائضہ یا نفساء ہوگئی اور انتظار کی گنجائش نہیں ہے تو وہ غسل کرے اور پانچامہ کے نیچے لنگوٹ باندھے، پھر طواف کرے اور سعی بین الصفا والمرورہ کرے اور بد نہ ذبح کرے یعنی پانچ سال کا اونٹ یا دو سال کی گائے۔

”وإذا اضطرت المرأة اضطراراً شديداً لمغادرة مكة قبل انتهاء مدة الحيض أو النفاس ولم تكن قد طافت طواف الإفاضة فتغتسل وتشد الحفاظ الموضوع في أسفل البطن شداً محكماً ثم تطوف بالبيت سبعا طواف الإفاضة ثم تسعی بين الصفا والمرورة سبعا وعليها ذبح بدنة (وهي ما أتم خمس سنين من الإبل أو أتم سنتين من البقر) وذلك تقليداً للحنفية الذين يقولون بصحة الطواف حينئذ مع الحرمة ووجوب إهداء البدنة“ (المفرد للإسلام وأدلتہ ۳/۱۶۳)۔

۱۱- عورت کے شوہر کا سفر حج میں اگر انتقال ہو جائے تو اگر وہ اپنے گھر سے قریب ہے

.....
تو واپس آجائے اور اگر بعید ہے اور مکہ مکرمہ سے قریب ہے تو پہلے حج کرے، پھر عدت گزارے، شوہر کی وفات ادا ہوگی حج سے مانع نہیں ہوگی۔

”وإذا خرجت للحج فتوفى زوجها وهى قريبة رجعت لتعتد فى منزلها وإن تباعدت مضت فى سفرها“ (المغنی ۳/۲۳۱)۔

بیوی اگر اعتکاف مندر میں ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو امام مالک اور ربیعۃ الراى کے نزدیک وہ اپنا اعتکاف پورا کرے، اعتکاف سے فارغ ہونے کے بعد عدت گزارے اس لئے کہ اعتکاف مندر بھی واجب ہے، اور شوہر کے گھر عدت گزارنا بھی واجب ہے اور صورت یہ ہے کہ وہ اعتکاف شوہر کے مکان کے سوا کسی دوسرے مکان میں کئے ہوئے ہے، یہاں دو واجب متعارض ہو گئے لہذا جو پہلے واجب ہو وہ پہلے ادا کیا جائے گا، اسی طرح حج کا مسئلہ ہے، حج پہلے واجب ہو، عدت بعد میں واجب ہوئی، لہذا حج پہلے ادا کیا جائے گا (المغنی ۳/۲۰۷)۔

مسائل حج و عمرہ کا حل

ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی ☆

- عصر حاضر میں تجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حج بیت اللہ کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ کی قانونی پابندیوں کی دشواریوں سے بچنے کے لئے فقہی مسائل کا حل اس طرح ہو سکتا ہے:
- ۱- حج و عمرہ کی نیت کے بغیر صرف تجارت یا کاروباری مقصد یا کسی سے ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں احرام باندھ کر ہی آنا شرط نہیں ہے۔
 - ۲- اہل مکہ کا حدود سے نکل کر بار بار آنے والے طریقہ پر احرام کی پابندی لگانا ٹھیک نہیں، انہیں مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔
 - ۳- مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہو سکتی ہے۔
 - ۴- حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو اشہر حج میں میقات سے باہر جانے کی اجازت ہوگی مگر احتیاطاً ایک دم دیدے۔
 - ۵- حج کے احرام سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے۔
 - ۶: الف- عمل رمی میں نیابت ہو سکتی ہے۔
 - ب- ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ازدحام سے کسی خطرہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔
 - ۷- سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکی اجازت کے بغیر حج کرتے ہوئے پکڑے

جائیں تو وہ محصر کے حکم ہوں گے، یہ قربانی دے کر احرام ختم کر سکتے ہیں جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا تھا۔

۸- رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب تو ہے مگر حکومت کے مجاز اداروں کی ذمہ داری اختیار کی جاسکتی ہے۔

۹: الف- حج بدل کرنے والا امر کی اجازت سے حج تمتع کر سکتا ہے۔

ب- صریح اجازت کے بغیر تمتع نہیں کر سکتا ہے۔

ج- اگر ظن غالب پر تمتع کر لے تو حج بدل کرنے والے کے مال سے دم دینا لازم ہو جائے گا۔

ھ- امر کی اجازت نہ ہو اور حج سے پہلے سفر ہو گیا ہے، طویل عرصہ تک احرام کی پابندی مشکل ہے، حج کے ایام تک اپنے مال سے دم دینے کی اگر قوت ہو تو حج بدل کا احرام دوبارہ باندھ سکتا ہے۔

و- حج عن المیت کی صورت میں دم دینے کی خود میں ہمت ہو تو تمتع کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

۱۰- ایسی عورت کو ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر کے گھر دم دینے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

۱۱- سفر حج یا عمرہ میں شوہر کے انتقال پر ایام عدت میں حج یا عمرہ کر سکتی ہے۔

۱۲- مکہ میں ۱۵ دن سے زیادہ ہونے سے وہ مقیم ہوگا، منیٰ میں قصر کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۳- حنفی امام حرم کی اقتداء میں فصل کے ساتھ وتر ادا کرے ورنہ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔

حج و عمرہ کے مسائل

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

۱- حرم کی میں داخل ہونے کے لئے مطلق احرام کی شرط چاہے حج یا عمرہ کی نیت ہو یا نہ ہو، صرف حضرات حنفیہ کے یہاں ہے:

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد“ (ہدایہ ۱/۲۱۳، رشیدیہ دہلی)۔

دیگر ائمہ بالخصوص امام شافعی کے نزدیک میقات کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کی شرط صرف اس کے لئے ہے جس کا حج یا عمرہ کا ارادہ ہو اور جس کی اس کی نیت نہ ہو احرام کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے:

”الشافعی عنده إنما يجب الإحرام عند الميقات إذا دخل مكة بحجة أو عمرة لأن الإحرام شرع لأحدهما فإذا نوى ذلك يجب وإلا فلا“ (ہدایہ ۱/۲۱۵ علی البہائم)۔

ہدایہ میں یہ تفصیل نام لئے بغیر ہے:

”وقال قوم: لا يلزم الإحرام إلا لمريد الحج أو العمرة الخ“ (ہدایہ الحج ۲/۳۲۵)۔

اسی موقع پر امام مالک کے اس مسلک کی وضاحت بھی ہے کہ لکڑی فروش وغیرہ جنہیں

کثرت سے حدود حرم میں آنا جانا پڑتا ہو ان کے لئے بھی احرام کی ضرورت نہیں ہے:

”ولا خلاف أنه يلزم الإحرام من مرّ بهذه المواقيت ممن أراد الحج أو العمرة و أما من لم يردهما ومرّ بهما فقال قوم كل من مرّ بهما يلزم الإحرام إلا من يكثر ترداده مثل الحطابين وشبههم، وبه قال مالك“ (بواہی حوالہ سابق)۔

امام ابوحنیفہ کے مسلک کی جو تفصیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایہ اور دیگر حنفی مراجع میں دخول حرم کے لئے مطلق احرام کی شرط کی جو بات کہی گئی ہے دراصل وہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ حدود حرم میں بار بار آنے جانے کی ضرورت کے لئے امام صاحب کے یہاں بھی رخصت ہے اور اس کے لئے احرام ضروری نہیں ہے۔

”النوع الثالث) المكلف الذي يدخل... ولا حاجة متكررة فلا يجوز له تجاوز الميقات غير محرم، وبه قال أبوحنيفة وبعض أصحاب الشافعي“ (معنی ۲۶۹/۳)۔

جبکہ دوسروں کے یہاں بھی ڈبیل معروف ہے:

”وقال بعضهم: لا يجب الإحرام عليه و عن أحمد ما يدل على ذلك الخ“ (معنی حوالہ سابق)۔

اس تفصیل کی روشنی میں بار بار کی ضرورت والوں کے لئے توفیقہ حنفی میں بھی احرام کی شرط متفقہ نہیں رہ جاتی ہے، باقی تینوں ائمہ کی رائے پہلے ہی سے اس کے حق میں ہے، تجارت یا ملاقات کی اتنا قیہ ضرورت کے سلسلہ میں بھی امام شافعی اور دیگر ائمہ کی رائے پر عمل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے یہاں احرام کی شرط حج اور عمرہ کے ساتھ ہی ہے، مسئلہ کی دیگر تفصیلات سے اگرچہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی تجارت یا ملاقات کی ضرورت اس نوعیت کی نہ ہو کہ انہیں بار بار اور انتہائی کثرت سے مکہ آنا جانا پڑتا ہو، ان کے لئے احرام کی پابندی ہی زیادہ اولیٰ اور انسب ہے، لیکن اسے اولیٰ اور انسب کی حد تک ہی رکھنا بہتر ہے، واجب قرار دینا

مناسب نہیں ہے، بالخصوص فی زمانہ دینداری میں جو اشحلال ہے اس کے پیش نظر آسانی اور رخصت کا مسلک ہی بہتر اور مناسب ہے مزید آمدورفت کی کثرت و عدم کثرت کو متعلق فرد کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، اس کا فیصلہ وہ خود کرے کہ اس کے مطابق احرام کی مذکورہ رخصت سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

۲- تفصیل بالا کے مد نظر مکہ کے اندر یا باہر کے جن لوگوں کا مختلف اغراض سے بار بار مکہ آنا جانا ہو اور ان کی حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو، ائمہ ثلاثہ کی ان کے لئے رخصت واضح ہے کہ اندریں صورت انہیں احرام باندھنے کی حاجت نہیں ہے، فقہ حنفی جس کی معروف رائے اس کے برعکس ہے اس میں بھی امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے کے مطابق جس میں بار بار کی ضرورت کی صورت میں احرام سے رخصت کی گنجائش نکلتی ہے (معنی ۳۶۹، ۳۷۰)، اس مسلک میں بھی اس کی گنجائش پیدا ہوتی ہے، اگرچہ دینداری کے موجودہ اشحلال کے پیش نظر جس کا اشارہ اوپر گذرا، ہمارے نزدیک قابل ترجیح ہے کہ بار بار کی ضرورت سے قطع نظر حج یا عمرہ نہ کرنے کی صورت میں ملاقات یا تجارت وغیرہ کی مطلق ضرورت سے بھی احرام کی عدم پابندی کی دیگر ائمہ کی رائے پر عمل زیادہ بہتر اور قرین حالات ہے، دریں حالیکہ میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے پریشانی اور زحمت سے بچانے کے مقصد سے اہل مکہ کی طرح انہیں بھی مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کی اجازت فقہ حنفی میں پہلے سے موجود ہے:

”ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجة لأنه يكثّر دخوله مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين فصار كاهل مكة حيث يباح لهم الخروج لحاجة منها ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم الخ“
(ہدایہ ۱/ ۲۱۳)۔

آج کے دور میں بالکل یہی زحمت آفاقی کے لئے ہے، پس اس رخصت کو اس کے لئے بھی عام کر دینا مناسب ہے۔

۳- جمہور علماء کے اتفاق سے مکی کے لئے تمتع یا قرآن جائز نہیں:

”و اتفق العلماء علی أن من لم یکن من حاضری المسجد الحرام فهو متمتع“ (بدیۃ المجتہد ۱/۳۳۲)۔

یہی رائے امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے، البتہ امام مالکؒ کے یہاں یہ صرف مکروہ ہے:

”و أبو حنیفۃ یقول: إن حاضری المسجد الحرام لا یقع منہم التمتع، و کرہ ذلک مالک“ (بدیۃ المجتہد ۱/۳۳۳)۔

یہی حکم قرآن کا بھی ہے:

”والقارن الذی یلزمہ ہدی المتمتع هو عند الجمہور من غیر حاضری المسجد الحرام“ (بدیۃ المجتہد ۱/۳۳۵)۔

۴- اوپر کی گفتگو کی روشنی میں اس کا جواب واضح ہے، مکہ میں مقیم جن حضرات کے کام کی نوعیت ایسی ہو کہ سال کے تمام دنوں میں انہیں بار بار مکہ آنا اور جانا پڑتا ہے، فقہ حنفی سے ہٹ کر ان کے لئے رخصت معلوم ہے کہ ان کے لئے احرام کی پابندی ضروری نہیں ہے، اسی طرح حج یا عمرہ نہ کرنے کی نیت کی صورت میں بھی فقہ شافعی و دیگر کی رائے صاف ہے کہ اندریں صورت احرام واجب نہیں ہے، البتہ اسی کی بنیاد پر اہل مکہ کی تقسیم کرنے کی ضرورت ہے، کاروبار اور ملاقات وغیرہ کے لئے ہر ایک کی ضرورت لازماً بار بار آنے جانے کی نہیں ہوتی ہے، حج کا عرصہ، شوال، ذی قعدہ اور معروف قول کے مطابق دسویں ذی الحج کل دو ماہ دس دن ہے، جو بہت زیادہ نہیں ہے کہ آدمی کے لئے اس میں اپنے شہر سے نکلے بغیر چارہ نہ ہو، پس جو لوگ ایسا کر سکیں انہیں احتیاط کرنی چاہئے، البتہ ڈرائیور، سبزی فروش اور دیگر کاروباری جو سال کے باقی دنوں کی طرح ان ایام میں بھی ایسے ہی بار بار مکہ سے باہر اور پھر واپس آنے کے لئے مجبور ہوں، ان کے لئے ان فقہاء کے مسلک پر عمل کی اجازت دینا اولیٰ ہے جن کے ہاں ایسے ضرورت مندوں کے لئے احرام کی شرط نہیں ہے، کاروبار اور ملاقات وغیرہ کی اس سے ہٹ کر صورت کے لئے معاملہ کو

متعلق فریاد کی صوابدید پر چھوڑنا چاہئے، حج اور عمرہ کی نیت نہ ہونے کی صورت کا معاملہ پہلے سے ہی واضح ہے کہ اس کے لئے احرام کی ضرورت نہیں ہے، پس اہل مکہ میں اسے اسی سال حج کا ارادہ کرنے والا دو ماہ دس دن مکہ سے باہر نہ آئے جائے، الا یہ کہ وہ بار بار کی ضرورت والے لوگوں کی صف میں آتا ہو، سوا اس کی رخصت معلوم ہے، مکی کے لئے ایک رائے تمتع اور قرآن کے جواز کی بھی ہے (بدیۃ المجتہد ۱۱/۳۳۲-۳۳۵) اور اس صورت میں اس کے لئے دم نہیں ہے (بدیۃ ۱۱/۳۳۲)، مخصوص حالات میں مکی کے لئے اس رخصت سے بھی فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہونی چاہئے، جہاں تک ممکن ہو دم سے بچانے کی راہ نکلتی چاہئے۔

۵- ایک ہی سال میں ایک سے زائد بار عمرے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف معلوم ہے، حضرت امام مالک کے یہاں سال میں مستحب ایک ہی عمرہ ہے، ایک ہی سال میں دو یا تین کو وہ مکروہ کہتے ہیں، البتہ امام شافعی اور حضرت امام اعظم کے یہاں اس میں کراہیت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

”واختلفوا فی تکریرھا فی السنة الواحدة مراراً فکان مالک يستحب عمرة فی کل سنة ویکره وقوع عمرتین عنده أو ثلاثاً فی السنة الواحدة، وقال الشافعی و أبو حنیفة لا کراہیة فی ذلك“ (بدیۃ ۱۱/۳۲۶)۔

اس کے لحاظ سے تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتا ہے، الا یہ کہ موجودہ دور کے غیر معمولی ازدحام کے پیش نظر منتظمین حج کی طرف سے اس سے بچنے کی سفارش ہو تو اندریں صورت لوگوں کو زحمت سے بچانے کے مقصد سے ایک عمرہ پر اکتفاء کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

۶: الف- رمی کے عمل میں ایک شخص دوسرے کی نیابت کر سکتا ہے۔

ب- نیابت کے جواز کے لئے مریض اور معذور کے ساتھ مجبوس کا بھی ذکر ہے، یعنی یہ کہ جو شخص کسی شدید مجبوری سے رمی جمرہ کے لئے نہ جاسکے، لیکن مناسب ہے کہ اسے بہت عام

نہ کیا جائے، محض ازدحام کے ڈر سے نائب بنانا درست نہیں ہے۔

”إذا كان الرجل مريضاً أو محبوساً أو له عذر جاز أن يستنوب من

يرمى عنه“ (المغنی ۳/۳۹۰)۔

البتہ بیماری اور عذر کی صورت میں بھی بہتر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نائب کے ہاتھ میں کنکری اپنے ہاتھ سے رکھے جس سے کہ اس عمل میں اس کی بھی یک کونہ شرکت ہو جائے، قاضی ابو یعلیٰ کی رائے کے الفاظ ہیں:

”قال القاضی: المستحب أن يضع الحصى في يد النائب ليكون له

عمل في الرمي الخ“ (حوالہ سابق)۔

۷۔ ہاں ایسا شخص ”محصّر“ کے حکم میں ہوگا، وہ دم احصار کے طور پر قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی کے ہاتھ بھیج دے جس سے اس کی طرف سے حرم میں قربانی کر دی جائے، اس وقت تک اس کے لئے احرام سے تحلیل جائز نہ ہوگا، لیکن کسی وجہ سے وہ اس کے لئے اس سے پہلے مجبور کر دیا جائے تو ساتھ ہی وہ دم جنایت بھی ادا کرے، دونوں ہی صورتوں میں آئندہ حج یا عمرہ وہ اس وقت کرے جبکہ حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کو اس کی اجازت مل جائے، اصحاب امر کی معروف میں اطاعت واجب ہے، اور موجودہ دور کے حالات و مصالح کے مد نظر حکومت کا یہ حکم معروف میں داخل ہے اور ہر مسلمان کے لئے اس کی پیروی لازم ہے۔

۸۔ صورت مسئولہ میں رمی، ذبح حلق کے درمیان ترتیب قائم نہ رہنے پر دم لازم نہیں ہوگا، حالات مندرجہ کے پیش نظر فقہ حنفی کے قول مرجوح اور دیگر ائمہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، ترتیب کے عدم تاملین میں صرف امام شافعی کے علاوہ عطاء، ابو یوسف اور ابو ثور ہیں (المغنی لابن قدامہ ۳/۳۶۶) اور موجودہ حالات میں ان کی رائے پر عمل کیا جانا مناسب ہے (نیز ملاحظہ ہو: مغنی ۳/۵۲)۔

۹۔ شریعت میں عرف کا دخل ہے، اس لئے اس وقت مطلق حج سے اگر حج تمتع، مفہوم

ہوتا ہے تو حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا حج تمتع ہی سمجھا جائے گا، ہاں بہتر ہوگا کہ روانگی سے قبل اس کی صراحت ہو جائے جس سے کہ شبہ زائل ہو جائے۔

باقی شقوں کا جواب اس طرح ہے:

الف - ہاں! کر سکتا ہے۔

ب - عرفا حج تمتع مفہوم ہونے کی صورت میں کر سکتا ہے، لیکن بہتر ہے کہ صراحت پیشگی کرائی جائے۔

ج - ہاں! تمتع کر سکتا ہے۔

د - آمر کی طرف سے صریح طور پر تمتع کی ممانعت نہ کی گئی ہو تو دم تمتع آمر کے ہی مال میں لازم ہوگا۔

”و دم المتعة والقران ان اذن له في ذلك على المستتيب“

(معنی ۳۳۲/۳-۳۳۳)

ھ - آمر کی اجازت سے حج بدل کرنے والے کے لئے تمتع کی گنجائش ہے، اس لئے صورت مسئلہ میں قرآن کی طویل عرصہ کی پابندی اس کو جھیلنے کی ضرورت نہیں ہے، اشہر حج شروع ہونے سے قبل جانے کی صورت میں پہنچنے کے ساتھ ایک عمرہ کر لے، بعد ازاں حج کے ساتھ عمرہ کر کے تمتع کی صورت پیدا کر لے، سال میں ایک سے زیادہ عمرے کی گنجائش ہے، اس کا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، تفصیل پہلے آچکی ہے۔

و - اصولی طور پر زندہ اور مردہ کے حج بدل میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے (معنی ۳۳۲/۳، بدیۃ المجتہد ۱/۳۲۰)، اس لئے حج عن المیت کی صورت میں تمتع کی گنجائش نہ ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

۱۰ - صورت مسئلہ میں چونکہ اضطرار ہے اس لئے:

الف - ایسی عورت ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کر کے اپنا حج مکمل کر لے۔

ب- بوجہ فطر اس کارکن ادا ہو جائے گا اور اس پر دم لازم نہ ہوگا۔

ج- دم لازم ہی نہیں تو بد نہ اور بکرا کا سوال ہی نہیں۔

د- یہ شق بھی اپنے آپ زائل ہو جاتی ہے۔

۱۱- مکی ہونے کی صورت میں وہ اپنے کو مہصر کے حکم میں سمجھے اور اگلے سال اپنے حج

عمرہ کی تکمیل کرے، آفاقی ہونے کی صورت میں وہ یام عدت میں حج اور عمرہ کر لے، بنا بریں کہ

وہ فطر ار کی شکار ہے اور دوسرے سال آ کر حج اور عمرہ کی تکمیل اس کے لئے بوجہ دشواریوں کی

باعث ہے۔

۱۲- منیٰ کی آبادی کے مکہ سے متصل ہو جانے پر دونوں ایک ہی مقام متصور ہوں گے،

اور دونوں میں ملا کر ۱۵ اردن پورا ہونے پر ہی وہ شخص مقیم سمجھا جائے گا۔

۱۳- صورت مسئلہ میں مسجد اور حرمین میں وتر جس طرح ادا کی جاتی ہے ویسے ہی ادا

کرے اپنے مسلک کی پیروی کی خاطر مسجد اور حرمین سے الگ ہو کر علیحدہ وتر ادا نہ کرے۔

حج اور عمرہ کے مسائل

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی ☆

زمان و مکان کے تغیرات نے اسلام کے جس رکن سے متعلق سب سے زیادہ مسائل پیدا کئے ہیں، وہ غالباً حج کا رکن ہے، اس سے متعلق ائمہ مجتہدین اور فقہاء تبعیین نے جو مسائل مستنبط کئے اور جو رائیں اپنائیں وہ اپنے وقت کے حالات کے پیش نظر تھیں جبکہ تعداد حج چند لاکھ مشکل سے پہنچتی تھی، نہ چاہ زمزم زمین دوز کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی، نہ مسعی و مری کو دو منزلہ بنانے کی حاجت تھی اور نہ ہی ان کی ایسی توسیع ہوئی تھی، مگر ان کوششوں کے باوجود مشکلات میں اضافہ ہوتا رہا جس کے نتیجے میں اکثر ایام حج میں، اللہ محفوظ رکھے، کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے مسائل کا صحیح اندازہ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، ایک زمانہ تھا کہ فقہاء نے یہ تک بتا دیا تھا کہ ”کنکری کہاں سے کھڑے ہو کر کیسے پکڑ کر ماریں اور کہاں گرے یہ دیکھ لیں“، آج یہ حال ہے کہ آدمی حمرات کے راستہ میں کھڑا ہو جائے اور ریلا خود بخود اسے وہاں پہنچا دے گا اور بس اپنے کو سنبھالتے ہوئے کسی طرح رمی کی سنت ادا کر لے، اسلامک فقہ اکیڈمی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اس مسئلہ کو بھی اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے، پیش کردہ سوالات کو حل کرنے کے لئے نصوص قرآنی اور احادیث و آثار کے علاوہ شریعت کے مزاج اور مقاصد کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے اور مشکلات کے حل میں کوئی حرج نہیں کہ دوسرے فقہی مسالک کی رایوں کو بھی سامنے رکھا جائے، کیونکہ کسی مشکل کو حل کرنے کے لئے کوئی

نئی رائے بنانے کے مقابلہ میں یہ کہیں بہتر ہے کہ مسلمہ مسالک کی کوئی رائے جو گرہ کشا ہو اپنا لیا جائے کہ انہیں بھی ہم برحق سمجھتے ہیں اور انہوں نے بھی مسائل کے حل میں بنیادی مآخذ کا سہارا لیا ہے، اس مختصر تمہید کے بعد نمبر و اسوالات کے جواب درج ذیل ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ نے میقات کی تعیین کے وقت فرمایا تھا:

فہن لہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن ممن اراد الحج والعمرة“

(صحیح مسلم وغیرہ)۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ مواقیت ان کے لئے ہیں جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے، ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے نہ گزرے، اب اگر کہیں کسی نے مطلق بھی احرام باندھ کر گزرنے کی بات کہی ہو تو اس حدیث سے اس کی تخصیص ہو جائے گی۔

۲- مذکورہ بالا وضاحت کے بعد ایسے لوگوں کے لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا جو حج یا

عمرہ کی نیت کے بجائے تجارت و ملازمت یا اپنے کسی کام سے مکہ میں آمد و رفت رکھتے ہیں، اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے بھی ہوتی ہے کہ فتح مکہ کے وقت جبکہ آپ ﷺ حج یا عمرہ کی نیت سے نہیں تشریف لارہے تھے اس وقت احرام نہیں پہنا، مکہ مکرمہ کے اندر آنے والے ہر شخص کو احرام کا پابند کرنا ایسی مشقتوں کا باعث ہوگا جن کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، پابندی کی شکل میں یا تو آدمی آئے نہیں یا آئے تو احرام باندھ کر عمرہ یا حج بھی کرے، اس طرح ہم اس پر ایسی چیز لازم کریں گے جو شریعت نے نہیں کیا ہے۔

۳- مکی کے لئے تمتع یا قرآن کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اثبات یا نفی کا

دار و مدار آیت حج تمتع:

”فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد

فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم

يكن أهله حاضري المسجد الحرام“ (سورة البقرہ) کے سمجھنے پر ہے، تعجب ہے کہ اتنے اہم

حکم سے متعلق احادیث خاموش ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد رائیں ہیں مثلاً:

- ۱- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اہل مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے۔
- ۲- امام مالکؒ نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔
- ۳- حضرت ابن زبیرؓ نے تمتع سے مراد مختصر کا تمتع لیا ہے۔
- ۴- کچھ دوسرے ائمہ نے اہل مکہ کے لئے تمتع جائز قرار دیا ہے لیکن ان پر ہدی نہیں

ہے۔

اختلاف کی وجہ آیت کے آخری حصہ ”ذَلِك لِمَنْ لَمْ يَكُنِ الْيَخُ“ کے تعلق کی تعین پر ہے، یعنی جن لوگوں نے اسے حکم تمتع سے جوڑا ہے وہ اہل مکہ کے لئے تمتع جائز نہیں سمجھتے اور جن لوگوں نے اسے ہدی اور صیام کے حکم سے متعلق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کمی تمتع تو کر سکتا ہے البتہ اس پر ہدی نہیں ہے، چونکہ آیت میں دونوں ہی معانی کا احتمال ہے اور ہذا کے جواز میں کوئی اختلاف اور شبہ نہیں اس لئے ناچیز کی رائے میں کمی کے لئے اولیٰ وافر اد ہے، لیکن تمتع کی واضح ممانعت مروی نہ ہونے کی وجہ سے بکراہیت جواز ہو سکتا ہے، مگر جو چیز آیت میں اس وقت زیادہ غور کی مستحق ہے وہ ”مَنْ لَمْ يَكُنِ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فِي أَهْلِهِ“ کا لفظ ہے، آیت میں یہ نہیں ہے کہ مَنْ لَمْ يَكُنِ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، اس فرق کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے تو یہ کہ باہر سے مقيم لوگوں کے لئے (جن کے اہل و عیال میقات سے باہر ہوں) تمتع کی ممانعت یا ہدی کی چھوٹ (باختلاف اقوال) نہ ہو، یا وہ لوگ جو خود مکہ سے ہجرت کر گئے ہوں یا اپنے کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں میقات سے باہر رہتے ہوں لیکن ان کے اہل و عیال ابھی حاضری المسجد الحرام ہوں تو ان پر بھی تمتع منع ہو یا ہدی کی چھوٹ ہو۔

۴- میقات کے باہر سے مکہ آنے والے کے لئے، جیسا کہ اوپر (۱) میں تحریر کیا،

صرف اس شکل میں احرام لازم ہے جبکہ وہ عمرہ یا حج کی نیت سے آرہا ہو:

”مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ“۔

خاص طور سے مکی جس کا گھر ہی وہاں ہے اور اسے باہر آنا جانا رہتا ہے احرام کی پابندی عائد کر کے ہم مزید کئی پیچیدگیاں پیدا کریں گے۔

۵- کر سکتا ہے، کیونکہ اس کی ممانعت نہیں آئی ہے، البتہ ”کثرتِ عمرہ“ کے مقابلہ میں ”کثرتِ طواف“ زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ ”عمرہ کی کثرت“ مسنون نہیں ہے۔

۶: الف- عمل رمی میں بچوں کی طرف سے رمی کی نیابت کا ذکر حضرت جابرؓ کی حدیث

میں آیا ہے:

”حججنا مع رسول اللہ ﷺ ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن

الصبيان ورمينا عنهم“ (ابن ماجہ) اس سے معلوم ہوا کہ اس عمل میں نیابت ہو سکتی ہے۔

ب- مریض و معذور کے علاوہ عورتوں کو بھی اجازت دی جاسکتی ہے اگر انہیں کوئی رمی کا ایسا وقت نہ مل سکے جس میں وہ مردوں کے ریلے سے بچ کر رمی کر سکیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ضعفاء و مرضی و نساء کی خاص رعایت کی ہے لیکن بہتر ہے کہ وہ خود رمی کریں اور اس کے لئے ایسے وقت کا انتخاب کریں جس میں نسبتاً بھینٹ کم ہو خواہ وہ وقت غیر افضل ہی کیوں نہ ہو، صرف ازدحام کے خوف سے ہر شخص کو نائب بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۷- جو لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں ایسے لوگ بھی محصر کے حکم میں ہوں گے اور ان پر وہی حکم لاگو ہونا چاہئے جو دیگر محصرین کے ہیں یعنی اس پاداش میں اپنا ہدی (یا اس کی رقم) مکہ بھجوائیں اور جب وہاں انجام پا جائے تب احرام کھولیں اور پھر جب کھلے بند انہیں حکومت سے اجازت ملے تب اس کی قضا کریں (یا در ہے کہ حکومت سعودی عرب ازدحام کو کم کرنے اور دور سے آنے والے حجاج کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے مقیمین کے نقلی حج پر پانچ سال کے لئے پابندی لگائی ہے)۔

۸- دیدہ و دانستہ اور بلاعذر ترتیب کی خلاف ورزی صحیح نہیں ہے، لیکن مجبوری یا عدم علم

کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو حجۃ الوداع میں بے ترتیبی کے متعدد واقعات کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان ”افعلوا ولا حرج“ (صحیح مسلم) کو اپناتے ہوئے فقہ حنفی کے قول مرجوح اور دوسرے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے سوالنامہ کے مذکورہ احوال کے سلسلہ میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

۹- حج بدل کرنے والا امر کا نائب و مامور ہونا ہے اب یا تو امر شروع ہی میں جس طرح کا حج چاہتا ہے بتا دے ورنہ حج بدل کرنے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کہ جس کو وہ افضل سمجھتا ہے یا جس کو وہ بخوبی انجام دے سکتا ہے وہ حج کرے۔

الف - کر سکتا ہے، نہ کر سکنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

ب - اگر امر نے منع نہیں کیا ہے اور نہ یہ خیال ہو کہ اس کو اعتراض ہوگا تو کر سکتا ہے۔

ج - کر سکتا ہے۔

د - دونوں شکل میں ثواب تو امر کو پہنچنا ہے اس لئے اس کے مال سے دم تمتع ہوگا، اگر اس کو کوئی اعتراض ہے تو پہلے ہی منع کر دے۔

ھ - اس کی دشواری کا یہ حل ہے کہ وہ حج بدل کے لئے جائے ہی نہیں، شریعت نے اسے حج بدل پر جانے کے لئے مجبور نہیں کیا ہے۔

و - شریعت کے بنیادی ماخذ میں تو کوئی تفصیل ملی نہیں اس لئے معاملہ تجویز پر چھوڑ دینا چاہئے، ہم پابندیاں کیوں بڑھائیں۔

۱۰: الف - طواف کے لئے نماز کی طرح پاکی کو شرط قرار دیا گیا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابیات کو ”حتی تطہری“ کہہ کر پاک ہونے تک طواف زیارت سے روک دیا، اس لئے اس حالت میں طواف زیارت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ب - مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں رکن او نہیں ہونا چاہئے اور دم دے۔

ج - چونکہ طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ہے اس لئے بدنہ ذبح کرے، اگر

موقع مل سکے تو مکہ مکرمہ ہی میں دم دے، ورنہ اپنے مقام پر پہنچ کر کرے۔
 نوٹ۔ یہاں دم کی ادائیگی اطمینان قلب کے لئے ہے ورنہ طواف زیارت کے ترک
 میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے: ”ہذا شیئ کتبہ اللہ علی بنات آدم“ اور سوالنامہ میں جو
 حالات لکھے ہیں وہ بھی اس کے بس سے باہر ہیں ”لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعها“ انسان
 سے اس کی استطاعت بھر ہی تقویٰ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

”فاتقوا اللہ ما استطعتم۔“ ”وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔“
 ۱۱۔ ”احصا رعدت“ اور ”اتمام حج“ دونوں ہی فرمان خداوندی ہیں اور دونوں کے
 اسباب مہیا ہیں، چونکہ حج کا سبب پہلے سے موجود ہے، اس لئے ”واتموا الحج والعمرة
 للہ“ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ایام رعدت میں حج و عمرہ کی تکمیل کرے۔

۱۲۔ اگر پندرہ دن سے کم ایک مقام پر قیام رہتا ہے تو مسافر ہی رہے گا، آبادیوں کے
 مل جانے کا اعتبار کرنے کے بجائے ان کے علیحدہ تشخص اور احکام (انتظامی یا شرعی) کا اعتبار ہونا
 چاہئے، منیٰ کا جو حکم ہے وہ مکہ کا نہیں ہو سکتا، حرم وغیر حرم کی سرحدیں بھی ملی ہوتی ہیں، لیکن احکام
 جدا ہیں، جہاں تک آبادیوں کے بڑھ کر ایک دوسرے سے مل جانے کا تعلق ہے بعید نہیں کہ وہ دن
 بھی آجائے جب مسافرت کی مقدار رکھنے والے بعض شہر بھی ایک دوسرے سے مل جائیں۔

۱۳۔ اگر آدمی حرم کے اندر ہی وتر ادا کرتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مجمع و جماعت کے ساتھ
 امام مسجد کی اقتداء کرے ورنہ اپنے مسلک کے حساب سے اپنے گھر پڑھے، اس طرح کے اختلافی
 مسائل جو کہ اختلاف روایات پر مبنی ہیں، ان میں ایک کی تردید اور ایک کا اثبات کے بجائے تخییر
 و ترجیح کا حکم ہونا چاہئے۔

بعض مسائل حج و عمرہ

مفتی عزیز الرحمن صاحب ☆

دخول مکہ بلا احرام

احرام حج و عمرہ کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز کے لئے تکبیر تحریمہ، لیکن بلا حج اور عمرہ کی نیت سے کسی دوسری ضرورت سے مکہ معظمہ میں بلا احرام کے داخلہ میں ہمارے اور دیگر ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، دونوں فریق کا استدلال احادیث سے ہے، ہمارے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

”لا تجاوزوا الميقات بغير احرام“ (بلا احرام کے میقات سے تجاوز نہ کرو)۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جبکہ حضرات شوافع نے حضرت انسؓ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں مذکور ہے:

”إن النبي ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلی رأسه المغفر“

(نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر

خود موجود تھا)۔

”قال الطیبری دل علی جواز الدخول بغير احرام لمن لا یرید النسک

وهذا أصح قول الشافعی“ (مرقاۃ ۸/۵۴)۔

(طیبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے لئے جس کا مناسک ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو

بغیر احرام کے (مکہ میں) دخول کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ امام شافعی کا صحیح قول ہے۔
 علماء حنفیہ نے اس بارے میں ایک حیلہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آفاقی داخل میقات
 بستان بنی عامر میں کسی کام سے جائے اور اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو تو وہ مکہ معظمہ میں کسی دوسری
 ضرورت سے بلا احرام کے داخل ہو سکتا ہے، اس حیلہ کو درمختار میں اور ہدایہ میں اور مناسک ملا علی
 قاری میں بھی نقل کیا گیا ہے، لیکن اس حیلہ کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے، امام یوسف
 نے پندرہ دن کے قیام کی قید لگائی ہے:

”امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن قیام کرنے کی نیت کر لی تو
 پھر جواب وہی ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا، یعنی اگر اس نے مکہ میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی تو
 اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے اس لئے کہ مکہ اس کے لئے اب
 بحیثیت وطن ہو گیا۔“

لیکن دوسرے حضرات نے اس قید کا انکار کیا ہے:

”سواء نوى الإقامة خمسة عشر يوماً أو لم ينو“ (البنایہ، ۱۵۸۲، مطبوعہ

نولکھور)۔

اس سے حیلہ جواز اور رخصت کا پہلو نمایاں ہو رہا ہے اور موجودہ زمانہ میں ضرورت اور
 حرج کی وجہ سے اسی کو اصولاً ترجیح دیا جائے۔

”وقال أبو عمر لا أعلم خلافاً بين فقهاء الأمصار في الخطابين ومن
 يدمن الاختلاف إلى مكة ويكثره في اليوم والليله أنهم لا يؤمرون بملك لما
 عليه فيه من المشقة“ (فتح الملہم، ۳۱۲)۔

(ابو عمر کہتے ہیں کہ لکڑیاں جمع کرنے والے اور جو مکہ ہمیشہ اور کثرت سے آتے جاتے
 رہتے ہیں ان کے سلسلہ میں اس زمانہ کے فقہاء کے درمیان کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے)۔

علامہ ابو عمر بن عبد البر نے یہاں لکھا ہے کہ حج اور عمرہ کے علاوہ دوسری ضروریات سے

آفاقی حضرات جو بار بار آتے جاتے رہتے ہیں بر بنائے مشقت ان پر احرام نہیں ہے، لیکن ہمارے مشائخ میں سے حضرت شیخ الہند بر بنائے علت تعظیم بقعہ مبارکہ اس صورت میں بھی احرام کو کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہر صورت احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہئے خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔

”قال محمد فی الأصل أما إذا أراد الآفاقی وفي الخانية ومن كان خارج الميقات، دخول مكة فينبغي له أن يحرم من الميقات بحج أو عمرة سواء دخل مكة مريلاً للنسك أو دخلها الحاجة من الحوائج“ (المنا رفاية ۳۷۵/۲)۔

(امام محمد سے کتاب الاصل میں منقول ہے کہ جب آفاقی نے ارادہ کیا، اور خانہ میں ہے کہ وہ شخص جو میقات سے باہر ہے اور وہ مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ میقات سے ہی حج یا عمرہ کا احرام باندھے خواہ وہ مکہ میں مناسک ادا کرنے کے ارادہ سے داخل ہو یا اپنی کسی ضرورت کے لئے داخل ہو)۔

امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ حج یا عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس پر احرام باندھنا لازم ہے، لیکن اگر کسی دوسرے کام کا ارادہ ہو تو پھر احرام لازم نہیں ہے، اور جس کے گھر والے میقات کے پاس یا میقات کے اندر ہوں تو اس کے لئے کسی ضرورت کی خاطر بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور اسی طرح اہل مکہ میں سے کوئی اپنی ضرورت کے لئے مکہ سے باہر نکلے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ پھر بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو جائے۔ (۳۷۵/۲)۔

میرے نزدیک امام محمد کے قول میں ینبغی کی قید اور در مختار اور ہدایہ میں حیلہ بستان بنی عامر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر نے علت مشقت کو جو ملحوظ رکھا ہے اس کی بنا پر بلا احرام کے داخلہ کورات و دن کی آمد و رفت میں دیگر ضروریات کے لئے ترجیح حاصل ہونا چاہئے۔

۲- مکی جبکہ حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کا میقات حرم ہی ہے، اپنے میقات سے باہر جائے گا اور آئے گا کہ حج کا ارادہ اس نے ساقط نہ کیا ہوگا تو اس کو دم اداعی کرنا پڑے گا جیسا کہ سوال کی عبارت میں ہے، اگر یہ دم سے بچنا چاہتے ہیں تو باہر سے باہر احرام باندھ کر عرفات چلے جائیں۔

اہل مکہ میں سے جو حنفی ہے اس پر یہ ہے کہ وہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھ لے ورنہ بغیر احرام کے میقات کو پار کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا اور اگر ان لوگوں نے مکہ میں احرام باندھا جیسا کہ عام طور پر وہ کرتے ہیں اور عرفہ چلے گئے تو ان کے تلبیہ کرتے ہوئے حل میں پہنچنے کے بعد دم تجاوز کا نہ یہ ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ عمل احرام اور تلبیہ کے ساتھ میقات کی طرف ان کا لوٹنا ہے اور یہ چیز دم تجاوز کو ساقط کر دیتی ہے (امداد الساری ۱/ ۵۸)۔

۳- ترتیب افعال یوم النحر

”اعلم أن الترتیب بین الرمی والذبح والحلق للقارن والمتمتع واجب عند أبی حنیفہ وسنة عندهما و کذا تخصیص الذبح بأیام النحر، و أما تخصیص الذبح بالحرم فإنه شرط“۔

(جاننا چاہئے کہ قارن اور متمتع کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، اسی طرح ذبح کو ایام النحر کے ساتھ خاص کرنا بھی ہے، لیکن ذبح کو حرم کے ساتھ خاص کرنا تو شرط ہے)۔

حلق اور طواف کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے اور اسی طرح رمی اور طواف کے درمیان بھی، لیکن یہ جو کہا گیا ہے کہ رمی، حلق اور طواف کے درمیان ترتیب واجب ہے صحیح نہیں ہے (مرآۃ ۵۳۳/ ۳۶۳)۔

اس باب میں متعدد احادیث ہیں اور شرح احادیث نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے۔

”حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس نے کسی کو کسی پر مقدم کر دیا تو اس پر دم ہے، سعید بن جبیر بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن امام شافعی، صاحبین، جمہور علماء سلف اور محدثین فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مذکورہ وظائف کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے“ (فتح الملہم ۳/۳۴۱)۔

امام ابو حنیفہ کا مستدل یہ آیت مبارک ہے: ”و یذکروا اسم اللہ فی آیام معلومات علی ما رزقہم من بہیمۃ الأنعام فکلوا منها و اطعموا البانس الفقیر ثم لیقضوا نفثہم ولیوفوا نذرہم ولیطوفوا بالبیت العتیق“۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس نص سے ترتیب واجب ہے جبکہ حضرات صاحبین اس آیت اور دوسری احادیث سے ترتیب کو مسنون قرار دیتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طویل حدیث جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بارے میں ہے ذکر فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

”پھر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ ”اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا“ تو محمد ﷺ نے ملت ابراہیمی کی اتباع کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا، لہذا آپ ﷺ نے مناسک حج اسی کے مطابق ادا کئے جیسا ابراہیم نے ادا کیا تھا اور فرمایا: ”خلنوا عنی مناسککم“ تم لوگ مجھ سے اپنے مناسک حاصل کر لو اور فرمایا: یہی تمہارے مشاعر ہیں جو تمہیں تمہارے باپ ابراہیم سے وراثت میں ملے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ملۃ ابراہیم حنیفا“ اور یہ تمام چیزیں ان دونوں نبیوں کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

بہر حال حنفیہ ہی کے یہاں مسئلہ مختلف فیہ ہے، حضرات صاحبین سعیت کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ وجوب کے، اس لئے ضرورت کے وقت اشخاص اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم دینا چاہئے یعنی دم اور عدم دم کا۔

حج میں نیابت

حج چونکہ ایک مرکب عبادت ہے جو مال اور بدن دونوں سے ادا کی جاتی ہے، اس لئے حضرات حنفیہ کے نزدیک اس میں نیابت جائز ہے۔

اس باب میں دو حدیث ہیں ایک ”امراة من خشعم“ والی اور دوسری ”انسی رجل النبی ﷺ“ والی، ان دونوں کو مشکوٰۃ شریف نے روایت کیا ہے، ان دونوں احادیث سے حضرات فقہاء نے متعدد احکامات استنباط کئے ہیں مثلاً حج بدل جس کی طرف سے کیا جا رہا ہے وہ قریبی رشتہ دار یعنی لڑکا ہے یا غیر ہے، مرنے والے نے وصیت کی ہے یا نہیں، یا اگر آمر ہے تو وہ کون سے حج کا امر کر رہا ہے۔ اس باب میں حج بدل کرنے والا مامور اور کرانے والا آمر کہلاتا ہے، ظاہر ہے اس بارے میں حج بدل کرنے والے کا اپنا اختیار نہیں ہے، وہ ویسے ہی کر سکتا ہے جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے، اگر اس کے خلاف کرے گا تو مال کا ضامن ہوگا۔

حج کے اقسام میں تین قسم کے حج ہیں، فرائض اور قرآن، پہلے اور تیسرے حج میں احرام اور اس کی پابندیاں مسلسل چلتی ہیں جبکہ تمتع میں درمیان میں احرام سے باہر آنے کا موقع ملتا ہے، فائدہ اس میں یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کئے جاتے ہیں، آمر چونکہ عام طور سے مطلقاً حج کو بھیجتا ہے اس کو قید نہیں کرتا، مامور اپنی سہولت کے لئے یا فضیلت کے لئے تمتع یا قرآن کرتے ہیں اس لئے حضرات فقہاء نے فرمایا ہے:

الف - اگر کسی اور نے اس کو فرائض حج یا عمرہ کا حکم دیا اور اس نے قرآن کر لیا تو وہ خلاف ورزی کرنے والا قرار پائے گا اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ضامن ہوگا، امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ حکم دینے والے کی طرف سے استحساناً یہ عمل کافی ہو جائے گا۔

ب - اور اگر اس کو حکم دیا تھا حج کا اور اس نے عمرہ کر لیا پھر مکہ سے حج کیا تو سب کے نزدیک خلاف ورزی کرنے والا ہوگا، اور خانیہ میں ہے کہ ذاتی فریضہ حج کی صورت میں یہ جائز

نہ ہوگا (فتاویٰ النہجۃ رضانیہ ۶/۲۳۶)۔

ج- ”یصیر مخالفاً للقران أو التمتع“ (درختار ۳/۲۳۸)۔

(قران یا تمتع کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا)۔

درختار میں قران کے بارے میں استحسان کی قید کو ملحوظ نہیں رکھا، جبکہ استحساناً قران جائز ہے کیونکہ اس میں حج ادا ہو جاتا ہے اگرچہ دمقران مامور پر ہی ہوتا ہے۔

حج تمتع کے بارے میں ملا علی قاری نے المناسک میں بیان کیا ہے کہ اگر حج تمتع آمر کی اجازت سے بھی کیا ہے تب بھی حج ادا نہ ہوگا اگرچہ ضمان مامور پر نہ ہوگا، ہمارے مشائخ میں سے مولانا گنگوہی اور مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی عدم جواز ہی کو کہا ہے (اداء الساری ملاحظہ)۔ (۲۸۷/۱-۲۹۰)۔

ہمارے مشائخ نے تمام امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر حال میں عدم جواز کا حکم دیا ہے۔ رہا دشواریوں کا پیش آنا اس کے کوئی معنی نہیں ہیں، اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ مسئلہ مذکورہ میں جب اصل کی اجازت ہی سے کچھ نہیں بنتا تو وارث وغیرہ کی اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی۔

طواف زیارت اور حائضہ

الف- طواف زیارت حج کا رکن ہے بغیر اس کے حج مکمل نہیں ہوتا، اگرچہ قیوف عرفات جو حج کا رکن اول ہے اس کے مقابلہ میں طواف زیارت کم اہم ہے۔

”طواف الزيارة وهو ركن لا يتم الحج إلا به لكنه دون الركن الأعظم وهو الوقوف بعرفة لفوات الحج ببلونه بخلاف الطواف فإنه مستدرک بأدائه في وقته الموسع إلى آخر عمره أو يلزم بلذنه بفوته عند موته إن أوصى بإتمام الحج“ (مناسک ملا علی قاری ۱/۹۱)۔

ب- اس کے بعد معلوم ہے کہ طواف البیت کو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الطواف بمنزلة الصلاة إلا أن الله أباح فيه النطق فمن نطق فلا ينطق إلا بخير“ رواه الحاكم في المستدرک والطبرانی وفي رواية ”الطواف بالبيت صلوة إلا أن الله أباح فيه الكلام“۔
(طواف نماز کے درجہ میں ہے، مگر اللہ نے اس میں گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے، تو جو کوئی گفتگو کرے تو بھلی بات کرے)۔

ج۔ ملا علی قاری نے واجبات طواف میں ذکر کیا ہے:

”وہ افعال جن کے بغیر طواف درست ہے اور ان کے ترک کی وجہ سے دم کے ذریعہ تلافی کی جائے گی، سات ہیں: پہلا حدیث اکبر و اصغر سے طہارت ہے، یعنی ان دونوں میں کفارہ اور اثم کے اعتبار سے تفریق کی صورت۔۔۔۔ میں دلی قولہ۔ جبکہ طواف تمام شرائط کے اعتبار سے نماز کی طرح ہے، آپ ﷺ کے استثنائی عمل کے ساتھ یعنی ترک استقبال اور جواز شکی وغیرہ، پھر جب ثابت ہو گیا کہ نجاست حکمیہ سے پاکی ضروری ہے تو اگر اس نے نجاست حکمیہ سے ظاہر نہ ہونے کی حالت میں طواف کیا تو ہمارے نزدیک درست ہے اور امام احمد کے نزدیک اس کے لئے یہ جائز نہیں اور وہ گنہگار ہوگا اور اس پر اعادہ واجب ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں جزا یہی حکم ہر اس واجب کا ہے جسے ترک کر دیا گیا ہو“ (مناسک، ۳)۔

د۔ محرمات طواف کے سلسلہ میں ایک فصل، جنس طواف حالت جنابت یا حالت حیض و نفاس میں سخت حرام ہے۔۔۔۔۔ (مناسک، ۱۱۳)۔

ھ۔ ”روی عنه أن عليه صدقة فلو أنه لم يعد الطواف حتى رجع إلى أهله فعليه إن كان جنباً بلذنة وإن كان محدثاً فعليه شاة“ (التا رضانہ)۔

(ان سے روایت ہے کہ اس کے ذمہ صدقہ ہے، تو اگر اس نے طواف کا اعادہ نہیں کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا تو جنبی ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ ایک بدنہ ہے اور محدث ہونے کی صورت میں بکری)۔

و- اگر حائضہ کا خون دوا کے ذریعہ یا بغیر دوا کے رک گیا یا بالکل یہ نہیں رکا، پھر اس نے غسل کیا یا نہ کیا اور طواف کر لیا، پھر اس کے معمول کے دنوں میں اس کا خون عود کر آیا تو ایسی صورت میں طواف درست ہوگا اور اس پر بدنہ لازم ہوگا اور وہ دو وجوہ سے گنہگار ہوگی: ایک تو دخول مسجد کی وجہ سے اور دوسرے نفس طواف کی وجہ سے، اس پر لازم ہے کہ دونوں حدیثوں سے پاک حالت میں طواف کا اعادہ کرے، تو اگر اس نے اعادہ کر لیا تو واجب شدہ بدنہ ساقط ہو جائے گا، اور اس پر معصیت سے توبہ لازم ہے۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے طواف زیارت کی رکنیت اور اس کے ترک پر یا حالت جنابت یا حیض میں کرنے کی برائی اور معصیت اور جرمانہ ثابت ہے کہ طواف دوبارہ کرنا ہوگا یا بدنہ ادا کرنا ہوگا، اس کے بغیر چھکارا نہیں، اگر ممکن نہ ہو تو اس کے اتمام کی وصیت کرنی لازم ہے، بہر صورت ادائیگی ضروری ہے، آسان صورت یہی ہے کہ ان ایام میں یا تو انتظار کرنا چاہئے یا انجکشن کے ذریعہ خون بند کر لیا جائے، انتظار کی صورت میں سعودی انتظامیہ اور ہندوستانی سفارت خانہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا راشد حسین ندوی ☆

۱- جو لوگ حج و عمرہ کے بجائے تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد کے لئے حرم کی میں داخل ہونا چاہیں ان کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر علماء کے تین مسلک ہیں:

الف- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک واجب ہے (ہدایہ مدونہ ۱/ ۳۰۳)۔

ب- شوافع اور حنابلہ کا مفتی بقول مطلقاً عدم وجوب کا ہے۔

ج- انھیں حضرات کا دوسرا قول یہ ہے کہ خائف، مجاہد اور متکرر المدخول کے لئے

واجب نہیں، بقیہ پر واجب ہے (معنی ۳/ ۲۱۸-۲۱۹، شرح مسلم ۱/ ۳۲۲)۔

ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف- صحاح میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول روایت کا مفہوم مخالف:

”فہن لہن ولمن آتی علیہن من غیر آہلہن ممن أراد الحج والعمرة“

(بخاری و مسلم ۱/ ۳۷۳)۔

(یہ میقاتیں ان لوگوں کے ہیں جو وہاں رہتے ہیں نیز وہاں نہ رہنے والے جو گذریں

ان کے لئے ہیں جبکہ ان کا اردہ حج و عمرہ کا ہو) اور یہ حضرات مفہوم مخالف سے استدلال کرنے

کے قائل ہیں۔

ب۔ ”عن أنس أن النبي ﷺ دخل يوم الفتح وعلي رأسه المغفر“
(مسلم وبخاری مع فتح الباری ۷۱/۳۳)۔

(حضور ﷺ فتح کے دن مکہ کے اندر اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھا)۔

ج۔ ”عن جابر بن عبد الله أن النبي ﷺ دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء“ (مسلم ۴۳۹/۱)۔

(فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ کے اندر اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر کالا عمامہ تھا)۔

جبکہ حنفیہ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول حضرت ابن عباسؓ کی روایت:

”إن النبي عليه السلام قال: لا تجاوزوا الوقت إلا يا حرام“۔

(میقات سے آگے احرام کے بغیر نہ جاؤ)۔

ب۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مسند شافعی اور مسند اسحاق ابن راہویہ میں منقول حضرت

ابن عباس کے آثار ”إنه يرد من جاوز الميقات غير محرم“ (بحوالہ نصب الراية ۱۵/۳)۔

(جو شخص میقات سے آگے بغیر احرام جائے واپس کر دیا جائے گا)۔

ج۔ صاحب ہدایہ نے عقلی دلیل بھی دی ہے کہ احرام تعظیم بقعہ کے لئے ہے اور اس

میں سب لوگ برابر ہیں (۳۳۲/۲ مع الفتح)۔

فریق اول کا جواب اس طرح دیا ہے کہ پہلی دلیل ہمارے اصول کے اعتبار سے لائق

استدلال نہیں، پھر ہمارے دلائل صریح اور منصوص ہیں وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی (فتح)۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس روز کے لئے نبی کریم ﷺ کے

لئے مخصوص تھا، لا تحل لأحد... الحلیث سے اس کا اشارہ ملتا ہے (مرقاۃ)، لیکن پہلے فریق

کے دلائل انصاف کی بات ہے کہ دل کو زیادہ لگتے ہیں، اس لئے کہ مسلم میں ابن عباسؓ اور ابن شریح کی روایت میں ”لم یحل القتال“ کا لفظ صراحتاً ہے اور مسند اسحاق کے حوالہ سے حضرت ابن عباس کا جواز منقول ہے، اس میں خشی کا مفعول مقدر سیاق کے مطابق ”فوات الحج“ ہے، اس طرح ان آثار کا اطلاق حج و عمرہ پر جانے والوں کے لئے ہوگا۔ رہا ”لا تجاوزوا“ تو اس کے حکم عام سے علت حرج کی بنیاد پر داخل میقات کے باشندے مخصوص کر لئے گئے، تو اسی علت نیز نبی کریم ﷺ کے عمل سے دوسرے بھی مخصوص ہو سکتے ہیں، پھر یہ احادیث پہلے فریق کی احادیث کے مقابلہ میں کمزور ہیں، مثلاً خسیف ضعیف ہیں (تقریب، کتاب الفخفاء وغیرہ) اور ”لا تجاوزوا“ کو عام مخصوص عند البعض مان لیں تو تمام احادیث میں تطبیق ہو سکتی ہے۔

۲- کیا جاسکتا ہے اور اس کے دو طریقے ہوں گے:

(۱) جس علت حرج کی بنیاد پر داخل میقات کے باشندوں کو وجوب احرام کے حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا، باوجودیکہ ان کی بھی اپنی میقات ہے، اسی علت کا تعدیہ کر کے ان لوگوں کو ان پر قیاس کیا جائے۔

(۲) امام محمد کے مؤطا میں درج قول کی مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے اس کی اجازت دی جائے، وہ قول یہ ہے: لا ینبغی لأحد أن یجاوزها إذا أراد حجاً أو عمرة إلا محرماً“ (۲۳۲/۲-۲۳۶)۔

(کسی کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ جب وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو تو بغیر احرام ان سے آگے جائے)۔

واضح رہے کہ عبارات فقہاء میں مفہوم مخالف معتبر ہے (علم اصول الفقہ للحداد)۔

۳: الف- شوافع اور حنابلہ کے نزدیک درست ہے۔

ب- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک درست نہیں۔

پھر حنفیہ کے یہاں عدم جواز کی روایت کے دو مفہوم بیان کئے جاتے ہیں: (۱) نفی

وجود (۲) نفی حل۔ صاحب بدائع اور ابن الہمام نے احتمال اول کو اور اکثر مشائخ نے احتمال ثانی کو ترجیح دی ہے، علامہ شامی نے قرآن کے لئے دوسرے احتمال کو اور تمتع کے لئے پہلے احتمال کو راجح قرار دیا ہے، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ صحت تمتع کے لئے عدم الامام شرط ہے اور کی کبھی اس سے خالی نہیں ہو سکتا، اسی لئے کافی وغیرہ میں صراحت ہے کہ وہ کوفہ چلا جائے تو قرآن صحیح ہو جائے گا، لیکن تمتع صحیح نہیں ہوگا (۱۹۸/۲)۔

مجھے یہ قول راجح معلوم ہو رہا ہے اور اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ کئی قرآن کرے تو ہو جائے گا اور دم جبر لازم ہوگا، تمتع صحیح ہی نہیں ہوگا۔

۴۔ قرآن و تمتع کے سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک مجھے کتاب و سنت سے بھی راجح معلوم ہوتا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ اس کے لحاظ سے تمتع کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے احقر سمجھتا ہے کہ اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ نمبر (۱) میں بیان کردہ تخریج یا ترجیح کی شکل اپنائی جائے۔

۵۔ امام شافعی اور امام احمد کے یہاں کر سکتا ہے (معنی)، امام مالک کے یہاں نہیں کر سکتا (مدونہ)، حنفیہ کے یہاں جواز کا بھی قول ملتا ہے اور عدم جواز کا بھی، عدم جواز کے قائلین کا استدلال فتح القدیر کی اس عبارت سے ہے جس میں مکی کو ایام حج میں عمرہ مفردہ سے بھی منع کیا گیا ہے، لیکن راجح قول پہلا ہے، اس لئے کہ تمام معتبرات میں باستثناء ایام خمسہ پورے سال کو عمرہ کا وقت بتایا گیا اور تکرار کی اجازت بھی دی گئی ہے (ہنای، ہندیہ) اور اکثر مشائخ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے صاحب فتح کی تردید کی ہے، اور مکی کو بھی ایام حج میں عمرہ مفردہ کرنے کی اجازت دی ہے (نہای، مسبوط، بحر، قاضی زادہ، محم و غیرہ)۔

۶۔ الف۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک کر سکتا ہے (ہدایہ ۳۳۶/۱، معنی ۵۱۹/۳)۔

ب۔ ازدحام کے خوف سے نیابت درست نہیں، یہ سہولت ان اصحاب اہزار کے لئے ہے جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتے ہوں اور سواری پر بھی وہاں نہ جاسکتے ہوں ”مریض لایستطیع الومی“ (ہندیہ) کا یہی مفہوم ہے۔

۷- حنفیہ کے نزدیک یہ شخص مفرد کے حکم میں ہوگا، اگر مفرد ہے تو ایک ہدی، قارن ہے تو دو ہدی یا ان کی قیمت حرم بھیجے اور قربانی کا وقت متعین کرالے، اس کے بعد حلال ہو جائے گا، حلق یا تقصیر ضروری نہیں ہے (ہندیہ، مٹائی، خانہ)، اس کے بعد آئندہ قارن کو ایک حج دو عمرے، اور مفرد کو ایک حج اور ایک عمرہ کرنا پڑے گا (مٹائی، خانہ) اور اگر چاہے تو حالت احرام میں باقی رہے، بعد میں موقع ملے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

۸- امام شافعی، امام احمد ابن حنبل، صاحبین اور جمہور کے نزدیک ترتیب مسنون ہے

(معنی)۔

(۲) امام ابوحنیفہ، حضرت قتادہ وغیرہم کے نزدیک ترتیب واجب ہے۔

(۳) امام مالک کے نزدیک رمی کے بعد حلق کرنا واجب ہے، بقیہ چیزوں میں ترتیب

مسنون ہے (مدونہ)۔

جمہور کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں خلاف ترتیب یہ اعمال کرنے پر ”لا حرج“ فرمایا گیا، اور امام صاحب کا استدلال حضرت ابن عباس کے اس اثر سے ہے ”من قدم شینا من حجه أو أخره فلیهرق لذلك دما“، اسی طرح ”فمن كان منكم مریضاً“ کی دلالت سے بھی ان کا استدلال ہے، اور لا حرج کا مطلب ان کے نزدیک نفی اثم ہے نہ کہ نفی نذ یہ۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دفع حرج و مشقت کے لئے صاحبین کا قول اختیار کر لینے کی

گنجائش ہے (مفسر مشرح الوکاب، اشباہ)۔

۹- جی ہاں اگر عرف یہی ہے تو حج تمتع ہی تصور کیا جائے ”لأن الثابت بالعرف

کا الثابت بدلیل شرعی“ (رسائل ابن طاہرین)۔

الف- مختلف فیہ مسئلہ ہے، لیکن صحیح قول کے مطابق کر سکتا ہے، جامع صغیر، خانہ،

شامی، بحر کی عبارات سے صاف طور سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

ب- موجودہ عرف کے تحت اجازت ہونی چاہئے۔

ج- موجودہ عرف کی وجہ سے کر سکتا ہے۔

د- دم تمتع تمام شکلوں میں مامور کے ذمہ ہوگا (ہندیہ خانیہ، جامع صغیر)۔

ھ- اس طرح کی دشواری پیش ہی نہیں آئے گی۔

و- موصیٰ خود صراحتاً یا عرفاً اجازت دے تو گنجائش ہے۔

”الحاج عن المیت إذا كان مأموراً بالقران، كان دم القران علی

الحاج“ (فتاویٰ خانیہ علی الہامش ۳۱۱/۱)۔

و أراد بالقران دم الجمع بین النسکین، قرانا كان أو تمتعاً كما صرح

به فی غایة البیان (بحر ۶۶/۳)۔

۱۰: الف- صورت مسئولہ میں اہون اہلیتین کو اختیار کرتے ہوئے اجازت ہوگی،

اس کی اجازت ثامی کی عبارت ”لو هم الركب ... وإن دخلت وطفقت الخ“ سے سمجھ

میں آرہی ہے (۱۸۴/۲)۔

ب، ج- رکن ادا ہو جائے گا، لیکن اس پر دم میں بد نہ لازم ہوگا، ”إذ لا شك فی

وقوع الأول معتداً به“ (بحر ۱۸۳/۳، وکذا فی الہندیہ والحنیہ)۔

د- دم کی ادائیگی کے لئے حرم کی شرط ہے (بحر، ہدایہ، فتح)۔

۱۱- اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مکہ مسافت سفر سے کم پر واقع ہو (۶۲۲/۳)

”و خروج ... المتوفی عنہا زوجها ما دون السفر مباح“ (فتح) یا اس کا گھر اور مکہ

دونوں مسافت سفر پر ہوں لیکن وہ جگہ ویران ہو، قیام کے لائق نہ ہو اور وہاں سے مکہ تک کوئی بستی

بھی ایسی نہ ہو (۶۲۲/۳، فتح، ہندیہ)، لیکن اگر موضع وفات سے اس کا گھر مسافت سفر سے کم پر واقع ہو

تو جانے کی اجازت نہیں ہوگی، اسی طرح موضع وفات سے اس کا وطن اور مکہ دونوں مسافت سفر پر

ہوں، لیکن وہ جگہ لائق قیام ہے، یا وہ جگہ تو ایسی نہیں ہے لیکن آگے کوئی ایسی جگہ ہے، تو امام

صاحب کے نزدیک وہ حج کے لئے نہ جائے، صاحبین کے نزدیک دوسرا محرم موجود ہو تو جاسکتی ہے، امام صاحب کا بھی قول اول یہی ہے (شامی، فتح، ہندیہ)۔

لہذا ضرورت پڑنے پر اس کے مطابق فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ فرنگی محل نے شرح الوتایہ کے مقدمہ میں فرمایا ہے اس سے یہی بات سمجھ میں

آتی ہے۔

۱۲- اگر دونوں آبادیاں بالکل متصل ہوگئی ہیں تو اب منیٰ کی حیثیت مکہ کے ایک

محلہ جیسی ہوگی اور مذکورہ شخص منیم کے حکم میں ہوگا (شامی، ہندیہ اور بحر کی عبارات سے یہی معلوم ہوتا ہے)۔

۱۳- اس مسئلہ پر امام رازی کا قول جو ازکا ہے، لہذا صحاح کی احادیث نیز حرم میں

ترک جماعت سے ہونے والی بے توفیقی اور محرومی کا خیال کرتے ہوئے ان کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، اس کی تائید صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی ملتی ہے کہ مختلف مسلک رکھتے تھے، لیکن ان

اختلافات اور اجتہادی مسائل کی بنیاد پر کسی امام کی اقتداء ترک کرنا ان سے ثابت نہیں ہے۔

حج و عمرہ کے چند حل طلب مسائل

مولانا عبدالقیوم پالنپوری ✽

۱، ۲- حدود حرم سے باہر رہنے والے جو لوگ حج و عمرہ کی نیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم مکی کی حدود میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اور امام شافعی کی مشہور روایت اور امام مالک کے صحیح قول میں ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں۔

اسی طرح جو اہل مکہ اور حدود حرم یا حل میں رہنے والے کسی ضرورت سے میقات سے باہر جائیں تو ان کے لئے بھی واپسی پر میقات سے احرام باندھ کر ہی آگے بڑھنا ضروری ہے، البتہ امام شافعی کے ایک قول اور امام مالک کی ایک روایت میں اور امام زہری، حسن بصری اور ابن وہب اور اصحاب ظواہر کے نزدیک میقات سے بلا احرام گذرنا جائز ہے۔

فتح الملہم (۲۱۱، ۲۱۲) کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احرام اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی حج و عمرہ کے ارادہ کے بغیر مکہ کا آنا جانے رکھے، اس پر احرام لازم نہیں ہے اور اس بابت علماء کا اختلاف ہے، زہری، حسن بصری، امام شافعی (ایک قول کے مطابق)، امام مالک (ایک روایت کے مطابق) اور ابن وہب نیز داؤد بن علی اور ان کے اصحاب ظواہر، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ حرم کے اندر بغیر احرام داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، عطاء، لیث بن سعد، ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام

مالک (قول صحیح کے مطابق)، امام شافعی (مشہور قول کے مطابق)، امام احمد و ابو ثور اور حسن بن حی، ان سب کا مذہب یہ ہے کہ جو لوگ میقات سے باہر رہتے ہیں، ان کے لئے بغیر احرام حرم کا داخلہ درست نہیں ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو امام شافعی و ابو ثور کے نزدیک برا تو کیا مگر اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے شخص پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

جو لوگ حدود میقات سے باہر رہتے ہیں، اسی طرح وہ اہل مکہ جو بغرض تجارت یا کسی مجبوری میں حدود میقات سے باہر بار بار آتے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ جب بھی یہ لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی نیت سے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے، لیکن ڈرائیور اور تجارتی اغراض سے روزمرہ اور بکثرت آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام میں حرج و مشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے امام شافعی کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے (تجوید: ۲ چھٹا فقہی اجتماع دیوبند)۔

۳- مکی اگر اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اشہر حج شروع ہونے کے بعد اس کے لئے عمرہ کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ صاحب زبدۃ المناسک حضرت مولانا شیر محمد سندھی نے تحریر فرمایا: ”مکی اشہر حج میں جمع نہ کرے، بصورت قرآن یا بصورت تمتع اگر تمتع منعقد نہ ہو، البتہ انعقاد کی صورت میں دم جبر بھی ہوگا اور ممانعت ہر صورت میں باقی... پس جاننا چاہئے کہ مکی اشہر حج میں عمرہ کر لے پھر حج کر لے یہ تو سب کے نزدیک ممنوع ہے، یہ بھی ان علماء کے نزدیک جو مکی کے عمرہ (سے تمتع) کے منعقد ہونے کے قائل ہیں، وہ اس پر دم جبر لازم کہتے ہیں اور جو منعقد ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ دم جبر کا حکم نہیں فرماتے... عدم انعقاد کو جواز لازم نہیں... اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ مکی کو اشہر حج میں عمرہ نہ کرنا چاہئے اور عمرہ کرے تو حج نہ کرے اور اشہر حج کو عمرہ سے خالی رکھے“ (زبدۃ المناسک ۲/۲۱، ۲۲، ۲۳)۔

حضرت مفتی لاہوری صاحب کی رائے بھی یہی ہے (دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۲۲)۔

۴- مکی اشہرج میں کسی ضرورت سے میقات سے باہر جائے اور اسی سال حج کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر اس سے ممکن ہو تو میقات سے حج کا ہی احرام باندھے، یا میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے ارادہ کو ختم کر دے اور اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور اسی سال حج بھی ادا کیا تو اکثر حنفیہ کے نزدیک تمتع منعقد ہو جانے کی وجہ سے دم جنائیت لازم ہوگا، لیکن علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ تمتع منعقد نہیں ہوگا، لہذا دم جنائیت بھی واجب نہ ہوگا، چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

”اگر مکی کوفہ کا سفر کرے اور قرآن کرے تو بغیر کراہت درست ہے، اس لئے کہ اس کا عمرہ اور اس کا حج اس صورت میں میقاتی ہوگا تو وہ آفاقی کے درجہ میں ہو جائے گا، محبوبی کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوفہ کا سفر یا م حج سے پہلے کرے اور اگر اس کے بعد سفر کرے گا تو اس کو قرآن سے منع کیا جائے گا... اور محبوبی کا قول ہی صحیح ہے، اس کو شیخ شلمی نے کرمانی سے نقل کیا ہے اور قرآن کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر یہی مکی اشہرج میں اسی سال عمرہ کرے تو وہ تمتع نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ حج و عمرہ دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے گھر میں اور گھر والوں میں رہے گا، اس حال میں کہ وہ حلال (غیر محرم) ہوگا، خواہ قرآنی کا جانور اس نے حاصل کر لیا ہو یا نہ کیا ہو، نہ یہ میں مبسوط سے ایسا ہی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ اہل مکہ اور جو لوگ ان کے حکم میں ہوتے ہیں، ان کے حق میں تمتع ممکن نہیں ہے، ہاں قرآن ہو سکتا ہے اور وہ بھی کراہت کے ساتھ، اس لئے کہ اس کی طرف سے ایک احرام کی میقات کے حق میں خلل ضرور ہوگا، بعد میں ”حاکم“ کی کتاب الکافی میں بھی مجھ کو یہی بات ملی، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر مکی کسی کام سے کوفہ جائے اور پھر اسی سال عمرہ کرے اور حج بھی تو تمتع نہیں ہوگا اور کوفہ سے قرآن کرے تو وہ تارن ہوگا (یعنی اس کا قرآن کرنا صحیح ہے)“ (رد المحتار ۲/۴۷۰، ۴۷۲)۔

صاحب عمدۃ الفقہ لکھتے ہیں: اس تیسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ اگر مکی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف کر لیا، پھر اسی سال حج کیا یعنی تمتع کیا اور عمرہ و حج کے انفعال ادا کئے، اس

کا تمتع باطل ہو جائے گا یعنی وہ شرعاً متمتع نہ ہوگا بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور اس پر کوئی جزاء واجب نہ ہوگی (عمدة المفقہ: سوالاۓ دارالحدیث ص ۲۸۰)۔

۵- راجح یہ ہے کہ تمتع کرنے والے آفاقی کے لئے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کرنا جائز ہے (کذا فی فتاویٰ محمودیہ)، فتاویٰ رحیمیہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”مسئلہ اختلافی ہے، دونوں طرف دلائل ہیں، مگر معلم الحجاج میں جس قول کو اختیار کیا ہے وہ راجح معلوم ہوتا ہے، لہذا اگر اس پر عمل کرے تو قابل مواخذہ نہ ہونا چاہئے، خصوصاً اس زمانہ میں، معلم الحجاج کے حاشیہ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب نے لکھا ہے:

”لباب میں ہے کہ حج سے پہلے عمرہ نہ کرے، ملا علی قاری شرح میں کہتے ہیں: یہ اس لئے کہ مکی کو تنہا عمرہ سے بھی منع کیا گیا ہے اور گنڈر چکا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو تمتع اور قرآن سے منع کیا گیا ہے اور ہر متمتع آفاقی ہے جس کے لئے عمرہ منع نہیں ہے، لہذا اس کے لئے عمرہ کی تکرار بھی جائز ہے، کیوں کہ عمرہ طواف کی مانند ایک مستقل عبادت ہے“ (معلم الحجاج بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱، ۳۹۷، ۳۹۸)۔

۶- جو مرد یا عورت اتنے معذور یا مریض ہوں کہ جمرات تک پیدل یا سواری سے نہ جاسکتے ہوں تو ان کی طرف سے ان کے امر سے دوسرا شخص نیابتاً رمی کر لے تو صحیح ہے، بغیر عذر محض کسل، آرام پسندی یا ازدحام کے خوف کی وجہ سے مرد یا عورت کا کسی دوسرے کو نیابتاً رمی کے لئے بھیجنا درست نہیں ہے، ان پر ترک رمی کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔

فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے:

”رمی جمار بوجہ مرض و ضعف شدید کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا دشوار ہو تو دوسرا آدمی اس کی طرف سے رمی کر سکتا ہے (معلم الحجاج ص ۲۰۱)، لیکن ازدحام کی وجہ سے دوسرا رمی نہیں کر سکتا ہے، خود کنگری مارے، نہ مار سکے تو دم واجب ہوگا،

رات کے وقت ازدحام نہیں ہوتا... معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے رات کو رمی بلا کر اہت درست ہے (۲۳۶، ۲۳۵/۵)۔

۷۔ جن لوگوں کو حالت احرام میں پکڑ کر حکومت ان کو ان کی جائے ملازمت یا اقامت واپس بھیج دیتی ہے، یہ لوگ بھی محصر کے حکم میں ہیں، چنانچہ عمدۃ الفقہ میں اسباب احصار میں سے تیسرا سبب قید ہونا یا بادشاہ کا منع کرنا (اگرچہ اس کا منع کرنا احرام باندھ لینے کے بعد ہو) بتایا ہے، لہذا یہ لوگ بھی محصر ہی ہیں، دوسرے محصر کی طرح ان کا احرام بھی ختم کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنی جائے ملازمت یا اقامت میں رہیں یہاں تک کہ وہ مانع زائل ہو جائے پھر مانع دور ہو جانے کے بعد اگر حج ان کو مل سکے تو بہت اچھا، پس وہ انحال حج او اگر کے حقیقی طور پر احرام سے باہر (حلال) ہو جائیں اور اگر ان کو حج نمل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے انحال یعنی طواف وسعی کر کے اور حلق کر کے حکمی طور پر حلال ہو جائیں، اور ان پر ہدی واجب نہیں ہے، یہ حکم محصر بالحد کا ہے، اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر ہوئے ہیں تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی ان کا احصار زائل ہو جائے گا۔

اگر زوال احصار کے انتظار میں وقت ہو اور ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتے ہیں یا جلد احصار زائل ہونے کی کوئی امید نہیں تو ہدی کے ذریعہ حلال ہو جائیں، پس اگر صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا تو کسی شخص کو ایک ہدی یا اس کی قیمت دے کر حرم میں بھیجے تا کہ وہ اس قیمت سے وہاں پر ہدی خریدے اور اس کو امر کرے کہ اس کی طرف سے حد و حرم میں ہدی ذبح کر لے، اور اگر قرآن کا احرام باندھا ہے تو دو ہدی بھیج کر حد و حرم میں ذبح کرائے، امام صاحب کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے محصر بالحد کی ہدی کو بھی ذبح کرنا جائز ہے، اور وہ محصر حد و حرم میں نہیں ہے تو ہدی کے ذبح کرنے کے بعد احرام سے باہر ہونے کے لئے حلق یا قصر شرط نہیں ہے، محض ہدی کے ذبح ہوتے ہی محصر کا احرام کھل جائے گا اور اگر محصر مکہ یا حد و حرم میں ہے تو اس پر ذبح ہدی کے ساتھ حلق یا قصر کرنا بھی بالاتفاق ضروری ہے اور ہدی سے حلال ہونے کی

صورت میں محصر بالحدیث پر ایک حج اور ایک عمرہ کی تضاواً واجب ہے اور تارن محصر پر دو عمرہ اور ایک حج اور محصر بالعمرة پر ایک عمرہ کی تضاواً واجب ہے (عمدة القدر ۶۱۳/۳ - ۶۱۴/۳ بحذف و تغییر)۔

۸- امام ابوحنیفہؒ کے قول پر جو مفتی بہ ہے، تمتع اور تارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے، اس کے ترک پر دم واجب نہیں اور ضرورت شدیدہ کے متحقق ہونے کے وقت اپنے مذہب کے غیر راجح قول یا دوسرے مسلک پر فتویٰ دینا اور عمل جائز ہے، لہذا جن لوگوں کو ان واجبات میں ترتیب قائم رکھنا سخت دشوار ہو ان کے لئے صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، محض سہولت کی بنا پر صاحبینؒ کے قول پر عمل کی اجازت نہیں ہے۔

۹: الف، ب، ج - حج بدل کرنے والا جہاں تک ممکن ہو حج وافر ادا کرے یا قرآن کرے، تمتع نہ کرے، لیکن اگر امر کی اجازت سے خواہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالتاً ہو تمتع بھی درست ہے، امر کی دلالتاً یا صراحۃً اجازت کے بغیر تمتع درست نہیں ہے، اس زمانہ میں عموماً تمتع ہی لوگ کرتے ہیں اور امر کی طرف سے بھی کوئی پابندی نہیں ہوتی ہے، لہذا تمتع کی دلالتاً اجازت کبھی جائزگی، لایہ کہ کوئی امر صراحۃً ممانعت کر دے تو تمتع درست نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ صراحۃً امر سے تمتع کی اجازت لے لے۔

د- پاؤں امر یا بدون اذن امر مامور کے تمتع کرنے کی صورتوں میں دم تمتع حج بدل کرنے والے ہی پر واجب ہوگا، البتہ امر اگر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو درست اور جائز ہے، مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

و- حج بدل عن المیت کی صورت میں بھیجنے والے یا وصی یا وراثہ کی اجازت سے مامور تمتع کر سکتا ہے اور اس صورت میں بھی دم تمتع حج بدل کرنے والے کو اپنے پیسوں سے ادا کرنا ہوگا، لایہ کہ بھیجنے والا یا وراثہ بخوشی دم تمتع کی قیمت دیدیں تو جائز ہے۔

۱۰: الف - اگر طواف زیارت سے پہلے کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدبیر

اختیار کرنا ضروری ہے جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ہی مکہ مکرمہ سے واپس ہو، جیسے نکت اور ویزا کی تاریخ بڑھانا یا حج کمیٹی سے روانگی کو موخر کرانا وغیرہ اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کر لے تو اس کا رکن یعنی طواف زیارت ادا ہو جائے گا، شرعاً اس حالت میں اسے طواف زیارت کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے گنہگار ہوگی، لیکن طواف زیارت ادا ہو جانے کی وجہ سے پوری طرح حلال ہو جائے گی اور اس پر ایک بدنہ یعنی بڑے جانور کی قربانی جنائیت میں لازم ہوگی اور اس دم جنائیت کی قربانی بھی حد و حرم میں کرنی ضروری ہوگی، شامی میں لکھا ہے:

”بعض محققین نے ابن امیر حاج کی مناسک سے نقل کیا ہے کہ اگر تافلہ واپسی کا ارادہ کرے اور عورت پاک نہ ہو سکے اور فتویٰ حاصل کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا منع ہے اور اگر تو داخل ہو کر طواف کرے تو گناہ ہوگا مگر طواف ہو جائے گا، تیرے اوپر ایک بڑے جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے جس میں عورتیں پریشانی کا سامنا کرتی ہیں۔“

۱۱- سفر حج میں کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور انتقال کی جگہ سے مکہ مکرمہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر ہے (اور وہاں قیام ہو سکتا ہے) تو وہ عورت محصرہ ہے، اس کو وہاں عدت گزارنا ممکن ہو تو وہاں گزارے، ورنہ وطن واپس لوٹ جائے اور حرم میں ہدی کی قیمت بھیج کر ہدی ذبح کرائے اور ہدی کے ذبح ہونے کے بعد اس کا احرام کھل جائے گا۔

”لومات الزوج أو محرمها في الطريق فلا تتحلل إلا بالهدى“ (ثانی

- (۲۵۳/۲)

اس صورت میں عمرہ کا احرام ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ وہ عورت محصرہ ہے اور اگر عمرہ کے سفر میں عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم پر ہے یا مکہ مکرمہ میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت محصرہ نہیں ہے، عمرہ کے انحال مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ادا

کرنا صحیح ہیں، لہذا عمرہ ادا کر لے اور اگر حج کے سفر میں عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم پر ہے یا مکہ مکرمہ ہی میں قبل الحج شوہر کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت محصرہ نہیں ہے، لیکن حج کے ارکان کی ادائیگی کے لئے عدت میں سفر ہونے کی وجہ سے عرفات جانے کی اجازت شرعاً نہیں ہے، لہذا وہ قوف عرفہ کے وقت کے گزر جانے کے بعد بغیر ہدیٰ حال ہو جائے اور مکہ مکرمہ میں قیام ہونے کی صورت میں عمرہ کے انفعال ادا کر کے احرام کھول دے تو اس کی بھی اجازت ہے، ان صورتوں میں (خواہ عورت محصرہ ہو یا محصرہ نہ ہو لیکن عرفات جانے کی اجازت نہ ہو) اگر عورت نے حج کے ارکان و انفعال ادا کرنے تو حج صحیح ہو جائے گا، عمدۃ الفتنہ (۵۸/۳) میں لکھا ہے:

باوجود عدت کے اگر (عرفات) جا کر حج کر لیا تو جائز ہو جائے گا، لیکن گنہگار ہوگی۔

زبدۃ المناسک کے حاشیہ میں لکھا ہے:

”فإن حجت وھی فی العلة جازت بالاتفاق، وکانت عاصیة والعدة أقوى فی منع الخروج من عدم المحرم حتی منعت ما دون السفر فإن لزمتهما فی السفر“ (نویۃ ۲۳/۱)۔

عمدۃ الفتنہ میں مولانا زوار حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”محصرہ بعدت طلاق اور محصرہ بعدت وفات میں یہی فرق معلوم ہوتا ہے کہ عدت طلاق کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافت سفر پر ہونا نہ ہونا برابر ہے اور عدت موت کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافت سفر پر ہے تو محصرہ ہے ورنہ نہیں“ (عمدۃ الفتنہ ۵۹/۳)۔

”ثم هذا إذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر وبلدها أقل منه أو أكثر لكن يمكنها المقام فی موضعها، وإلا فلا إحصار فیما یظهر“ (رد المحتار ۲۵۲/۲)۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوری صاحب تحریر فرماتے ہیں: بحالت موجودہ محرم کے ساتھ بھی حج کے لئے عرفات جانے کی شرعاً اجازت نہیں۔

”ومنها العلة، فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصورة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم“ (نئی ۲۰۰۲ء)۔

ممکن ہو تو ایک سال رہ کر حج کر کے آئے یا آئندہ سال حج کیلئے واپس جائے، عذر شرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت کر جائے، یہ اصل مسئلہ ہے، مگر چونکہ حکومت کی جانب سے قانون سخت ہو گئے ہیں اور ناقابل برداشت دشواریوں کا سامنا ہے، اس لئے کتاب زبدۃ المناسک میں لکھا ہے:

”اگرچہ مکہ معظمہ ہی میں ہو تو عرفات پر نہ جائے، بلکہ عمرہ کے افعال بجالا کر حلال ہو، اور چاہے تو فوت ہونے وقت قوف عرفہ کے حلال ہو جائے، اس مسئلہ میں بہت ہی مشکل پیش آئے گی..... اولی قولہ..... تو یہ بھی معذور سمجھی جائے، جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ چلے جانے کا جواز ہے، تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر افعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگی تو پھر حج کی قضا کرنی ہوگی، پھر اس کے لئے وہاں رہنا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا، کسی کتاب معتبر میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی، لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی، غالباً کبیری میں کہیں عبارت تھی (زبدۃ ۲۲-۲۵، فتاویٰ رحمیہ ۲۳۸/۵-۲۳۹)۔

۱۲- حج کے لئے جانے والا اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ پہنچا ہے کہ ۱۴ یوم مکہ مکرمہ میں قیام کرنا ہے اور پندرہویں دن ۸ رذی الحجہ کو منیٰ جانا ہے تو وہ مقیم باقی رہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں جواب یہ ہے کہ اگر حکومت سعودیہ نے منیٰ کی آبادی کو مکہ مکرمہ کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور مکہ مکرمہ کی بلدیہ (کارپوریشن یا میونسپلٹی) کے ساتھ ملا دیا ہے تو منیٰ کی آبادی بھی مکہ مکرمہ کا ایک محلہ شمار ہوگی، اور یہ شخص مقیم رہے گا، اگر حکومت کے اعتبار سے اس کا انتظام مکہ مکرمہ سے علیحدہ ہے اور اس کا انتظام مکہ مکرمہ کے ساتھ ملحق نہیں تو یہ شخص مقیم نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ رحمیہ میں لکھا ہے:

مسائل حج و عمرہ

مولانا عبداللطیف مظاہری ☆

۱- جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت نہیں رکھتے، بلکہ تجارت، ملاقات یا کسی اور مقصد سے مکہ مکرمہ یا حرم محترم میں داخل ہونا چاہتے ہیں، ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، بغیر احرام کے میقات سے تجاوز جائز نہیں ہے، یہی ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک ہے، البتہ امام مالک و شافعی سے جواز کی روایت ہے، لیکن امام شافعی سے عدم جواز کی روایت مشہور ہے۔

امام شافعی اپنی کتاب ”لام“ میں فرماتے ہیں: ”اسی وجہ سے ہم نے کہا ہے کہ اللہ کا حکم اس کے بندوں کی بابت یہ ہے کہ بندے حرم کے اندر حالت احرام میں ہی داخل ہوں، اس لئے کہ ہم نے علماء سے یہ سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی اس بات کی نذر مانے کہ وہ بیت اللہ کا سفر کرے گا تو اس کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات اسی وجہ سے کہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کے داخلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”لقد صدق اللہ ورسوله...“، اس سے عبادت کے لئے اور امن کے حال میں داخلہ کا حکم اور جنگ کی حالت میں اور اس حال میں عذر کے حکم کا حال معلوم ہوتا ہے۔

۲- تجارتی اغراض کی سہولت کی خاطر جمہور کے مسلک سے عدول جائز نہیں ہے، ہاں

اگر اہل مکہ تجارتی اغراض اور دیگر ضرورتوں سے ان شہروں میں جائیں جو حدود حل میں داخل ہیں مثلاً جدہ، تو مکہ مکرمہ واپسی کے لئے احرام لازم نہ ہوگا جب تک کہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔

۳۰-۳۱- مکی کے لئے قرآن کی گنجائش نہیں ہے، رہا تمتع تو یہ مکی سے متصور ہی نہیں ہو سکتا، لہذا مکی اشہر حج میں عمرہ کرے یا میقات سے باہر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر واپس آئے اور عمرہ کے انفعال او اکر کے احرام کھول دے پھر اسی سال حج بھی کرے تو شرعاً وہ تمتع نہیں ہوگا، کیونکہ مکی عمرہ کر کے اپنے اہل و عیال میں حلال ہو کر رہتا ہے جو کہ امام صحیح ہے اور تمتع کے صحیح ہونے کے لئے حج اور عمرہ کے درمیان امام صحیح کا نہ ہونا شرط ہے، لہذا مکی سے تمتع کا تصور ہی نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور حج بھی مفرد ہوگا اور اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا (ثانی ۲/۱۹۸، عمدۃ الفقہ ۲/۲۸۰)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی شخص عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے۔

”قال فی اللباب.... هذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لأنها عبادة مستقلة كالطواف“ (معلم الحجج ۲/۲۱۳)۔

۶: الف، ب- رمی جمرات میں صرف مریض یا معذور کی نیابت ہو سکتی ہے، ہر شخص کی نیابت نہیں ہو سکتی اور رمی کے بارے میں وہ شخص مریض یا معذور سمجھا جائے گا کہ جو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو، اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنی ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے، ہاں! اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کر سکتا ہے (احسن الفتاویٰ ۲/۵۳۲، عمدۃ الفقہ ۲/۲۳۸، معلم الحجج ۲/۱۸۱)۔

۷- جو لوگ حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور حالت

احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جاتے ہیں یہ لوگ محصر کے حکم میں ہیں، اور ان کا احرام کھلنے کی صورت یہ ہے کہ یا تو وہ احصار کے زوال کا انتظار کریں اور احصار کے زوال کے بعد اگر حج مل سکے تو بہت اچھا ہے پس وہ انفعال حج ادا کر کے حقیقی طور پر احرام سے حلال ہو جائیں، اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے انفعال یعنی طواف و سعی کر کے اور حلق کر کر حکمی طور پر حلال ہو جائے اور اس پر ہدی واجب نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ حج کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو، اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی اس کا احصار زائل ہو جائے گا اور اگر زوال احصار کے انتظار میں وقت ہو اور ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز ہے تا کہ احرام میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی تکلیف دور ہو جائے (عمدة الفقہ ۴/۶۰۷-۶۱۱)۔

۸- ومن آخر الحلق حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبي حنيفة
و كذا إذا أخر طواف الزيارة وقال لا شئ عليه في الوجهين و كلنا الخلاف في
تأخير الرمي و في تقديم نسك على نسك كالحلق قبل الرمي و نحر القارن
قبل الرمي والحلق قبل الذبح (ہدایہ ۶/۲۷۱)۔

ہدایہ (۶/۲۷۱) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب چھوڑنے پر امام صاحب کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دم واجب نہیں ہوگا، ہمارے فقہاء متقدمین و متاخرین اور ماضی قریب کے ارباب افتاء نے امام صاحب کے قول کو اختیار فرمایا ہے جب کہ سول میں مذکورہ اعذار ہر زمانہ میں رہے ہیں اور ہمارے زمانہ میں اگر ان اعذار میں اضافہ ہوا ہے تو اسی کے مناسب حکومت کی طرف سے سہولتیں بھی مہیا کی گئیں ہیں۔ لہذا عام حجاج کے لئے محض سہولت کی خاطر ان اداروں میں رقم جمع کروانا جو ترتیب کا خیال نہیں رکھتے جائز نہیں ہے، ہاں! وہ معذورین جو دوسروں کے ذریعہ بھی اپنی قربانی نہیں کروا سکتے اور ان کے حق میں واقعہ ضرورت شدیدہ کا تحقق ہو ان کے لئے صاحبین کے قول پر

عدم وجوب دم کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

۹: الف، ب، ج - حج بدل کرنے والا آمر کی اجازت کے بغیر بالاتفاق تمتع نہیں کر سکتا اور آمر کی اجازت سے تمتع کے بارے میں اختلاف ہے، بعض فقہاء جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الامکان آمر کی اجازت کے باوجود حج فرادعی کر لے، لیکن اگر احرام کے لمبا ہونے کی وجہ سے پابندیاں نبھانا دشوار ہو تو آمر کی اجازت سے تمتع بھی کر سکتا ہے، اجازت بھی صراحتہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ دلالت بھی کافی ہے، لہذا اگر کسی میت نے مطلقاً حج بدل کی وصیت کی ہو اور صراحتہ تمتع کی اجازت نہ دی ہو تو بھی ہمارے زمانہ میں دلالت اجازت کے دیئے جانے کی وجہ سے تمتع کر سکتا ہے جب کہ احرام کے لمبا ہونے کی وجہ سے پابندیاں نبھانا دشوار ہو اور اگر وارث اپنی طرف سے تبرعاً کسی کو حج بدل کے لئے بھیجے تو وارث کی اجازت کا اعتبار ہوگا۔

د- تمتع باذن آمر ہو یا بدون اذن آمر بہر صورت دم تمتع مامور کے مال میں لازم ہوگا الا یہ کہ آمر اپنے مال میں سے دم تمتع کی اجازت دے تو آمر کے مال میں سے جائز ہے (جوہر الفقہ ۵۱۶/۱، احسن الفتاویٰ ۴/۵۱۳)۔

ھ- آمر کی اجازت سے گنجائش ہے۔

و- اوپر تفصیل آگئی ہے۔

۱۰: الف، ب، ج - سوال میں مذکورہ انداز کی بنا پر حائضہ عورت سے طواف زیارت کے لئے وجوب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ آج کل جہازوں میں بعد کی تاریخوں میں نشست تبدیل کرائی جاسکتی ہے، حالت حیض میں طواف زیارت کر کے دم دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، لیکن اگر کوئی عورت حالت حیض میں طواف زیارت کر لے تو وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی اور اس کے ذمہ بدنہ (اونٹ یا گائے) کا ذبح کرنا واجب ہوگا اور کفارہ دینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ کرنا بھی لازم ہوگا (سنائی ۲/۱۸۴، عمدۃ الفقہ ۲/۵۲۷)۔

و- دم کی ادائیگی مکہ مکرمہ میں ہی ضروری ہے۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدت کی حالت میں اسے حج و عمرہ ادا نہیں کرنا چاہئے بلکہ محصر کی طرح دم دے کر حلال ہو جائے، پھر حج و عمرہ کی قضا کرے، لیکن اگر عدت کی حالت میں حج کر لیا تو حج ادا ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی۔

”ومع عدم عمة عليها مطلقاً آية عدة كانت ابن ملك (قوله آية عدة كانت) أي سواء كانت عدة وفات أو طلاق بانن أو رجعی“ (ثامی ۱۳۶/۲، عمدة الفقہ ۵۸۴، معلم الحجاج ص ۸۸)۔

۱۲- ایک آدمی ایسے وقت مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ آٹھ ذی الحجہ تک ۱۳ دن ہوتے ہیں اور آٹھویں ذی الحجہ کو پندرہواں دن ہے جس میں وہ منیٰ جاتا ہے تو یہ آدمی مقیم ہے، کیونکہ منیٰ کی آبادی اب مکہ مکرمہ سے متصل ہے لیکن اگر آٹھ ذی الحجہ تک ۱۳ دن ہوتے ہیں اور پندرہویں دن وہ عرفات جاتا ہے تو یہ آدمی مسافر ہوگا کیونکہ عرفات مکہ مکرمہ سے الگ ہے نیز وہاں آبادی نہیں ہے۔

۱۳- حرم مکی جس میں وتر کی نماز دو سلام سے ادا کی جاتی ہے، حنفی کے لئے وتر کی جماعت میں شرکت کی گنجائش نہیں ہے، حنفی وتر کی نماز تنہا ادا کرے۔

”وصح الاقتداء فيه (أي الوتر) بشافعی مثلاً لم يفصله بسلام لا إن فصله علی الأصح“ (در مختار علی ۱۳۸/۱، تاوی رحمیہ ۲۱۵/۶)۔

حج و عمرہ کے مسائل

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱- تجارت، ملاقات یا کسی اور غرض سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا قصد کرنے والے آفاقوں کے متعلق امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تقاضہ یہ ہے کہ آفاق میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص میقات سے آگے مکہ کی طرف بغیر احرام کے نہ بڑھے۔

”ثم الآفاقى إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز أحد الميقات إلا محرماً“ (بخاری ۲۳۵/۱)۔

امام شافعی کے نزدیک یہ پابندی صرف اس شخص کے لئے ہے جو عبادت حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ مکرمہ کا ارادہ کر رہا ہے، تجارت یا عزیزوں سے ملاقات یا تفریحی طور سے جانے والے پر احرام باندھ کر جانے اور کم از کم عمرہ ادا کرنے کی پابندی نہیں ہے (جوہر ۱/۲۶۸)۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ جو آفاق مکہ یا حرم کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں خواہ اس کا حج و عمرہ کا ارادہ ہو، خواہ سیاحت و تجارت وغیرہ کا ارادہ ہو، اگر گذر جائے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ کسی میقات پر آ کر احرام باندھے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا، اگر کسی کا قصد اول یہ ہو کہ محل میں کسی جگہ تجارت کے لئے جائے تو اس کے لئے

احرام لازم نہیں بلا احرام حل میں جاسکتا ہے، پھر اپنی تجارت وغیرہ سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ میں بھی بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے بشرطیکہ اداء نسک کا ارادہ نہ ہو، اگر اداء نسک کا ارادہ ہو تو حل سے احرام باندھ کر داخل ہو، اگر میقات پر گذرتے وقت قصد اول تو اداء نسک ہو یا دخول مکہ ہو لیکن مرور فی الحل کی مجبوری کی وجہ سے حل میں تجارت وغیرہ کی نیت کرے تو اس کے لئے میقات سے بلا احرام گذرنا جائز نہیں (فتاویٰ محمودیہ ۱۶۳/۹ نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: ہبوط المرخصی ۱۶۷/۳، رد المحتار ۲/۲۲۹)۔

۲- زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک میں ہے کہ موٹر ڈرائیوروں کو تو بہت وسعت ہے کیونکہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے پہلے جدہ میں جانا پڑتا ہے، پھر وہاں سے حکم نامہ لے کر جہاں کو جانا ہو جاتے ہیں اور ڈرائیوروں کا مبادلہ بھی ہوتا ہے پس وہ لوگ مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت جدہ ہی میں جانے کی نیت کر لیں جب جدہ سے پھر مکہ مکرمہ کا حکم ہو تو اس کی تعمیل کی غرض سے بغیر احرام کے جاسکتے ہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۳۲۱/۲)۔

بعض کمپنیوں کے ہیڈ کوارٹر بھی جدہ میں ہیں اور جن کے نہ ہوں ان کا مطالبہ کر کے ہیڈ کوارٹر جدہ وغیرہ ایسی جگہ قائم کرنا چاہئے کہ ہر مسلک کے مطابق آسانی سے عمل ہو سکے۔

۳- مکہ والوں کو اور جو مکہ والوں کے حکم میں ہیں یعنی داخل میقات رہنے والے یا عین میقات رہنے والے اور جو اشہرج کے پہلے مکہ میں مقیم ہیں جیسے آفاقی اشہرج کے پہلے حلال ہو کر مکہ میں رہا ہو پھر اس پر اشہرج آگئے ہوں ان کو عمرہ کرنا اشہرج میں مکروہ ہے جو کہ اسی سال حج کرنا چاہیں اور اگر اس سال حج نہ کریں تو عمرہ ان سب کو اشہرج میں کرنا مکروہ نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۲۸۱/۱)۔

تمتع اور قرآن کی کے لئے ممنوع ہے

علامہ شامی نے فرمایا: ”اور اسی بنیاد پر متون کے قول ”اور تمتع و قرآن کی کے لئے نہیں ہے“ کا مطلب مشروعیت اور حلت کی نفی ہے۔ ان دونوں میں سے ایک میں دوسرے کے بغیر عدم

تصور کے منافی نہیں ہے اور اس پر قرینہ ان کا صراحت اس کے بعد تمتع کے باطل ہونے کا صحیح طور پر مائل ہونے کی وجہ سے ان صورتوں میں کہ اگر تمتع اپنے وطن کو لوٹے اور ان کی صراحت افاضہ احرام کے باب میں، بایں طور کہ وہ جب قرآن کر لے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو ختم نہ کرے تو اس کو کافی ہو جائے گا“ (رد المحتار ۲/۱۹۸)۔

مکہ مکرمہ کے رہنے والوں اور میقات پر یا میقات کے اندر رحل میں رہنے والوں کو قرآن اور تمتع کرنا جائز نہیں (زبدۃ ۵/۳۰۵)۔

۴- باہر نکلنے والے اہل مکہ میں سے جن حضرات کا اسی سال حج کا ارادہ ہے وہ مکہ واپسی کے وقت حج کا احرام باندھ کر اندر داخل ہوں اور حج کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں صرف عمرہ کی ادائیگی کافی ہوگی۔

”لأن عمرته و حجته ميقاتيان فصار بمنزلة الافاقى“۔

(اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج دونوں میقات ہیں تو وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا)۔

۵- جو تمتع عمرہ کرنے کے بعد حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ کو چلا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وطن اصلی جائے بغیر اس کا سفر واحدی رہتا ہے، اس لئے اس کو مفرد حج کا احرام باندھ کر آنا چاہئے اور صاحبین کے نزدیک پہلا تمتع باطل ہو گیا اب عمرہ کا احرام باندھ کر جائے تو از سر نو تمتع ہوگا اور حج میں زیادہ دن ہوں تو عمرہ کا احرام باندھ کر جانے میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی کوئی حرج نہیں، البتہ تمتع کے عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ میں رہتے ہوئے حج سے پہلے مزید عمرہ نہ کرے اس میں احتیاط ہے، ملا علی قاری نے جو فرمایا ہے اس کے موافق اور کسی کتاب میں منقول نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدة المناسک ۲/۳۱۸)۔

۶- سرحسی نے کہا: ”اور اگر رمی کیا اس کی جانب سے تو اس کو کافی ہو جائے گا اس شخص کے درجہ میں جس پر بے ہوشی طاری ہو، اس لئے کہ نیابت حج و عمرہ میں جاری ہوتی ہے جیسا کہ ذبح میں“ (بسوط ۳/۶۹)۔

”غذیہ میں ہے: ظاہر ہو گیا ان چیزوں کی وجہ سے جس کو ہم نے مقدم کیا کہ ان لوگوں نے ازدحام کے خوف کو عذر قرار دیا عورت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جس کو بیماری یا کمزوری ہو سورج طلوع ہونے سے پہلے رمی کے مقدم کرنے اور اس کے رات تک مؤخر کرنے میں، نہ کہ ان کی جانب سے ضرورت نہ ہونے کے باوجود نیابت کے جائز ہونے میں تو اگر وہ لوگ بذات خود ازدحام کے خوف سے رمی نہ کر سکیں تو ان پر نذ یہ لازم ہوگا“ (نویسہ، ۱۰۰ بحوالہ زبدۃ المناسک، ۱۸۳)۔

جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور حمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو تو وہ معذور ہے، اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تب بھی معذور ہے، اگر آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ یا تکلیف نہ ہو تو اس کو خود آ کر رمی کرنا ضروری ہے، دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، ہاں اگر سواری یا اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے اور معذور دوسرے سے رمی کر سکتا ہے (المباب، ۱۶۶، نویسہ، ۱۰۰ بحوالہ زبدہ مع عمدۃ، ۱۸۶)۔

معذور کی طرف سے جو اور کوئی نیابت رمی کرے اس کے جائز ہونے کے لئے معذور کا امر کرنا شرط ہے، مگر بے ہوش، چھوٹے بچے، بے سمجھ اور مجنوں کی طرف سے بغیر امر کے جائز ہے (المباب بحوالہ زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، ۱۸۷)۔

ازدحام کے خوف سے خواتین اور مریمینوں اور کمزوروں کے لئے رمی کو طلوع شمس سے مقدم کرنے اور رات تک مؤخر کرنے کی گنجائش ہے، نائب بنانے کی اجازت صرف مذکورہ سخت مجبوری کی حالت میں ہے۔

۷۔ سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکی حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیں اور حالت احرام میں پکڑ کر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ محصر کے حکم میں ہیں، زبدۃ میں ہے کہ جد ہیا کا مران وغیرہ سے حکام نے جہازوں کو روک دیا بلکہ واپس کر دیا تو اغنیاء وہاں جہاز ہی میں سے اگر مل سکا تو جانور لے کر ذبح کر سکتے ہیں یا واپس ہو کر وطن وغیرہ میں کر لیں گے، مگر مساکین کس طرح کریں تو اس کا حیلہ یہ لکھتے ہیں کہ جب حج کو جانا ہو تو احرام باندھنے کے وقت

یہ شرط کر لے کہ اگر میں محصر ہو جاؤں تو حلال ہو جاؤں گا تو محصر ہونے کے وقت ہدی بغیر ذبح کئے بھی حلال ہونے کی گنجائش ہوگی، البتہ مشہور مذہب وہی ہے کہ بغیر ذبح کئے حلال نہ ہوگا (زبدہ مع عمدہ ص ۲۳۲)۔

”ونقل الکرمانی والسروجی عن محمد أنه إن اشترط الإحلال عند الإحرام إذا أحصر جاز له التحلل بغیر هدی“ (ثای ۲/۲۳۳)۔

احصار حل میں ہو اور حرم تک ہدی پہنچانے یا اس کی قیمت ادا کر کے ذبح کرانے کے ذرائع میسر نہ ہوں تو صاحب عین اہدایہ کی رائے کے مطابق حل میں بھی ذبح کرنا احرام کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے، ہمارے نزدیک تو ضرورت اور تنگی کی وجہ سے جواز کی گنجائش نکلی اور امام شافعی کے مذہب میں تو مطلق جواز ہے، پس اس توافق سے بھی وسعت ہوئی (زبدہ مع عمدہ ص ۲۳۱)۔

۸- قارن اور متمتع کو پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرنا اس کے بعد ذبح یہ ترتیب واجب ہے اور مغرد کو رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے (زبدۃ المناہک مع عمدہ ص ۱۹۳)۔

”سرخسی نے فرمایا کہ جب منی پہنچ جائے تو جمرہ عقبہ کی رمی کرے، پھر ذبح کرے اگر وہ قارن یا متمتع ہے، پھر حلق کرانے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”آج ہمارے حج کے انعال میں سے پہلا یہ ہے کہ ہم رمی کریں پھر ذبح کریں پھر حلق کرانیں“ اس حدیث کی وجہ سے، اور اس لئے کہ ذبح اور حلق حلال ہونے کے اسباب میں سے ہیں، کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر محصر ذبح کے ذریعہ حلال ہو جائے تو ان دونوں پر رمی کو مقدم کیا جاتا ہے، پھر ذبح حلال ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ حلق، کیونکہ حلق احرام کو روکنے والا ہے تو ذبح حلق پر مقدم ہو گیا“ (بسوط السنن ص ۶۳)۔

جو معذور قربان گاہ تک نہ پہنچ سکیں وہ ایسے اداروں کو ذبح کا مختار بنائیں جن کی نظر میں ترتیب واجب ہے جیسے مدرسہ صولتیہ وغیرہ تو ذبح کے متعین کردہ وقت کے بعد حلق کرانے کی اجازت ہوگی۔

۹- اگر چہ من حیث الدلیل آمر کی اجازت سے حج بدل میں قرآن اور تمتع دونوں کے جواز کا رجحان معلوم ہوتا ہے اور فقہاء متاخرین میں سے صاحب لباب اور اس کے مثنیٰ صاحب حباب وغیرہ اسی کو اختیار کرتے ہیں، مگر ملا علی قاری اور حضرت گنگوہی کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذن آمر بھی جائز نہیں کہتے، معاملہ ادائے فرض کا نازک ہے، جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں ہجر اویا قرآن کرنا چاہئے لیکن اس زمانہ میں حج و عمرہ کرنے میں عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں اور طول احرام سے بچنے کے لئے یام حج کے بالکل قریب سفر کریں ہر طرف حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں، اس لئے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے پہلے جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آئے تو اس کے لئے تمتع کر لینے کی بھی گنجائش ہے (جوہر الفقہ ۱/۵۱۶)۔

”لأن المیت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا یكون مخالفا بلا خلاف بین الأئمة الأسلاف کذا فی الحباب“ (ادب الساری ص ۳۰۳، بحوالہ جوہر الفقہ ۱/۵۱۲)۔
(اس لئے کہ اگر میت نے اس کو تمتع کا حکم دیا پھر مامور نے تمتع کیا تو صحیح ہے اور وہ مخالف نہیں ہوگا ائمہ اسلاف کے درمیان بغیر اختلاف کے، جیسا کہ حباب میں ہے)۔
مذکورہ شرائط کے ساتھ الف، ب، ج، تینوں صورتوں میں تمتع کی گنجائش ہوگی۔
د- بلا اجازت کیا تو تمتع کے دم کا سا رخرچہ مامور واپس کر دے اور اجازت سے کیا تو خرچ کا مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا۔

و- حج عن المیت کرنے والے کو خود میت نے امر نہیں کیا، ورنہ پھینچا رہے ہوں تو وہ حج کر کے میت کو ثواب پہنچا سکتا ہے اس صورت میں بھی تمتع کرنے کی گنجائش ہے (عمیۃ حامیۃ زبدہ ۲/۲۶۲)۔

۱۰- حیض کی حالت میں مسجد میں جانا سخت منع ہے، حج کے عظیم رکن طواف زیارت کو حیض میں کرنا بہت بڑا حرم ہے، لہذا روانگی کی تاریخ بڑھوا کر پاک ہونے تک رکی رہے اور پاکی

کے ساتھ طواف زیارت کر کے حج پورا کرنا چاہئے، شرعاً حائضہ کو طواف کرنے کا حکم یا فتویٰ نہ دیا جائے کسی نے لاعلمی میں حیض کے وقت طواف زیارت کر لیا تو اس پر بدنہ ذبح کرنا ضروری ہے (زبدۃ المناسک مع عمدة المناسک ۱/۲۰۶)۔

”قال الكاساني: فإن لم يعد إلى مكة لكنه بعث بدنة جاز لما ذكرنا أن البدنة تجبر النقص بالجنابة“ (بدايع ۲/۱۳۳)۔

(کاسانی نے کہا کہ اگر وہ مکہ نہ لوئے لیکن اس نے (بدنہ) اونٹ یا گائے بھیج دیا تو جائز ہے اس وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا کیونکہ بدنہ جنابت کی کمی کو پورا کر دیتا ہے)۔

”قال السرخسي وعلى هذا لو طافت المرأة للزيارة حائضا فهذا والطواف جنبا سواء“ (بسوط ۳/۳۹۳)۔

(سرخسی نے کہا اور اسی بنیاد پر اگر عورت نے حالات حیض میں طواف زیارت کر لیا تو یہ اور حالت جنابت میں طواف برہہ ہے)۔

”بعض مفسرین نے منک ابن امیر الحاج سے نقل کیا ہے کہ اگر قافلہ لوٹنے کا ارادہ کرے اور اس میں کوئی عورت پاک نہ ہو تو اس نے پوچھا کہ کیا وہ طواف کرے گی یا نہیں؟ لوگوں نے کہا اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے مسجد میں داخل ہونا حائل نہیں ہے اور اگر داخل ہوگئی اور طواف کر لیا تو گنہگار ہوگی اور تمہارا طواف صحیح ہے، لیکن تم پر بدنہ کا ذبح کرنا واجب ہے“ (رد المحتار ۲/۱۸۴)۔

مذکورہ عبارات سے مجبوری کے وقت طواف زیارت کرنے والی حائضہ پر مکہ میں بدنہ ذبح کرنے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۱۱- زبدہ میں ہے: اور عدت موت میں اگر مکہ معظمہ تین منزل کے راستہ پر ہے اور حرم بھی ساتھ نہیں تو بھی محصرہ ہے اور اگر مکہ معظمہ تین منزل سے کم پر ہے تو محصرہ نہیں (زبدۃ المناسک مع عمدة المناسک ۱/۳۵۳ مفید تفصیل کے لئے دیکھئے: بدایع المناسک ۲/۱۲۳)۔

زبدۃ المناسک میں ہے: جبکہ عورت کا زوج اس کو طلاق دیدے اور مکہ مکرمہ میں ہی ہو تو عرفات پر نہ جائے، اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا اور اگر گھر واپس آئے تو پھر واپس جا کر حج کرنا اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ موجود ہونا اور واپسی کے وقت رفاقت کا ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات پیش آئیں گی تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جائے جیسے بو ادوی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلے جانے کا جواز ہے، اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر انفعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگی تو پھر حج کے لئے قضا کرنا لازم ہو جائے گا، پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا (زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، ۱/۳۶۱)۔

۱۲- جو حاجی مسافر مکہ مکرمہ میں ایسے وقت آئے کہ آٹھویں تاریخ تک پندرہ روز سے کم ہیں اور وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ روز یا زیادہ اقامت کی نیت کرے تو اس کی نیت اقامت صحیح نہ ہوگی وہ مسافر رہے گا، کیونکہ آٹھویں تاریخ کو وہ منیٰ اور نویں تاریخ کو عرفات ضرورت جائے گا، اس لئے ایسے شخص کو قصر کرنا چاہئے (معلم الحج، ۱۵۷)۔

۱۳- شامی نے کہا: ”اور وہ بات جس کی طرف دل مائل ہوتا ہے مخالف کی اقتداء کا مکروہ نہ ہونا ہے جب وہ فی انفس میں رعایت کرنے والا ہو“ (شامی، ۱/۳۷۹)۔

علامہ شامی نے مزید فرمایا: ”اور کونہ لم یخرج بسلامہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سلام اس کے وتر کو فاسد نہیں کرے گا کیونکہ جو چیزیں اس کے بعد ہیں اس کا شمار وتر میں سے ہے تو گویا وہ اس سے نہیں نکلا“ (شامی، ۱/۳۳۹)۔

خلافت کی رعایت کرنے والے مخالف مسلک امام کی اقتداء کی جائے اور امام کے ایک رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مقتدی اپنی دو رکعت پوری کر لے اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اکمل جماعت کے انتظار اور ہم مسلک امام کی اقتداء جماعت سے اعراض نہیں، لہذا امام حنفی میسر ہو تو اس کے پیچھے تین رکعت وتر کی جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔

حج اور عمرہ کے چند حل طلب مسائل

محمد ایوب ندوی شافعی ☆

- ۱- جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہوا سے حالت احرام میں داخل ہونا ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں ہے، یہ مسلک امام احمد اور امام شافعی کا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے موقع پر بلا حالت احرام داخل ہوئے تھے، حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی منقول ہے۔
- ۲- جو شخص مکہ میں رمضان سے منیم ہو وہ اشہر حج میں عمرہ کر سکتا ہے یعنی وہ تمتع یا قرآن کر سکتا ہے لیکن اسے دم تمتع نہیں دینا ہوگا۔
- ۳- مسلک امام شافعی اور امام احمد پر عمل کرنا بہتر ہے۔
- ۴- کر سکتا ہے۔
- ۵- اکثر شوافع علماء نے اس بات کی صراحت کی کہ اگر وہ شخص رمی جمار کے آخری دن وقت جو از تک خود رمی نہ کر سکتا ہو تو وہ دوسرے کو نائب بنا سکتا ہے۔
- ۶- آج کل چونکہ دن بعد عصر منیٰ بالکل خالی ہو جاتا ہے اور تقریباً ہر بوڑھا و بچہ رمی جمار کر سکتا ہے لہذا محض ازدحام کے خوف سے نائب بنانا درست نہیں۔
- ۷- ایسے لوگ محصر کے حکم میں ہوں گے، وہ ایک بکری ذبح کریں گے اور اس سے تحلل کی نیت کریں گے (ستاب الايضاح فی المناسک)۔

-
- ۸- شوائع کے نزدیک رمی، ذبح اور حلق کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے، لہذا آج کل کی دشواری کی وجہ سے مسلک شوائع پر عمل کیا جاسکتا ہے۔
- ۹- حج تمتع آمر کی اجازت سے ہوگا۔
- ۱۰- حیض و نفاس کی حالت میں طواف زیارت کسی طرح درست نہیں، اگر اسے کسی وجہ سے جانا پڑے تو وہ دوبارہ آکر طواف زیارت کرے گی۔
- ۱۱- ادا کر سکتی ہے۔
- ۱۲- وہ مقیم نہیں ہوگا۔
- ۱۳- مجمع اور جماعت کی رعایت کرے، امام مسجد کی اقتداء کرنا بہتر ہے۔

حج اور عمرہ کے چند اہم گوشے

مولانا اخلاق الرحمن قاسمی ☆

دور حاضر میں حجاز مقدس کی تجارتی اہمیت، حجاج کی بے پناہ کثرت، ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کی قانونی پابندیوں نے مختلف مسائل پیدا کر دیئے ہیں، آج ہم انہی مسائل کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں، اللہ ہی سے درستگی کے امیدوار ہیں اور اللہ ہی بہترین مدد کرنے والا ہے۔

۱- اہل حل کا بغیر احرام مکہ المکرمہ میں داخل ہوتے رہنا

حد و حرم سے باہر حد و میقات کے اندر رہنے والے کو اہل حل کہا جاتا ہے، یہ لوگ اگر حج و عمرہ کے ارادہ کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائیں تو احرام باندھ کر داخل ہونا لازم نہیں، بلکہ بغیر احرام داخل ہونا جائز ہے (ایضاح المناسک بحوالہ تاج رفاہیہ ۱۷۵/۳)۔ لہذا جدہ وغیرہ میں رہنے والوں کے لئے بغیر احرام اپنی ضروریات کے لئے بار بار مکہ میں جاتے رہنا جائز ہوگا، کیونکہ اگر ہر بار آمد و رفت کی بنا پر احرام کی پابندی عائد کر دی جائے تو مشقت کو دعوت دینا ہو جبکہ شریعت تو مشقت کے وقت تیسیر کی راہ بتلاتی ہے۔

”الحرج شرعا مدفوع ومن فروعه ما قدر وہ من أنه إذا ضاق الأمر

اتسع“ (اصول فقہ ۲۰۹، عبد الوہاب خلاف)۔

۲- بار بار میقات سے باہر کاروبار کے لئے جانے والے کی

جب اہل مکہ اور حدود حرم کا رہنے والا میقات سے باہر تجاؤز کرے گا تو واپسی میں اگر ڈائریکٹ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ ہے اور حدود حرم میں رکنے کا ارادہ نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر جانا واجب ہے ورنہ ایک دم واجب ہوگا، چاہے وہ بار بار کا آنا جانا کیوں نہ ہو (بخاری ص ۴۷۸)، لیکن امام شافعی کے نزدیک اگر اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کیا تو اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے (بخاری ص ۴۷۵، بدائع ص ۱۶۳)۔

لیکن اگر اہل مکہ میں سے کسی شخص کو اپنی تجارت اور کاروبار کی غرض سے بار بار میقات سے باہر آنا جانا پڑتا ہے اور ہر بار احرام باندھنے میں مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جانا واضح بات ہے، تو ایسی صورتوں میں تیسیر کی راہ اپناتے ہوئے اور مشقت سے بچتے ہوئے اور ضابطہ شرعیہ ”المشقة تجلب التیسیر“ کے تحت امام شافعی کے مسلک کو اختیار کیا جاسکتا ہے، کیونکہ شدید حاجت اور مشقت کی وجہ سے کسی بھی مسئلہ میں علماء کے مشورہ سے اپنے مذہب سے عدول کر کے غیر کے مذہب کو اختیار کر لیا جائز ہو جاتا ہے، حضرت تھانویؒ نے الخیلة الناجزہ ص ۲۵ میں اس کی صراحت فرمائی ہے، اسی طرح ایضاح المسائلک (ص ۱۶۰) میں بھی ہے۔

چھٹا فقہی اجتماع ادارہ مباحث فقہیہ جمعیت علماء ہند۔ منعقدہ دیوبند ۱۶/۱۷/۱۸ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۲۷/۲۸ مارچ ۱۹۹۷ء نے بھی رفع حرج کے پیش نظر بغیر احرام داخل ہونے کی گنجائش بتلائی ہے (بحث و نظر شمارہ ۳۲ جلد ۸) جو اس طرح ہے:

جو لوگ حدود میقات سے باہر رہتے ہیں، اسی طرح وہ اہل مکہ (زادہ اللہ شرفاً) جو بغرض تجارت یا ملازمت کسی مجبوری میں حدود میقات سے باہر بار بار آتے جاتے ہوں، تو ایسے لوگوں کا اصل حکم تو یہی ہے کہ جب بھی یہ لوگ حدود میقات سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی نیت سے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر حج یا عمرہ کا احرام لازم ہے، لیکن ڈرائیور اور تجارتی اغراض سے روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے ہر بار احرام میں حرج و مشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور دفع

مشقت کے لئے امام شافعی کے قول کے مطابق بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی گنجائش ہے۔

۳- اہل مکہ کا اشہر حج میں عمرہ کرنا

اہل مکہ کے لئے اشہر حج میں بار بار عمرہ کرنا بلا کر بہت جائز ہے اور پورے سال میں صرف پانچ دن عمرہ کرنا مکروہ ہے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک اور ان پانچ دن کے علاوہ باقی سال کے تمام ایام میں مکی اور غیر مکی سب کے لئے بلا تفریق جائز اور درست ہے، ”لأن العمرة جائزة في جميع السنة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي والآفاقي“ (ایضاح المناسک، ۱۱۷، بحوالہ نوبت المناسک، ص ۱۱۵)، یعنی مکی کے لئے اسی طرح غیر مکی کے لئے تمتع اور قرآن کی گنجائش ہے۔

۴- حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کا حج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر جانا جو حضرات انہ کی کے لئے تمتع وتران کو جائز نہیں کہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ میقات کے باہر سے مکہ مکرمہ جانے والے ہر شخص کے لئے (خواہ اس کی نیت حج و عمرہ کی نہ ہو) میقات سے احرام باندھ کر داخل ہونا لازم تر اردیتے ہیں ان کے مسلک کے اعتبار سے یہ دشواری پیش آتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں مقیم جو حضرات حج کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے اشہر حرم میں حدود میقات سے باہر گئے، پھر مکہ مکرمہ میں واپس ہونے لگے، اگر وہ احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہوئے تو انہیں بلا احرام میقات سے تجاوز کرنے کی وجہ سے دم دینا پڑے گا، اور اگر احرام کے ساتھ میقات میں داخل ہوئے تو احرام سے حلال ہونے کے لئے انہیں ارکان عمرہ ادا کرنے ہوں گے، اسی سال حج کرنے کی صورت میں تمتع کرنے کی وجہ سے دم جنائیت لازم ہوگا اور ایک ممنوع صورت کا ارتکاب ہوگا۔

”لأن الجمع بينهما في حق المكي غير مشروع“ (بواہر، ۲۹۰/۲)۔

لہذا اس صورت حال سے بچنے کے لئے حج کا ارادہ رکھنے والے اہل مکہ کو پابند کرنا کہ

اشہرج شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر نہ جائیں تنگی اور دشواری کی بات ہے کیونکہ اشہرج کا عرصہ خاصا طویل ہے اور اہل مکہ مختلف ضرورتوں کی بنا پر میقات کے باہر جانے پر مجبور ہوتے ہیں، ایسی صورت میں امام شافعیؒ کے قول کو اختیار کرنے کی رفع حرج اور دفع مشقت کے پیش نظر گنجائش ملتی ہے۔

”المشقة تجلب التيسير“، ”الحرج شرعاً مدفوع“ ومن فروعہ ”إذا

ضاق الأمر اتسع“ (اصول الفقہ عبدالوہاب خلاف، ۲۰۹)۔

۵- آفاقی کا احرام حج باندھنے سے پہلے بار بار عمرہ کرنا

صرف پانچ دنوں میں یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک عمرہ مکروہ ہے، باقی دنوں میں بلا تفریق کی آفاقی ہر ایک کے لئے بلا کراہت درست ہے۔

”لأن العمرة جائزة بلا كراهة إلا في خمسة أيام لا فرق بين ذلك

بين المكي والآفاقي“ (نویۃ المناسک، ۱۱۵)۔

۶- رمی جمرات میں نیابت

قدرت ہوتے ہوئے نیابت درست نہیں ہے اور جب ایسا عذر لاحق ہو کہ جو عذر رمی جمرات سے مانع ہو تو ایسی صورت میں نیابت جائز اور درست ہے، لہذا ایسے مریض، کمزور، بوڑھے اور اپانچ کی طرف سے رمی جمرات میں نیابت جائز ہے جو از خود جمرات تک پہنچ کر رمی کی قدرت نہ رکھتے ہوں اور رمی کرنے والا نائب ان کی طرف سے بوقت رمی، رمی کی نیت کرے گا، البتہ اپنی طرف سے رمی پہلے کر لے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے کرے۔

”أن يرمى بنفسه فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة وتجاوز عند العذر

فلو رمى عن مريض أو بغيره عند عجزه عن الرمي بنفسه كالمريض“ (بدائع

۱۳۷/۲، نویۃ المناسک، ۱۰۰، ایضاً المناسک، ۱۵۸)۔

ضابطہ شرعیہ ”المشقة تجلب التيسير“ کے فروعات میں وہ تمام رخص شرعیہ آتے ہیں جن سے شارع کا مقصود مکلف کے لئے تخفیف و ترفیہ اور رافت و رحمت ہوتی ہے اور جن اسباب کے وقوع سے تخفیفات کے احکام جاری ہوتے ہیں من جملہ ان میں ایک مرض بھی ہے، لہذا اس اصول اور ضابطہ کی روشنی میں بھی مریض و معذورین کے لئے رمی جمرات کی نیابت کی اجازت ثابت ہوتی ہے (اصول فقہ عبدالوہاب خلاف، ۲۰۰۹)۔

۷۔ زائرین حرم کے لئے احرام کے بعد موانع اور رکاوٹیں

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تہاج اور زائرین حرمین شریفین احرام باندھنے کے بعد رکاوٹوں اور موانع اور اعذار کے پیش آنے کی وجہ سے زیارت حرم سے محروم ہو جاتے ہیں، یہ موانع کبھی مرض وغیرہ کے سبب ہوا کرتے ہیں اور کبھی دوسروں کے بیجا مداخلت کے نتیجے میں، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کو کفار نے مذہبی عناد کے باعث عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ نے اس احصار و ممانع کے پیش آنے کے بعد احرام کو ختم اس طرح کیا کہ جو ہدی اپنے ہمراہ لے گئے تھے ذبح فرمایا اور ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور اس طرح حلال ہوئے اور آئندہ سال عمرۃ القضا کیا۔ احصار کے بارے میں تہاج ابن عمرو انصاری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من کسر أو عرج فقد حل و علیہ الحج من قابل انہی سے دوسری روایت میں ”أو مرض“ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔

علامہ عینی نے حصر کی حقیقت پر روشنی اس طرح ڈالی ہے:

”اختلف العلماء فی الحصر بأی شیء یکون و بأی معنی یکون فقال قوم یکون الحصر بکل حابس من مرض أو علمو و کسر و ذهاب نفقة و نحوها مما یحصره و یمنعه عن المضی إلى البیت وهو قول أبی حنیفةؒ و أصحابہ و روی ذلک عن ابن عباس و ابن مسعود و زید بن ثابت و قال آخرون وهم

اللیث بن سعد و مالک و أحمد و إسحاق لا یكون الإحصار إلا بالعدو فقط ولا یكون بالمرض“ (عینی شرح بخاری حاشیہ ابوداؤد ۱/۲۵۷)۔

اس وضاحت کے بعد یہ واضح رہے کہ ان دنوں جو سعودی عرب میں رہنے والے غیر ملکوں کے لئے بھی حج کرنے کے لئے اجازت لیما ضروری ہوتا ہے، بعض لوگ جو حکومت کی اجازت کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کے نتیجے میں حکومت کی پکڑ کی زد میں آجاتے ہیں اور واپس بھیج دیئے جاتے ہیں، محصر شمار کئے جائیں گے اور حال ہونے کے لئے ہدی ارسال کرنا ہوگی اور آئندہ حکومت کی اجازت ملنے پر حج یا عمرہ کا اعادہ لازم ہوگا، مذکورہ صورت میں محصر ہونا حضرات حنفیہ کے یہاں ہے، دوسرے مسالک کے علماء صرف ایک صورت کے پائے جانے پر محصر ہونا بتلاتے ہیں یعنی دشمن کا خوف و خطر اور بیجا مداخلت، لہذا ان کے یہاں مذکورہ صورت میں گرفتار شدہ لوگ محصر نہیں ہوں گے، لیکن موجودہ صورت حال میں مالکیہ اور حنبلیہ علماء کو بھی حنفیہ کے قول کے اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے جس کی وجہ ظاہر ہے۔

۸- رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب

حج کے ۲۲ واجبات ایسے ہیں جن کے ترک سے دم لازم ہوتا ہے ان میں رمی، ذبح اور حلق بھی ہیں جن میں ترتیب کو حنفیہ کے مفتی بقول کے مطابق واجب بتلایا گیا ہے، یعنی رمی اولاً، ثانیاً ذبح، ثالثاً حلق (نئی ۲/۶۷۳، فتح القدیر ۳/۶۵)، لہذا ان میں اگر ترتیب کو باقی نہیں رکھا گیا تو دم دینا ضروری ہوگا، لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک ترتیب کے ترک سے دم لازم نہ ہوگا، کیونکہ ترتیب ان کے یہاں سنت ہے (اور سنت کے ترک سے دم واجب نہیں ہوتا بلکہ واجب کے ترک سے ہوتا ہے) (در مختار ۲/۳۷)۔

دور حاضر میں اس ترتیب کی رعایت میں دشواری یہ ہے کہ تجاج کے بے پناہ ازدحام،

موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے خصوصاً ضعیف و معذور حجاج کے لئے خود مذبح جا کر قربانی کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے، اس لئے حجاج عام طور سے قربانی کی رقم ان اداروں کے حوالہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں جو حجاج کی طرف سے نیابتاً قربانی کا نظم کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس کے مجاز ہیں قربانی کا نظم کرنے والے ان ذمہ داروں کے مسلک میں ترتیب واجب نہیں، اس لئے ترتیب کا اہتمام بھی نہیں کرتے۔ اس لئے مزاج شریعت کے مطابق یسر و سہولت کا پہلو اختیار کرتے ہوئے اور حرج سے بچنے کی خاطر ان پریشان کن اعذار کے پیش نظر ضابطہ شرعیہ ”المشفقة تجلب التیسیر“ (اصول الفقہ عبد الوہاب خلاف، ۲۰۰۹ء) کے مطابق ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو دوسرے ائمہ کے قول کو اختیار کرنے کی گنجائش ملتی ہے، اسی طرح صاحبین کے قول یعنی حنفیہ کے قول مرجوح پر عمل کی گنجائش ہے۔

چھٹا فقہی اجتماع کے تجویز نمبر ۳ کی عبارت بھی اسی طرح ہے:

”آج کل حجاج کے ازدحام یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے“ (بحث و نظر شمارہ ۳۳-جلد ۸ صفحہ ۱۰۵)۔

۹- حج بدل میں تمتع یا قرآن

حج بدل میں صرف حج فطر ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے، البتہ اگر آرمہ اجازت دیدے تو حج تمتع یا حج قرآن بھی کر سکتا ہے (ایضاح المناسک، ۱۷۲-۱۷۳، جوبہم الفقہ، ۵۱۳، ۵۱۴) اور دم شکر حج کرنے والے مامور کے مال میں سے لازم ہوگا، لیکن آرمہ اپنی خوشی سے اگر دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز ہے اور اس زمانہ میں عرف یہی ہے کہ دم شکر آرمہ کی طرف سے دینے کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ صراحت سے اجازت حاصل کر لی جائے (ایضاح المناسک، ۱۷۲-۱۷۳، بحوالہ احسن الفتاویٰ، ۵۲۳)۔

باقی اگر تحقیق سے آمر کے حال کا علم ہو جائے کہ ان کی طرف سے اجازت تمتع کی نہیں ہے تو مامور ہی پر دم تمتع لازم ہوگا اور رہاج عن المیت کی صورت میں تمتع کا مسئلہ تو عرفاً اجازت عن المیت سمجھی جائے گی اور بہتر یہی ہے کہ مامور خود ادا کرے۔

۱۰- حالت حیض میں طواف زیارت

اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے تو اس پر ایسی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے جس سے وہ پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے واپس ہو سکے، جیسے نکت یا ویزا کی تاریخ بڑھانا، یا حج کمیٹی سے روانگی کو موخر کرنا وغیرہ اور اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو سکے اور دوبارہ وطن سے واپسی بھی مشکل ہو اور وہ حالت حیض ہی میں طواف زیارت کر لے تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگی لیکن اس کا یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہو جائے گا اور وہ پوری طرح حلال ہو جائے گی مگر اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی جنائیت میں لازم ہوگی اور اگر قربانی نہیں کی جاسکی اور وہ کسی بھی موقع پر طواف زیارت کا اعادہ کر لے تو بدنہ کا وجوب اس سے سابقہ ہو جائے گا (چھٹا فقہی اجتماع دیوبند، مجلہ نمبر ۵، بحث و نظر صفحہ ۱۰۵، شمارہ ۳۲ جلد ۸) جنائیت میں جو قربانی لازم ہوگی اس کا حرم مکہ میں ذبح کرنا ضروری ہوگا، پھر یہ کہ ایام نحر کے اندر قربانی ضروری ہے، اگر ایام نحر کے باہر کیا تو دوہری جنائیت ہوتی، لہذا دوہری قربانی کرنی ہوگی (ایضاح المناسک، ۱۶۳ بحوالہ شرح نفاہ، ۲۱۳، مرقات ۵/۳۲۳) اور جنائیت کے نتیجہ میں جو بدنہ (یعنی ایک بڑا جانور گائے، بھینس یا اونٹ) ہوتا ہے اس کے لئے حدود حرم تو ضروری ہے لیکن موسم حج کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ کسی بھی زمانہ میں اس کی قربانی کی جاسکتی ہے (ایضاح المناسک، ۱۰۶ بحوالہ مٹای ۵۱۹/۲، حارف السنن ۶/۳۵۸)۔

۱۱- سفر حج و عمرہ میں رکاوٹ

سفر حج یا عمرہ میں کسی خاتون کے شوہر یا حرم کا انتقال ہو جائے تو وہ محصر سمجھی جائے گی،

ایسی حالت میں یعنی بلا حرم یا شوہر کے حج یا عمرہ ادا نہیں کر سکتی اور محصر کے جو احکام ہیں تفصیلاً
نمبر ۷ میں مذکور ہوئے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا مکہ میں پندرہ یوم قیام سے قبل منیٰ میں

منیٰ وادی حشر سے جمرہ عقبہ تک دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان ہے
اور یہ میدان مسجد حرام سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے (ایضاح المناسک، ۳۵۷)، یعنی مکہ المکرمہ اور
منیٰ کے درمیان مسافت سفر نہیں ہے اور ان دنوں تو دونوں کی آبادی متصل ہو گئی ہے، یا کہا جائے
کہ مکہ شہر پھیلتے ہوئے منیٰ کی آبادی کے متصل ہو گیا ہے، گویا اب دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔
لہذا حج کا سفر کرنے والا جو یام حج یعنی ۷/۸ ذی الحجہ سے اتنی مدت قبل مکہ مکرمہ
پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ۱۵ یوم قیام سے پہلے ہی یام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا
ہے تو وہ مقیم ہوگا جبکہ اس نے پندرہ یوم مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی نیت کی ہو اور قیام مکہ و منیٰ کا مجموعہ
پندرہ یوم یا زیادہ ہو جاتے ہوں۔

حج و عمرہ کے مسائل

مولانا محمد ارشاد القاسمی ☆

۱- جو لوگ حرم مکہ میں داخل ہو رہے ہوں خواہ ان کی نیت حج و عمرہ کی نہ ہو بلکہ تجارت و ملاقات یا اور کسی مقصد سے جانا ہو رہا ہو، ان پر بھی عند الاحناف احرام کی پابندی لازم ہے، اس کے خلاف کی صورت میں ان پر دم لازم آئے گا۔ ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کے یہاں وہ بلا احرام کے داخل ہو سکتے ہیں ان پر دم نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

”ثم الآفاقی إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج والعمرة أو لم يقصد عندنا“ (بنایہ ۳/۵۴۳)۔

فتح القدر میں ہے:

”من أتى ميقاتاً منها لقصد مكة وجب عليه الإحرام“ (۴۲۶/۲)۔

”ولزوم الدم بالتأخير أي بتأخر الإحرام عنها“ (شرح اللباب ۵۵)۔

۲- وہ حضرات جو حج و عمرہ کی نیت سے نہیں آ رہے ہوں اور ان کو کثرت سے حرم مکی میں آمد و رفت کی ضرورت پڑتی ہو، ان میں متعدد بار آتے جاتے رہتے ہوں، جیسے ڈرائیور، ایجنٹ وغیرہ، وہ اس احرام کے قاعدہ سے مستثنیٰ کئے جاسکتے ہیں۔

”كذا في عمدة القاري، قال أبو عمر لا أعلم خلافاً بين الأمصار في

الحطابین ومن یدمن الاختلاف إلى مكة ویکثره فی الیوم واللیلة لایومرون
بذلك لما علیهم فیہ من المشقة“ (۳۹۰/۸)۔

الہدی الساری حاشیہ فیض الباری میں ہے:

”ولمعارض الأدلة اختلف قول العلماء والاحتیاط للإحرام إلا من کثر
دخوله فیرتفع المشقة“ (۱۳۹/۳)۔

۳- مقیم مکہ جو حج کا ارادہ رکھتے ہوں، اشہر حج کے بعد ان کے لئے عمرہ کرنا اور تمتع و
قرآن کی گنجائش ہے۔

”والمکی یعتمر فی أشهر الحج لا یکره له ذلك، ولكن لا یدرک
فضیلة التمتع“ (حاشیہ لوطا الساری ۱۸۳)۔

”وقد بینا أن المکی إذا خرج من المیقات ثم قرن حجة وعمرة کان
قارناً“ (ص ۱۸۵، ایضاً)۔

ابن نجیم لکھتے ہیں:

”وبهنا عرف أنه یتصور الجمع بین العمرة والحج فی حق المکی
لکن لا علی وجه التمتع والقران (أی المسنون)“ (مختصر الخالق ۳۹۳/۲)۔

۴- مقیم مکہ جو اسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ کسی ضرورت سے اشہر حرم میں
میقات سے باہر گئے تو وہ عمرہ کے احرام سے میقات میں داخل ہو کر حرم کی میں آسکتے ہیں اور حج
کی وجہ سے ان پر دم جنایت لازم نہیں۔ کذا فی شرح الملہاب:

”إن المکی إذا خرج إلى بعض الآفاق لحاجة ثم رجع وأحرم بالعمرة
فی أشهر الحج ثم حج من عامه لم یلزمه الدم باتفاق الأربعة“ (ص ۱۹۱)۔

۵- تمتع کرنے والا آفاقی عمرہ سے فارغ ہو کر احرام حج سے قبل مزید عمرے بلا کر اہت
کر سکتا ہے۔

علامہ شامی حاشیہ البحر الرائق میں ذکر کرتے ہیں:

”وهذا المتمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلة أيضاً كالطواف“ (مختصر الخلق حاشیہ البحر الرائق ۲/۳۹۳)۔

۶: الف- عمل رمی میں دوسرا شخص شرطوں کے ساتھ رمی کر سکتا ہے۔

ب- مریض اور معذور کے لئے کوئی نائب بن کر رمی کر سکتا ہے اور معذوری کی حد یہ ہے کہ وہ چلنے اور جمرات تک جانے کی صلاحیت و طاقت نہ رکھتا ہو، حاملہ عورت جو حمل کی وجہ سے، نیز ہر ضعیف جو جمرات تک نہ جاسکتے ہوں، اسی طرح محبوس قیدی کی جانب سے بھی نیابت ہو سکتی ہے۔

الفقه الاسلامی وادلتہ میں ہے: ”تجاوز الإنابة فی الرمی لمن عجز عن الرمی بنفسه لمرض أو حبس أو كبر سن وللمحبوس و كبر سن والحمل أن يوکل عنه من یومی عنه الجمرات کلها“ (ص ۱۹۳)۔

ازدحام کی وجہ سے نیابت نہیں ہو سکتی، ازدحام کوئی معقول عذر نہیں، کمافی الفتاویٰ الراجحیہ۔ ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کر سکتا (۵/۲۳۶)۔

۷- جسے حکومت پکڑے اور گرفتار کرے یا واپس کر دے وہ محصر ہو جائے گا۔

ان کا احرام اس طرح ختم ہوگا کہ وہ حرم میں قربانی کے لئے بکر یا اس کی قیمت بھیج دیں اور آئندہ عمرہ کی صورت میں عمرہ یا حج کی صورت میں عمرہ و حج کی قضا کرنا ہوگی۔

۸- متمتع اور قارن کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے اور اس کے خلاف پر دم واجب ہے، صاحبین کے نزدیک ترتیب مسنون ہے، اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء مجتہدین کے نزدیک مسنون اور اس کے خلاف پر دم نہیں ہے، مصالح ماس و زمانہ و دفع حرج اور دقت کی رعایت کرتے ہوئے صاحبین کے قول پر فتویٰ کی گنجائش ہے، چونکہ حنفیہ کے مسلک میں حضرات صاحبین کا قول عدم وجوب کا ہے، اسی طرح دیگر جماہیر بھی

اسی کے قائل ہیں اس لئے مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر اس قول کو لیا جاسکتا ہے۔ ابن نجیم لکھتے ہیں:

”و عندہما لا یلزم شیء بتقدیم نسک علی نسک“ (المحررات ۳/۲۶۱)۔
 طحاوی علی الدر المختار میں ہے:

”و عندہما لا یلزم بالتأخیر فی المناسک شیء“ (۵۲۵/۱)۔

ابن ہمام لکھتے ہیں احتمال ہے کہ صاحبین کا مسلک سنیت ترتیب کا ہو:

”وإن ذلک الترتیب مسنون لا واجب والحق أنه یحتمل أن یکون

کذلک“ (فتح القدير ۳/۶۲)۔

لہذا: ”لو أفتی مفت بشیء من ہذہ الأقوال فی مواضع الضرورة طلباً

للتیسیر کان حسناً“ (فتاویٰ ۱/۲۳)۔

اسی طرح:

”المفتی إنما یفتی بما یقع عنده من المصلحة“ (عمدة الرماہ ۱/۱۳)۔

۹۔ آج کل کسی کو حج بدل کے لئے بھیجنا عرفات حج تمتع تصور کیا جائے گا جبکہ یہی رائج ہے

اور شرعاً امر کی اجازت سے مشروع بھی ہے کہ ہذا کی صورت میں طول احرام کا برداشت کرنا مشکل ہے۔

الف۔ امر کی اجازت سے تمتع کر سکتا ہے، قاضی خاں میں ہے:

”فیقول حج عنی بہنا المال کیف شئت إن شئت حجة وإن شئت

حجة وعمرة“ (علی حامیہ مالگیری ۱/۳۰۷)۔

جو اہر الفقہ میں ہے:

آمر اجازت دیدے تو قرآن و تمتع دونوں جائز ہونا چاہئے (۵۱۳/۱)۔

ب۔ صریح اجازت کے علاوہ دلالت و عرفاً اگر اجازت متصور ہو تو تمتع کر سکتا ہے۔

ج۔ تعلقات یا ایسے احوال ہوں جن کی بنیاد پر ظن غالب ہو کہ اس کی اجازت بلاشبہ ہو جائے گی تو تمتع کی اجازت ہے۔

د۔ بہر صورت مامور کے ذمہ ہوگا، امر تعمیر عایدے تو فیہا ورنہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔

ھ۔ تمتع کی گنجائش ہے اس لئے کوئی پریشانی نہیں۔

و۔ حج عن المیت کی صورت میں میت کی اجازت ہو تو تمتع کر سکتا ہے۔

ب، ج۔ احسن الفتاویٰ میں ہے: اس زمانہ میں عرفا امر کی طرف سے تمتع قرآن و دم شکر کا اذن ثابت ہے، اس لئے صراحتاً اذن ضروری نہیں۔ مع بذل صراحتاً اذن حاصل کر لینا بہتر ہے (۵۱۳/۴) یا عام اجازت لے لے تو تمتع کی گنجائش نکل آئے گی، کمافی شرح الباب:

”قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل إذا أمره غيره أن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور“ (ص ۳۰۴)۔

د۔ شرح لباب میں ہے:

”حتى لو أمره بالقران أو التمتع فالدم على المأمور“ (ص ۳۰۵) (اگر امر اس کو قرآن یا تمتع کا حکم کرے تو دم مامور (حج کرنے والے) پر ہوگا)۔

اور رد المختار میں ہے: ”و دم التمتع والقران على الحاج“ (۶۱۱/۴)۔

و۔ افراد کے حکم کی صورت میں قرآن و تمتع درست نہ ہوگا، ”فلو أمره بالافراد

فقرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه“۔

اور اجازت سے ہو جائے گا:

”لأن المیت لو أمره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفا“

(رد المحتار ص ۲۰۴)۔

۱۰۔ اگر کوئی عورت طواف زیارت نہ کر سکی کہ حیض یا نفاس شروع ہو گیا، ادھر مدت

اتمامت کی تاریخ ختم ہو گئی کہ رک نہیں سکتی، پاکی کے انتظار تک رہنا اس کے اختیار میں نہیں،

دوبارہ آکر اس فریضہ کو ادا کرنا استطاعت سے باہر ہو، تو ایسی عورت اسی حالت میں گناہ سمجھتے ہوئے غسل کر کے مضبوطی سے کپڑا باندھ کر طواف کر کے حائل ہو جائے۔

الف۔ ہاں صورت مذکورہ میں ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

”لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف أم لا، قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وإن دخلت وطفنت اثمت وصح طوافك“ (شامی ۵۱۹/۲)۔

ب۔ ہاں رکن ادا ہو جائے گا اور دم لازم ہوگا۔

”كما في الشامي: وصح طوافك و عليك ذبح بدنة“ (۵۱۹/۲)۔

ج۔ بدنہ یعنی گائے اونٹ ذبح کرنا ہوگا، بکرا کافی نہ ہوگا۔

”والشاة تجوز في كل شيء إلا في طواف الركن جنباً“ (البحر الرائق ۲۶/۳)۔

د۔ قربانی کی ادائیگی مکہ میں ہی ہوگی۔ احکام القرآن میں ہے:

”ذبحه في الحرم بالاتفاق سواء وجب شكراً أو جبراً“ (۶۶۷/۲)۔

درمختار میں ہے: ”ويتعين الحرم لا منى“ (۶۶۷/۲)۔

۱۱۔ سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور مکہ مکرمہ قریب ہے، سفر شرعی کی

مسافت میں نہیں ہے تو یہ عورت حج کر سکتی ہے۔

حاشیہ شرح لباب میں ہے:

”أو مات عنها فإن كان إلى منزلها أقل من ملة السفر وإلى مكة فإنه

يجب أن تعود إلى منزلها وإن كانت إلى مكة مضت إلى مكة“ (م ۳۰، ہکذا فی

الثامیہ ۱/۵۳۸)۔

”وإن حجت وهي في العدة جاز حجها وكانت عاصية“ (ارتقا الساری فی

مناسک ملا علی قاری ص ۳۹)۔

.....
۱۲- منیٰ کی آبادی کے اتصال سے اس وقت توابع شہر اور فناء شہر میں داخل ہو کر مقیم ہوگا جبکہ اتصال سے وہاں عرفاً اور حکومت و سرکاری امور میں بھی اسے شہر مکہ کے تابع سمجھا جانے لگے، مطلق اتصال موثر نہیں، کذافی جوہر الفقہ، جن کے نام اور احکام اور تمام کار و بار جدا ہوں ایک جگہ متصور نہ ہوں گے (۲۹۱/۳)۔

۱۳- احناف وتر میں شوائع کی اقتداء اس وقت نہیں کر سکتے جبکہ وہ فصل سے

پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن نجیم بحر میں ذکر کرتے ہیں:

”فظهر بهذا أن المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعي في الوتر

إن لم يسلم على رأس الركعتين وعدمها إن سلم“ (۲۲/۱، کذافی فتح القدیر ۱/۳۸۱،

الثانی ۸/۳)۔

مناقشہ:

حج و عمرہ - موجودہ حالات کے پس منظر میں

یہ رجحان پیدا ہوا سہولت پسندی کا باعث بن جائے گی اور سارے لوگ اپنے خیموں میں بیٹھ کر آرام کریں گے اور ذبح قربانی جس کے لئے یہ بھی ہے کہ بھئی اپنے سامنے کھڑے ہو کر خود اپنے ہاتھ سے کرو اور اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کو دیکھو کہ تمہارے سامنے قربانی کی جارہی ہے، یہ صورتحال ہے خطرناک، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ حج کے مسائل پر غور کرتے وقت آپ سب سے ایک درخواست تو یہ ہے کہ ان چیزوں پر غور بھی کیجئے، نہ وہ سہوت جو مہلک ہے اور نہ وہ سہولت پسندی جو عبادت کی روح کو ختم کر دیتی ہے، ان کو سامنے رکھ کر واقعات و حقائق اور مشکلات کو سامنے رکھ کر احکام شرع کی گنجائشوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کریں اور اگر مناسب سمجھیں تو جتنا میں نے عرض کیا ہے اس کو تمہید کے طور پر ضرور ان تجاویز کے ساتھ ملحق کیا جائے اگر آپ کو اتفاق ہو تو.....

اس سلسلہ میں ایک بات اور میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم مسائل حج پر بحث کرنے بیٹھے ہیں تو اتفاق سے یہ سوال تو آپ نے طے کیا تھا ایک سال پہلے، موضوعات کو اتفاق سے یہ مسئلہ ادارہ المباحث الفقہیہ جو جمعیت علماء ہند کے تحت ہے، وہاں بھی زیر بحث آیا ہے اور ہمارے علماء نے کچھ فیصلے کئے ہیں، میں نے قصداً ان فیصلوں کو بحث و نظر کے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ فیصلہ کرتے وقت ہمیں ان فیصلوں کو بھی سامنے رکھنا چاہئے، اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے نکات میں شاید آپ کا ان سے، ان فیصلوں سے اتفاق ہوگا، بہتر ہے کہ ہم علماء کی زبانیں مختلف نہ رہیں آپ دیکھ لیجئے جہاں کہیں ناگزیر ہے اختلاف تو دوسری

بات ہے، لیکن اگر عام حالات میں اس فتویٰ سے آپ حضرات کو بھی اتفاق ہو تو ہمیں اس کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔

اس کے بعد عرض پیش کیا گیا۔

جو لوگ مکہ کے اصلا رہنے والے ہیں، یا وہاں مقیم ہیں، اصلا ان کے لئے تمتع نہیں ہے، اس لئے انہیں اشہر حج میں عمرہ نہیں کرنا ہے، وہ شخص جس پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں میقات سے باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر وہ تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ ورانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہے تو وہ تجویز... تاقضی صاحب بار بار کیا اشہر حج میں جانا ہے اس کو..... ارے بھی، ایک ہی بار جانا ہے تو عمرہ تو کرنا پڑے گا اس کو..... اگر عام طور پر وہ جائے تو عمرہ کرے گا ورنہ اگر حج کا ارادہ ہے تو عمرہ نہ کرے، میری بات سنئے اگر کسی شخص پر حج فرض ہے اور وہ اس سال اس کو ادا کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کو حج میں باہر نہیں جانا چاہئے، لیکن اگر اس کی تجارتی، پیشہ ورانہ اور دفتری مجبوریوں کے تحت اس کو باہر جانا پڑتا ہے تو وہ جائے لیکن نمبر ۱..... دے چکے ہیں اس کے تحت وہ احرام نہیں باندھے گا، بلکہ بغیر احرام کے داخل ہو جائے گا اور وہ عمرہ نہیں کرے گا اور حج کر لے..... کیا بار بار نمبر ۱ تو لکھا ہوا ہے نہ اس میں نمبر ۱ میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ موجودہ حالات میں جب کہ تاج، دفاتر میں کام کرنے والے... ٹیکسی چلانے والے دیگر کام کرنے والے، کبھی ہر روز کبھی ہر دوسرے تیسرے روز جاتے ہیں تو بار بار کا مسئلہ تو عذر سے متعلق ہے۔ یہاں تو عذر دوسرا ہے، ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل نہ ہو چاہے مکی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسری طرف آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمتع کر ہی نہیں سکتا، تو اب مصیبت یہ ہے کہ وہ مکہ میں رہتا ہے، اس کا آفس ریاض میں ہے، اس کو جانا ہے، کسی تجارتی کام کے لئے اس کو مدینہ جانا ہے، جانے دیجئے، مکہ مدینہ، ریاض تو دور ہے، اس کو طائف جانا ہے، اس کی دفتری اور پیشہ ورانہ ضرورتیں اس کی متقاضی ہیں کہ جائے اب یا تو ہم اس کو حکم دیں کہ جاؤ ہی مت چاہے کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، چاہے

نو کری کیوں نہ چھوڑنی پڑے یا ہم اس کو یہ اجازت دیں کہ اچھا بھی تم عمرہ کرو اور تمتع کر لو یا ہم کہیں کہ صاحب تم پر عمرہ نہیں ہے، تم احرام باندھ کے مت آؤ، تم عمرہ مت کرو، تو سیدھے حج کرنا، یہ خلاصہ ہے..... یہاں تو بحث دوسری ہے۔

تمتع کر لے وہ تمتع کر لے..... مکہ ہی کا ہے وہ..... بہر حال اس وقت..... مولانا..... ایک منٹ مسئلہ درپیش یہ ہے کہ ہمارے نقطہ نظر سے کوئی بھی شخص مکہ میں رہتا ہی ہو یا اصل باشندہ ہو..... وہاں سے باہر آتا ہے تو اس کو مکہ میں جانا ہے احرام باندھ کر اور عمرہ کرنا ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکہ تمتع نہیں کر سکتا، مشکل یہ آ پڑی ہے کہ اگر وہ مکہ ہے، اور وہ..... جس پر حج نفل ہے، اس کو تو ہم نے چھوڑ دیا، اس پر حج فرض بھی اور حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے، اب اگر وہ باہر ضرورت کے لئے نہ جائے تو یہ بھی مشکل اور اگر جائے تو دوسری مشکل کہ حج نہیں کر سکتا، اس سال اور بغیر احرام نہیں آ سکتا۔ ان شرائط کے ساتھ کہ جس پر حج فرض ہو اور اس سال وہ حج کرنا چاہ رہا ہو اور وہ اپنی کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت اس کو اشہر حج میں حرم سے باہر جانا پڑا، تو وہ احرام کے ساتھ آنے کے بجائے پہلی رعایت سے فائدہ اٹھائے بغیر احرام آئے اور اس سال حج ادا کر لے یہ ہے خلاصہ اس پوری بحث کا..... ضرور لکھ کر دیجئے جزا کم اللہ..... اور بھی کوئی..... ہے کیا حل نکالا ہمارے دوست نے واہ! مولانا شیر علی صاحب کا فرمانا یہ ہے کہ اگر وہ شخص اپنی ضرورت کے تحت میقات سے باہر چلا گیا اشہر حج میں اور وہ واپس آیا تو اس کو مکہ شمار کرنے کے بجائے آفاقی شمار کیا جائے گا، جیسے آفاقی کے لئے تمتع ہے ویسے ہی اس کے لئے بھی تمتع ہوگا، یہ فرما رہے ہیں، نہ؟ آپ کی وکالت صحیح کی میں نے، اچھی بات ہے، بات بہت اچھی کہی انہوں نے..... مسئلہ کا حل ہے راستہ ہے، بہر حال اب.... دیکھئے اس میں ایک ہی نقطہ نظر ہے جو ایک مفید چیز بن سکتی ہے وہ امام صحیح... اگر اس اصطلاح کی صحیح تشریح ہم لوگ سمجھ سکیں اور کر سکیں تو مسئلہ میں شاید زیادہ سہولت ہو ورنہ جو تجویز ہے کہ دو مصیبتوں کے درمیان گھرا ہوا ہے باہر جانے کے بعد آنے..... اس کو عمرہ کرنا ہے اور تمتع کر نہیں سکتا، اپنی دوسروں کو سناتے ہو، دوسروں کی سنتے

عی نہیں ہو، چلے، اس میں ایک لفظ ہمارے مولانا مفتی نسیم صاحب نے لکھا ہے کہ فقہ شافعی کا حوالہ دیا گیا ہے، مگر خود فقہ حنفی میں بھی ضرورتاً روزمرہ آنے جانے والوں کے لئے اجازت ہے، تو کیوں نہیں اس عبارت میں یہ لکھا جائے کہ..... سیاسی اغراض سے یا وغیرہ وغیرہ روزمرہ جانے والوں کے لئے ہر بار حدود حرم میں داخل ہوتے وقت احرام باندھنے میں حرج و مشقت ہے، اس لئے دفع حرج اور رفع مشقت کے لئے ان لوگوں کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخل ہونے کی گنجائش ہوگی۔ مولانا آپ سے میری یہ درخواست ہے ہم لوگ پہلے اس کام کو ختم کر لیتے ہیں، افسوس ہے کہ میری آپ سے بات نہیں ہو سکی، ہم اور آپ بیٹھ کر فریغت کے بعد بات کر لیں اگر ہماری اور آپ کی گفتگو اور مولانا بھی رہیں گے اور اس کے بعد بھی ضرورت اگر آپ کے کسی اختلافی نوٹ کی ہے تو آپ تحریر فرمادیں گے تو پوری امانت داری کے ساتھ اس کو عرض تجویز کے ساتھ لگا دیا جائے گا۔

مولانا محی الدین صاحب

رمی کے بارے میں نیابت کے سلسلہ میں جو ازدحام کی بات آئی ہے کہ ازدحام کو عذر قرار دیا جائے تو ٹھیک ہے، ازدحام عذر ہو سکتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ قید رکھی جائے کہ اگر رات تک بھی رمی کرنا ممکن ہو اور اسے کمزور لوگ مشکل سے نہیں کر سکتے تو پھر نائب بنائیں، ایک واقعہ سناؤں، میں حج میں گیا دو سال پہلے، ہمارے کچھ ساتھی تھے، اور وہ ساتھی ایسے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حج کر لیا تھا، اس وقت انہوں نے نیابت کر لی اور اس کے بعد رمی جمرہ عقبہ میں انہوں نے نیابت کر لی، اب دوسرے دن میرے سامنے بات آئی تو میں نے کہا کہ بھئی نیابت تو نہیں ہوگی، انہوں نے کہا کہ آپ کیوں انکار کرتے ہیں میں نے..... علماء سے پوچھا وہ کہتے ہیں جائز ہے، اب وہ سہنے کئے آدمی بالکل صرف اتنا کہ جانے میں دشواری تھی اور سخت گرمی کا مسئلہ تھا، بہر حال.... یوں..... ہوا کہ لوگ گیارہ بارہ تاریخ کو..... میرے ساتھ آئے اور انہوں

نے..... تو جیسے قاضی صاحب نے پہلے ہی تو چہ دلائی ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے قوف مزدلفہ کو تو مشروع قرار دیا، لیکن عورتوں بچوں اور کمزوروں کے لئے ازدحام کی بنیاد پر قوف مزدلفہ بھی چھڑوایا، لیکن رمی کے متعلق نیابت کے بارے میں نہیں کہا کہ تم نائب بنالو، اس لئے اس سے رمی کی اہمیت سامنے آتی ہے کہ ایک اچھا..... بڑا منصب ہے تو اس لئے مطلقاً یہ ازدحام والی بات نہ رکھی جائے بلکہ یہ قید لگائی جائے کہ رات تک بھی کوئی رمی نہ کر سکے اور اتنا ازدحام ہو کہ پہنچ نہ سکے تو اپنی طرف سے نائب بنالے، یہ ایک چیز ہونی چاہئے، مولانا محی الدین صاحب نے فرمایا ہے کہ مولانا زبیر صاحب نے قوف ازدحام کی وجہ سے گنجائش کا ذکر کیا ہے، رمی میں نیابت کے لئے فرماتے ہیں، کہ اس میں یہ قید ہونی چاہئے کہ ازدحام اتنا زیادہ ہو کہ وقت گزرنے کے ساتھ یعنی غروب آفتاب کے بعد بھی ممکن نہ ہو اور آدمی اپنے حالات کے اعتبار سے انتہائی ضعف کا شکار ہو، تب گنجائش دی جانی چاہئے ورنہ نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

اولاً تو ابھی مولانا محی الدین صاحب نے جو تجویز پیش فرمائی کہ اگر ازدحام غروب آفتاب کے بعد تک باقی رہے تب ہی اسے عند تسلیم کرنا چاہئے رمی میں نیابت کے لئے، میرے خیال میں یہ بہت معقول بات ہے، اور اگر وقت کا تھوڑا سا لوگ اہتمام کر لیں تو رات کے وقت رمی کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے، خواتین اور مریض لوگ ہی رمی کر سکتے ہیں.... دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو سول آیا تھا کہ جدہ وغیرہ کے جن لوگوں کو سعودی قانون کے تحت حج میں جانے سے روک دیا جاتا ہے، ان کے لئے بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی ہے، تو میں نے اپنی تحریر میں ایک بات پیش کی تھی..... ہمارے فقہاء کے یہاں احرام کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب آدمی تلبیہ کہے تو جن حضرات کو یہ اندیشہ ہو کہ پولیس چوکی پر چیک پوسٹ سے ان کو واپس کر دیا جائے گا، اگر وہ احرام کے کپڑے پہن لیں اور تلبیہ اس وقت تک نہ کہیں جب تک چیک پوسٹ سے آگے نہ بڑھ

جائیں تو نہ احصار کا تحقق ہوگا نہ ان پر دم واجب ہوگا اور نہ ان کو کوئی دقت پیش آئے گی۔ تو اگر یہ صورتحال لوگوں کو بتائی جائے کہ تلبیہ سے اپنے آپ کو روک رکھیں، جب تک کہ چیک پوسٹ سے نہ نکل جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی دقت کا بہت آسان حل ہوگا۔

میقات سے آگے ہونے کے بعد نہیں جو لوگ کم سے کم حدودِ حمل کے اندر رہتے ہوں یعنی میقات کے قریب رہتے ہوں، ان کے لئے تو کم سے کم اس کی گنجائش ہو جاتی ہے، سہولت ہوگی، مولانا خالد صاحب فرما رہے ہیں کہ حکومت کی طرف سے پابندی کا جو مسئلہ آیا ہے اور اس کی وجہ سے احصار کا تو اس میں ایک صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ سفر کریں وہ احرام جب باندھیں تو ہمارے یہاں یعنی عند الحنفیۃ انعقاد احرام کے لئے تلبیہ کی شرط ہے، تو جب تک چیک پوسٹ جہاں سے واپس کرنے کے امکانات ہوتے ہیں، وہاں نہ پہنچیں، اس وقت تک تلبیہ کو مؤثر کر دیں، اور اس کے بعد تلبیہ کہیں، اور پھر ان کے احرام کا انعقاد ہوگا،..... لیکن معاملہ یہ ہے کہ جو لوگ جدہ میں رہتے ہیں یا اس کے آگے رہتے ہیں، اس طرح ان کے لئے بھی یہ چیز سوچی جاسکتی ہے،..... لیکن یہ قانون پوری مملکت کا ہے، اور حج کے زمانہ میں غالباً صرف ایسا نہیں ہے کہ حرم کے آس پاس کے جو چیک پوسٹ ہیں وہیں روک لگی ہوتی ہو بلکہ اور جہاں جہاں بھی ایسے مواقع ہیں وہاں بھی روک ٹوک ہوتی ہے، بہر حال میری ایک (خالد صاحب) تجویز یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے ایسا ممکن ہو اس مسئلہ میں بھی خود حنفیہ کے یہاں ایک قول کے مطابق گنجائش ہے، دوسرے حضرات کے یہاں تو ہے ہی، اس سے اور یہ کو یا کتابوں میں مذکور ہے، فقہاء کے یہاں آیا ہے، احرام کے ساتھ شرط لگانے کا مسئلہ، ہمارے یہاں بھی موجود ہے۔

مولانا ثناء الہدی قاسمی صاحب

مفتی انور علی صاحب نے جو عرض پیش کیا ہے کہ متمتع مزید عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں، انہوں نے ساری توجہ اور سارے دلائل تکرار عمرہ کے بیان میں پیش کئے ہیں، اس مسئلہ میں مجھے یہ

اطلاع تو نہیں ہے کہ حج کے بعد مزید عمرہ کر سکتا ہے۔۔۔ بات یہ ہے کہ کیا حج کے پہلے دوسرا عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ کا کوئی جزئیہ اگر کسی کے پاس ہو تو برائے مہربانی بیان کرے۔

قاضی صاحب

عمرہ جو سال میں پانچ دن ممنوع ہے، باقی ایام میں جائز ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ متمتع کو عمرہ سے روکا جائے، اس لئے صاحب..... کی عبارت کو لوگوں نے مفصل نقل کیا ہے، پوری بحث ارشاد الساری میں پڑھیں آپ انشاء اللہ بہت ساری چیزیں آپ کو ملیں گی، قاضی صاحب پہلی بات یہ بھی طے کرنا ضروری ہے کہ جب حکومت سعودیہ ان کو منع کرتی ہے انتظامات کی سہولت کے لئے، اگر عدد حجاج پر کنٹرول کیا جا رہا ہے اور یہ بالکل مصالح کے مطابق ہے، ایسی حالت میں کیا ایسے لوگوں کے لئے جو ان ممالک میں رہتے ہیں، ہر سال حج کرنا اور حکومت سعودیہ کے اس امر کی مخالفت کرنا کیا صحیح ہے؟ اس لئے پہلی بات کہ اگر حکومت سعودیہ اذن نہیں دیتی تو خدا کے واسطے وہ نہ جائیں اور اگر جائیں تو پھر تجاوز میقات جیسا کہ قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ جو مسئلہ ہے احرام کا اور حکومت کی طرف سے پابندی کا، اس میں پہلی بات یہ غور کرنے کی ہے اور طے کرنے کی ہے کہ حکومت سعودیہ جو اس سلسلہ میں پابندی گا رہی ہے اور محض انتظامات کی وجہ سے جو واقعات پیش آتے ہیں، ان کے پیش نظر تو حکومت کی طرف سے اس پابندی کے بعد آیا وہاں کے لوگوں کے لئے سفر کا اقدام حج یا عمرہ کے لئے درست ہے نہیں؟

مولانا ارشاد صاحب

ایسا ہے حرام تو نہیں کہا جا سکتا، خلاف اولیٰ کہا جائے گا، لا تلقوا بأیدیکم الی التہلکة، مگر احرام باندھ لے گا تو اس کا اعتبار کیا جائے گا، قاضی صاحب فرماتے ہیں، ویسے صاحب امر کی بات ماننا ضروری ہے غالباً آج کل کے لئے... یا ایہا النین آمنوا أطیعوا کے تحت۔

اگر اس کو لازم نہیں قرار دیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جملہ انتظامات برباد ہو جائیں گے اور کوئی تنظیم ہماری عبادت میں باقی نہیں رہے گی، اور بے پناہ لوگ جائیں گے اور انتظام کیا گیا ہے سولوکوں کا اور آپ جائیں گے ایک ہزار آدمی، سارا انتظام برباد ہوگا، حجاج کو دقت ہوگی، یہ امر بالمعروف ہے، یہ امر بالمنکر نہیں ہے، اور اگر امیر یا انتظامیہ امر بالمعروف کرتی ہے تو اس کی اطاعت واجب ہونی چاہئے اگر کوئی کہتا ہے کہ اس کی کوئی نظیر ہے تو ٹھیک ہے۔

اس کے خلاف ایک نظیر یہ ہے کہ اگر غلام کو آفتابا بیوی کو شوہر کے اور اس کے اندر بھی اس کے نزدیک کوئی حکمت یا مصلحت ہو اور اس کے باوجود وہ احرام باندھ لے تو احرام کا اعتبار ہو گا یا نہیں؟ اسی طرح احرام کے احکام اس پر عائد ہوں گے یا نہیں، یہاں تو بحث ہے کہ اگر مخالفت کر کے بھی احرام باندھ لیا تو کیا حکم ہوگا؟ گناہ ہونہ ہو یہ تو بعد کی بات ہے..... تاقضی صاحب، میں نے عرض کیا کہ لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ جو سعودی عرب میں رہتے ہیں، ان کو چاہئے کہ حکومت کے طے کردہ انتظام کے مطابق وہ عمل کریں، اگر وہ منع کرتی ہے کہ حج کے لئے نہ جائیں تو یہ حکم استطلاق پر مبنی ہے، یہ حکم امر بالمعروف ہے، اس کی اطاعت ضروری ہے، اس کے باوجود اگر کوئی چلا گیا تو پھر آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض یہ کرنا ہے کہ جو لوگ فارم پر جھوٹ بھر کر جاتے ہیں، جو قانون ہے اس کے مطابق وہ فارم بھرتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سال سے حج نہیں کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ کار خیر ان کا کار خیر باقی رہے گا، اذا كان كاذبا فكيف يكون له، ارشاد صاحب..... اصل مسئلہ یہ ہے کہ احرام کے بعد اسے دم دینا پڑے گا، اسی وجہ سے پریشانی پیش آرہی ہے۔

سب سے بہتر حل یہ ہے کہ وہ اشتراط کو پہلے سے محفوظ رکھے چونکہ امام صاحب کے نزدیک ان الاشتراط..... اگر وہ شرط لگا دے گا تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا اور تمام پریشانیوں سے بچ جائے گا، زیادہ اہم شمل یہ ہے کہ وہ احرام کو اشتراط کے ساتھ مقید کر دے، یہ ہماری رائے ہے، مولانا ارشاد صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی آدمی سفر کرتا ہے،

تو کیا ہوگا، تو ایک قول اشتراط کا آیا ہے، احرام کے وقت شرط لگا دی جائے، مولانا انور علی صاحب.... وتر والے مسئلہ میں پوری وضاحت نہیں آسکی، جیسے یہ سوال ہے کہ کوئی حنفی حرم میں رمضان کے زمانے میں وتر پڑھنا چاہے۔ اس میں ایک بات تو آئی کہ وہ تین رکعت پڑھے گا، لیکن سلام نہیں، تو عرض پیش کیا کہ قاضی صاحب..... سلامہ لا ینخرجہ من صلاتہ، اگر شافعی مسلک کے مطابق وتر پڑھتا ہے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیتا ہے اور پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہے، سلامہ لا ینخرجہ من صلاتہ یہ ابو بکر رازی کی عبارت موجود ہے، الا یہ کہ اگر وہ کوئی عمل منافی صلاۃ کر لے، دوسری اور تیسری رکعت کے بیچ تو پھر بے شک ہم اس میں ان کی اقتدا نہیں کریں گے، لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا، لہذا اگر سلام کر کے وہ کھڑا ہو گیا حنفی سلام نہ پھیر کر ساتھ کھڑا ہو جائے، نماز پوری کر لے اس طرح..... لیکن اصول حنفی کے اعتبار سے ابو بکر رازی کے قول پر فتویٰ دینا بظاہر درست نہیں معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ علامہ شامی نے بھی تصریح کر دی ہے، ابن نجیم نے بھی بیان کیا ہے کہ أن المذہب الصحیح..... اس کو مذہب صحیح قرار دیا ہے۔

قاضی صاحب

مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے ایک بہت بڑی بات کہہ دی ہے امام ابو بکر جصاص رازی کے بارے میں اور مقابلہ میں ابن نجیم کا قول نقل کیا ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا فرق ہے، امام ابو بکر جصاص رازی کا مقام کیا ہے، اور علامہ ابن نجیم کی ساری عظمت کے ساتھ ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے اس پر آپ ضرور توجہ رکھیں۔

اس سلسلہ میں صرف جصاص رازی تنہا نہیں ہیں، فقہاء احناف میں فتح القدیر میں دوسرے بعض ممتاز فقہاء ابن ہمام کے بعض مشائخ سے بھی یہ بات نقل کی گئی ہے، اور یہ کہ ان کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی وجہ سے متقدمین یعنی فقہاء احناف میں سے کسی سے فساد صلاۃ کا حکم نقل

نہیں کیا گیا ہے، یہ بات بحر میں بھی آئی ہے۔

قاضی صاحب....

کیوں وجہ بتائیے، کیوں جا رہا ہے، حج نفل کر کے آپ دوسروں کی جان کے لئے مصیبت بنتے ہیں، اور جو انتظام کرنے والا ہے اس کے انتظام کی ساری سہولتوں کو آپ ختم کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہزار ہا کی تعداد میں یہ لوگ مارے شوق کے اور وہ بھی حج فرض نہیں بلکہ نفل جوں کے لئے ہر سال دوڑتے ہیں، اور سارا انتظام درہم برہم ہوتا ہے، کوئی بھی حکومت ہو یا کوئی بھی انتظام کرنے والا ادارہ ہو اس کے بہر حال وسائل محدود ہوتے ہیں، اس نے مان لیجئے دس لاکھ لوگوں کا انتظام کیا ہے، اور آپ وہاں بارہ لاکھ پہنچ جاتے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے وہ تمام لوگ جو سعودیہ میں ہیں اگر ان پر قانونی پابندی ہے کہ آپ حج کو ہر سال نہیں جاسکتے ان کا چوری کر کے حج کو جانا چھپ کر حج کو جانا اور پھر جناب وہاں جا کر چیک پوسٹ پر پکڑ وانا، یہ کوئی اچھی بات ہے کیا، حکومت کا سوال نہیں ہے، مولانا یہ اس لئے کہ ہم نے اسلام کے نظام کو سمجھنے کی صحیح طور پر کوشش نہیں کی، حج جو ہے ایک اجتماعی عبادت ہے، اجتماعی عبادت کے لفظ کی برقراری کے لئے اور حج ہوتا ہے ایک امام کے ماتحت ایک امیر کے ماتحت اگر وہ انتظامی امور کو درست رکھنا چاہتا ہے اس کا مقصد حکومت کو فائدہ پہنچانا نہیں ہے، بلکہ حجاج کو فائدہ پہنچانا ہے، اگر وہ اس طرح کو کوئی روک لگاتی ہے کہ آپ ہر سال حج نہ کریں یا پانچ سال پر حج کریں تو آپ کا کیا خیال ہے وہاں کے لوگوں کو اس کی پابندی کرنی چاہئے یا قانون توڑنا چاہئے، اس میں جو تبدیلی کرنا ہے کر لیجئے تھوڑا بہت، لیکن قانون کی پابندی میرے خیال میں ضروری ہے، آپ ان مصیبتوں کا تصور نہیں کر سکتے ہیں جن میں وہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور دیگر حجاج مبتلا ہوتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ اگر وہاں حکومت کا قانون بنا ہوا ہے کہ آپ پانچ سال سے پہلے حج میں حج کونہ جائیں اور ہمیں بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے لیکن آج ہمارا تقویٰ اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم فارم

تو بھر دیتے ہیں ڈیکلیریشن جو حج کا ہوتا ہے کہ پچھلے پانچ سال میں ہم نے حج نہیں کیا ہے، کیا اس عمل کو جائز کہا جائے گا، حج ہو جانا ایک الگ بات ہے، لیکن ہمارا یہ عمل گناہ نہیں ہوگا؟ کہ ہم ڈیکلیریشن کرتے ہیں، اس لئے میرے خیال میں اتنی بات تو پہلے ہم کو ضرور ان لوگوں کو کہنا چاہئے مولانا شاہد صاحب نے کہا کہ صاحب آپ اس قانون کی پابندی کریں، اور اس کی خلاف ورزی کر کے اس نظم و ضبط کو نہ توڑیں جو ہاں کے لئے ضروری طور پر بنایا گیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی چلا گیا اور جا کر کے چلا آیا، اب اگر راستہ میں پکڑا گیا تب اس کا حکم آگے شاید لکھا ہوگا۔

ہر سال حج کرنے کا جو شوق ہے وہ زیادہ تر ہندوستانی یا پاکستانی تاج کو ہے، اور یہ جو چیک پوسٹ سے زیادہ تر لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی لوگ ہیں، ان کے تصورات میں یہ بات ہے کہ حج ایک کارنیر ہے، اور صحیح ہے تو کیسے بھی ہو چاہے چوری چھاری کے ذریعہ یا چھپ چھپا کر یہاں تک گاڑیاں پہاڑیوں کے وادیوں سے گھما گھما کر مانوس راستوں تک سے چلے جاتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ شرعی حیثیت سے، ہمیں ان لوگوں کو یہ مسئلہ بتانا چاہئے کہ حج منضبط کرنے کے جو نظم و ضابطے اور جو قوانین وہاں کی حکومت نے عائد کئے ہیں، ان کی پابندی کی جانی چاہئے، یہ بات ہم کو صاف کہہ دینا چاہئے، اس کے بعد بھی اگر کوئی گڑبڑ کرتا ہے اور مصیبت میں پھنستا ہے تو اس کا حل بتا دیا آپ نے یہ کہنا چاہئے مولانا پوری ایمانداری کے ساتھ کہ اس نظم کی پابندی ہو، اور یہ جو آپ کہہ رہے ہیں..... جی ہاں ہوگا خوب ہوگا، آپ اپنے کو اتنا کمزور کیوں سمجھتے ہیں، آپ اس تجویز کو بھیجئے، انشاء اللہ وہاں یہ تقسیم بھی ہو جائے گی اور اس پر..... اگر آپ بتائیں کہ شرعی نقطہ نظر سے ایسا کرنا صحیح نہیں ہے، لوگوں کو نظم و ضبط کی پابندی کرنی چاہئے، تو ان شاء اللہ اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا، یہ میرے خیال میں بہت ضروری چیز ہے، بہر حال..... میں یہ کہہ رہا تھا کہ جو اصلاً سعودی ہیں، وہ ہم سے زیادہ قانون کے پابند ہیں، جو احکام ہوتے ہیں، ان کی وہ پابندی کرتے ہیں..... وہ لوگ اس میں زیادہ مبتلا نہیں ہوتے ہیں، یعنی آپ کے خیال میں جو احکام و قوانین سعودی حکومت کی طرف سے حج کے انتظام کے لئے کئے جائیں، ان کی

.....

پابندی وہاں کے رہنے والے مسلمانوں پر لازم نہیں ہے، یہی آپ چاہتے ہیں یہ نہیں تو آپ جو چاہتے ہیں لکھ کر دیجئے گا، مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ حج کا فارم بھر کر نہیں جاتے وہ انٹرنیشنل پاسپورٹ پر جاتے ہیں جس کی اجازت ہے، اس لئے یہ کوئی پرہیز نہیں ہے، الفاظ کے سلسلہ میں ہیں تو اس کو خود لکھ دوں گا میں کہ نظم و ضبط کے سلسلہ میں تاج کے جو انتظامی احکام ہیں ان احکام کی پابندی کی جانی چاہئے اور اس کی خلاف ورزی نہ ہو، اب خود اگر گورنمنٹ وہاں کی انٹرنیشنل پاسپورٹ پر اجازت دیتی ہے تو جو لوگ انٹرنیشنل پر جا رہے ہیں، صحیح جا رہے ہیں، اچھا اچھی بات ہے چلئے، یہ تو صرف اتنا وہاں کے نظم و ضبط کے لئے، آگے بڑھے یہ تو تجویز آپ کی ہے، یہاں آ کے بحث کرتے ہیں۔